بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی رسائل

جلد چہارم

1. خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
2. کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
3. غیر اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
4. رؤیتِ باری تعالیٰ
5. قبر پر ہاتھ اٹھا کا دعاء کرنے کا حکم
6. خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم
7. محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مُفتی محمّد رضوان

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل(جلد4)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: جمادی الاخریٰ1439ھ مارچ2018ء

صفحات: 700

ملنے کے پتے

رسائل کی اجمالی فہرست

نام رسائل	از صفحہ نمبر

تفصیلی فہرست رسالہ اول

صفحہ نمبر	مضامین
31	تمہید (من جانبِ مؤلف)
32	خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
//	(1)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث
33	(2)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث
34	(3)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث
35	(4)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث
36	(5)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث
39	(6)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی چھٹی حدیث
41	(7)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ساتویں حدیث
43	(8)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی آٹھویں حدیث
45	(9)......حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیث
47	(10)......حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث
50	(11)......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

تفصیلی فہرست رسالہ دوم

صفحہ نمبر	مضامین

تفصیلی فہرست رسالہ سوم

تفصیلی فہرست رسالہ چہارم

تفصیلی فہرست رسالہ پنجم

مضامین — صفحہ نمبر

تفصیلی فہرست رسالہ ششم

صفحہ نمبر	مضامین

تفصیلی فہرست رسالہ ہفتم

مضامین | صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

''مجلسِ فقہی'' ادارہ غفران، راولپنڈی

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب دامت برکاتہم (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی چوتھی جلد، اہلِ علم واہلِ ذوق حضرات کے سامنے پیش کی جارہی ہے، علمی وتحقیقی رسائل کی پہلی جلد چھ مقالات پر مشتمل گزشتہ سال ذوالقعدۃ 1437ھ میں منظرِ عام پر آئی تھی، جس کے بعد علمی وتحقیقی رسائل کی دوسری جلد چار مقالات متعلقہ اوقاتِ نماز بالخصوص صبح صادق ووقتِ عشاء کی تحقیق پر مشتمل تھی، شائع ہوئی، اور ساتھ ہی ساتھ علمی وتحقیقی رسائل کی تیسری جلد سفر سے متعلق پانچ مقالات پر مشتمل شائع ہوئی۔

اور اب یہ چوتھی جلد درجِ ذیل سات (7) مقالات پر مشتمل پیشِ خدمت ہے:

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم

(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مذکورہ مقالات میں سے پہلا مقالہ ''خوارج سے متعلق احادیث وآثار'' پر مشتمل ہے، جن کی روشنی میں خوارج اوران کی علامات کوواضح کیا گیا ہے، اوراس کی نشاندہی کی گئی ہے کہ خیرُ القرون کے معروف فرقہ خارجیہ کے بعدبھی تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار میں اورآج بھی مختلف منحرف طبقات امت کے سوادِاعظم اوراجتماعیت کے مقابلے میں خروج کاراستہ اپناتے رہے۔

دوسرے مقالہ میں ''کفار کے مخاطب بالفروع'' ہونے کے علمی راجح نقطۂ نظرکونصوص وآثار، اوراحناف کے ایک طبقہ اہلِ علم اوردیگرفقہاء سے مبرہن کرکے پیش کیا گیا ہے۔

تیسرے مقالہ میں ''غیرُ اللہ کی نذرونیاز میں حیوانات کے ذبیحہ اور دیگر ماکولات ومشروبات میں حکمِ حرمت'' کے فرق کوواضح کیا گیا ہے۔

چوتھے مقالہ میں ''رؤیتِ باری تعالیٰ'' جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی، اس کے رؤیتِ قلبی ہونے کونصوص وآثار سے واضح کیا گیا ہے، اوررؤیتِ بصری وعینی کے آخرت سے قبل ہونے کے نقطۂ نظرکی توضیح کی گئی ہے۔

پانچویں مقالہ میں ''قبرپرہاتھ اٹھاکردعاءکرنے کے حکم'' کوحنفیہ اوردیگرفقہاء سے اپنی متعلقہ تفصیلات کے ساتھ منقح اورواضح کیا گیا ہے۔

چھٹے مقالہ میں ''خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' کومتعلقہ ضروری جزئیات وتفصیلات کی روشنی میں اعتدال کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اوراس سلسلہ میں پائے جانے والے غلوومغالطات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ساتویں وآخری مقالہ میں ''محافل حسنِ قرائت'' پرنصوص وآثار کے تناظر میں بحث کی گئی ہے، اوراس کے متعلق شرائط واحکامات کومنقح کیا گیا ہے، اورجومفاسداس حوالے سے پیش آرہے ہیں، ان کی قباحت کوواضح کیا گیا ہے۔

ادارہ غفران کے اراکینِ مجلسِ فقہی نے ان مقالات کو بالاستیعاب ملاحظہ کیا، کسی عبارت یا کسی تعبیر میں تغییر وترمیم کی ضرورت سمجھی، تو وہ ظاہر کی اور مفید مشورے پیش کیے، اس طرح اراکینِ مجلس کی نظرِ ثانی اور جزوی اصلاح وترمیم کے بعد یہ جملہ مقالات بھی حتمی شکل میں منقح ہوئے، اوراب یہ مجموعہ علمی وتحقیقی رسائل کی ایک جلد بن کر شائع ہونے جارہا ہے۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور امتِ مسلمہ کے لیے فقہی وعلمی مسائل کے حل کے لیے ممد ومعین ثابت ہو۔ آمین۔

(1)......مفتی محمد رضوان صاحب (صدر مجلس)

(2)......مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)......مفتی محمد امجد حسین صاحب (ناظم)

(4)......مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(5)......مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(6)......مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(7)......مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(8)......مولانا طلحہ مدثر صاحب (رکن)

(9)......مولانا عبدالوہاب صاحب (رکن)

(10)......مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(11)......مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

07/ جمادی الاولیٰ/ 1439ھ 27/ دسمبر/ 2017ء بروز بدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

خوارج سے متعلق احادیث وروایات
خوارج سے متعلق احادیث وروایات سے حاصل شدہ فوائد کی تشریح
خوارج کی علامات اورنشانیاں

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
31	تمہید (من جانبِ مؤلف)
32	خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
//	(1)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث
33	(2)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث
34	(3)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث
35	(4)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث
36	(5)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث
39	(6)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی چھٹی حدیث
41	(7)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ساتویں حدیث
43	(8)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی آٹھویں حدیث
45	(9)...... حضرت انس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیث
47	(10)...... حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث
50	(11)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر خوارج کے فتنہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اور خوارج کو عظیم فتنہ قرار دیا ہے، یہاں تک کہ بعض احادیث کے مطابق قیامت سے پہلے دجال کا خروج بھی خوارج کی جماعت میں سے ہوگا۔

مختلف احادیث میں خوارج کی علامات کا بھی ذکر آیا ہے، اور یہ بھی کہ خوارج کا وقتاً فوقتاً ظہور ہوتا رہے گا، اور اختلاف وانتشار کے وقت یہ لوگ ظاہر ہوں گے۔

کیونکہ خوارج کا فتنہ دینی رنگ کا ہوگا، اور خوارج پر ظاہری دینداری کا رنگ چڑھا ہوا ہوگا، جس سے امت کے سادہ لوح اور کم علم لوگوں کو دھوکہ ہوگا۔

آج کے دور میں جبکہ مختلف شکلوں میں خوارج کا کثرت سے جا بجا ظہور ہو رہا ہے، ان کے متعلق معتبر و مستند احادیث وروایات کو امت کے عام وخاص کے سامنے لانے اور سب کو ان فرامینِ رسول سے، روشنی ورہنمائی لینے کی ضرورت ہے۔

اسی مقصد کے لیے بندہ نے اس طرح کی احادیث اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد کو جمع کیا ہے، جس کو علمی وتحقیقی سلسلہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

04/محرم الحرام/1438ھ 06/اکتوبر/2016ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

بہت سی احادیث وروایات میں خوارج اوران کی علامات اورنشانیوں کا تذکرہ آیا ہے۔

سابقہ ادوار کی طرح آج کے دور میں بھی ان علامات اور پیشنگوئیوں کے مصداق افراد وگروہ عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں جابجا خروج کرتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جن سے حاصل شدہ نکات کا ذکر ساتھ ساتھ، اور مجموعی واصولی نکات کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کیا جائے گا۔

(1)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ)فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ:فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ:مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ:اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٣٤١٦، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، ج٢ ص٤٠٦، مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٤٠.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح رواته حجازيون وشاميون أثبات ولم يخرجاه .

وقال الذهبي فى التلخيص:

صحيح.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ) آیت تلاوت فرمائی کہ ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' (یعنی پھر ایسے بُرے پیروکار آئیں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے بُرے پیروکار آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے بُرے پیروکار لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ منافق تو (اللہ کے نزدیک) کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے الفاظ تلاوت کرے) اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور مومن اس پر ایمان لاتا ہے (حاکم)

معلوم ہوا کہ قرآن کی قرائت ایسا شخص بھی کرسکتا ہے کہ جو منافق ہو، اور اس کے دل میں ایمان نہ ہو، وہ الگ بات ہے کہ اس پر کفر کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا، جب تک ظاہر میں کوئی کفر والی ایسی بات سامنے نہ آجائے، جس میں تاویل نہ ہوسکتی ہو۔

(2)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ فِيْكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ، وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرٰى

شَيْـئًـا، وَيَنْظُرُ فِي الْقِدْحِ فَـلَا يَرٰى شَيْئًا، وَيَنْظُرُ فِي الرِّيْشِ فَـلَا يَرٰى شَيْئًا، وَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں ایک قوم نکلے گی، تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں اور دیگر اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں کم تر اور حقیر سمجھو گے، اور وہ قرآن پڑھیں گے، جو اِن کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آر پار) نکل جاتا ہے کہ شکاری کو نہ تیر کے اگلے حصہ میں کچھ (خون وغیرہ کا اثر) نظر آتا ہے اور نہ تیر کے اوپر والے حصہ میں کچھ (خون وغیرہ کا اثر) نظر آتا ہے، اور نہ تیر کے پر والے حصہ میں کچھ (خون وغیرہ کا اثر) نظر آتا ہے، البتہ اس کے اوپر کچھ (خون وغیرہ لگنے کا) شبہ سا ہوتا ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اس امت میں کچھ ایسے لوگ برآمد ہوں گے، جو نماز، روزہ بہت اچھے طریقوں پر کریں گے، جن پر دوسرے مومنوں کو رشک محسوس ہوگا اور وہ قرآن کی قرائت بھی کریں گے، مگر اس کا اثر دل میں نہ ہوگا، اور یہ لوگ یکلخت دین سے نکل جائیں گے، اور ان پر بعد میں دین کا کوئی اثر نظر نہیں آئے گا، جس طرح سے شکار سے آر پار نکلنے والے تیر پر کوئی خون وغیرہ کا اثر نظر نہیں آتا۔

(3)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ إِلٰى فُوْقِهٖ،

[1] رقم الحديث ۵۰۵۸، كتاب تفسير القرآن، باب إثم من راءى بقراءة القرآن أو تأكل به أو فخر به.

قِيْلَ مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ أَوْ قَالَ :التَّسْبِيْدُ (بخاری)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مدینہ منورہ سے) مشرق کی طرف (مثلاً نجد اور عراق وغیرہ) سے کچھ لوگ نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے، جو اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے (آر پار ہو کر) نکل جاتا ہے، پھر وہ لوگ دین میں لوٹ کر نہیں آئیں گے، جب تک کہ تیر اپنی جگہ پر نہ لوٹ آئے (اور تیر کے چلنے کے بعد واپس اپنی جگہ لوٹ کر آنا ممکن نہیں، اسی طرح ان کا بھی دین کی طرف لوٹ کر آنا ممکن نہیں ہوگا) عرض کیا گیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحلیق (یعنی بال منڈانا) یا فرمایا کہ تسبید (یعنی بال دور کرنا) (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی نشانی وعلامت یہ ہوگی کہ وہ لوگ بال منڈوائیں گے، اور سر وغیرہ کے بالوں کو صفاچٹ کر کے رکھیں گے۔

(4)......حضرت یزید فقیر سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِأَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ إِنَّ مِنَّا رِجَالًا هُمْ أَقْرَؤُنَا لِلْقُرْآنِ، وَأَكْثَرُنَا صَلَاةً، وَأَوْصَلُنَا لِلرَّحِمِ، وَأَكْثَرُنَا صَوْمًا، خَرَجُوْا عَلَيْنَا بِأَسْيَافِهِمْ، فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ، كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٤٨٨)[2]

---

[1] رقم الحديث ٧٥٦٢، كتاب التوحيد، باب قراء ة الفاجر والمنافق، وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم میں کچھ آدمی ہیں، جو ہم سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اور ہم سب سے زیادہ نماز پڑھتے ہیں، اور ہم سب سے زیادہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی (اور اچھا برتاؤ) کرتے ہیں، اور ہم سب سے زیادہ روزے رکھتے ہیں، لیکن اب وہ ہمارے اوپر (جنگ کرنے کے لئے) تلواریں سونت کر آ گئے ہیں، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (اس امت میں) کچھ ایسے لوگ برآمد ہوں گے، جو قرآن تو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آناً فاناً) نکل کر آر پار ہو جاتا ہے (مسند احمد)

یہ لوگ جو (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) صحابۂ کرام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تلواریں سونت کر نکلے تھے، خوارج تھے۔

(5)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا، أَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِعْدِلْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ

مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى رِصَافِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْقِدْحُ ،ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ، سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ، إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَتَدَرْدَرُ، يَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ.

قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ:فَأَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ، فَوُجِدَ، فَأُتِيَ بِهٖ، حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَيْهِ، عَلٰى نَعْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَ (مسلم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت (لوگوں میں) مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ جو بنی تمیم قبیلہ کا ایک آدمی تھا، آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! انصاف کرو (تقسیم کرنے میں ظلم وناانصافی سے کام نہ لو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا، تو کون ہے جو (میرے مقابلہ میں) انصاف کرے گا، اور اگر میں نے عدل وانصاف نہ کیا، تو میں بدنصیب اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، پس بے شک اس کے ساتھی ایسے ہیں کہ تمہارا ایک آدمی اپنی نماز کو ان کی نماز سے حقیر وکمتر تصور کرتا ہے، اور اپنے روزے کو ان کے روزے سے حقیر و کمتر تصور کرتا ہے، یہ لوگ

[1] رقم الحديث ۱۰۶۴ ''۱۴۸'' كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم.

قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے آگے نہ بڑھے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسا کہ تیر شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے کہ تیر انداز تیر کے بھالہ کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی چیز (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، پھر تیر کے کنارے کو دیکھتا ہے، تو اس میں کوئی چیز (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، پھر اس تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کچھ (خون کا نشان وغیرہ) نہیں پاتا، حالانکہ تیر پیٹ کی گندگی اور خون سے گزر کر نکل چکا ہوتا ہے، ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سیاہ رنگ کا ہوگا، اور اس کا ایک شانہ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جو تھرتھراتا ہوگا، یہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں پھوٹ (اور تفرقہ بازی) ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کیا اور میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس (طرح کے) آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات بیان فرمائی تھیں) وہ آدمی ملا تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، یہاں تک کہ میں نے اسے ویسا ہی پایا، جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کی جو علامت ونشانی بیان فرمائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے مقابلہ میں اس علامت کے مطابق خارجی لوگ آئے تھے، جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔ [1]

---

[1] (قال أبو سعيد) أى :الخدرى راوى الحديث (أشهد) أى :أحلف (أنى سمعت هذا من رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وأشهد أن على بن أبى طالب قاتلهم وأنا معه) ، أى :فهو ومن معه خير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(6)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِيْ تُرْبَتِهَا، إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: اَلْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِيْ كِلَابٍ، وَزَيْدُ الْخَيْرُ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِيْ نَبْهَانَ، قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوْا: أَتُعْطِيْ صَنَادِيْدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، نَاتِءُ الْجَبِيْنِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اِتَّقِ اللّٰهَ، يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ إِنْ عَصَيْتُهُ، أَيَأْمَنُنِيْ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِيْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِيْ قَتْلِهٖ، يَرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِءِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ (مسلم) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرقة (فأمر) أی :علی (بذلک الرجل) أی :بطلب ذلک الرجل الذی آیتهم وعلامتهم (فالتمس) بصیغة المجهول أی فطلب وأخذ (فأتی به حتی نظرت إلیه علی نعت النبی -صلی الله علیه وسلم -الذی نعته) . أی سابقا(مرقاة المفاتیح، ج۹ص۳۷۹۷، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات)

[1] رقم الحدیث ۱۰۶۳ "۱۴۳"، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن کا کچھ سونا مٹی میں ملا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں اقرع بن حابس حنظلی اور عیینہ بن بدر فزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری کو، پھر ایک بنی بن کلاب کے آدمی کو، اور زید الخیر الطائی کو، پھر ایک بنی نبہان کو دے دیا، تو قریش اس بات پر ناراض ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ آپ نجد کے سرداروں کو دیتے اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسا ان کی تالیفِ قلبی (یعنی دلجوئی) کے لئے کیا ہے، پھر ایک آدمی گھنی ڈاڑھی والا اور پھولے ہوئے رخسار والا، جس کی آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں، اور پیشانی اُبھری ہوئی تھی، اور سر کے بال مونڈے ہوئے تھے، اس نے آ کر کہا کہ اے محمد! اللہ سے ڈرو (اور انصاف کرو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں (ظلم و ناانصافی کر کے) اللہ کی نافرمانی کروں، تو پھر کون ہے جو اللہ کی فرمانبرداری (اور عدل وانصاف) کرے، یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے، اللہ نے مجھے امین بنایا اہلِ زمین پر، اور تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے، وہ آدمی چلا گیا تو قوم میں سے ایک شخص نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) اس کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی جو کہ غالباً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آدمی کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، وہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں (یعنی مشرکوں) کو چھوڑیں گے، اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اگر میں ان کو پاتا تو انہیں قومِ عاد کی طرح (یعنی سب کو) قتل کرتا (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوارج کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور

مشرکوں اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ [1]

(7)......اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِيْ أَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا، قَالَ: فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ، وَالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ، وَزَيْدِ الْخَيْلِ، وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ، وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ، قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ؟ وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ، يَأْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اتَّقِ اللّٰهَ، فَقَالَ: وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ فَقَالَ: لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ قَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ قَالَ: ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ، فَقَالَ: إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ، رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قَالَ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ (مسلم) [2]

---

[1] آج بھی کئی ایسے ہی نام نہاد مسلمان ہیں، جو جہاد و قتال کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو قتل کرتے اور مارتے ہیں، اور مشرکوں اور ہندوؤں کو کچھ نہیں کہتے، بلکہ ان کے ساتھ مل کر یا ان کے کہنے پر ایسا کرتے ہیں۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

[2] رقم الحدیث ۱۰۶۴ "۱۴۴" کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا سرخ رنگے ہوئے کپڑے میں بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا، جس کو مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کر دیا، تو آپ کے پاس موجود ساتھیوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ہم اس کے (ملنے کے) زیادہ حقدار تھے، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں آسمانوں میں جو ذات ہے، اس کا امین ہوں، میرے پاس آسمان کی خبریں صبح شام آتی ہیں، تو ایک آدمی دھنسی ہوئی آنکھوں والا، بھرے ہوئے گالوں والا، ابھری ہوئی پیشانی والا گھنی داڑھی والا، مونڈے ہوئے سر والا، اونچے ازار والا (یعنی جس کی لنگی ٹخنوں سے خوب اوپر تھی) کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو (اور عدل وانصاف سے کام لو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو، کیا میں زمین والوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں کہ اللہ سے ڈروں، پھر وہ آدمی لوٹ گیا، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ مار ڈالوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ نماز پڑھنے والے کتنے ایسے ہیں جو زبان سے اقرار (اور ایمان کا اظہار) کرتے ہیں، لیکن دل سے نہیں مانتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھ کر فرمایا جبکہ وہ پشت پھیر کر جا رہا تھا کہ اس آدمی کے اہلِ نسب سے ایک قوم پیدا ہوگی جو عمدہ انداز سے اللہ کی

کتاب (یعنی قرآن مجید) کی تلاوت (وقرائت) کرے گی، لیکن اللہ کی کتاب ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گی، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں ان کو پاؤں تو انہیں قومِ ثمود کی طرح (یعنی سب کے سب کو) قتل کر دوں گا (مسلم)

(8)...... مستدرک حاکم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِيَدِهٖ فِيْهِ، فَيُعْطِيْ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مُقَلَّصُ الثِّيَابِ، ذُوْ سِيْمَاءَ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُ يَدَهٗ يَمِيْنًا وَشِمَالًا حَتّٰى نَفِدَ الْمَالُ، فَلَمَّا نَفِدَ الْمَالُ وَلّٰى مُدْبِرًا، وَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا عَدَلْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ .قَالَ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُ كَفَّهٗ وَيَقُوْلُ: إِذَا لَمْ أَعْدِلْ فَمَنْ ذَا يَعْدِلُ بَعْدِيْ، أَمَا إِنَّهٗ سَتَمْرُقُ مَارِقَةٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيُقَاتِلْهُمْ، فَمَنْ قَتَلَهُمْ فَلَهٗ أَفْضَلُ الْأَجْرِ، وَمَنْ قَتَلُوْهُ فَلَهٗ أَفْضَلُ الشَّهَادَةِ، هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، بَرِيءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ، يَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٢٦٥٩، كتاب قتال أهل البغي وهو آخر الجهاد.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وعبد الملك بن أبي نضرة من أعز البصريين حديثا، ولا أعلم أني علوت له في حديث غير هذا "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، پھر اپنے ہاتھ اس (مالِ غنیمت) میں ڈالے اور دائیں بائیں طرف کے لوگوں کو کچھ دینے لگے، اور وہاں ایک ایسا آدمی بھی تھا، جس کے کپڑے تنگ تھے، نشانی والا (یعنی عبادت والا) تھا، اس کی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا (یعنی بظاہر بڑا دیندار وعبادت گزار معلوم ہو رہا تھا) خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں لوگوں میں مال تقسیم کیا، یہاں تک کہ وہ مال ختم ہوگیا، جب مال ختم ہوگیا، تو وہ آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا اور کہنے لگا کہ (اے محمد) اللہ کی قسم! آپ نے آج عدل وانصاف نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے اپنے ہاتھ پلٹ کر فرمایا کہ اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو میرے بعد کون انصاف کرے گا، یاد رکھو کہ بے شک دین سے نکلنے والا (ایک گروہ) نکلے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر یہ لوگ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر واپس اپنی جگہ لوٹ کر نہ آجائے (یعنی ان کا دین کی طرف لوٹ کر آنا اسی طرح ناممکن ہوگا، جس طرح تیر کے چلنے کے بعد اپنی جگہ واپس آنا ممکن نہیں ہوتا) یہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی باتیں (بظاہر) اچھی ہوں گی، اور فعل (یعنی اندر سے عمل) بُرا ہوگا، پس جو شخص ان کے زمانہ کو پالے، تو اسے چاہئے کہ ان سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی فی التلخيص:

صحيح.

وقال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:

أخرجه الحاكم (۲/۱۵۴) عن مكرم بن أحمد بن محمد بن مكرم القاضی ثنا أبو قِلابة عبد الملک بن محمد بن عبد الله الرقاشی ثنا أبو عتاب به. وقال: هذا حديث صحيح" قلت: إسناده حسن، سهل وعبد الملک صدوقان، والباقون ثقات (انيس الساری فی تخريج احاديث فتح الباری، ج۸ص ۵۷۹۴، حرف الهاء)

قتال (یعنی جنگ) کرے، اور جو شخص ان کو قتل کرے گا، تو اس کو افضل ترین اجر حاصل ہوگا، اور جس کو یہ لوگ قتل کریں گے، تو اس کو افضل شہادت حاصل ہوگی، یہ لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے، اللہ ان سے بری ہے، ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی (حاکم)

معلوم ہوا کہ خارجیوں کی جماعت بظاہر دیندار اور عبادت گزار لوگوں کی ہوگی، اور وہ لوگ قرآن بھی پڑھیں گے، لیکن یکدم اور آناً فاناً اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، کہ ان پر اسلام کا نشان بھی باقی نہیں ہوگا، اور پھر وہ کسی طرح بھی سمجھانے بجھانے کے باوجود، دین اسلام کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تھا، اس لئے وہ جماعت حق کے زیادہ قریب تھی۔ [1]

(9)...... حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ . قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا سِيْمَاهُمْ ؟

---

[1] أولى الطائفتين بالحق أخرجه هكذا مختصرا من وجهين وفي هذا وفي قوله صلى الله عليه وسلم تقتل عمارا الفئة الباغية دلالة واضحة على أن عليا ومن معه كانوا على الحق وأن من قاتلهم كانوا مخطئين في تأويلهم والله أعلم (فتح الباري لابن حجر، ج٦، ص ٦١٩، قوله باب علامات النبوة في الإسلام، الحديث الثاني والثلاثون حديث أبي سعيد في ذكر ذي الخويصرة)

قَالَ: اَلتَّحْلِيْقُ (مسنداحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور (ایسے وقت) ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر وکمتر سمجھو گے (کیونکہ وہ بظاہر بڑی اچھی نماز پڑھیں گے، اور روزے رکھیں گے) وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے، اور پھر یہ لوگ (دین کی طرف) واپس نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ تیر (چلنے کے بعد) اپنی کمان میں واپس آجائے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح تیر چلنے کے بعد اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آسکتا، یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے) یہ لوگ (انسانوں اور جانوروں میں) بدترین مخلوق ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور اس شخص کے لے بھی خوشخبری ہے کہ جسے وہ قتل کریں (یعنی ان کو قتل کرنا بھی خوشخبری اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، اور جس شخص کو یہ لوگ قتل کریں گے، اس کی شہادت بھی بڑے اجر وثواب والی ہے) وہ کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) کی طرف دعوت دیتے ہوں گے (مثلاً قرآن مجید کی جہاد و قتال والی آیات پیش کرکے لوگوں کو اپنے ساتھ ملاکر مسلمانوں سے قتال کرنے کی دعوت دیں گے) لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (کیونکہ وہ قرآن مجید کا غلط مطلب نکالیں گے) جو ان سے قتال کرے گا وہ اللہ کا بہت مقرب ہوگا، صحابہ

---

[1] رقم الحديث ١٣٣٣٨، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٣١١٧، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٦٤٩.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده عن أنس صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

وقال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح(حاشية ابی یعلیٰ)

رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان کی علامت اور نشانی کیا ہوگی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی علامت بال منڈوانا ہوگی (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگ نماز روزہ جیسے اعمال اور قرآن مجید کی قرائت کے اعتبار سے بظاہر دیندار ہوں گے بلکہ نماز روزہ کے اتنے پابند ہوں گے کہ صحابہ کرام کو اپنے اعمال ان کے سامنے تھوڑے معلوم ہوں گے، مگر وہ دین سے یکلخت نکل جائیں گے، اور قرآن مجید کو ڈھال بنا کر لوگوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کریں گے، لیکن درحقیقت قرآن سے ان کا حقیقی تعلق نہ ہوگا، اور ان کی نشانی بال منڈانا ہوگی، اور یہ جس مسلمان کو قتل کریں گے، اس کو عمدہ شہادت حاصل ہوگی، رہا ان کو قتل کرنے کا معاملہ تو بعض روایات میں ان کے قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور بعض میں ان کو قتل کرنے کا حکم آیا ہے۔

دونوں قسم کی روایات کے پیش نظر محدثین نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تو پھر ان کو باغی ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، اسی طرح اگر ان سے اسلام کے خلاف ایسی بات ظاہر ہو، کہ جو کفر کا باعث ہو اور کوئی تاویل بھی نہ ہو سکتی ہو، تب بھی اسلامی حکومت ثبوت کے بعد قتل کا حکم دے گی، ورنہ ان کو قتل نہ کیا جائے گا، جیسا کہ آخر میں آتا ہے۔

(10)...... حضرت شریک بن شہاب سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أَتَمَنّٰى أَنْ أَرَى رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَدِّثُنِيْ عَنِ الْخَوَارِجِ قَالَ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ فِيْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَرْزَةَ، حَدِّثْنَا بِشَيْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْخَوَارِجِ: قَالَ: أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعَتْ أُذُنَايَ، وَرَأَتْ عَيْنَايَ، أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِيْرَ مِنْ أَرْضٍ فَكَانَ يَقْسِمُهَا وَعِنْدَهُ رَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُوْدِ، فَتَعَرَّضَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ، فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، فَأَتَاهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهٖ، فَلَمْ يُعْطِهٖ شَيْئًا، فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ فِى الْقِسْمَةِ .فَغَضِبَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اَ تَجِدُوْنَ بَعْدِىْ أَحَدًا أَعْدَلَ عَلَيْكُمْ قَالَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ:يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ كَأَنَّ هٰذَيْهُمْ هٰكَذَا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ إِلَيْهِ، وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ، سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں یہ تمنا کیا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے

[1] رقم الحديث ٢٦٤٧، كتاب قتال أهل البغى وهو آخر الجهاد،مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث٣٩٠٧٢.

قال الحاكم :

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

وقال أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل البوصيرى:

رواه أبوبكر بن أبى شيبة والنسائى فى الكبرى ورواته ثقات(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ٧٥٠٠" ١ "،باب فى التلاعن وتحريم دم المسلم)

وقال ابن حجر :

شريک بن شهاب الحارثى البصرى مقبول من الرابعة(تقريب التهذيب، ج ١،ص٤١٧)

وقال الالبانى:

قال الحاكم " :صحيح على شرط مسلم "، وأقره الذهبى فلم يتعقبه بشىء ، والأزرق هذا لم يخرج له مسلم شيئا وإنما هو من رجال البخارى، فالحديث صحيح فقط(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ٢٤٠٦)

کسی کو دیکھوں، اور وہ مجھ سے خوارج (یعنی خارجیوں) کے بارے میں حدیث بیان کرے، تو میں نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے یومِ عرفہ میں ان کے چند ساتھیوں کی معیت میں ملاقات کی، تو میں نے (موقع غنیمت سمجھتے ہوئے) عرض کیا کہ اے ابو برزہ! ہم سے خوارج (یعنی خارجیوں) کے بارے میں وہ چیز بیان کیجئے، جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ سے وہ چیز بیان کروں گا، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنی اور اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی علاقہ سے کچھ دنانیر (یعنی اس زمانہ کے سونے کے سکّے) لائے گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (مستحقین میں) تقسیم فرما رہے تھے، آپ کے پاس اس وقت ایک ایسا کالا شخص تھا، جس کے بال اکھڑے ہوئے تھے (یعنی بالکل بال نہیں تھے) اس نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے، اس کی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چہرے کی طرف سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں دیا، پھر آپ کی بائیں طرف سے آیا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں دیا، پھر آپ کی پچھلی جانب سے آیا، اور کہا کہ اللہ کی قسم! اے محمد! آپ نے آج مال تقسیم کرنے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غصہ آ گیا، اور فرمایا کہ کیا تم میرے بعد کسی کو مجھ سے زیادہ عدل و انصاف کرنے والا پاتے ہو؟ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مدینہ منورہ سے) مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے، جن کا طریقہ اسی طرح قرآن کو پڑھنا ہوگا، مگر وہ قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح

سے کہ تیر آناً فاناً شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھا، اور فرمایا کہ ان کی علامت بال منڈانا ہوگا، وہ اسی طرح برقرار رہیں گے، یہاں تک کہ ان میں آخری شخص برآمد ہوگا، پس جب تم ان لوگوں کو دیکھو، تو ان کو قتل کردو (حاکم)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگ اس امت میں باقی رہیں گے، اور کئی دوسری روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ دجال کی آمد تک نکلتے رہیں گے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(11)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِیْکُمْ قَوْمًا یَتَعَبَّدُوْنَ حَتّٰی یُعْجِبُوْا النَّاسَ وَتُعْجِبَهُمْ أَنْفُسُهُمْ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۴۰۶۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو ایسی عبادت کریں گے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی عبادت پر (بظاہر اچھی ہونے کی وجہ سے) تعجب ہوگا، اور وہ لوگ اپنے آپ کو اچھا (اور درست وصحیح راستہ پر) سمجھیں گے، مگر وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح سے یکا یک تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (ابویعلیٰ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی عبادت بظاہر اچھی بھلی ہوگی، اور وہ بھی اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھیں گے، مگر وہ لوگ دین سے نکل جائیں گے۔

(12)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ اِخْتِلَافٌ

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی:
إسناده صحیح (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

وَفُرْقَةٌ، يَخْرُجُ مِنْهُمْ قَوْمٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، سِيمَاهُمُ الْحَلْقُ وَالتَّسْبِيتُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمُ التَّسْبِيتُ يَعْنِيْ: اِسْتِئْصَالَ الشَّعْرِ الْقَصِيْرِ (مسنداحمد، رقم الحديث ١٣٠٣٦) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور (اختلاف وتفرقہ بازی کے وقت) ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی نشانی بال منڈوانا اور تسبیت ہوگا، جب تم انہیں دیکھو تو قتل کر دو، اور تسبیت کا مطلب چھوٹے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے (مسند احمد)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کا خروج اس وقت ہوگا، جب امت میں اختلاف وانتشار ہوگا، اوران کی علامت بال صاف کرنا اور منڈانا ہوگی، جس کا کئی دوسری روایات میں بھی ذکر آیا ہے۔

(13)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ، أَوْ فِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَوْ حُلُوْقَهُمْ، سِيمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ، إِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ أَوْ إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں یا اس امت میں کچھ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٧٥، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

لوگ نکلیں گے، جو قرآن کی قرائت کریں گے، قرآن اُن کے گلے یا حلق سے آگے نہیں بڑھے گا، ان کی نشانی بال منڈانا ہے، جب تم انہیں دیکھو، یا ان سے ملاقات کرو، تو ان کو قتل کردو (ابنِ ماجہ)

(14)......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، وَفِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا، يُعْطِي النَّاسَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اِعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ؟ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعْنِيْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ، فَقَالَ: مَعَاذَ اللّٰهِ، أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّيْ أَقْتُلُ أَصْحَابِيْ، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: مقامِ جعرانہ پر ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ حنین سے لوٹے تھے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر (مستحق) لوگوں کو دے رہے تھے، اس آنے والے آدمی نے کہا کہ اے محمد! انصاف کیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ویل (وہلاکت) ہو، کون ہے جو انصاف کرے، جب میں انصاف نہ کروں، اور اگر میں عدل و انصاف نہ کروں، تو خائب و خاسر (یعنی نقصان و خسارہ اٹھانے والا) ہوں گا، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۶۳ "۱۴۲" کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتهم.

اجازت دیجئے، تاکہ میں اس منافق کو قتل کر دوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! لوگ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرتا (یعنی حلق سے آگے نہیں بڑھتا) اور یہ لوگ قرآن سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (مسلم)

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے واقعات دونوں الگ الگ ہیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے واقعے میں علی رضی اللہ عنہ کے سونا بھیجنے کا ذکر ہے، جبکہ مذکورہ روایت میں جعرانہ پر حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

اس روایت میں خارجیوں کے قرآن سے نکلنے کا ذکر ہے اور دوسری کئی روایات میں اسلام سے نکلنے کا ذکر ہے، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ قرآن سے نکلنا، اسلام سے نکلنا ہے اور اسلام سے نکلنا، قرآن سے نکلنا ہے۔

(15)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: يَأْتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ، حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (صحيح البخاری) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ نو عمر کم عقل پیدا ہوں گے، جو تمام مخلوق سے بہترین باتیں کریں گے،

[1] رقم الحديث ٣٦١١، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام.

مگر وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر اپنے شکار سے نکل کر آر پار ہو جاتا ہے، ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، جہاں کہیں تم ان سے ملو تو ان کو قتل کر دو، قیامت کے دن اس شخص کے لئے بڑا اجر ہے جو اُن کو قتل کرے گا (بخاری)

(16)......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۲۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ نوعمر کم عقل برآمد ہوں گے، جو تمام مخلوق سے بہترین باتیں کریں گے، قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب تم ان سے ملو تو ان کو قتل کر دو، کیونکہ ان کو قتل کرنے پر قیامت کے دن اللہ کے نزدیک قتل کرنے والے کو بڑا اجر وثواب ملے گا (ابویعلیٰ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کے طبقہ میں کم عمر اور نوجوان ہوں گے، اور ان میں عقل کی کمی ہوگی، اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں انتہائی عمدہ، مثلاً قتال وجہاد اور قربانی کی باتیں کریں گے، قرآن کو پڑھیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے اثر انداز نہ ہوگا۔

(17)......حضرت یسیر بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني:
إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

يَقُوْلُ: فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ، وَأَهْوٰى بِيَدِهِ قِبَلَ الْعِرَاقِ: يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوارج (یعنی خارجیوں) کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے اپنا ہاتھ عراق کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ وہاں سے ایک قوم نکلے گی وہ لوگ اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے (بخاری)

(18)...... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَقْرَأَنَّ الْقُرْآنَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ قرآن کو ضرور بالضرور پڑھیں گے، مگر وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (آر پار ہو کر بے نشان) نکل جاتا ہے (ابنِ ماجہ)

---

[1] رقم الحديث ٦٩٣٤، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف، وأن لا ينفر الناس عنه.

[2] رقم الحديث ١٧١، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.

قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

(19)......حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ (کتاب السنة لابنِ ابی عاصم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ لوگ قرآن کو اس طرح پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، پس جب وہ خروج کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پس جب وہ خروج کریں، تو تم ان کو قتل کردو (ابنِ ابی عاصم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگ صرف ایک مرتبہ ہی خروج نہیں کریں گے، بلکہ وہ ایک سے زیادہ مرتبہ خروج کریں گے، لہٰذا یہ سمجھنا درست نہیں کہ خارجی لوگ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں برآمد ہوئے تھے، اور بس ان کا قصہ تا قیامت ختم ہوگیا۔

(20)......حضرت مسلم بن ابی بکرہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ وَالِدِيْ أَبَا بَكْرَةَ، يَقُوْلُ: عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ أَشِدَّاءُ أَحِدَّاءُ، ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، أَلَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَأَنِيْمُوْهُمْ، فَالْمَأْجُوْرُ قَاتِلُهُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٤٤٦) [2]

---

[1] رقم الحديث ٩٣٦، باب المارقة والحرورية والخوارج السابق لها خذلان خالقها.
قال الالبانی:
إسناده جيد رجاله ثقات رجال مسلم غير هارون بن محمد وهو ابن بكار بن بلال العاملي الدمشقي وأبيه وهما ثقتان.
وللحديث طريقان آخران تقدم أحدهما برقم٩٢٧ ويأتی الآخر بعده(ظلال الجنة فی تخريج السنة ، تحت رقم الحديث ٩٣٦)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی علی شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے اپنے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے (خوارج کے بارے میں) سنا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسی قوم نکلے گی، جو بہت تیز اور سخت (یعنی انتہا وتشدد پسند) ہوگی، ان کی زبان قرآن پڑھنے میں تیز ہوگی، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب تمہارا ان سے سامنا ہو، تو تم انہیں قتل کر دینا، پھر جب تمہارا ان سے سامنا ہو، تو تم انہیں قتل کر دینا، ان کے قتل کرنے والے کو اجر وثواب دیا جائے گا (مسند احمد)

اس روایت سے خارجیوں کی ایک علامت یہ معلوم ہوئی کہ وہ بہت سخت اور تیز ہوں گے، یعنی دین کے معاملہ میں بظاہر مسلمانوں کے مقابلہ میں تشدد وانتہا پسندی کریں گے اور قرآن پڑھنے میں بھی ان کی زبان تیز ہوگی۔

(21)...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَنَانِيرَ، فَجَعَلَ يَقْبِضُ قَبْضَةً قَبْضَةً، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ كَأَنَّهُ يُؤَامِرُ أَحَدًا: مَنْ يُعْطِي ؟ قَالَ عَفَّانُ فِي حَدِيثِهِ:يُؤَامِرُ أَحَدًا، ثُمَّ يُعْطِي، وَرَجُلٌ أَسْوَدُ مَطْمُومٌ ، عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَبْيَضَانِ بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُودِ، فَقَالَ: مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: مَنْ يَعْدِلُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي؟ قَالُوا:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: لَا ثُمَّ قَالَ لِأَصْحَابِهِ هٰذَا وَأَصْحَابُهُ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَتَعَلَّقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ بِشَيْءٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٤٣٤) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دینار (یعنی اس زمانہ کے سونے کے سکّے) آئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھی بھر بھر کر ان کو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

(مستحقین میں) تقسیم فرمارہے تھے، پھر اپنی دائیں طرف دیکھ رہے تھے، گویا کہ آپ کسی سے مشورہ فرمارہے تھے کہ کس کو دیں؟ عفان (راوی) نے اپنی (روایت کردہ) حدیث میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مشورہ فرماتے تھے پھر دیتے تھے، اور وہاں ایک سیاہ آدمی بھی تھا، جس کے بال مونڈے ہوئے تھے، اس نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی پر عبادت کرنے کی وجہ سے) سجدے کا نشان تھا، تو اس نے کہا کہ (اے محمد) آپ نے تقسیم کرنے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا، یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوگئے، اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ساتھ کون انصاف کرسکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ یہ شخص اور اس کے ساتھی دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح سے کہ تیر شکار سے آر پار ہوکر نکل جاتا ہے، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہے گا (مسند احمد)

اس طرح کی روایات میں خارجیوں کو قتل نہ کرنے کا ذکر ہے، اور دونوں قسم کی روایات کا مطلب محدثین نے جو بیان فرمایا ہے، وہ گزر چکا ہے اور آخر میں بھی آتا ہے۔

(22)......حضرت عقبہ بن وساج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ صَاحِبٌ لِيْ يُحَدِّثُنِيْ عَنْ شَأْنِ الْخَوَارِجِ وَطَعْنِهِمْ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ فَحَجَجْتُ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَقُلْتُ لَهٗ: أَنْتَ مِنْ بَقِيَّةِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عِنْدَكَ عِلْمًا وَأُنَاسٌ بِهٰذَا الْعِرَاقِ يَطْعَنُوْنَ عَلٰى أُمَرَائِهِمْ وَيَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ فَقَالَ لِيْ: أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ

أَجْمَعِيْنَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلِيْدٍ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَجَعَلَ يَقْسِمُهَا بَيْنَ أَصْحَابِهٖ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ: وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَكَ اللّٰهُ أَنْ تَعْدِلَ فَمَا أَرَاكَ أَنْ تَعْدِلَ فَقَالَ: وَيْحَكَ مَنْ يَّعْدِلُ عَلَيْهِ بَعْدِيْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ: رُدُّوْهُ رُوَيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِيْ أُمَّتِيْ أَخًا لِهٰذَا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ كُلَّمَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ ثَلَاثًا (کتاب السنة لابنِ ابی عاصم) [1]

ترجمہ: میرے ایک ساتھی تھے جو خارجیوں کی حالت اور ان کی حکمرانوں پر طعن وتشنیع کے بارے میں حدیث بیان کرتے تھے (کہ خارجی لوگ حکمرانوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، اور حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے) پھر میں نے حج کیا، تو میری حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی باقیات میں سے ہیں، اور اللہ نے آپ کو بہت علم عطا فرمایا ہے، اور یہاں عراق میں چندلوگ اپنے حکمرانوں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، اور ان کے خلاف گمراہی کی گواہی دیتے ہیں (اور لوگوں کو ان حکمرانوں کے خلاف خروج وقتال کرنے پر اُکساتے ہیں) تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مالِ غنیمت میں) کچھ سونا اور

---

[1] رقم الحديث ۹۳۴، باب المارقة والحرورية والخوارج السابق لها خذلان خالقها.
قال الالباني: إسناده صحيح على شرط البخاري. والحديث أخرجه البزار في مسنده ص ۲۰۷ زوائده: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ ثنا معاذ ابن هشام به (ظلال الجنة في تخريج السنة، تحت رقم الحديث ۹۳۴)

چاندی آیا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم کرنا شروع کیا، تو ایک دیہاتی آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے محمد! اللہ کی قسم! آپ کو اللہ نے تو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، اور میرے خیال میں آپ عدل وانصاف نہیں کرتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لئے ہلاکت ہے، میرے بعد کون عدل وانصاف کرے گا؟ پھر جب وہ جانے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تھوڑی دیر کے لئے روکو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں اس کے ایسے بھائی ہوں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب کبھی وہ خروج کریں، تو تم ان کو قتل کردو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی (ابنِ ابی عاصم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ مسلمان حکمران کی اطاعت اختیار نہیں کرتے، اور ان کے خلاف مختلف قسم کی تاویلات کر کے جنگ وقتال کے لئے خروج اختیار کرتے ہیں، اور حکمرانوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں، آج بھی دنیا میں شدت پسندوں کا ایک جذباتی طبقہ نوجوان اور کم عقل لوگوں کا جو بظاہر دیندار ہیں، ایسا ہے، جو مسلمان حکمرانوں کو کافر و مرتد قرار دے کر ان کے خلاف جنگ وجدل میں مصروف ہے اور وہ کسی کی بات سننے کے لئے آمادہ نہیں۔

(23)...... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا قُطِعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ، حَتّٰى يَكُوْنَ مَعَ بَقِيَّتِهِمُ الدَّجَّالُ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

---

[1] رقم الحديث ١٤٥٤٠، مسند ابی داؤد الطيالسی، رقم الحديث ٢٤٠٧، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٨٥٥٨.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی، یہ لوگ قرآن تو پڑھتے ہوں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب بھی ان کی ایک نسل ختم ہوگی، تو دوسری پیدا ہو جائے گی، یہاں تک کہ ان کے آخر میں سے (قیامت کے قریب) دجال نکل آئے گا (طبرانی، طیالسی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی جب ایک نسل ختم ہوگی، تو دوسری پیدا ہو جائے گی، اور یہ سلسلہ دجال کے ظہور تک جاری رہے گا، بلکہ دجال کا خروج بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوگا۔

اور ان کی ظاہری حالت دینداروں کی ہوگی، جس کا کئی روایات میں صاف طور پر ذکر آیا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الهيثمي:

رواه الطبراني، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤١٧)

وقال أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري:

رواه أبوداود الطيالسي، ورواته ثقات، وروى أبوداود في سننه منه "يخرج ناس "... إلى آخره دون بقيته(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، تحت رقم الحديث ٧٦٢٢،باب في التلاعن وتحريم دم المسلم)

وقال الالباني:

وله شاهد من حديث شهر بن حوشب عن عبد الله بن عمرو مرفوعا بلفظ " :يخرج ناس من قبل المشرق يقرء ون القرآن لا يجاوز " ...الحديث .أخرجه الحاكم(٤/ ٤٨٦ ــ ٤٨٧) والطيالسي في "مسنده(٢٢٩٣) "وأحمد (٢/١٩٨ - ١٩٩ و٢٠٩) من طريق قتادة عنه .وخالفه أبو جناب يحيى بن أبي حية عن شهر بن حوشب :سمعت عبد الله بن عمر ...فذكره نحوه .أخرجه أحمد(٢/٨٤)في "مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب "

.والصواب رواية قتادة لأن أبا جناب ضعيف لكثرة تدليسه كما في "التقريب ."

وشهر لا بأس به في الشواهد، وبعضهم يحسن حديثه، ولعله لذلك سكت عنه الحاكم والذهبي .قوله :(أعراضهم) : جمع عرض بفتح وسكون، بمعنى الجيش العظيم وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذي يسد الأفق .قاله السندي(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٤٥٥)

(24)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْشَأُ نَشَاءٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ، أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِيْنَ مَرَّةً، حَتّٰى يَخْرُجَ فِيْ عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (میری امت میں) کچھ لوگ پیدا ہوں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، جب بھی وہ ابھریں گے، تو کاٹ دیئے جائیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب ان میں سے کوئی جماعت خروج کرے گی، اس کو کاٹ دیا جائے گا (اور ایسا) بیس مرتبہ سے زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ ان کی جماعت میں سے (قربِ قیامت میں) دجال کا خروج ہوگا (ابنِ ماجہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کا خروج کئی مرتبہ ہوگا، لیکن ان کا جب بھی خروج ہوگا، ان کو مسلمانوں کی طرف سے ختم کردیا جائے گا، یہاں تک کہ بالآخر انہی خوارج کے کسی خروج کے دورانیہ میں اور اس کے پسِ منظر وتناظر میں دجال کا بھی خروج ہوگا۔

---

[1] رقم الحديث ١٧٤، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج.

قال أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل الكنانى:

هذا إسناد صحيح احتج البخارى بجميع رواته (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، ج ١ ص ٢٦، كتاب افتتاح الكتاب فى الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب فى ذكر الخوارج)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

(25)...... حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ يُسِيئُوْنَ الْأَعْمَالَ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، قَالَ يَزِيْدُ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا قَالَ: يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ عَمَلَهُ مِنْ عَمَلِهِمْ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، فَإِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، ثُمَّ إِذَا خَرَجُوْا فَاقْتُلُوْهُمْ، فَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ، وَطُوْبٰى لِمَنْ قَتَلُوْهُ، كُلَّمَا طَلَعَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قَطَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَرَدَّدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً أَوْ أَكْثَرَ وَأَنَا أَسْمَعُ (مسند احمد، رقم الحديث ۵۵۶۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے، جو (درحقیقت) برے اعمال کا ارتکاب کریں گے، (اگرچہ وہ بظاہر کچھ اچھے اعمال بھی کریں گے، چنانچہ) وہ قرآن کی قرائت کریں گے، مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

یزید راوی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے عمل کو ان کے عمل کے مقابلہ میں حقیر وکم تر سمجھے گا، وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے (مگر مشرکوں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے) پس جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پھر جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، پھر جب وہ خروج اختیار کریں، تو تم ان کو قتل کردو، جو ان کو قتل کرے گا، اس کے لئے خوشخبری ہے، اور جس کو وہ قتل کردیں، اس کے لئے بھی خوشخبری ہے، ان میں سے جب جب بھی کوئی فرقہ ظاہر ہوگا، اس کو اللہ عزوجل قطع کردے گا، رسول اللہ صلی

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ دہرائی، اور میں ہر مرتبہ اس بات کو سن رہا تھا (مسند احمد)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے، حالانکہ وہ قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ بظاہر دوسرے کئی نیک اعمال اختیار کریں گے، اور خارجیوں کے فرقے مختلف شکلوں میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے، لیکن ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ان کو قطع وختم فرماتا رہے گا، اور جو لوگ شرعی اصولوں کے مطابق ان سے مقابلہ کریں گے، ان کے لئے بڑا اجر وانعام ہے۔

(26)...... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَعْدِیْ مِنْ أُمَّتِیْ أَوْ سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ مِنْ أُمَّتِیْ قَوْمٌ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا یُجَاوِزُ حَلَاقِیْمَھُمْ، یَخْرُجُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَخْرُجُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ، ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ فِیْہِ، ھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَۃِ فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ: فَلَقِیْتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِیَّ، أَخَا الْحَکَمِ الْغِفَارِیِّ، قُلْتُ: مَا حَدِیْثٌ سَمِعْتُہُ مِنْ أَبِیْ ذَرٍّ: کَذَا وَکَذَا؟ فَذَکَرْتُ لَہُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ، فَقَالَ: وَأَنَا سَمِعْتُہُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں ایسی قوم پیدا ہوگی، جو قرآن پڑھے گی، لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، اور وہ قوم دین سے اس طرح نکل جائے گی، جیسا کہ تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر وہ لوگ دین میں نہیں لوٹیں گے، وہ لوگوں میں اور ساری مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ہوں گے، حضرت ابنِ صامت کہتے ہیں کہ

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۶۷ "۱۵۸" کتاب الزکاۃ، باب الخوارج شر الخلق والخلیقۃ.

پھر میری حضرت رافع بن عمرو غفاری سے جو ''حکم غفاری'' کے بھائی ہیں، ملاقات ہوئی، اور ان سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی حدیث سنی ہے، اور میں نے یہ (گزشتہ) حدیث ان کو سنائی (تا کہ ان سے اس حدیث کی تصدیق کروں) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ خارجی لوگ بظاہر قرآن مجید پڑھیں گے، مگر وہ صرف زبانی کلامی معاملہ ہوگا، ان کے دل میں اس کا اثر یا اس کے مطابق عقیدہ نہ ہوگا، اور یہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کرنے کے باوجود، مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

(27)...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ

(مسنداحمد، رقم الحديث ۲۱۵۳۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ جن کی علامت سر منڈوانا ہوگی، قرآن تو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، وہ لوگوں اور ساری خلقت میں بدترین مخلوق ہوں گے (مسند احمد)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خارجی لوگوں کی ایک نشانی بال منڈانا ہوگا اور وہ دین سے بڑی جلدی نکل جائیں گے، باوجودیکہ وہ قرآن کو پڑھیں گے، اور اپنے عمل کی قرآن سے دلیل پکڑیں گے، اور وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

(28)......حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ أَبُو ذَرٍّ عَلٰى عُثْمَانَ مِنَ الشَّامِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، افْتَحِ الْبَابَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ، أَتَحْسِبُنِي مِنْ قَوْمٍ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ عَلٰى فُوْقِهٖ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ امَرْتَنِي أَنْ أَقْعُدَ، لَمَا قُمْتُ، وَلَوْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَكُوْنَ قَائِمًا، لَقُمْتُ مَا أَمْكَنَتْنِي رِجْلَايَ، وَلَوْ رَبَطْتَنِي عَلٰى بَعِيْرٍ لَمْ أُطْلِقْ نَفْسِي حَتّٰى تَكُوْنَ أَنْتَ الَّذِي تُطْلِقُنِي، ثُمَّ اسْتَأْذَنَهُ أَنْ يَّأْتِيَ الرَّبَذَةَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَأَتَاهَا، فَإِذَا عَبْدٌ يَؤُمُّهُمْ، فَقَالُوْا: أَبُوْ ذَرٍّ، فَنَكَصَ الْعَبْدُ، فَقِيْلَ لَهُ: تَقَدَّمْ، فَقَالَ: أَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ: أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيْعَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبَشِيٍّ مُجَدَّعِ الْأَطْرَافِ، وَإِذَا صَنَعْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَهَا، ثُمَّ انْظُرْ جِيْرَانَكَ، فَأَنِلْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ، وَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، فَإِنْ أَتَيْتَ الْإِمَامَ وَقَدْ صَلّٰى كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ، وَإِلَّا فَهِيَ لَكَ نَافِلَةً (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اورانہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! دروازہ کھول دیجئے، تاکہ لوگ اندر داخل ہوں، کیا آپ مجھے ایسی قوم کا آدمی سمجھتے ہیں، جو قرآن کو پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ لوگ

---

[1] رقم الحديث ۵۹۶۴، باب ما جاء فی الفتن.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن الصامت، فمن رجال مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

دین سے اس طرح سے نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار نکل جاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر اپنی جگہ لوٹ کر نہ آ جائے (یعنی جس طرح تیر کا واپس لوٹنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح ان کا دین کی طرف واپس لوٹنا ممکن نہیں ہوگا) وہ لوگوں اور مخلوق میں سب سے بدتر لوگ ہوں گے۔

اور (پھر حضرت ابوذر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں ان خارجی لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جو امیر المؤمنین کی اطاعت نہیں کرتے) قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر آپ مجھے بیٹھنے کا حکم دیں گے، تو میں کھڑا نہیں ہوں گا، اور اگر آپ مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیں گے، تو جب تک میرے پیروں میں طاقت ہوگی میں کھڑا رہوں گا، اور اگر آپ مجھے اونٹ پر باندھ دیں گے، تو میں اپنے آپ کو نہیں کھولوں گا، جب تک کہ آپ مجھے نہ کھول دیں۔

پھر حضرت ابوذر نے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ''ربذۃ'' مقام پر جانے کی اجازت طلب کی، ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (وہاں جانے کی) اجازت دے دی، وہ ''ربذۃ'' مقام پر جس وقت پہنچے، تو وہاں ایک غلام لوگوں کی نماز میں امامت کر رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوذر آ گئے، تو وہ غلام پیچھے ہٹ گیا۔

پھر حضرت ابوذر سے کہا گیا کہ آپ آگے بڑھ جایئے، تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی، ایک تو یہ کہ میں (اپنے حکمران کی) بات سنوں، اور اطاعت کروں (اور اس کو اپنا حکمران تسلیم کروں) اگرچہ (وہ حکمران) حبشی غلام ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے یہ کہ آپ جب شوربا بناؤ، تو اس میں زیادہ

پانی ڈال لو، پھر اپنے پڑوسی کو دیکھو، اور اس میں سے ضرورت مند پڑوسیوں کو اچھے طریقہ سے دے دو، اور نماز کو اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر تم امام کے پاس آؤ، اور وہ نماز پڑھ چکا ہے، تو تم اپنی نماز کو پہلے پڑھ چکے ہو، ورنہ وہ تیرے لئے نفل نماز ہو جائے گی (مگر حکمران سے کوئی تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہ کرو) (ابنِ حبان)

خارجی لوگ مسلمان حکمرانوں کی اطاعت سے خروج اختیار کرتے ہیں، بلکہ وہ مسلمان حکمرانوں کے خلاف جنگ وقتال کرتے ہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ میں حکمران کی اطاعت کی حدیث سنائی، اگرچہ وہ ادنیٰ غلام ہی کیوں نہ ہو، جس سے خارجیوں کے طرزِ عمل کی واضح طور پر تردید ہو گئی۔

نیز اس روایت سے خوارج کی مذمت اور امیر (مسلمان حاکم) کی اطاعت کی اہمیت وتاکید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا اس پر بھرپور اہتمام کے ساتھ عمل درآمد کرنا معلوم ہوتا ہے، خلیفۂ وقت کے حکم سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بلا چوں وچرا مدینۃ الرسول سے نکل کر مقام ''ربذہ'' پر منتقل ہونا جو مشہور واقعہ ہے، اس حدیث میں اس کا بھی ذکر ہے۔ [1]

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق حکمرانوں کی بھی جائز کاموں میں اطاعت کا حکم دیا ہے۔

عن أبی سلام، قال :قال حذيفة بن اليمان :قلت :يا رسول الله، إنا كنا بشر، فجاء الله بخير، فنحن فيه، فهل من وراء هذا الخير شر؟ قال :نعم، قلت :هل وراء ذلک الشر خير؟ قال :نعم، قلت :فهل وراء ذلک الخير شر؟ قال :نعم، قلت :كيف؟ قال :يكون بعدی أئمة لا يهتدون بهدای، ولا يستنون بسنتی، وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين فی جثمان إنس، قال :قلت :كيف أصنع يا رسول الله، إن أدركت ذلک؟ قال :تسمع وتطيع للأمير، وإن ضرب ظهرک، وأخذ مالک، فاسمع وأطع(مسلم، رقم الحديث ۱۸۴۷ "۵۲")

عن عدی بن حاتم، قال :قلنا :يا رسول الله لا نسألک عن طاعة من اتقی، ولكن من فعل وفعل، فذكر الشر، فقال :اتقوا الله، واسمعوا وأطيعوا(السنة لابنِ ابی عاصم، رقم الحديث ۱۰۶۹ ،المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۴۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(29)...... حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا خَرَجَتِ الْخَوَارِجُ بِالنَّهْرَوَانِ قَامَ عَلِيٌّ فِيْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ سَفَكُوْا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ، وَهُمْ أَقْرَبُ الْعَدُوِّ إِلَيْكُمْ، وَأَنْ تَسِيْرُوْا إِلٰى عَدُوِّكُمْ أَنَا أَخَافُ أَنْ يَّخْلُفَكُمْ هٰؤُلَاءِ فِيْ أَعْقَابِكُمْ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَخْرُجُ خَارِجَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ، لَيْسَ صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا قِرَاءَ تُكُمْ إِلٰى قِرَاءَ تِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهَا ذِرَاعٌ، عَلَيْهَا مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهَا شَعَرَاتٌ بِيْضٌ، لَوْ يَعْلَمُ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الالبانی:حدیث صحیح ورجال إسناده رجال الشیخین غیر عثمان بن قیس وهو ابن محمد بن الأشعث الکندی فهو مجهول أورده ابن أبی حاتم ۱۶۵/۱/۳بروایة حفص هذا عنه .ولم یزد.وأبوه قیس بن محمد لم یوثقه غیر ابن حبان وأحادیث الباب تشهد له ...(ظلال الجنة فی تخریج السنة لابنِ ابی عاصم)

عن ابن عباس، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال :من کره من أمیره شیئا فلیصبر، فإنه من خرج من السلطان شبرا مات میتة جاهلیة(بخاری، رقم الحدیث ۷۰۵۳، مسلم، رقم الحدیث ۱۸۴۹ "۵۶")

عن هشام، قال :سمعت أنس بن مالک رضی الله عنه، یقول :قال النبی صلی الله علیه وسلم للأنصار :إنکم ستلقون بعدی أثرة، فاصبروا حتی تلقونی وموعدکم الحوض (بخاری، رقم الحدیث ۳۷۹۳)

عن حذیفة رضی الله عنه، قال :کیف بکم إذا سئلتم الحق فأعطیتموه، وإذا سألتم حقکم فمنعتموه قالوا :نصبر، قال :دخلتموها ورب الکعبة(رقم الحدیث ۸۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۸۳۱۴)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی: علی شرط البخاری ومسلم.

الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ لَاتَّكَلُوْا عَلَى الْعَمَلِ، فَسِيْرُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٦) [1]

ترجمہ: جب نہروان (کے علاقہ) میں خوارج (یعنی خارجیوں) نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق (مسلمانوں کا) خون بہایا ہے، لوگوں کے مال مویشی کو لوٹا ہے، اور یہ تمہارے قریب ترین دشمن ہیں (کیونکہ ہمارے اندر ہی رہتے بستے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے یہ بدترین حرکت کرتے ہیں) اگر تم اپنے دشمنوں کی طرف کوچ کرو (اور ان کو ویسے ہی چھوڑ دو گے تو) مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ پیچھے سے تم پر نہ آ پڑیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک ایسا گروہ ظاہر ہوگا، جس کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی بظاہر کوئی وقعت نہ ہوگی، جن کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی وقعت نہ ہوگی، جن کی تلاوت کے سامنے تمہاری تلاوت کی کچھ وقعت نہ ہوگی، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس پر انہیں ثواب ملے گا، حالانکہ وہ ان کے لیے باعثِ عذاب ہوگا، کیونکہ وہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہوگا، جس کا بازو تو ہوگا، لیکن کہنی نہ ہوگی، اس کے ہاتھ پر عورت کی چھاتی کی گھنڈی جیسا نشان ہوگا، جس کے اردگرد سفید رنگ کے کچھ بالوں کا گچھا ہوگا، اگر کسی ایسے لشکر کو جو ان پر حملہ آور ہو، اس ثواب کا پتہ چل جائے جو ان کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده قوي (حاشية مسند احمد)

نبی کی زبانی ان سے بیان کیا گیا ہے، تو وہ (اس ثواب کی اہمیت کی خاطر) صرف اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں، اس لئے اللہ کا نام لے کر (ان سے قتال کرنے کے لئے) روانہ ہو جاؤ، پھر آگے لمبا واقعہ اس میں مذکور ہے (مسنداحمد)

وہ لوگ بظاہر دیندار تھے، لیکن مسلمانوں کے خلاف خروج اختیار کر رہے تھے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے فساد و فتنہ برپا کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے متعلق حدیث سننے کی وجہ سے ان سے قتال کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا۔

(30)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَيَأْتِيْ عَلٰى أُمَّتِيْ زَمَانٌ تَكْثُرُ فِيْهِ الْقُرَّاءُ، وَتَقِلُّ الْفُقَهَاءُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا: وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ رِجَالٌ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ زَمَانٌ يُجَادِلُ الْمُنَافِقُ الْكَافِرُ الْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ الْمُؤْمِنَ بِمِثْلِ مَا يَقُوْلُ

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا، جس میں "قرّاء" (یعنی قرآن کی قرائت کرنے والے تعداد میں) بہت ہوں گے، مگر "فقہاء" (یعنی شرعی احکام کی سمجھ رکھنے والے تعداد میں) کم ہوں گے، اور علم کا قحط ہو جائے گا، اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہوگا؟ فرمایا کہ آپس میں قتل و قتال کرنا، پھر اس کے بعد ایک اور زمانہ آئے گا

---

[1] رقم الحدیث ۸۴۱۲، کتاب الفتن والملاحم.
قال الحاکم:
هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
و قال الذهبی فی التلخیص:
صحیح.

جس میں میری امت کے ایسے لوگ قرآن پڑھیں گے، جن کے حلق سے نیچے قرآن نہیں اُترے گا، پھر ایک اور زمانہ آئے گا جس میں منافق، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا کافر شخص، ایمان والے شخص سے جھگڑا کرے گا، اس کی جیسی ہی باتیں کرکے (حاکم)

حدیث کے آخری جملے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ورسول اور قرآن وحدیث کے حوالے ہی درمیان میں لاکر مومن کو لاجواب کرے گا، اور اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار وترجمان ظاہر کرے گا۔

(31)......حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ:

ذَکَرُوْا الْخَوَارِجَ عِنْدَ أَبِیْ هُرَیْرَةَ ، قَالَ: أُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰۴۰، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی الخوارج)

ترجمہ: لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج (یعنی خارجیوں) کا ذکر کیا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوارج (یعنی خارجی لوگ) مخلوق میں بدترین لوگ ہیں (ابنِ ابی شیبہ)

(32)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : یَخْرُجُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ، لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ، یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ، یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ كَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ (سنن ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی، جو نوعمر اور کم عقل ہوں گے، قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۸۸، ابواب الفتن، باب فی صفة المارقة.
قال الترمذی: وفی الباب عن علی، وأبی سعید، وأبی ذر وهذا حدیث حسن صحیح .

سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ بظاہر خیر والی بات کہیں گے لیکن دین سے (آناً فاناً) اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ خارجی لوگ نوجوان اور کم عقل قسم کے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن حلق سے نیچے اثرانداز نہ ہوگا، اور بظاہر چکنی چپڑی باتیں کریں گے، جن سے کم علم اور جذباتی نوجوان متاثر ہوں گے۔ اور ان کے اکسانے پر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے، لیکن وہ لوگ دین سے بڑی جلدی نکل جائیں گے۔

(33)...... حضرت ابوخالد سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فُلَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ رَاكِعٌ وَيَقْرَأُ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ رِجَالًا يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الْقَلْبِ فَرَسَخَ فِيْهِ نَفَعَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۹۳۴۱، ج۹ ص ۲۶۹) [1]

ترجمہ: ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مسعود)! فلاں آدمی رکوع کی حالت میں قرآن پڑھتا ہے اور سجدے کی حالت میں بھی قرآن پڑھتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں، مگر قرآن ان کے حلق سے نہیں اترتا، پس قرآن جب دل میں داخل ہوتا ہے، اور پھر اس میں راسخ ہوجاتا ہے، تو نفع پہنچاتا ہے (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اصل خاصیت یہ ہے کہ جب اس کی قرائت کی جاتی ہے، تو وہ دل

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله رجال الصحيح إلا أن أبا خالد لم أجد من ترجمه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۷۸۷)

میں اثر اور گھر کر لیتا ہے، مگر بعض لوگ ظاہری طور پر تو قرائت کرتے ہیں، اور قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، اور ان کے دل میں اثر نہیں کرتا، جیسا کہ خوارج۔

(34)......حضرت عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَجَاءَ نَا أَبُوْ مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ فَقَالَ : أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ قُلْنَا: لَا ، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيْعاً ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ مُوسٰى :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّيْ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفاً أَمْراً أَنْكَرْتُهُ ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ إِلَّا خَيْرًا .قَالَ :فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ :إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ،قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْماً حِلَقاً جُلُوْساً يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلَاةَ ، فِيْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِيْ أَيْدِيْهِمْ حَصًى فَيَقُوْلُ: كَبِّرُوْا مِائَةً ، فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً ، فَيَقُوْلُ:هَلِّلُوْا مِائَةً ، فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً ، وَيَقُوْلُ :سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً. قَالَ:فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ:مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئاً انْتِظَارَ رَأْيِكَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ .قَالَ:أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوْا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ،ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ:مَا هٰذَا الَّذِيْ أَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا:يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ،قَالَ: فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُوْنَ وَهٰذِهٖ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ فِيْ يَدِهٖ إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ، أَوْ

مُـفُتَتِـحِـىُ بَـابِ ضَلاَلَةٍ،قَـالُـوْا:وَاللهِ يَـا أَبَا عَبُدِ الرَّحُمٰنِ مَا أَرَدُنَا إِلَّا الْخَيُرَ،قَالَ:وَكَمُ مِنُ مُّرِيُدٍ لِلُخَيُرِ لَنُ يُصِيُبَهُ ، إِنَّ رَسُوُلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوُماً يَقُرَءُ وُنَ الْقُرُآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمُ ، وَايُمُ اللهِ مَـا أَدُرِىُ لَـعَـلَّ أَكُثَـرَهُـمُ مِـنُكُمُ،ثُمَّ تَوَلّٰى عَنُهُمُ ، فَقَالَ عَمُرُو بُنُ سَـلَـمَةَ: رَأَيُـنَـا عَـامَّةَ أُولـٰئِكَ الْـحِـلَـقِ يُـطَاعِنُوُنَا يَوُمَ النَّهُرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ(سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۰، المقدمۃ،باب فی کراھیۃ اخذالرأی.

قال حسین سلیم اسد الدارانی:

إسنادہ جید(حاشیۃ سنن الدارمی)

وقال الالبانی:

قلت :و السیاق للدارمی و ھو أتم ,إلا أنه لیس عندہ فی متن الحدیث " :یمرقون ... من الرمیة . "و ھـذا إسناد صحیح ,إلا أن قـولہ " :عـمر بن یحیی "أظـنـه خطأ من النساخ ,و الصواب " :عمرو بن یحیی , "و ھـو عمرو بن یحیی بن عمرو بن سلمة ابـن الـحارث الھـمـدانی .کـذا سـاقـه ابـن أبـی حـاتـم فـی کـتـابـه "الـجـرح و التعدیل(۳/۱/۲۶۹) "و ذکـر فـی الرواۃ عنه جمعا من الثقات منھم ابن عیینة ,و روی عـن ابن معین أنه قال فیه " :صالح . "و ھـکذا ذکرہ علی الصواب فی الرواۃ عن أبیه , فقال(۴/۲/۱۷۶) " یحیی بن عمرو بن سلمة الھمدانی ,و یقال :الکندی .روی عن أبیه روی عنه شعبة و الثوری و المسعودی و قیس بن الربیع و ابنه عمرو بن یحیی . "و لـم یـذکر فیه جرحا و لا تعدیلا ,و یـکـفی فی تعدیله روایة شعبة عنه ,فـإنه کان ینتقی الرجال الذین کانوا یروی عنھم ,کما ھو مذکور فی ترجمته ,و لا یبعد أن یکون فی " الثقات "لابن حبان ,فـقـد أوردہ العجلی فی "ثـقاته "و قال " :کوفی ثقة . "و أما عمرو بن سلمة ,فثقة مترجم فی "التھذیب "بتوثیق ابن سعد ,و ابن حبان(۵/۱۷۲)و فـاتـه أن الـعجلی قال فی "ثـقاته(۳۶۴/۱۲۶۳) " : "کـوفـی تابعی ثقة . "و قد کنت ذکـرت فی "الـرد علی الشیخ الحبشی "(ص۴۵) أن تـابـعی ھذہ القصة ھو عمارۃ بن أبـی حسن المازنی ,و ھـو خطأ لا ضرورۃ لبیان سببه ,فـلیصحح ھناک .و للحدیث طریق أخری عن ابن مسعود فی "المسند(۱/۴۰۴) "و فیه الزیادۃ ,و إسنادھا جید ,و قـد جـاء ت أیـضا فی حدیث جمع من الصحابة خرجھا مسلم فی "صحیحه(۳/۱۰۹ - ۱۱۷) "و إنـما عنیت بتخریجه من ھذا الوجه لقصة ابن مسعود مع أصحاب الحلقات , فإن فیھا عبرۃ لأصحاب الطرق و حلقات الذکر علی خلاف السنة ,فـإن ھؤلاء إذا أنکر عـلیھـم مـنـکـر مـا ھم فیه اتھموہ بإنکار الذکر من أصله(سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۲۰۰۵)

پر بیٹھتے تھے، جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ (فجر کی نماز کے لئے) مسجد جایا کرتے تھے، اسی دوران ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) آپ کی طرف تشریف لے آئے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نکلنے تک ہمارے ساتھ بیٹھ گئے، پھر جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے، تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہو گئے، پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی بات دیکھی ہے، جو میں نے اوپری (یعنی اجنبی) سمجھی (کیونکہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں) اور الحمدللہ میری نیت خیر اور بھلائی یعنی اصلاح کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا بات ہے؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ بھی جلد ہی دیکھ لیں گے، وہ یہ ہے کہ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں اس حال میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں اور ہر حلقے میں ایک آدمی ہے اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللہ کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سُبُحَانَ اللہ کہو تو وہ سو دفعہ سُبُحَانَ اللہ پڑھتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا؟

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ (موجودہ طرزِ عمل یعنی اس طرح تسبیح کرنے کے بجائے) اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت میں) ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے، پھر ان سے فرمایا کہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر کے پڑھ رہے ہیں (اور ہم کوئی گناہ والا کام نہیں کررہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو، اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ اے امتِ محمد! تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تم ہلاکت کی طرف جارہے ہو کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے (اور تم اتنی جلدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے طریقہ سے ہٹ گئے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں (نعوذ باللہ تعالیٰ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ ہدایت ہے (کیونکہ یہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ کر ہے) یا پھر تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو (کیونکہ یہ عمل بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے) انہوں نے جواب میں کہا کہ اے عبداللہ بن مسعود! اللہ کی

قسم، ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں جن کو ہرگز خیر حاصل نہیں ہوتی (لہٰذا تمہارا خیر کا ارادہ کرنے سے یہ بدعت والا کام ثواب کا شمار نہیں ہوگا) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا (اس لئے ان کے حق میں یہ قرآن پڑھنا، جو کہ کارِ خیر ہے، ہدایت کا ذریعہ نہیں ہوگا) اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی (دارمی)

یہ لوگ جو اجتماعی انداز میں مسجد میں ذکر کر رہے تھے، ان کے طرزِ عمل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بدعت قرار دیا، اور پھر بالآخر یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک پائے گئے، جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کے ظاہری دین سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ [1]

(35)......خوارج سے متعلق اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [2]

---

[1] اگر کوئی کسی اجتماعی یا دوسری قید کے بغیر تسبیح لیکر ذکر کرے، اس کی ممانعت نہیں۔

[2] عبد العزيز بن عبد الملك بن مليل السليحى، وهم إلى قضاعة، قال :حدثنى أبى، قال: كنت مع عقبة بن عامر جالسا قريبا من المنبر يوم الجمعة، فخرج محمد بن أبى حذيفة، فاستوى على المنبر، فخطب الناس، ثم قرأ عليهم سورة من القرآن -قال: وكان من أقرإ الناس -قال :فقال عقبة بن عامر :صدق الله ورسوله، إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :ليقرأن القرآن رجال لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية "(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٣٠٨)

قال شعيب الارنؤوط:المرفوع منه صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

شهر بن حوشب قال :كنت بدمشق، فجاء وا برء وس فوضعوها على درج مسجد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ فوائد کی اجمالی تشریح

مذکورہ احادیث وروایات میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں، آگے فرداً فرداً اُن کی بطور خلاصہ اجمالی تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دمشق، فرأيت أبا أمامة يبكى فقلت له :ما يبكيک يا أبا أمامة؟ قال :إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :إنه سيكون فى أمتى أناس يقرء ون القرآن لا يتجاوز تراقيهم ينثرونه، كما ينتثر الدقل، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم على فوقه شر قتلى تحت السماء ، طوبى لمن قتلهم وقتلوه(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٧٥٥٣)

عن أبى أمامة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :تخرجون من الإسلام كما يخرج السهم من الرمية، لا ترجعون فيه حتى يرجع السهم على فوقه كلاب النار(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ٨٠٤٥)

محمد بن عمر الكلاعى، قال :سمعت الحسن بن أبى الحسن، يحدث أن الصرم، لقى عبد الله بن خباب بالمذار قرية بالبصرة، وهو متوجه إلى على بالكوفة، معه امرأته وولده وجاريته فقال :هذا رجل من أصحاب محمد نسأله عن حالنا وأمرنا، ومخرجنا، فقالوا : بلى فانصرفوا إليه، فقالوا :ألا تخبرنا هل سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم فينا شيئا ؟ قال :أما فيكم بأعيانكم فلا، ولكنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :يكون من بعدى قوم يقرء ون القرآن، لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فوقه، طوبى لمن قتلهم، وطوبى لمن قتلوه، شر قتلى أظلتهم السماء وأقلتهم الأرض، كلاب أهل النار "(معرفة الصحابة،لأبى نعيم، رقم الحديث ٤٠٩٩)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وفيه محمد بن عمر الكلاعى وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤١٩)

عن طلق بن على قال :بينا نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال لنا :يوشک أن يجىء قوم يقرء ون القرآن، لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، طوبى لمن قتلهم، وطوبى لمن قتلوه .ثم التفت إلى، فقال :أما إنهم سيخرجون بأرضک يا تهامى يقاتلون بين الأنهار .قلت :بأبى وأمى، ما بها أنهار قال : إنها ستكون(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٨٢٦٠)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى من طريق على بن يحيى بن إسماعيل عن أبيه، ولم أعرفهما(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٤٣٠)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خوارج کے قرآن پڑھنے اور حلق سے نیچے نہ اترنے کا مطلب

(1)......احادیث میں جو یہ فرمایا گیا کہ اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن تبيع الهجرى، أنه سمع عبد الرحمن بن عديس البلوى، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول " :يخرج ناس يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ، يقتلون بجبل لبنان، وبجبل الخليل "وقال ابن لهيعة :وقتل ابن عديس بجبل الخليل(معرفة الصحابة،لأبى نعيم، رقم الحديث ۴۶۷۰)

قال ابوحذيفة نبيل بن منصور:أخرجه أبو القاسم البغوى فى "الصحابة(۱۹۴۳)"من طريق نعيم بن حماد المروزى ثنا ابن وهب به . ونعيم مختلف فيه، والباقون ثقات . -ورواه عبد الله بن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب واختلف عنه : فقال عبد الله بن يوسف التِّنّيسى :ثنا ابن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب أنّ عبد الرحمن بن شِمَاسة حدثه عن تبيع الحجرى عن عبد الرحمن بن عديس . أخرجه الطبرانى فى "الأوسط(۳۳۱۳)"عن بكر بن سهل الدمياطى ثنا عبد الله بن يوسف به . ورواه أبو نعيم فى "الصحابة(۴۶۷۰)"عن الطبرانى به. وقال الطبرانى :لا يروى هذا الحديث عن عبد الرحمن بن عديس إلا بهذا الإسناد قلت :بكر بن سهل قال النسائى :ضعيف. وقال أبو الأسود النضر بن عبد الجبار المصرى :عن ابن لهيعة عن يزيد بن أبى حبيب عن ابن شماسة عن رجل حدثه أنه سمع عبد الرحمن بن عديس . أخرجه ابن عبدالحكم فى "فتوح مصر "(ص۲۰۷) ويعقوب بن سفيان (الإصابة۶/۳۰۲) عن أبى الأسود به. وأخرجه أبو القاسم البغوى(۱۹۴۴)عن محمد بن إسحاق ثنا أبو الأسود به. وإسناده ضعيف لضعف ابن لهيعة. وتبيع الحجرى ذكره ابن حبان فى "الثقات "ولم يذكر عنه راويًا إلا ابن شماسة، فهو مجهول(انيس السارى فى تخريج احاديث فتح البارى، ج ۱۱ ص۸۴۷۸ ،كتاب استتابة المرتدين،باب قتل الخوارج والملحدين)

أخبرنا أبو جعفر محمد بن أحمد بأصبهان أن فاطمة أخبرتهم أبنا محمد أبنا سلمان بن أحمد الطبرانى ثنا الحسين ين إسحاق التسترى ثنا على بن المنذر ثنا محمد بن الفضيل ثنا الوليد بن جميع عن عامر بن واثلة قال لما كان يوم حنين أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل مجزوز الرأس أو محلوق الرأس قال ما عدلت فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم (إذا لم أعدل أنا فمن يعدل) قال فغفل عن الرجل فذهب فقال أين الرجل) فطلب فلم يدرک فقال (إنه سيخرج من أمتى قوم سيما هذا يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية نظر فى قدحه فلم ير شيئا نظر فى رصافه فلم ير شيئا نظر فى فوقه فلم ير شيئا) له شاهد فى (الصحيحين) بنحوه من حديث أبى سلمة بن عبد الرحمن عن أبى سعيد الخدرى(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحيهما، لضياء الدين المقدسى، رقم الحديث ۲۷۴)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۴۱۸)

جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن ان کے حلق اور گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قرائت کا اثر ان کے دِلوں اور اعمال میں نہیں ہوگا، بلکہ صرف حلق اور گلے تک الفاظ کی ادائیگی کی شکل میں ظاہر ہوگا، کیونکہ ان کا دل سے قرآن مجید پر عقیدہ و ایمان نہ ہوگا۔

یا یہ مطلب ہے کہ ایمان و اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قرائت کو اللہ قبول نہیں فرمائے گا۔

یا یہ مطلب ہے کہ ان کو قرائت پر ثواب حاصل نہیں ہوگا، سوائے زبان اور حلق سے الفاظ ادا کرنے کے، یا یہ مطلب ہے کہ ان کی قرائت میں لذت اور آواز میں خوبصورتی ہوگی، اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔

جس کی مزید وضاحت ایک روایت میں یہ آئی ہے کہ قرآن کی اصل خاصیت یہ ہے کہ جب وہ دل میں داخل ہوتا ہے، اور پھر اس میں راسخ ہوجاتا ہے، تو نفع پہنچاتا ہے، مگر یہ لوگ اس نعمت سے محروم ہوں گے۔ [1]

---

[1] (يقرؤون القرآن لا يجاوز حناجرهم) قال القاضى فيه تأويلان أحدهما معناه لا تفقهه قلوبهم ولا ينتفعون بما تلوا منه ولا لهم حظ سوى تلاوة الفم والحنجرة والحلق إذ بهما تقطيع الحروف والثانى معناه لا يصعد لهم عمل ولا تلاوة ولا يتقبل قوله صلى الله عليه وسلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج٧ص ١٥٩ ، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

يقرؤون القرآن ولا يجاوز تراقيهم بمثناة وقاف جمع ترقوة بفتح أوله وسكون الراء وضم القاف وفتح الواو وهى العظم الذى بين نقرة النحر والعاتق والمعنى أن قراء تهم لا يرفعها الله ولا يقبلها وقيل لا يعملون بالقرآن فلا يثابون على قراء ته فلا يحصل لهم إلا سرده وقال النووى المراد أنهم ليس لهم فيه حظ إلا مروره على لسانهم لا يصل إلى حلوقهم فضلا عن أن يصل إلى قلوبهم لأن المطلوب تعقله وتدبره بوقوعه فى القلب قلت وهو مثل قوله فيهم أيضا لا يجاوز إيمانهم حناجرهم أى ينطقون بالشهادتين ولا يعرفونها بقلوبهم ووقع فى رواية لمسلم يقرؤون القرآن رطبا قيل المراد الحذق فى التلاوة أى يأتون به على أحسن أحواله وقيل المراد أنهم يواظبون على تلاوته فلا تزال ألسنتهم رطبة به وقيل هو كناية عن حسن الصوت به حكاها القرطبى ويرجح الأول ما وقع فى رواية أبى الوداک عن أبى سعيد عند مسدد يقرؤون القرآن كأحسن ما يقرؤه الناس ويؤيد الآخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن کی دعوت دینے اور قرآن سے تعلق نہ ہونے کا مطلب

(2)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ لوگ قرآن مجید کی طرف دعوت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله فی رواية مسلم عن أبی بكرة عن أبيه قوم أشداء أحداء ذلقة ألسنتهم بالقرآن أخرجه الطبری وزاد فی رواية عبد الرحمن بن أبی نعم عن أبی سعيد يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان يمرقون وأرجحها الثالث(فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۲ ص۲۹۳،۲۹۴، كتاب الديات،قوله باب من ترک قتال الخوارج للتألف وان لاينفر الناس عنه)

(وعن أبی سعيد الخدری وأنس بن مالک عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :سيكون فی أمتی اختلاف وفرقة) بضم الفاء أی أهل اختلاف وافتراق وقوله (قوم يحسنون القيل) أی القول يقال قلت قولا وقالا وقيلا قال تعالى (ومن أصدق من الله قيلا)(ويسيئون الفعل) بدل منه وموضح له وقوله (يقرء ون القرآن) استئناف بيان أو بدل على مذهب الشاطبی ومن يجوزه أو المراد به نفس الاختلاف أی سيحدث فيهم اختلاف وتفرق فيفترقون فرقتين فرقة حق وفرقة باطل قال الطيبی :ويؤيد هذا التأويل قوله صلى الله عليه وسلم فی الفصل الأول :تكون أمتی فرقتين فيخرج من بينهما مارقة يلی قتلهم أولاهم بالحق، فقوم مبتدأ موصوف بما بعده والخبر قوله :يقرء ون القرآن وهو بيان لإحدى الفرقتين وتركت الثانية للظهور اهـ، وأما ما وقع فی بعض النسخ ويقرء ون بواو العطف فهو خطأ (لا يجاوز) أی قرآنهم أو قراء تهم (تراقيهم) بفتح أوله وكسر القاف ونصب الياء على المفعولية فی النهاية وهی جمع الترقوة وهی العظم الذی بين نقرة النحر والعاتق وهما ترقوتان من الجانبين ووزنها فعلوة بالفتح اهـ كلامه .وفی المغرب يقال لها بالفارسية جنبر كردن قال الطيبی :وفيه وجوه أحدها أنه لا يتجاوز أثر قراء تهم عن مخارج الحروف والأصوات ولا يتعدى إلى القلوب والجوارح -فلا يعتقدون وفق ما يقتضی اعتقادا ولا يعملون بما يوجب عملا، وثانيها أن قراء تهم لا يرفعها الله ولا يقبلها فكأنها لم تتجاوز حلوقهم، وثالثها لأنهم لا يعملون بالقرآن فلا يثابون على قراء تهم ولا يحصل لهم غير القراء ة (يمرقون) بضم الراء أی يخرجون (من الدين) أی من طاعة الإمام (مروق السهم) بالنصب أی كمروقه (من الرمية) قال الطيبی: مروق السهم مصدر أی مثل مروق السهم، ضرب مثلهم فی دخولهم فی الدين وخروجهم منه بالسهم الذی لا يكاد يلاقيه شیء من الدم لسرعة نفوذه تنبيها على أنهم لا يتمسكون من الدين بشیء ولا يلوون عليه وقد أشار إلى هذا المعنى فی غير هذه الرواية بقوله سبق الفرث والدم (لا يرجعون) أی إلى الدين لإصرارهم على(مرقاة المفاتيح، ج۶،ص۲۳۱۵، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

(يقرء ون القرآن) : استئناف بيان أی :يداومون على تلاوته، ويبالغون فی تجويده، وترتيله، ومراعاة مخارج حروفه وصفاته (لا يجاوز تراقيهم) ، أی :حال كونهم لا يتجاوز مقروء هم عن حلوقهم، وهو كناية عن عدم صعود عملهم، ونفی قبول قراء تهم .قال شارح :والتراقی جمع ترقوة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دیں گے، لیکن ان کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قرآن مجید کی طرف دعوت دینا صرف اوپر اوپر سے اور ظاہری انداز میں ہوگا، اور درحقیقت وہ قرآن کے خلاف دعوت دینے والے ہوں گے۔ [1]

خوارج کے نیکی وخیر والی بات کہنے کا مطلب

(3)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ لوگ بظاہر دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نیکی اور خیر والی بات کہیں گے، جو قرآن یا سنت کی بات معلوم ہوگی، مگر وہ بات درحقیقت قرآن وسنت کے خلاف ہوگی۔

نیز وہ زبان سے اللہ کے کلام اور قرآن کو پڑھیں گے، جو کہ سب سے اچھا کلام

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وهى العظام بين نقرة الحلق والعاتق، يريد أنه لا يتخلص عن ألسنتهم وآذانهم إلى قلوبهم وأفهامهم . وقال القاضى أى :لا تتجاوز قراء تهم عن ألسنتهم إلى قلوبهم، فلا تؤثر فيها، أو لا تتصاعد من مخرج الحروف وحيز الصوت إلى محل القبول والإنابة (مرقاة المفاتيح، ج۹، ص۷۹۷۳، كتاب الفضائل، باب فى المعجزات)

[1] (يدعون) أى الناس (إلى كتاب الله) أى إلى ظاهره (ويتركون سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم) وأحاديثه المبينة بقوله تعالى (لتبين للناس ما نزل إليهم) وبقوله عز وجل (وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله) أى فى مخالفة كتابه ورسوله وقد قال على كرم الله وجهه لابن عباس جادلهم بالحديث .وفى المثل صاحب البيت أدرى بما فيه ولذا قال (وليسوا منا فى شىء) أى فى شىء معتد من طريقتنا وهدينا الجامع بين الكتاب والسنة قال الأشرف :هذا القول بعد قوله يدعون إلى كتاب الله إرشاد إلى شدة العلاقة بين النبى صلى الله عليه وسلم وبين كتاب الله وإلا فمقتضى التركيب وليسوا من كتاب الله فى شىء قال الطيبى :لو قيل وليسوا من كتاب الله فى شىء لأوهم أن يكونوا جهالا ليس لهم نصيب من كتاب الله قط كأكثر العوام وقوله ليسوا منا فى شىء يدل على أنهم ليسوا من عداد المسلمين ولا لهم نصيب من الإسلام وهو ينظر إلى معنى قوله يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦، ص٢٣١٦، كتاب الديات، باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

ہے، لیکن حقیقت میں وہ قرائت ان کے دل سے نہیں ہوگی۔ [1]

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اَللہُ اَکْبَرُ وغیرہ اذکار کو اجتماعی شکل اور ایک آواز میں پڑھنے والوں کو بدعت ایجاد کرنے والا قرار دیا۔

اور فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا، حضرت عمرو بن سلمہ (اس روایت کے راوی) فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگِ نہروان میں لڑ رہی تھی۔

نماز، روزہ و دیگر اعمال کے قابلِ رشک ہونے کا مطلب

(4)...... احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ ان کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزے اور دیگر اعمال کو کمتر و حقیر سمجھو گے، یعنی وہ لوگ نماز، روزہ اور چند دیگر اعمال کو بظاہر بہت اچھے طریقہ پر کریں گے، جن کے مقابلہ میں مومنوں کو اپنی نماز روزہ

---

[1] قوله :(يقولون من قول خير البرية) أى :من السنة، وهو قول محمد صلى الله عليه وسلم خير الخليقة، قال الكرمانى :ويروى :من خير قول البرية، أى :من القرآن، ويحتمل أن تكون الإضافة من باب ما يكون المضاف داخلا فى المضاف إليه، وحينئذ يراد به السنة لا القرآن، هو كما قال الخوارج :لا حكم إلا لله، فى قضية التحكيم، وكانت كلمة حق ولكن أرادوا بها باطلا(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٦،ص١٤٤، كتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الإسلام)

(يقولون من خير قول البرية) بالهمزة وبالتشديد وهو أكثر بمعنى الخليقة أى ينقلون من خير ما يتكلم به الخلائق ويدعون التخلص من العلائق والعوائق واعلم أن متن المشكاة :من خير قول البرية .بتقدم الخير على القول، وفى المصابيح :من قول خير البرية .قال الأشرف :المراد بخير البرية النبى صلى الله عليه وسلم .وقال المظهر :أراد بخير قول البرية القرآن .قال الطيبى :وهذا الوجه أولى ;لأن يقولون بمعنى يحدثون أو يأخذون أى يأخذون من خير ما تتكلم به البرية، وينصره ما روى فى شرح السنة :وكان ابن عمر يروى :الخوارج شرار خلق الله .وقال :إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها على المؤمنين .وما ورد فى حديث أبى سعيد :يدعون إلى كتاب الله وليسوا منا فى شىء (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص٢٣١١، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

اور دیگر اعمال کی حیثیت کمتر اور ادنیٰ معلوم ہوگی۔ ۱؎

خوارج کے اختلاف کے وقت رونما ہونے کا مطلب

(5)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں

۱؎ قوله تحقرون بفتح أوله أى تستفلون قوله صلاتكم مع صلاتهم زاد فى رواية الزهرى عن أبى سلمة كما فى الباب بعده وصيامكم مع صيامهم وفى رواية عاصم بن شميخ عن أبى سعيد تحقرون أعمالكم مع أعمالهم ووصف عاصم أصحاب نجدة الحرورى بأنهم يصومون النهار ويقومون الليل ويأخذون الصدقات على السنة أخرجه الطبرى ومثله عنده من رواية يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة وفى رواية محمد بن عمرو عن أبى سلمة عنده يتعبدون يحقر أحدكم صلاته وصيامه مع صلاتهم وصيامهم ومثله من رواية أنس عن أبى سعيد وزاد فى رواية الأسود بن العلاء عن أبى سلمة وأعمالكم مع أعمالهم وفى رواية سلمة بن كهيل عن زيد بن وهب عن على ليست قراء تكم إلى قراء تهم شيئا ولا صلاتكم إلى صلاتهم شيئا أخرجه مسلم والطبرى وعنده من طريق سليمان التيمى عن أنس ذكر لى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن فيكم قوما يدأبون ويعملون حتى يعجبوا الناس وتعجبهم أنفسهم ومن طريق حفص بن أخى أنس عن عمه بلفظ يتعمقون فى الدين وفى حديث ابن عباس عند الطبرانى فى قصة مناظرته للخوارج قال فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم أيديهم كأنها ثفن الإبل ووجوههم معلمة من آثار السجود وأخرج بن أبى شيبة عن بن عباس أنه ذكر عنده الخوارج واجتهادهم فى العبادة فقال ليسوا أشد اجتهادا من الرهبان(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۲ ص ۲۸۹، قوله باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم)

(فإن له أصحابا يحقر أحدكم) بكسر القاف يستقل (صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم .(وعند الطبرى من رواية عاصم بن شميخ عن أبى سعيد :تحقرون أعمالكم مع أعمالهم .ووصف عاصم أصحاب نجدة الحرورى بأنهم يصومون النهار ويقومون الليل .وفى حديث ابن عباس عند الطبرانى فى قصة مناظرته للخوارج قال :فأتيتهم فدخلت على قوم لم أر أشد اجتهادا منهم، والفاء فى قوله فإن له أصحابا ليست للتعليل بل لتعقيب الأخبار أى قال :دعه ثم عقب مقالته بقصتهم (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۶،ص۵۸،كتاب المناقب، باب علامات النبوة فى الإسلام)

(يخرج فيكم قوم تحقرون صلاتكم) بكسر القاف (مع صلاتهم وصيامكم مع صيامهم وعملكم مع عملهم) من عطف العام على الخاص (ويقرؤون القرآن لا يجاوز حناجرهم) أى لا تفقهه قلوبهم ولا ينتفعون بما تلوه منه أو لا تصعد تلاوتهم فى جملة الكلم الطيب إلى الله تعالى(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۷، ص۴۸۶، كتاب فضائل القرآن، باب من رايا بقراءة القرآن أو تأكل به أو فخر به)

میں اختلاف اور پھوٹ ہوگی۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں اختلاف وانتشار ہوگا، اور پھوٹ پڑی ہوگی، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی ہوا، اور آج بھی اختلاف عروج پر ہے، ایسے حالات میں وہ لوگ ظاہر ہوں گے۔ [1]

خوارج کے مشرق کی طرف سے نکلنے کا مطلب

(6)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے۔

---

[1] قوله :(يخرجون على خير فرقة) أى :أفضل طائفة، وهذه رواية الكشميهنى، وفى رواية غيره: يخرجون على حين فرقة، بالحاء المهملة والنون أى :على زمان افتراق الأمة(عمدة القارى للعينى، ج۲۲ص۱۹۳، كتاب الادب، باب ما جاء فى قول الرجل :ويلك)

(ويخرجون) : عطف على يمرقون (على خير فرقة) . أى فى زمانهم (من الناس) : يريد عليا وأصحابه رضى الله عنهم .وفى رواية :على حين فرقة بضم الفاء فعلى بمعنى (فى) أى :يظهرون فى حين تشتت أمر الناس واضطراب أحوالهم وظهور المحاربة فيما بينهم(مرقاة المفاتيح، ج۹ص۳۷۹۷، كتاب الفضائل، باب فى المعجزات)

(يخرجون على حين فرقة من الناس) بكسر الحاء المهملة وبعد التحتية الساكنة نون وبضم فاء فرقة أى زمان افتراق الناس ولأبى ذر عن المستملى على خير فرقة بالخاء المعجمة وبعد التحتية راء وفرقة بكسر الفاء .قال فى فتح البارى :والأول المعتمد وهو الذى فى مسلم وغيره وإن كان الآخر صحيحا أى أفضل طائفة(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج۱۰ ص۸۸، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه)

(يخرجون على حين فرقة من الناس) ضبطوه فى الصحيح بوجهين أحدهما حين فرقه بحاء مهملة مكسورة ونون وفرقة بضم الفاء أى فى وقت افتراق الناس أى افتراق يقع بين المسلمين وهو الافتراق الذى كان بين على ومعاوية رضى الله عنهما والثانى خير فرقة بخاء معجمة مفتوحة وراء وفرقة بكسر الفاء أى أفضل الفرقتين والأول أشهر وأكثر ويؤيده الرواية التى بعد هذه يخرجون فى فرقة من الناس فإنه بضم الفاء بلا خلاف ومعناه ظاهر وقال القاضى على رواية الخاء المعجمة المراد وخير القرون وهم الصدر الأول قال أو يكون المراد عليا وأصحابه فعليه كان خروجهم حقيقة لأنه كان الإمام حينئذ وفيه حجة لأهل السنة أن عليا كان مصيبا فى قتاله والآخرون بغاة لاسيما مع قوله صلى الله عليه وسلم يقتلهم أولى الطائفتين بالحق وعلى وأصحابه الذين قتلوهم (شرح النووى على مسلم، ج۷ص۱۶۶، كتاب الزكاة،باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مدینہ منورہ میں بیان فرمائی، اور مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف نجد کا علاقہ اور اس کے بعد کے علاقے ہیں، مثلاً عراق وغیرہ۔

یہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی نکل آئے تھے، جنہوں نے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان پر بھی نعوذ باللہ کفر کا حکم لگا دیا۔ [1]

خوارج کے بال منڈانے کی علامت کا مطلب

(7)...... کئی احادیث میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا کہ ان کی نشانی بال منڈانا ہوگا۔

یعنی وہ یا ان میں سے بعض لوگ سر پر بال نہ رکھیں گے، بلکہ سر کے بال منڈا کر رکھیں گے، یہ مطلب نہیں کہ جو بھی بال منڈائے، وہ ان ہی میں سے ہوگا، البتہ ان لوگوں کی دوسری علامتوں کی طرح ایک علامت بال منڈانا بھی ہوگی۔ [2]

---

[1] (يخرج ناس من قبل المشرق) أى من جهة مشرق المدينة كنجد وما بعده وهم الخوارج ومن معتقدهم تكفير عثمان -رضى الله عنه -وأنه قتل بحق ولم يزالوا مع على حتى وقع التحكيم بصفين فأنكروا التحكيم وخرجوا على على وكفروه (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج١٠ ص ٤٧٩، كتاب التوحيد، باب قراء ة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

قوله يخرج ناس من قبل المشرق تقدم فى كتاب الفتن أنهم الخوارج وبيان مبدأ أمرهم وما ورد فيهم وكان ابتداء خروجهم فى العراق وهى من جهة المشرق بالنسبة إلى مكة المشرفة (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٣ ص ٥٣٦، كتاب التوحيد، قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وأصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

[2] قوله محلوق سيأتى فى أواخر التوحيد من وجه آخر أن الخوارج سيماهم التحليق وكان السلف يوفرون شعورهم لا يحلقونها وكانت طريقة الخوارج حلق جميع رؤوسهم (فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص ٦٨، ٦٩، قوله باب بعث على بن أبى طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

قوله قيل ما سيماهم بكسر المهملة وسكون التحتانية أى علامتهم والسائل عن ذلك لم أقف على تعيينه قوله التحليق أو قال التسبيد شك من الراوى وهو بالمهملة والموحدة بمعنى التحليق وقيل أبلغ منه وهو بمعنى الاستئصال وقيل إن نبت بعد أيام وقيل هو ترك دهن الشعر وغسله قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک فی نفسہٖ مرد کو سر کے بال منڈانے کے حکم کا تعلق ہے، تو اس طرح کی احادیث سے اس کا عدمِ جواز ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكرمانى فيه إشكال وهو أنه يلزم من وجود العلامة وجود ذى العلامة فيستلزم أن كل من كان محلوق الرأس فهو من الخوارج والأمر بخلاف ذلك اتفاقا ثم أجاب بأن السلف كانوا لا يحلقون رؤوسهم إلا للنسك أو فى الحاجة والخوارج اتخذوه ديدنا فصار شعارا لهم وعرفوا به قال ويحتمل أن يراد به حلق الرأس واللحية وجميع شعورهم وأن يراد به الإفراط فى القتل والمبالغة فى المخالفة فى أمر الديانة قلت الأول باطل لأنه لم يقع من الخوارج والثانى محتمل لكن طرق الحديث المتكاثرة كالصريحة فى إرادة حلق الرأس والثالث كالثانى والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٣ ص٥٣٧، قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

قال فى الخوارج :سيماهم التسبيد، وهو حلق الشارب من أصله .قلت :قال ابن الأثير :معناه الحلق واستئصال الشعر، ولم يقيد بالشارب وهو أعم منه ومن غيره، وقال أيضا :قيل :التسبيد هو ترك التدهن وغسل الرأس .قلت :يدل على صحته حديث آخر وهو قوله :سبماهم التحليق، والتسبيد بعطف التسبيد على التحليق وهو غيره، ومادة التسبيد السين والدال المهملتان بينهما الباء الموحدة(عمدة القارى للعينى، ج٢٢ ص٤٤، باب قص الشارب)

قوله :ما سيماهم؟ بكسر المهملة مقصورا وممدودا :العلامة .قوله :التحليق هو إزالة الشعر .قوله: أو التسبيد بالمهملة والباء الموحدة وهو استيصال الشعر .فإن قلت :يلزم من وجود العلامة وجود ذى العلامة، فكل محلوق الرأس منهم لكنه خلاف الإجماع .قلت :كان فى عهد الصحابة لا يحلقون رؤوسهم إلا فى النسك أو الحاجة، وأما هؤلاء فقد جعلوا الحلق شعارهم، ويحتمل أن يراد به حلق الرأس واللحية وجميع شعورهم(عمدة القارى للعينى، ج٢٥ ص٢٠١، قوله باب قراء ة الفاجر والمنافق وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم)

(قالوا :يا رسول الله ما سيماهم) أى علامتهم التى يتميزون بها عن غيرهم (قال :التحليق) أى علامتهم التحليق وهو استئصال الشعر والمبالغة فى الحلق كما هو مستفاد من صيغة التفعيل التى للتكرير والتكثير قال الطيبى :وإنما أتى بهذا البناء إما لتفريق متابعتهم فى الحلق أو لإكثارهم منه وفيه وجهان أحدهما استئصال الشعر من الرأس وهو لا يدل على أن الحلق مذموم فإن الشيم والحلى المحمودة قد يتزيا بها الخبيث ترويجا لخبثه وإفساده على الناس وهو كوصفهم بالصلاة والقيام، وثانيهما أن يراد به تحليق القوم وإجلاسهم حلقا حلقا(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص٢٣١٦، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

[1] والمراد بالتحليق حلق الرأس ولا دلالة فيه على كراهة الحلق فإن كون الشىء علامة لهم لا ينافى الاباحةلقوله صلى الله تعالى عليه وسلم وآيتهم رجل أسود إحدى عضديه مثل ثدى المرأة ومعلوم أن هذا ليس بحرام ولا مكروه وقد جاء فى سنن أبى داود بإسناد صحيح أنه صلى الله تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے کرام کا سر کے بال منڈانے کے متعلق اختلاف ہے، **بعض فقہائے** کرام اس کے جائز ہونے کے قائل ہیں، البتہ **بعض** حضرات عام حالات میں سر کے بال منڈانے کو ناپسند و مکروہ قرار دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ [1]

خوارج کے نوعمر اور کم عقل ہونے کا مطلب

(8)...... بعض روایات میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ نوعمر اور کم عقل ہوں گے۔

یعنی اُن لوگوں کی عمر کم ہوگی، زیادہ تر جوانوں کا طبقہ ہوگا، مگر عقل سے کورے یا کم تر ہوں گے، اسی وجہ سے یہ دوسروں کی صحیح وحق بات کو غلط قرار دیں گے، اور اپنی بات کے غلط و ناحق ہونے کے باوجود، اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ علیہ وسلم رأی صبیا قد حلق بعض رأسه فقال احلقوه کله أو اترکوه کله وهذا صریح فی إباحة حلق الرأس لا یحتمل تأویلا وقد یناقش فی الاستدلال علی أصول مذهب النووی بأنه یجوز عندهم تمکین الصغیر مما یحرم علی البالغ کالحریر والذهب فلیتأمل(حاشیة السندی علی سنن النسائی، ج۷ص ۱۲۰، کتاب تحریم الدم)

[1] اختلف الفقهاء فی حلق الرأس :فذهب الحنفیة إلی أن السنة فی شعر الرأس بالنسبة للرجل إما الفرق أو الحلق، وذکر الطحاوی أن الحلق سنة .

وذهب المالکیة کما جاء فی الفواکه الدوانی إلی أن حلق شعر الرأس بدعة غیر محرمة، لأنه صلی الله علیه وسلم لم یحلق رأسه إلا فی التحلل من الحج، قال القرطبی :کره مالک حلق الرأس لغیر المتحلل من الإحرام، وقال الأجهوری :إن القول بجواز حلقه ولو لغیر المتعمم أولی بالاتباع فهو من البدع الحسنة حیث لم یفعله لهوی نفسه وإلا کره أو حرم .

وصرح ابن العربی من المالکیة بأن الشعر علی الرأس زینة، وحلقه بدعة، ویجوز أن یتخذ جمة وهی ما أحاط بمنابت الشعر، ووفرة وهو ما زاد علی ذلک إلی شحمة الأذنین، وأن یکون أطول من ذلک .

ویری الشافعیة أنه لا بأس بحلق جمیع الرأس لمن أراد التنظیف.واختلفت الروایة عن أحمد فی حلق الرأس :فعنه أنه مکروه، لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال فی الخوارج :سیماهم التحلیق فجعله علامة لهم.

وروی عنه أنه لا یکره ذلک، لکن ترکه أفضل، قال حنبل :کنت أنا وأبی نحلق رء وسنا فی حیاة أبی عبد الله، فیرانا ونحن نحلق فلا ینهانا .

واتفق الفقهاء علی أنه یکره القزع، وهو أن یحلق بعض الرأس دون بعض .وقیل :أن یحلق مواضع متفرقة منه (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۸، ص۹۵، مادة " حلق")

ہوں گے، اور طرح طرح کی بے تکی تاویلات کریں گے۔ [1]

خوارج میں ایک مخصوص شخص کی علامت

(9)......بعض روایات میں ان لوگوں کی علامت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہوگا، جس کا بازو تو ہوگا، لیکن کہنی نہ ہوگی، اس کے ہاتھ پر عورت کی چھاتی کی گھنڈی جیسا نشان ہوگا، جس کے اردگرد سفید رنگ کے کچھ بالوں کا گچھا ہوگا۔

یہ بھی ان لوگوں کی ایک علامت ہے، جو کسی دور میں بھی پوری ہوسکتی ہے، بعض روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو خارجیوں کی جماعت نکلی، ان میں ایسا شخص موجود تھا۔ [2]

---

[1] قوله :(حدثاء الأسنان) أى :الصغار، وقد يعبر عن السن بالعمر، والحدثاء جمع :حديث السن، وكذا يقال :غلمان حدثان بالضم، قوله :(سفهاء الأحلام) أى :ضعفاء العقول، والسفهاء جمع سفيه وهو خفيف العقل(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٦، ص١٤٤، كتاب المناقب،باب علامات النبوة فى الإسلام)

(حداث الأسنان) بضم الحاء وتشديد الدال المهملتين جمع حديث على غير قياس وفى النهاية : حداثة السن كناية عن الشباب وأول العمر قال ابن الملك :وفى رواية :حدثاء الأسنان .جمع حديث هو نقيض القديم كما يجمع صغير على صغراء (سفهاء الأحلام) أى ضعفاء العقول والسفه فى الأصل الخفة والطيش وسفه فلان رأيه إذا كان مضطربا لا استقامة فيه، والأحلام العقول واحدها حلم بالكسر (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦، ص٢٣١١، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

[2] وغاية ذلك أن فيهم رجلا له عضد ليس له ذراع على رأس عضده مثل حلمة الثدى عليه شعرات بيض وعند الطبرى من وجه آخر فيهم رجل مجدع اليد كأنها ثدى حبشية وفى رواية أفلح بن عبد الله فيها شعرات كأنها سخلة سبع وفى رواية أبى بكر مولى الأنصار كثدى المرأة لها حلمة كحلمة المرأة حولها سبع هلبات وفى رواية عبيد الله بن أبى رافع عن على عند مسلم منهم أسود إحدى يديه طبى شاة أو حلمة ثدى فأما الطبى فهو بضم الطاء المهملة وسكون الموحدة وهى الثدى وعند الطبرى من طريق طارق بن زياد عن على فى يده شعرات سود والأول أقوى وقد ذكر صلى الله عليه وسلم للخوارج علامة أخرى(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٢، ص٢٩٥، كتاب الديات، قوله باب من ترك قتال الخوارج للتأليف ولئلا ينفر الناس عنه)

خوارج کے بدترین مخلوق ہونے کا مطلب

(10)......بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے۔

یعنی انسانوں اور جانوروں میں سب سے بدتر ہوں گے، اور بظاہر نیکی والے کام اور بات کریں گے، اور اوپر سے مومن اور متقی نظر آئیں گے۔ [1]

اہلِ حق کے خوارج کو کچلنے کا مطلب

(11)......بعض احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ فرقہ جب بھی پیدا ہوگا، تو اہلِ حق ان کا سر کچل دیں گے، جلد یا بدیر اللہ ان کو قطع فرمادے گا، اور ایسا بیس مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود ان میں کچھ لوگ باقی رہیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے ہی دجال کا بھی خروج ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کا خروج کسی نہ کسی شکل میں دجال کی آمد تک ہوتا رہے گا۔ [2]

---

[1] (هم شر الخلق والخليقة) فى النهاية الخلق الناس والخليقة البهائم وقيل :هما بمعنى واحد ويريد بهما جميع الخلائق قال التوربشتي :الخليقة فى الأصل مصدر وإنما جاء باللفظين تأكيدا للمعنى الذى أراده وهو استيعاب أصناف الخلائق ويحتمل أنه أراد بالخليقة من خلق وبالخلق من سيخلق قال القاضي :هم شر الخلق لأنهم جمعوا بين الكفر والمراء اة فاستبطنوا الكفر وزعموا أنهم أعرف الناس فى الإيمان وأشد تمسكا بالقرآن فضلوا وأضلوا(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٦،ص ٢٣١٦، كتاب الديات،باب قتل أهل الردة والسعاية بالفساد)

[2] قوله : كلما خرج قرن قطع الخ أى أهلک ودمر ولفظ عشرين مرة يحتمل ان يكون مقولة بن عمر فيكون سماع بن عمر هذا الكلام منه صلى الله عليه وسلم أكثر من عشرين مرة ويحتمل ان يكون من مقولة النبى صلى الله عليه وسلم فالمراد منه والله أعلم ان أهل الحق يقاتلونهم ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة فى كل قرن ومع ذلک يبقى منهم فرقة حتى يخرج فى عراضهم ومواجهتهم الدجال الحاصل ان أهل الأهواء وان قاتلهم أهل الحق فى قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون اهواء هم (انجاح الحاجة لمحمد عبدالغنى المجددى، ج ا ص ١٦، باب اتباع السنة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خوارج میں سے دجال کے خروج کا مطلب

(12)...... بعض روایات میں یہ بھی فرمایا گیا کہ قیامت کے قریب ان کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله (ينشأ نشء) في القاموس :الناشىء بهمزة في آخره الغلام والجارية جاوز حد الصغر والجمع نشوة ويحرك وفي الصحاح الأول كصحب جمع صاحب والثاني كجمع طلبة قوله (كلما خرج قرن) أي ظهرت طائفة منهم (قطع) استحق أن يقطع وكثيرا ما يقطع أيضا كالحرورية قطعهم علي (في عراضهم) في خداعهم أي أن آخرهم يقابلهم ويناظرهم في الأعلام وفي بعض النسخ أعراضهم وهو جمع عرض بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل أو بمعنى السحاب الذي يسد الأفق وهذه النسخة أظهر معنى وفي الزوائد إسناده صحيح وقد احتج البخاري بجميع رواته(حاشية السندي علىٰ سنن ابنِ ماجه ،ج ۱ ص ۷۴، كتاب المقدمة، باب في ذكر الخوارج)

قال الجامع عفا الله تعالى عنه :الذي يظهر لي أن معناه إخبار بأنهم يقطعهم الله، يدل على ذلك ما في رواية الإمام أحمد في "مسنده "بلفظ" :كلما طلع منهم قرن قطعه الله -عز وجل."-

(قال ابن عمر) رضي الله عنهما (سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول" :كلما خرج قرن قطع- "أكثر من عشرين مرة-) يعني أنه ردده كثيرا حتى جاوز عشرين، ولفظ أحمد من طريق شهر بن حوشب، عن ابن عمر رضي الله عنهما" :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع "("حتى يخرج في عراضهم الدجال) بكسر العين المهملة، جمع عرض، بضم فسكون، وهو الناحية، هكذا يستفاد من عبارة "القاموس "، والمعنى أن الدجال يخرج في جملة هؤلاء النشء الخارجين.

وقال السندي :أي خداعهم، أي أن آخرهم يقابلهم، ويناظرهم في الأعمال، وفي بعض النسخ "أعراضهم "وهو جمع عرض، بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذي يسد الأفق، وهذه النسخة أظهر معنى .انتهى .

قال الجامع عفا الله عنه :قوله" :أي خداعهم إلخ "لا يظهر لي معناه، ولا أدري من أين له هذا المعنى، بل المعنى الذي قدمته هو الأوضح، فتأمله .والله تعالى أعلم.

وقال صاحب "إنجاح الحاجة : "ما نصه :قوله" :كلما خرج قرن قطع إلخ "أي أهلك، ودمر، ولفظ "عشرين مرة "يحتمل أن يكون مقولة ابن عمر، فيكون سماع ابن عمر هذا الكلام منه -صلى الله عليه وسلم -أكثر من عشرين مرة، ويحتمل أن يكون من مقولة النبي -صلى الله عليه وسلم- فالمراد منه -والله أعلم -أن أهل الحق يقاتلونهم، ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة في كل قرن، ومع ذلك يبقى منهم فرقة حتى يخرج في عراضهم ومواجهتهم الدجال، والحاصل أن أهل الأهواء وإن قاتلهم أهل الحق في قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون أهواء هم .انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جماعت میں سے دجال کا خروج ہوگا۔

جس سے پتہ چلا کہ دجال بھی ان خارجیوں کی جماعت میں سے نکلے گا، جو ان لوگوں کے بدترین مخلوق ہونے کی نشانی ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الجامع عفا الله عنه :قوله :ويحتمل أن يكون من مقولة النبى -صلى الله عليه وسلم -إلخ مما لا وجه له، بل الاحتمال الأول هو الصواب، فقد سبق فى رواية أحمد بيانه، حيث رواه بلفظ " :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع"، فهذا صريح فى كونه من كلام ابن عمر رضى الله عنهما، فلا وجه لترديد الاحتمالات، فتبصر، والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل(مشارق الأنوار الوهاجة ومطالع الأسرار البهاجة فى شرح سنن الإمام ابن ماجه، لمحمد بن على بن آدم بن موسى، ج۳ص۵۱۳، ۵۱۴، كتاب المقدمة، باب فى ذكر الخوارج)

؎ (ينشأ نشء يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم، كلما خرج قرن قطع) قال ابن عمر رضى الله عنه :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :(كلما خرج قرن قطع) أكثر من عشرين مرة، (حتى يخرج فى عراضهم الدجال).

يعنى :أن الخوارج يتأخرون، وأنهم يستمرون حتى وقت خروج الدجال، فيخرج فى عراضهم، يعنى :فى خداعهم.

أى :أن آخرهم يقابله ويناظره، وفى بعض النسخ :(أعراضهم) وهو جمع عرض بفتح فسكون، بمعنى :الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض، بمعنى :ناحية الجبل.

فالخوارج يستمرون حتى يخرج فى زمانهم الدجال(شرح سنن ابنِ ماجه للراجحى، ج ۱۱ ص ۱۰، باب ذكر الخوارج)

("حتى يخرج فى عراضهم الدجال) بكسر العين المهملة، جمع عرض، بضم فسكون، وهو الناحية، هكذا يستفاد من عبارة "القاموس"، والمعنى أن الدجال يخرج فى جملة هؤلاء النشء الخارجين.

وقال السندى :أى خداعهم، أى أن آخرهم يقابلهم، ويناظرهم فى الأعمال، وفى بعض النسخ "أعراضهم "وهو جمع عرض، بفتح فسكون بمعنى الجيش العظيم، وهو مستعار من العرض بمعنى ناحية الجبل، أو بمعنى السحاب الذى يسد الأفق، وهذه النسخة أظهر معنى .انتهى .

قال الجامع عفا الله عنه :قوله" :أى خداعهم إلخ "لا يظهر لى معناه، ولا أدرى من أين له هذا المعنى، بل المعنى الذى قدمته هو الأوضح، فتأمله .والله تعالى أعلم.

وقال صاحب "إنجاح الحاجة : "ما نصه :قوله" :كلما خرج قرن قطع إلخ "أى أهلك، ودمر، ولفظ "عشرين مرة "يحتمل أن يكون مقولة ابن عمر، فيكون سماع ابن عمر هذا الكلام منه -صلى الله عليه وسلم -أكثر من عشرين مرة، ويحتمل أن يكون من مقولة النبى -صلى الله عليه وسلم -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خوارج کے دین سے تیر کی طرح نکلنے کا مطلب

(13)...... احادیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی تیر شکار یا نشانہ سے آر پار ہو کر نکلتا ہے، وہ تیزی سے نکلتا ہے، اور اس پر خون یا اس چیز کا نشان نہیں ہوتا، جس سے وہ آر پار نکلا ہے، اسی طرح یہ لوگ دین سے بہت جلد نکل جائیں گے، اور ان پر بھی پھر ایمان کا کوئی نشان باقی نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو اعمالِ صالحہ پر مزاولت اور مداومت سے بتدریج طبیعتوں میں رسوخ اور جڑ پکڑتا ہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حدیث العہد بالایمان لوگوں کے عدمِ رسوخ کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے نفاذ میں ان کی رعایت کرتے کہ یہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالمراد منه -والله أعلم -أن أهل الحق يقاتلونهم، ويقطعون دابرهم أكثر من عشرين مرة فى كل قرن، ومع ذلك يبقى منهم فرقة حتى يخرج فى عراضهم ومواجهتهم الدجال، والحاصل أن أهل الأهواء وإن قاتلهم أهل الحق فى قرن واحد أكثر من عشرين مرة لا يتركون أهواء هم .انتهى.

قال الجامع عفا الله عنه :قوله :ويحتمل أن يكون من مقولة النبى -صلى الله عليه وسلم -إلخ مما لا وجه له، بل الاحتمال الأول هو الصواب، فقد سبق فى رواية أحمد بيانه، حيث رواه بلفظ " :فردد ذلك رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عشرين مرة أو أكثر، وأنا أسمع"، فهذا صريح فى كونه من كلام ابن عمر رضى الله عنهما، فلا وجه لترديد الاحتمالات، فتبصر، والله تعالى أعلم بالصواب، وإليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل(مشارق الأنوار الوهاجة ومطالع الأسرار البهاجة فى شرح سنن الإمام ابن ماجه،لمحمد بن على بن آدم بن موسى،ج٣ص ٥١٣، ٥١٤، باب فى الخوارج)

[1] قوله يمرقون من الدين فى رواية سعيد بن مسروق من الإسلام وفيه رد على من أول الدين هنا بالطاعة وقال إن المراد أنهم يخرجون من طاعة الإمام كما يخرج السهم من الرمية وهذه صفة الخوارج الذين كانوا لا يطيعون الخلفاء والذى يظهر أن المراد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اہلِ اسلام کو قتل کرنے اور مشرکوں کو چھوڑنے کا مطلب

(14)......بعض احادیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں، مشرکوں کو چھوڑیں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالدين الإسلام كما فسرته الرواية الأخرى وخرج الكلام مخرج الزجر وأنهم بفعلهم ذلك يخرجون من الإسلام الكامل وزاد سعيد بن مسروق فى روايته يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان وهو مما أخبر به صلى الله عليه وسلم من المغيبات فوقع كما قال(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص ٦٩، قوله باب بعث على بن أبى طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

وقوله يمرقون من الدين إن كان المراد به الإسلام فهو حجة لمن يكفر الخوارج ويحتمل أن يكون المراد بالدين الطاعة فلا يكون فيه حجة وإليه جنح الخطابى وقوله الرمية بوزن فعيلة بمعنى مفعولة وهو الصيد المرمى شبه مروقهم من الدين بالسهم الذى يصيب الصيد فيدخل فيه ويخرج منه ومن شدة سرعة خروجه لقوة الرامى لا يعلق من جسد الصيد شىء وقوله ينظر فى نصله أى حديدة السهم ورصافه بكسر الراء ثم مهملة ثم فاء أى عصبه الذى يكون فوق مدخل النصل والرصاف جمع واحدة رصفة بحركات ونضيه بفتح النون وحكى ضمها وبكسر المعجمة بعدها تحتانية ثقيلة قد فسره فى الحديث بالقدح بكسر القاف وسكون الدال أى عود السهم قبل أن يراش وينصل وقيل هو ما بين الريش والنصل قاله الخطابى قال بن فارس سمى بذلك لأنه برى حتى عاد نضوا أى هزيلا وحكى الجوهرى عن بعض أهل اللغة أن النضى النصل والأول أولى والقذذ بضم القاف ومعجمتين الأولى مفتوحة جمع قذة وهى ريش السهم يقال لكل واحدة قذة ويقال هو أشبه به من القذة بالقذة لأنها تجعل على مثال واحد(فتح البارى لابنِ حجر، ج٦،ص ٦١٩، قوله باب علامات النبوة فى الإسلام)

(يمرقون من الدين) أى الإسلام وبه يتمسك من يكفر الخوارج أو المراد طاعة الإمام فلا حجة فيه لتكفيرهم (كما يمرق السهم من الرمية) شبه مروقهم من الدين بالسهم الذى يصيب الصيد فيدخل فيه ويخرج منه والحال أنه لسرعة خروجه من شدة قوة الرامى لا يعلق من جسد الصيد بشىء (ينظر) الرامى (فى النصل) الذى هو حديد السهم هل يرى فيه شيئا من أثر الصيد دما أو نحوه (فلا يرى) فيه (شيئا وينظر فى القدح) بكسر القاف السهم قبل أن يراش ويركب سهمه أو ما بين الريش والنصل هل يرى فيه أثرا (فلا يرى) فيه (شيئا وينظر فى الريش) الذى على السهم (فلا يرى) فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ خارجیوں کی ایک نشانی مشرکوں اور ہندوؤں سے گٹھ جوڑ کرنا، اوران کو قتل نہ کرنا، اوران کے مقابلہ میں مسلمانوں کو قتل کرنا ہے، آج کے دور میں بھی بعض ایسے جذباتی وانتہاء پسند نام نہاد مسلمان موجود ہیں، جو مسلمان عوام یا حکمرانوں کو قتل کرتے ہیں، اور غیر مسلموں سے گٹھ جوڑ رکھتے ہیں، اوران کا خروج بھی عراق اور شام وغیرہ کی طرف سے ہوا ہے، اور کئی خطوں اور علاقوں تک ان کا اثر ورسوخ پہنچ چکا ہے۔ [1]

خوارج کو قتل کرنے نہ کرنے کا حکم

(15)...... بعض روایات میں ان لوگوں کو قتل کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اوران کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

جبکہ بعض روایات میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(شيئا ويتمارى) بفتح التحتية والفوقية والراء أى يشک الرامى (فى الفوق) وهو مدخل الوتر منه هل فيه شىء من أثر الصيد يعنى نفذ السهم المرمى بحيث لم يتعلق به شىء ولم يظهر أثره فيه فكذلک قراء تهم لا يحصل لهم منها فائدة(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٧، ص ٤٨٦، كتاب فضائل القرآن، باب من رايا بقراء ة القرآن أو تأكل به أو فخر به)

[1] قوله :(يقتلون أهل الإسلام) ، كذلک فعل الخوارج .قوله :(ويدعون) ، أى: يتركون أهل الأوثان وهو جمع وثن، وهو كل ما له جثة معمولة من جواهر الأرض أو من الخشب والحجارة كصورة الآدمى، يعمل وينصب فيعبد، وهذا بخلاف الصنم فإنه الصورة بلا جثة، ومنهم من لم يفرق بينهما(عمدة القارى للعينى، ج١٥ ص ٢٣١، كتاب بدء الخلق، باب قول الله عز وجل وأما عاد فأهلكوا بريح صرصر شديدة)

(يقتلون أهل الإسلام) لتكفيرهم إياهم بسبب الكبائر (ويدعون أهل الأوثان) بفتح الدال أى يتركون أهل عبادة الأصنام وغيرهم من الكفار(عون المعبود، ج١٣ ص٧٨، كتاب السنة ، باب فى قتل الخوارج)

جس کے جواب میں اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے، جبکہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں قتال کے لئے کھڑے ہوجائیں۔

لیکن جب تک وہ ایسا نہ کریں، اور ان سے واضح کفر کی کوئی دلیل ظاہر نہ ہو، اور اس کے برعکس وہ مسلمانوں والے کام کرتے رہیں، اس صورت میں ان کو ظاہر پر عمل کرتے ہوئے قتل کرنا جائز نہیں۔ [1]

ملحوظات

ملحوظ رہے کہ ہر دور کے خوارج میں مذکورہ تمام علامات کا پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ بعض علامات کا پایا جانا بھی کافی ہے۔

---

[1] قوله وأظنه قال لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل ثمود في رواية سعيد بن مسروق لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل عاد ولم يتردد فيه وهو الراجح وقد استشكل قوله لئن أدركتهم لأقتلنهم مع أنه نهى خالدا عن قتل أصلهم وأجيب بأنه أراد إدراك خروجهم واعتراضهم المسلمين بالسيف ولم يكن ظهر ذلک في زمانه وأول ما ظهر في زمان علي كما هو مشهور وقد سبقت الإشارة إلى ذلک في علامات النبوة (فتح الباری لابنِ حجر، ج٨ص ٦٩، قوله باب بعث علي بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع)

قوله فإن له أصحابا هذا ظاهره أن ترک الأمر بقتله بسبب أن له أصحابا بالصفة المذكورة وهذا لايقتضي ترک قتله مع ما أظهره من مواجهة النبي صلى الله عليه وسلم بما واجهه فيحتمل أن يكون لمصلحة التألف كما فهمه البخاري لأنه وصفهم بالمبالغة في العبادة مع إظهار الإسلام فلو أذن في قتلهم لكان ذلک تنفيرا عن دخول غيرهم في الإسلام ويؤيده رواية أفلح ولها شواهد ووقع في رواية أفلح سيخرج أناس يقولون مثل قوله (فتح الباری لابنِ حجر، ج١٢ ص٢٩٣، كتاب الديات،قوله باب من ترک قتال الخوارج للتألف وان لاينفر الناس عنه)

فإن قلت : كيف منع من قتله مع أنه قال :لئن أدركتهم لأقتلنهم؟ أجاب في شرح السنة : بأنه إنما أباح قتلهم إذا كثروا وامتنعوا بالسلاح واستعرضوا للناس، ولم تكن هذه المعاني موجودة حين منع من قتلهم، وأول ما نجم ذلک في زمان علي -رضي الله عنه- فقاتلهم حتى قتل كثيرا منهم .انتهى (ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری للقسطلانی، ج٦ ص٥٨، باب علامات النبوة في الاسلام)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اکثر فقہائے کرام خوارج کی علی الاطلاق تکفیر کے قائل نہیں بلکہ ان کے مختلف گروہوں میں فرق کرتے ہیں اور ضروریات وقطعیات دین کے پیمانے سے ان کی تاویلات واعتقادات کو جانچتے ہیں، البتہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف قتل وغارت گری اور خروج اختیار کریں، تو ان کے باغی ہونے اور ان پر بغاوت کے احکام لاگو ہونے اور بغاوت کے نتیجہ میں ان کو قتل کرنے کے قائل ہیں۔ [1]

آخر میں عرض ہے کہ پہلے بھی جہاد وقتال اور اسلام کے نام پر جذباتی گروہ نکلتے رہے ہیں، جو مسلمانوں کو قتل کرتے رہے ہیں، اور اب پھر کچھ عرصہ سے منظّم انداز میں خاص طور پر

---

[1] بغاة: التعريف: يقال في اللغة :بغى على الناس بغيا :أى ظلم واعتدى، فهو باغ والجمع بغاة، وبغى :سعى بالفساد، ومنه الفئة الباغية.
والفقهاء لا يخرجون في الجملة عن هذا المعنى إلا بوضع بعض قيود في التعريف فقد عرفوا البغاة بأنهم :الخارجون من المسلمين عن طاعة الإمام الحق بتأويل، ولهم شوكة.
ويعتبر بمنزلة الخروج :الامتناع من أداء الحق الواجب الذى يطلبه الإمام، كالزكاة.
ويطلق على من سوى البغاة اسم (أهل العدل) وهم الثابتون على موالاة الإمام .
الألفاظ ذات الصلة:
الخوارج -:يقول الجرجانى :هم الذين يأخذون العشر من غير إذن السلطان وهم فى الأصل كانوا فى صف الإمام على رضى الله عنه فى القتال، وخرجوا عليه لما قبل التحكيم .قالوا :لم تحكم وأنت على حق.
ويقول ابن عابدين :إنهم يرون على بن أبى طالب رضى الله عنه على باطل بقبوله التحكيم، ويوجبون قتاله، ويستحلون دماء أهل العدل، ويسبون نساء هم وذراريهم؛ لأنهم فى نظرهم كفار .
وأكثر الفقهاء يرون أنهم بغاة، ولا يرون تكفيرهم.
وذهبت طائفة من أهل الحديث إلى أنهم كفار مرتدون .وقال ابن المنذر :لا أعلم أحدا وافق أهل الحديث على تكفيرهم، وذكر ابن عبد البر أن الإمام عليا رضى الله عنه سئل عنهم :أكفار هم؟ قال :من الكفر فروا .قيل :فمنافقون؟ قال :إن المنافقين لا يذكرون الله إلا قليلا .قيل فما هم؟ قال :هم قوم أصابتهم فتنة، فعموا وصموا، وبغوا علينا، وقاتلونا فقاتلناهم .وقال لهم :لكم علينا ثلاث :لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسم الله، ولا نبدؤكم بقتال، ولا نمنعكم الفىء ما دامت أيديكم معنا.
ويقول الماوردى :إن تظاهر الخوارج باعتقادهم، وهم على اختلاط بأهل العدل، جاز للإمام أن يعزرهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص ۱۳۱، مادة " بغاة")

مسلمانوں کے ملک میں اس طرح کے جذباتی اور مسلح گروہ برسرِ پیکار ہیں، جو مسلمانوں کو انتہائی جابرانہ وظالمانہ طریقہ پر قتل کرتے ہیں، ان پر مختلف تاویلیں کرکے کفر وارتداد کا حکم لگاتے ہیں، اور نو جوان مسلمانوں کو اسلام کے نفاذ اور قرآن وسنت کے دلائل دے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

محمد رضوان

2/ذوالقعدۃ/1436ھ 18/اگست/2015 بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

کفار کے بحالتِ کفر، ایمان اور فروعِ شریعت کے مخاطَب و مکلّف ہونے
اور آخرت میں فروعِ شریعت کے ترک پر عذاب
کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال
اس سلسلہ میں وارِد آیات واحادیث
اور اس سلسلہ میں راجح قول اور اس کے دلائل

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
108	تمہید (من جانبِ مؤلف)
110	کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
//	جمہور فقہائے کرام کا قول
112	امام نووی کا حوالہ
113	اس سلسلہ میں نورالانوار کی عبارت
115	فتح الغفار بشرح المنار کی عبارت
117	نسمات الاسحار شرح، شرح المنار کی عبارت
120	شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ
125	توضیح کا حوالہ
128	شرح التلویح کا حوالہ
131	تیسیر التحریر کا حوالہ
134	احکام القرآن للتھانوی کا حوالہ
137	صاحبِ قدوری کا حوالہ
138	ملاعلی قاری کا حوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

ہمارے دیار میں بالخصوص اہلِ علم میں اور بالعموم غیر اہلِ علم عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ دنیا میں بحالتِ کفر ایمان کے علاوہ شریعتِ اسلام کے احکام کی خلاف ورزی (مثلاً فرض، واجب وغیرہ کی ادائیگی کے ترک اور حرام، مکروہ وغیرہ کے ارتکاب) پر کفار سے آخرت میں مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

البتہ کفار کو ان احکام کے ترکِ عقیدہ کی وجہ سے عذاب ہوگا، اس لیے کفار، دنیا میں احکامِ اسلام یعنی مامور بہ کی ادائیگی اور منہی عنہ سے اجتناب کے مکلّف نہیں۔

اس مسئلہ کو ''کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جس کے نتیجہ میں بہت سے اہلِ علم حضرات کی طرف سے قرآنی آیات کی تفسیر کرتے وقت بھی اسی موقف کو ملحوظ رکھ کر تاویل کی جاتی ہے، اور جن آیات واحادیث کے ظاہر سے اس کے خلاف مفہوم ہوتا ہے، ان کی ایسی تاویل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس سے مذکورہ مدعا کے ثبوت میں خلل واقع نہ ہو، اور جن آیات کی تفسیر یا احادیث کی تشریح سے مذکورہ مدعا کی تائید ہوتی ہو، ان کی نمایاں کر کے تفسیر وتشریح کی جاتی ہے۔

اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا موقف شافعیہ وغیرہ کا ہے، اور حنفیہ کا موقف اس کے برخلاف وہی ہے، جو سابق سطور میں ذکر کیا گیا کہ کفار فروعِ اسلام کے مکلّف ومخاطَب نہیں، ہندوستان و پاکستان کے موجودہ اکثر مدارسِ دینیہ میں شامل درسِ نظامی کی کتاب ''نورالانوار'' کی ایک عبارت کو اس سلسلہ میں بنیادی حیثیت دی جاتی ہے، جبکہ ''منار'' کی متعدد دوسری شروحات میں اس قول کو مرجوح قرار دیا گیا ہے۔

بندہ نے جب اس مسئلہ کی تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کی ظاہری نصوص سے کفار کے مطلقاً مخاطب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے، اور جمہور امت کا بھی یہی مسلک ہے۔

اور حنفیہ کے اصحابِ مذہب سے اس سلسلہ میں صراحتاً کچھ منقول نہیں۔

البتہ مشائخِ حنفیہ کی تخریجات واستنباطات کے نتیجہ میں اس مسئلہ کے متعلق بعض اہلِ علم کی طرف سے کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے یا سقوط کا احتمال رکھنے والی عبادات کا مخاطب و مکلّف نہ ہونے کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے یا سقوط کا احتمال نہ رکھنے والی عبادات کا مخاطب نہ ہونے کو حنفیہ کا صحیح مذہب سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ اس قسم کی تخریجات ایک تو بعد کے مشائخ کی ہیں، جن سے اصحابِ مذہب حنفیہ کے اس مسئلہ میں اصل موقف کی توضیح مشکل ہے، دوسرے وہ تخریجات بھی راجح معلوم نہیں ہوئیں، اسی لیے حنفیہ میں سے محققین کی ایک جماعت نے دیگر جمہور فقہاء کی طرح کفار کے مطلقاً مخاطب بالفروع ہونے کے قول کو راجح قرار دیا ہے، حنفیہ میں سے مشائخِ عراقیین کا یہی قول ہے، جن میں ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص وغیرہ شامل ہیں، نیز علامہ ابنِ نجیم، علامہ شامی اور ان کے بعد متعدد حنفیہ اسی قول کو راجح ومختار قرار دیتے آئے ہیں۔

اس قول کے دلائل کے قوی بلکہ اقویٰ اور اس کے مقابل موقف کے دلائل ضعیف ہونے کی وجہ سے بندہ کے نزدیک بھی یہی موقف راجح وصواب ہے، جس کی توضیح وتشریح کے لئے بندہ نے یہ تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، اس مضمون کو علمی وتحقیقی سلسلہ میں شائع کیا جارہا ہے۔ فقط

وَاللہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

14/محرم الحرام/1438ھ 16/اکتوبر/2016ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کے سلسلہ میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

جمہور فقہائے کرام کا قول

اس بات پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ کفر کی حالت میں عبادات کی ادائیگی درست نہیں ہوتی، اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لے آئے، تو اس پر حالتِ کفر کی عبادات (نماز، روزوں) کو اداء کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

لیکن جب تک اسلام نہ لائے، اس وقت تک کافر پر عبادت کی ادائیگی کی ذمہ داری لازم ہوتی ہے، یا نہیں، اور وہ ان عبادات کی ادائیگی کا مکلّف شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

جمہور فقہائے کرام یعنی شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک اور حنفیہ میں سے مشائخِ عراقیین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ کفار ایمان کے ساتھ ساتھ اوامر اور نواہی سب شرعی احکام کے بھی مخاطب و مکلّف ہیں، جس کی بناء پر کفار سے آخرت میں اوامر کے ترک اور نواہی کے ارتکاب پر عذاب وعقاب ہوگا، اور یہ عذاب وعقاب، کفر کے عذاب سے علیٰحدہ ہوگا۔ [1]

---

[1] أما خطاب الكفار بالفروع شرعا ففيه -كما قال الزركشي -مذاهب:

القول الأول :أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة مطلقا فى الأوامر والنواهى بشرط تقديم الإيمان بالمرسل كما يخاطب المحدث بالصلاة بشرط تقديم الوضوء .

والدليل على ذلک قوله تعالى :(ما سلككم فى سقر قالوا لم نک من المصلين) ، فأخبر سبحانه وتعالى أنه عذبهم بترک الصلاة وحذر المسلمين به، وقوله تعالى :(والذين لا يدعون مع الله إلها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات کفار کو نواہی کا مکلّف ومخاطب قرار دیتے ہیں، اور اوامر کا قرار نہیں دیتے، (حنفیہ کی بعض کتبِ فقہ میں اس قول کو نقل کیا گیا ہے، اور بعض مسائل میں اس تعلیل کو بیان کیا گیا ہے) اور بعض اس کے برعکس اوامر کا مخاطب ومکلّف قرار دیتے ہیں، نواہی کا قرار نہیں دیتے، اور بعض فروع کا مطلقاً مکلّف ومخاطب قرار دینے کے منکر ہیں۔

جبکہ ایک قول یہ ہے کہ مرتد تو فروع کا مکلّف ہے، مگر غیر مرتد کافر مکلّف نہیں، اور ایک قول جہاد کے علاوہ باقی فروع کے کفار کے مخاطب ومکلّف ہونے کا ہے، اور ایک قول اس سلسلہ میں توقف وسکوت اختیار کرنے کا ہے، لیکن جمہور کا قول پہلا ہی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما يضاعف له العذاب يوم القيامة).

فالآية نص في مضاعفة عذاب من جمع بين الكفر والقتل والزنا، لا كمن جمع بين الكفر والأكل والشرب.

وكذلك ذم الله تعالى قوم شعيب بالكفر ونقص المكيال، وذم قوم لوط بالكفر وإتيان الذكور.

كما استدلوا بانعقاد الإجماع على تعذيب الكافر على تكذيب الرسول صلى الله عليه وسلم كما يعذب على الكفر بالله تعالى.

وقد ذهب إلى هذا القول الشافعية والحنابلة في الصحيح، وهو مقتضى قول مالك وأكثر أصحابه، وهو قول المشايخ العراقيين من الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ١٩، ٢٠،مادة " كفر")

[1] القول الثاني :إن الكفار غير مخاطبين بالفروع وهو قول الفقهاء البخاريين من الحنفية، وبهذا قال عبد الجبار من المعتزلة والشيخ أبو حامد الإسفراييني من الشافعية، وقال الإبياري :إنه ظاهر مذهب مالك، وقال الزركشي :اختاره ابن خويزمنداد المالكي.

قال السرخسي :لا خلاف أنهم مخاطبون بالإيمان والعقوبات والمعاملات في الدنيا والآخرة، وأما في العبادات فبالنسبة إلى الآخرة كذلك.

أما في حق الأداء في الدنيا فهو موضع الخلاف.

واستدل القائلون بعدم مخاطبتهم بالفروع بأن العبادة لا تتصور مع الكفر، فكيف يؤمر بها فلا معنى لوجوب الزكاة وقضاء الصلاة عليه مع استحالة فعله في الكفر ومع انتفاء وجوبه لو أسلم، فكيف يجب ما لا يمكن امتثاله ؟ .

القول الثالث :إن الكفار مخاطبون بالنواهي دون الأوامر، لأن الانتهاء ممكن في حالة الكفر، ولا يشترط فيه التقرب فجاز التكليف بها دون الأوامر، فإن شرط الأوامر العزيمة، وفعل التقريب مع الجهل بالمقرب إليه محال فامتنع التكليف بها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کا مطلب یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک کفار کو آخرت میں شرعی احکام کی خلاف ورزی، مثلاً نماز کے ترک کرنے اور اسی طرح زکاۃ وروزہ کے ترک کرنے اور اسی طرح حج وغیرہ کے ترک کرنے پر بھی عذاب دیا جائے گا، جو کہ مومنوں کے ان اعمال کو ترک کرنے کے مقابلہ میں کفر اور ترکِ عقیدہ وترکِ عمل کے مجموعہ کی وجہ سے زیادہ شدید ہوگا۔ [1]

امام نووی کا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ نے ''شرح النووی'' میں فرمایا کہ:

''مختار قول یہ ہے کہ کفار شریعت کے فروع کے مخاطَب ہیں، خواہ وہ احکام مامور بہٖ درجہ کے ہوں یا منہی عنہ درجہ کے ہوں، یہ محققین اور اکثر حضرات کا قول ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ فروعِ شریعت کے مخاطَب نہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ منہی عنہ کے مخاطَب ہیں، مامور بہٖ کے مخاطَب نہیں''۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد حكى النووى فى التحقيق أوجها، وقال الزركشى :ذهب بعض أصحابنا إلى أنه لا خلاف فى تكليف الكفار بالنواهى وإنما الخلاف فى تكليفهم بالأوامر.

ونقل ذلك القول صاحب اللباب من الحنفية عن أبى حنيفة وعامة أصحابه.

وقيل :إنهم مخاطبون بالأوامر فقط.

وقيل :إن المرتد مكلف دون الكافر الأصلى.

وقيل :إنهم مكلفون بما عدا الجهاد.

وقيل :بالتوقف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٢٠ و ٢١،مادة ''كفر'')

[1] ولم نك نطعم المسكين ما يجب اعطائهم فيه دليل على ان الكفار مخاطبون بفروع الأعمال لاجل المؤاخذة فى الاخرة وانما سقط عنهم الخطاب فى الدنيا لفقد شرط ادائه وهو الايمان ولا وجه بسقوط التكليف فان الكفر موجب للتشديد دون التخفيف لكن حقوق الله تعالى من العبادات والعقوبات تسقط بالإسلام فلا يوخذ من اسلم على ما فات عنه فى حالة الكفر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإسلام يهدم ما كان قبله (التفسير المظهرى، ج١٠، ص ١٣٢،سورة المدثر)

[2] اعلم أن المختار أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة المأمور به والمنهى عنه هذا قول المحققين والأكثرين وقيل ليسوا مخاطبين بها وقيل مخاطبون بالمنهى دون المأمور والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج ١، ص ١٩٨، كتاب الايمان،باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام)

اور امام نووی نے ''المجموع'' میں فرمایا کہ:

''صحیح مذہب یہ ہے کہ کفار کفر کی حالت میں فروعِ شریعت کے مخاطَب ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو آخرت میں اس کے سبب سے زیادہ عذاب دیا جائے گا، لیکن کفر کی حالت میں ان سے ان کاموں کے کرنے کا مطالبہ نہیں ہوگا''۔ [1]

اس طرح کی اور بھی بے شمار عبارات ہیں، جن کو طوالت سے بچنے کی خاطر ترک کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جمہور محققین کے نزدیک کفار مطلقاً مخاطَب بالفروع ہیں۔

اس سلسلہ میں نورالانوار کی عبارت

نورالانوار میں کفار کے ''مخاطب بالفروع'' ہونے کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارت مذکورہ ہے:

(والصحیح أنهم لا یخاطبون بأداء ما یحتمل السقوط من العبادات)أی المذهب الصحیح لنا ان الکفار لایخاطبون باداء العبادات التی تحتمل السقوط مثل الصلاة والصوم،فانهما یسقطان عن اهل الاسلام بالحیض والنفاس ونحوهما.

لقوله علیه الصلاة والسلام لمعاذ حین بعثه الی الیمن لتأتی قوما من اهل الکتاب فادعهم الی شهادة ان لا اله الا الله وانی رسول الله فان هم اطاعوک فاعلمهم ان الله فرض علیهم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة الحدیث،فانه تصریح بانهم لایکلفون بالعبادات الا بعد الایمان ،واما الایمان فلما لم یحتمل السقوط

---

[1] المذهب الصحیح أن الکفار مخاطبون بفروع الشرع فی حال کفرهم بمعنی أنهم یزاد فی عقوبتهم فی الآخرة بسبب ذلک ولکن لا یطالبون بفعلها فی حال کفرهم(المجموع شرح المهذب ،لیحیی بن شرف النووی، ج٦،ص ٢٥٢،کتاب الصیام)

مـن احد لاجرم كانوا مخاطبين به (نورالانوار، ص ۶۴، ۶۵، مبحث الأمر، مطبوعة: مكتبة امدادية ،ملتان)

ترجمہ: اور صحیح یہ ہے کہ کفاران عبادات کی ادائیگی کے مخاطَب نہیں، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، یعنی ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ کفاران عبادات کی ادائیگی کے مخاطَب نہیں، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جیسا کہ نماز اور روزہ، کیونکہ یہ عبادات مسلمانوں سے حیض اور نفاس وغیرہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے جو آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم اہلِ کتاب کے پاس جاؤ گے، تو ان کو اللہ کے سوا کسی کے معبود نہ ہونے اور میرے اللہ کا رسول ہونے کی دعوت دینا، پھر اگر وہ (اس چیز میں) تمہاری اطاعت کرلیں، تو تم انہیں اس بات کی تعلیم دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ وقت کی نمازوں کو فرض کیا ہے، آخر حدیث تک۔

پس اس حدیث میں تصریح ہے کہ کفار عبادات کے مکلّف ایمان کے بعد ہی ہوں گے، اور رہا ایمان کا معاملہ، تو وہ یقینی طور پر کسی سے سقوط کا احتمال نہیں رکھتا، تو اس کے کفار مخاطَب ہوں گے (نورالانوار)

اس عبارت یا اس جیسی دوسری عبارات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کفار نماز روزہ جیسی عبادات کی ادائیگی کے مخاطب نہیں ہیں، لہٰذا ان سے آخرت میں ان عبادات کے ترک پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ کی متعین طور پر تصریح محفوظ و منقول نہیں، بلکہ یہ بعد کے مشائخ کی تخریجات میں سے ہے، جس میں خود مشائخِ حنفیہ کا اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ میں سے مشائخِ عراقیین کا مذہب اس کے برعکس یہ ہے کہ کفار سے آخرت میں سقوط کا احتمال رکھنے والی عبادات مثلاً، نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ کے ترک پر بھی مؤاخذہ ہوگا، کیونکہ وہ دنیا میں ان عبادات کی ادائیگی کے مخاطب ومکلّف ہیں، جس کی تائید حنفیہ کے اصحابِ مذہب کے بیان کردہ بعض مسائل سے بھی ہوتی ہے۔

متعدد محققینِ حنفیہ نے مشائخِ عراقیین کے مذہب کو ہی نصوص کی وجہ سے راجح قرار دیا ہے۔

اور نورالانوار میں جس مذہب کو صحیح قرار دیا گیا ہے، وہ دراصل علامہ نسفی کی ''منار'' کے متن کی اتباع پر مبنی ہے، جبکہ ''منار'' کے دیگر متعدد متعدد شارحین نے اس کے برعکس مشائخِ عراقیین کے مذہب کو معتمد وراجح قرار دیا ہے۔

فتح الغفار بشرح المنار کی عبارت

چنانچہ علامہ ابنِ نجیم اپنی تالیف ''فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشکاۃ الانوار فی اصول المنار'' میں فرماتے ہیں:

وظاهر قوله تعالىٰ:"الذين لايؤتون الزكاة" وقوله:"لم نك من المصلين" يشهد للعراقيين ، وخلافه تاويل وترتيب الدعوة فى حديث معاذ لايوجب توقف التكليف، كذا فى التحرير (فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشكاة الانوار فى اصول المنار،الجزء الاول ،صفحة ٨٢،مطبوعة:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، الطبعة الاولىٰ)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا ظاہری قول ''الذین لایؤتون الزکاۃ'' اور ''لم نک من المصلین'' عراقیین کے قول کی صحت پر گواہ ہے، جس کے خلاف (قول کی) تاویل کی جائے گی، اور حضرت معاذ کی حدیث میں دعوت وتبلیغ کے امور میں ترتیب کفار کے مکلّف ہونے کے (ایمان پر) موقوف ہونے کو ثابت نہیں

کرتی، ''التحریر'' میں اسی طرح ہے(فتح الغفار)

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی مذکورہ آیات کا ظاہر عراقیین کے قول کی شہادت دیتا ہے کہ کفار مخاطَب بالفروع والعبادات ہیں، اوران آیات کا جو دوسرا مطلب بیان کیا جاتا ہے، اس کی حیثیت تاویل کی ہے، اور حضرت معاذ کی حدیث سے بھی کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی نفی ثابت نہیں ہوتی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور علامہ ابنِ نجیم تفصیلی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان المسألة حيث لم تكن منقولة عن اصحاب المذهب ، وانما هي مستنبطة من شيئ لايشهد ، فالراجح ماعليه الاكثر من العلماء على التكليف لموافقته لظاهر النصوص ،فليكن هذا هو المعتمد (فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشكاة الانوار فی اصول المنار،الجزء الاول ،صفحة ۸۳)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہئے کہ کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کا مسئلہ جب حنفیہ کے اصحابِ مذہب سے منقول نہیں، بلکہ وہ ایسی چیز سے مستنبَط ہے جو اس قول کی شہادت بھی نہیں دیتی (یعنی حدیثِ معاذ وغیرہ) تو راجح وہی قول ہوگا، جس پر اکثر علماء ہیں، یعنی کفار کے فروع کا مکلّف ہونے کا قول، کیونکہ وہ ظاہری نصوص کے موافق ہے، پس یہی قول معتَمد ہوگا(فتح الغفار)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ نجیم کے نزدیک کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کا مسئلہ راجح ومعتمد ہے، جس کے حنفیہ میں سے مشائخِ عراقیین قائل ہیں۔

اور اس قول کو حنفیہ کے مذہب کے خلاف سمجھنا راجح نہیں، کیونکہ حنفیہ کے اصحابِ مذہب سے اس سلسلہ میں تصریح منقول نہیں، لہٰذا جو ظاہری نصوص کا تقاضا ہوگا، وہی قول اصحابِ مذہب کا بھی ہونا چاہئے۔

نسمات الاسحار شرح، شرح المنار کی عبارت

اور ''علاء الدین حصنی حنفی'' کی ''شرح المنار المسمیٰ افاضة الانوار'' کی شرح ''نسمات الاسحار'' میں علامہ ابنِ عابدین شامی فرماتے ہیں:

(قوله: وترتيب الدعوة فى حديث معاذ رضى الله تعالىٰ عنه) وهو قوله صلى الله عليه وسلم له حين بعثه الى اليمن"انک تاتى قوما اهل كتاب ،فادعهم الى شهادة ان لا الٰه الا الله وانى رسول الله، فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله قد افترض عليهم خمس صلوات فى كل يوم وليلة ، فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله قد افترض عليهم صدقة فى اموالهم تؤخذ من اغنيائهم وترد الى فقرائهم" كذا فى شرح التحرير.

(قوله : لايوجب توقف التكليف)اى كما قال المستدلون به هذا تصريح بان وجوب اداء الشرائع يترتب على الاجابة الى الايمان، وبيانه كما فى شرح التحرير انه ذكر افتراض الزكاة بعد الصلاة، ولا قائل بان الزكاة انما تجب بعد الصلاة فى حق من آمن، غاية مافيه تقديم الاهم فالاهم مع مراعات التخفيف فى التبليغ.

(قوله: ولم ينقل عن ابى حنيفة واصحابه شيئ ليرجع اليه) قال ابن نجيم بعد تقريره محل الخلاف وليس محفوظا عن ابى حنيفة واصحابه كما ذكره السرخسى، وانما استنبطها البخاريو ن من قول محمد فيمن نذر صوم شهر فارتد ثم اسلم لم يلزمه، فعلم ان الكفر مبطل وجوب اداء العبادات ، وقد صرح السرخسى بانه

استنباط صحيح، واقره فى التنقيح.

ثم اعلم ان المسألة حيث لم تكن منقولة عن اصحاب المذهب ، وانما هى مستنبطة من شيئ لايشهد ، فالراجح ماعليه الاكثر من العلماء على التكليف لموافقته لظاهر النصوص ،فليكن هذا هو المعتمد اهـ (نسمات الاسحار شرح شرح المنار المسمىٰ افاضة الانوار، صفحة ١٦١ ،مبحث الأمر ،مطبوعة:ادارة القرآن، كراتشى)

ترجمہ: (اور ماتن کا یہ قول کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں دعوت کی ترتیب) جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت فرمان ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تھا کہ تم اہلِ کتاب کے پاس جاؤ گے، تو تم ان کو اللہ کے سوا کسی کے معبود نہ ہونے اور میرے اللہ کا رسول ہونے کی دعوت دینا، پھر اگر وہ اس بات کی اطاعت کرلیں، تو تم انہیں اس بات کی تعلیم دینا کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ وقت کی نمازوں کو فرض کیا ہے، پھر اگر وہ اس بات کی اطاعت کرلیں، تو ان کو اس بات کی تعلیم دینا کہ ان کے مالوں میں اللہ نے صدقہ یعنی زکاۃ کو فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دیا جائے گا، ’’شرح التحریر‘‘ میں اسی طریقہ سے ہے۔

(ماتن کا یہ قول کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث، کفار کے مکلّف ہونے کے موقوف ہونے کو ثابت نہیں کرتی) یعنی اس حدیث سے ان حضرات نے جو یہ استدلال کیا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ شریعت کے احکام کی ادائیگی کا وجوب ایمان کی دعوت پر مرتب ہوتا ہے (اس سے کفار کے فروع میں ایمان پر موقوف ہونے کا ثبوت نہیں ہوتا) اس کی توضیح ’’شرح التحریر‘‘ وغیرہ میں اس طرح کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد زکاۃ کے فرض ہونے کا بھی ذکر

فرمایا، اوراس بات کا کوئی قائل نہیں کہ مومن کے حق میں زکاۃ، نماز کے بعد فرض ہے (اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ نماز وغیرہ کی ادائیگی ایمان کے بعد فرض ہوگی) زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تبلیغ میں تخفیف کی رعایت کی خاطر اہم چیزوں کو مقدم رکھا جائے گا (لہٰذا حدیثِ معاذ سے کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے پر استدلال تام نہیں)

(اور ماتن کا یہ قول کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے اس سلسلہ میں کچھ منقول نہیں، جس کی طرف رجوع کیا جائے) ابنِ نجیم نے اس کی تقریر کر کے فرمایا کہ یہ (خود حنفیہ میں) اختلافی مسئلہ ہے، اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے یہ مسئلہ محفوظ نہیں، جیسا کہ سرخسی نے ذکر کیا ہے، البتہ حنفیہ کے مشائخِ بخاریٰ نے امام محمد کے اس قول سے استنباط کیا ہے کہ جس نے ایک مہینہ کے روزوں کی نذر مانی، پھر وہ مرتد ہوگیا، پھر اسلام لے آیا، تو اس پر ایک مہینہ کے روزے لازم نہیں ہوں گے، جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفر، عبادات کی ادائیگی کے وجوب کو باطل کرنے والا ہے، اور سرخسی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ صحیح استنباط ہے، جس کو تنقیح میں برقرار رکھا گیا ہے۔

پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ مسئلہ جب اصحابِ مذہب سے منقول نہیں، بلکہ ایسی چیز سے مستنبط ہے، جو اس کی شہادت نہیں دیتی (یعنی حدیثِ معاذ وغیرہ) تو راجح وہی قول ہوگا، جو اکثر علماء کا ہے، یعنی کفار کے فروع کے مکلّف ہونے کا، کیونکہ یہ ظاہری نصوص کے موافق ہے، پس یہی قول معتمد ہونا چاہئے (نسمات)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے سرخسی کے حوالہ سے جس استنباط کا صحیح ہونا نقل کیا ہے، اور اس کے تنقیح میں برقرار رکھنے کا ذکر کیا ہے، آگے اس کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی نے ''اصول السرخسی'' میں اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''کفار کے حق میں دنیا کے احکام میں وجوبِ اداء کا ہونا ہمارے مشائخ رحمہم اللہ میں سے عراقیین کا مذہب ہے، کیونکہ خطاب کفار کو بھی شامل ہے، اور احکام کی ادائیگی کفار پر بھی واجب ہے، کیونکہ کفار کو ادائیگی کے ترک پر عذاب نہ دیا جاتا، اگر ادائیگی ان پر واجب نہ ہوتی، اور ہم نے جو آیات تلاوت کیں (یعنی'' **وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاۃ** ''اور'' **ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین** '') ان کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آخرت میں کفار سے دنیا کے اندر احکامِ اسلام کی ادائیگی نہ کرنے پر مؤاخذہ کیا جائے گا، اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کفر گناہوں کی جڑ ہے، لہٰذا یہ عذاب کے ہلکا ہونے کے استحقاق کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور یہ بات معلوم ہے کہ سببِ وجوب (مثلاً نماز کے لیے وقت کا ہونا، زکاۃ کے لیے غنی کا ہونا، روزہ کے لیے رمضان کا ہونا اور حج کے لیے بیتُ اللہ جانے کی استطاعت رکھنا اور غنی ہونا، وغیرہ وغیرہ) ان کے حق میں بھی ثابت ہے، اور ذمہ کی صلاحیت اس میں واجب کے ثبوت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے، جس کا سبب ان کے حق میں موجود ہے، اور وجوبِ اداء کی شرط اس پر قدرت کا حاصل ہونا ہے، جو کہ ان کے حق میں منہدم (یا معدوم) نہیں، پس اگر ادائیگی کا خطاب ساقط ہو جائے گا، تو یہ ان کے حق میں تخفیف بن کر واقع ہوگا، اور کفر اس وجہ سے تخفیف کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اور اس اعتراض کے کوئی معنیٰ نہیں کہ کفر کی اس صفت پر ادائیگی کی قدرت نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کفر کی حالت میں (کسی بھی عبادت کو) ادا کرے، تو اس کا

اعتبار نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ وہ اس شرط کے ساتھ ادائیگی پر قادِر ہے کہ پہلے ایمان کو اختیار کرے، جس کی وجہ سے اس کے حق میں خطاب ثابت ہے، پس یہ جنبی اور محدِث کی نظیر ہے، جو طہارت کی شرط کے ساتھ نماز کی ادائیگی پر قادر ہوتا ہے، جس کا اس سے مطالبہ ہے، پس وہ نماز کے ادا کرنے پر قادر ہوگا، جس کی وجہ سے ادائیگی کا خطاب ہوتا ہے، علاوہ ازیں ادائیگی پر قدرت کا نہ ہونا اس کے کفر پر اصرار کی وجہ سے ہے، جس میں وہ مجرم ہے، اس لیے کافر کے حق میں قدرت کو حکماً موجود قرار دیا جائے گا، جبکہ اس کا انعدام اس کے جرم کے سبب سے ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قدرت کا زوال شکر کے سبب سے عبادت کی ادائیگی کے خطاب کو ساقط نہیں کرتا، اور اسی طریقہ سے جہل کے سبب سے قدرت کا انعدام بھی، کیونکہ اس کی طرف سے قصور پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ادائیگی کا خطاب ساقط نہیں ہوتا، پس کفر کے سبب سے بدرجۂ اولیٰ ساقط نہیں ہوگا۔

اور ہمارے مشائخِ دیار یہ کہتے ہیں کہ کفار ان عبادات کی ادائیگی کے مخاطب نہیں، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں۔

اور اس مسئلہ کی تصریح ہمارے متقدمین اصحاب رحمہم اللہ سے صراحت کے ساتھ محفوظ نہیں، لیکن ان کے مسائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ مرتد جب اسلام لے آئے، تو اس پر ہمارے نزدیک حالتِ ارتداد کی ترک شدہ نمازوں کی قضاء لازم نہیں ہوتی، اور امام شافعی کے نزدیک لازم ہوتی ہے، اور مرتد کافر ہوتا ہے۔

اور ہمارے بعض اصحاب نے اس پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ ہمارے اور امام شافعی کے مابین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علماء نے اس بات کی تصریح کی

ہے کہ اسلام لانے کے بعد قضاء لازم نہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کفر کی حالت میں اس کی ادائیگی کا مخاطَب نہیں تھا۔

لیکن یہ دلیل ضعیف ہے، کیونکہ مرتد اور اصلی کافر سے اسلام لانے کے بعد قضاء کا ساقط ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس کو ساقط کرنے کی دلیل پائی جاتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''إن ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام اپنے سے پہلے کو منہدم کردیتا ہے، اور سقوط کا اس ذات کی طرف سے پایا جانا، جس کو اس کا حق حاصل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) یہ سرے سے وجوب کی نفی کی دلیل نہیں۔

اور بعض مشائخِ حنفیہ نے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہے کہ جو شخص پہلے وقت میں نماز پڑھ لے، پھر مرتد ہوجائے، پھر آخری وقت میں اسلام لے آئے، تو ہمارے نزدیک اس پر آخری وقت میں نماز کا ادا کرنا فرض ہے، کیونکہ مرتد ہونے سے اس کے حق میں ادائیگی کا خطاب منعدم ہوگیا تھا، اور جو وقت گزر چکا ہے، اس کو شمار کیا جانا اسی پر مبنی تھا، پس جب اسلام لے آیا، اور وقت کا کچھ حصہ باقی ہے، تو اس کے اعتبار سے وجوب ثابت ہوجائے گا، اور وہ ادائیگی کا ابتداءً ہی مخاطب ہوجائے گا، اور امام شافعی کے قول کے مطابق اس پر ادائیگی لازم نہیں ہوگی، کیونکہ ادائیگی کا خطاب مرتد ہونے سے اس کے حق میں منعدم نہیں ہوا، پس (ان کے نزدیک) ادا کی جانے والی نماز کو معتبر شمار کیا جائے گا۔

اور اسی پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ کوئی حج کرلے، پھر مرتد ہوجائے، پھر اسلام لے آئے (کہ وہ ہمارے نزدیک دوبارہ حج کی ادائیگی کا مکلّف ہوتا ہے، برخلاف امام شافعی کے)

لیکن یہ دلیل بھی ضعیف ہے، کیونکہ جس نماز کے ادا کرنے کا حکم ہے، اس کا مرتد

ہونے کے بعد اعتبار نہیں کیا گیا، کیونکہ مرتد ہونا عمل کو حبط کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**ومن یکفر بالإیمان فقد حبط عمله**'' یعنی جو اس نے عبادات کیں، اور جو اعمال حبط ہو گئے، وہ شمار نہیں کیے جائیں گے، اسی لیے ہم نے اس پر دوبارہ (اس نماز کی) ادائیگی کو لازم کیا (اور دوبارہ حج بھی اسی حبطِ اعمال کے اصول وقاعدہ کی وجہ سے واجب ہوتا ہے)

اور بعض حضرات نے اس مسئلہ کو ہمارے اور امام شافعی کے درمیان ایک معروف قاعدہ پر متفرع کیا ہے، وہ یہ ہے کہ شرائع ان کے نزدیک نفسِ ایمان کی وجہ سے ہوتی ہیں، اور وہ ایمان کے مخاطب ہوتے ہیں، پس وہ شرائع کے بھی مخاطَب ہوں گے، اور ہمارے نزدیک شرائع نفسِ ایمان کی وجہ سے نہیں ہوتیں، اور وہ ایمان کے مخاطَب ہوتے ہیں، تو وہ (یعنی کفار، ہمارے نزدیک) ان شرائع کی ادائیگی کے مخاطَب نہیں ہوں گے، جو ایمان پر مبنی ہوں، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

مگر یہ دلیل بھی ضعیف ہے، کیونکہ کفار عقوبات اور معاملات کے مخاطَب ہوتے ہیں، حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی نفسِ ایمان سے نہیں۔

پس ہمارے مشائخ رحمہم اللہ کا اس مذہب پر صحیح استدلال جو کتاب (یعنی امام محمد کی ''الاصل'') میں مذکور ہے، وہ یہ ہے کہ جس نے ایک مہینہ کے روزہ کی نذر مانی، پھر وہ مرتد ہو گیا، پھر اسلام لے آیا، تو اس پر نذر مانے ہوئے روزوں میں سے کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، کیونکہ ارتداد ہر عبادت کو باطل کر دیتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ اس تعلیل سے مراد اداء شدہ عبادت نہیں ہے، بلکہ وہ عبادت ہے، جس کو بعد میں ادا کیا جانا تھا، جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ارتداد ہر عبادت کی ادائیگی کے وجوب کو باطل کر دیتا ہے، لہٰذا یہ مسئلہ ہمارے اصحاب سے اس بات کی تنصیص کے مشابہ ہو گیا کہ شریعت کے ان احکام کا خطاب کہ جو سقوط کا احتمال

رکھتے ہیں، وہ کفار کو ایمان لانے سے پہلے شامل نہیں ہوتا“۔ [1]

---

[1] فأما فی وجوب الأداء فی أحكام الدنيا فمذهب العراقيين من مشايخنا رحمهم الله أن الخطاب يتناولهم أيضا والأداء واجب عليهم فإنهم لا يعاقبون على ترک الأداء إذا لم يكن الأداء واجبا عليهم وظاهر ما تلونا يدل على أنهم يعاقبون فی الآخرة على الامتناع من الأداء فی الدنيا ولأن الكفر رأس المعاصی فلا يصلح سببا لاستحقاق التخفيف ومعلوم أن سبب الوجوب متقرر فی حقهم وصلاحية الذمة لثبوت الواجب فيها بسببه موجود فی حقهم وشرط وجوب الأداء التمكن منه وذلک غير منعدم فی حقهم فلو سقط الخطاب بالأداء كان ذلک تخفيفا والكفر لا يصلح تخفيفا لذلک.

ولا معنى لقول من يقول إن التمكن من الأداء على هذه الصفة لا يتحقق حتى لو أدى لم يكن ذلک معتدا به لأنه يتمكن به من الأداء بشرط أن يقدم الإيمان والخطاب به ثابت فی حقه فهو نظير الجنب والمحدث يتمكن من أداء الصلاة بشرط الطهارة وهو مطالب بذلک فيكون متمكنا من أداء الصلاة يتوجه عليه الخطاب بأدائها مع أن انعدام التمكن من الأداء بإصراره على الكفر وهو جان فی ذلک فيجعل التمكن قائما حكما إذا كان انعدامه بسبب جنايته ألا ترى أن زوال التمكن بسبب السكر لا يسقط الخطاب بأداء العبادات وكذلک انعدام التمكن بسبب الجهل إذا كان بتقصير منه لا يسقط الخطاب بالأداء فبسبب الكفر أولى.

ومشايخ ديارنا يقولون إنهم لا يخاطبون بأداء ما يحتمل السقوط من العبادات.

وجواب هذه المسألة غير محفوظ من المتقدمين من أصحابنا رحمهم الله نصا ولكن مسائلهم تدل على ذلک فإن المرتد إذا أسلم لا يلزمه قضاء الصلوات التی تركها فی حال الردة عندنا وتلزمه عند الشافعی والمرتد كافر.

واستدل بعض أصحابنا على أن الخلاف بيننا وبين الشافعی أن تنصيص علمائنا أن ذلک لا يلزمه القضاء بعد الإسلام دليل على أنه لم يكن مخاطبا بأدائها فی حالة الكفر.

وهذا ضعيف فسقوط القضاء عن المرتد والكافر الأصلی بعد الإسلام بوجود الدليل المسقط وهو قوله تعالى (إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) وقال عليه السلام الإسلام يجب ما قبله والسقوط بإسقاط من له الحق لا يكون دليل انتفاء أصل الوجوب.

ومنهم من استدل على ذلک بمن صلى فی أول الوقت ثم ارتد ثم أسلم فی آخر الوقت فعليه أداء فرض الوقت عندنا لأن بالردة ينعدم خطاب الأداء فی حقه والاعتداد بما مضى كان بناء عليه فإذا أسلم وقد بقی شیء من الوقت يثبت الوجوب باعتباره ويصير مخاطبا بالأداء ابتداء وعلى قول الشافعی لا يلزمه الأداء لأن الخطاب بالأداء لا ينعدم فی حقه بالردة فبقی المؤدى معتدا به.

وعلى هذا لو حج ثم ارتد ثم أسلم.

ولكن هذا ضعيف أيضا فإن المؤدى إنما لا يكون معتدا به بعد الردة لأن الردة تحبط العمل قال الله تعالى (ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله) يعنی ما اكتسب من العبادات وما حبط لا يكون معتدا فلهذا ألزمناه الأداء ثانيا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے مسئلہ کی اصحابِ مذہبِ حنفیہ سے تصریح منقول نہیں، اور مشائخِ حنفیہ نے جن مسائل سے اس مسئلہ کا استخراج کیا ہے، ان میں سے اکثر مسائل کا استخراج ضعیف ہے، سوائے آخری مسئلہ کے۔

توضیح کا حوالہ

جہاں تک علامہ شامی رحمہ اللہ کی اس بات کا تعلق ہے کہ تنقیح میں شمس الائمہ سرخسی کے اس آخری استنباط کی صحت کو برقرار رکھا گیا ہے، تو علامہ سرخسی کے مذکورہ کلام کو عبیداللہ بن مسعود محبوبی بخاری حنفی نے توضیح میں نقل فرمایا ہے، جس میں آخری استنباط کے علاوہ باقی استنباطات کا ضعیف ہونا مذکور ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومنهم من جعل هذه المسألة فرعا لأصل معروف بيننا وبينهم أن الشرائع عندهم من نفس الإيمان وهم مخاطبون بالإيمان (فيخاطبون بالشرائع وعندنا الشرائع ليست من نفس الإيمان وهم مخاطبون بالإيمان) فلا يخاطبون بالأداء بالشرائع التي تبتنى على الإيمان ما لم يؤمنوا .

وهذا ضعيف أيضا فإنهم مخاطبون بالعقوبات والمعاملات وليس شيء من ذلک من نفس الإيمان أيضا.

فالذي يصح من الاستدلال لمشايخنا رحمهم الله على هذا المذهب لفظ مذكور في الكتاب وهو أن من نذر أن يصوم شهرا ثم ارتد ثم أسلم فليس عليه من الصوم المنذور شيء لأن الردة تبطل كل عبادة ومعلوم أنه لم يرد بهذا التعليل العبادة المؤداة فهو ما أدى المنذور بعد فعرف أن الردة تبطل وجوب أداء كل عبادة فيكون هذا شبه التنصيص عن أصحابنا أن الخطاب بأداء الشرائع التي تحتمل السقوط لا يتناولهم ما لم يؤمنوا (أصول السرخسي، لشمس الأئمة السرخسي، ج ا، ص ٧٤، فصل في بيان موجب الأمر في حق الكفار)

[1] (فصل) هذا الفصل في أن الكفار هل يخاطبون بالشرائع أم لا، وهو غير مذكور في أصول الإمام فخر الإسلام -رحمه الله تعالى-، ولما كان مهما نقلته من أصول الإمام شمس الأئمة.

(ذكر الإمام السرخسي لا خلاف في أن الكفار يخاطبون بالإيمان، والعقوبات، والمعاملات، وبالعبادات في حق المؤاخذة في الآخرة لقوله تعالى (ما سلككم في سقر) الآية .

اعلم أن الكفار مخاطبون بالثلاثة الأول مطلقا إجماعا أما بالعبادات فهم مخاطبون بها في حق المؤاخذة في الآخرة اتفاقا أيضا لقوله تعالى (ما سلككم في سقر) (قالوا لم نک من المصلين) (ولم نک نطعم المسكين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف ایک ہی استنباط قوی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما فى حق وجوب الأداء فى الدنيا فمختلف فيه كما ذكر فى المتن، وهو قوله (أما فى حق وجوب الأداء) فكذا عند العراقيين من مشايخنا رحمهم الله تعالى؛ لأنه لو لم يجب لا يؤاخذون على تركها، ولأن الكفر لا يصلح مخففا، ولا يضر كونها غير معتد بها مع الكفر.

(جواب إشكال وهو أن العبادات لما لم تكن معتدا بها مع الكفر لا يكون فى وجوب الأداء فائدة فأجاب بأن هذا لا يضر؛ لأنه يجب عليه بشرط الإيمان كالجنب يجب عليه الصلاة بشرط الطهارة لا عند مشايخ ديارنا) يتعلق بقوله فكذا عند العراقيين (لقوله -عليه السلام -ادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله، فإن هم أجابوک فأعلمهم أن الله فرض عليهم خمس صلوات الحديث) يفهم منه أن فرضية الصلوات الخمس مختصة بتقدير الإجابة فعلى تقديم عدم الإجابة لا تفرض أما عند القائلين بأن التعليق بالشرط يدل على نفى الحكم عند عدم الشرط فظاهر، وأما عندنا فلعدم الدليل على الفرضية لا أنه دليل على عدم الفرضية على ما مر فى فصل مفهوم المخالفة.

(ولأن الأمر بالعبادة لنيل الثواب، والكافر ليس أهلا له، وليس فى سقوط العبادة عنهم تخفيف بل تغليظ، ونظيره أن الطبيب لا يأمر العليل بشرب الدواء عند اليأس؛ لأنه غير مفيد فكذا هاهنا.

وقد ذكر) أى الإمام شمس الأئمة -رحمه الله تعالى (أن علماء نا لم ينصوا فى هذه المسألة لكن بعض المتأخرين استدلوا من مسائلهم على هذا، وعلى الخلاف بينهم وبين الشافعى -رحمه الله تعالى .

فاستدل البعض بأن المرتد إذا أسلم لا يلزمه قضاء صلاة الردة خلافا للشافعى -رحمه الله تعالى -) فدل على أن المرتد غير مخاطب بالصلاة عندنا، وعند الشافعى -رحمه الله تعالى -مخاطب بها.

(والبعض بأنه إذا صلى فى أول الوقت ثم ارتد ثم أسلم والوقت باق فعليه الأداء خلافا له ،بناء على أن الخطاب ينعدم بالردة، وصحة ما مضى كانت بناء عليه) أى على الخطاب فإذا علم الخطاب عدم صحة ما مضى (فبطل ذلک الأداء فإذا أسلم فى الوقت، وجب ابتداء ، وعنده الخطاب باق فلا يبطل الأداء .

والبعض فرعوه على أن الشرائع ليست من الإيمان عندنا خلافا له، وهم يخاطبون بالإيمان فقط) فلا يخاطبون بالشرائع عندنا؛ لأنها غير داخلة فى الإيمان، ويخاطبون عنده لكونها من الإيمان عنده.

(والكل ضعيف)فاحتج على ضعف الاستدلال الأول بقوله (لأنه إنما يسقط القضاء عندنا لقوله تعالى (إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف)فسقوط القضاء عندنا لا يدل على أن المرتد غير مخاطب بل يمكن أن يكون مخاطبا لكن سقط عنه لقوله تعالى (إن ينتهوا)الآية.

واحتج على ضعف الاستدلال الثانى بقوله (ولأن المؤدى إنما بطل لقوله تعالى،(ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله) فإذا أسلم فى الوقت يجب لا محالة) أى فإذا حبط العمل، ثم أسلم والوقت باق يجب عليه قطعا.

واحتج على ضعف التفريع المذكور بقوله(ولأنهم مخاطبون للعقوبات والمعاملات عندنا مع أنها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور باقی استنباطات کا ضعف حنفیہ کی بعض دوسری کتب سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ليست مع الإيمان) فقولهم إنهم مخاطبون بالإيمان فقط ممنوع.

ثم لما أبطل الاستدلالات المذكورة قال (والاستدلال الصحيح على مذهبنا أن من نذر بصوم شهر، ثم ارتد، ثم أسلم لا يجب عليه) فعلم أن الردة تبطل وجوب أداء العبادات(التوضيح،مع شرح التلويح،ج ا،ص ۴۱۱،الى ،ص ۴۱۴،فصل الكفار هل يخاطبون بالشرائع أم لا)

[1] ولو أن مسلما صلى الظهر ثم ارتد -والعياذ بالله تعالى -ثم أسلم فى وقت الظهر كان عليه أن يعيدها عندنا خلافا للشافعي -رضى الله عنه -وهو بناء على الأصل الذى بينا فى كتاب الصلاة أن عنده مجرد الردة لا يحبط عمله ما لم يمت عليها قال الله تعالى :(ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر)الآية، وعندنا بنفس الردة قد حبط عمله قال الله تعالى (ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله)والتحق بالكافر الأصلى الذى أسلم الآن فيلزمه فرض الوقت؛ لأنه أدرك جزءا منه وعلى هذا الأصل لو حج حجة الإسلام ثم ارتد ثم أسلم فعليه حجة الإسلام عندنا وعند الشافعي -رضى الله عنه -لا يلزمه ذلك(المبسوط،للسرخسى،ج۲،ص۹۲، كتاب الصلاة،باب نوادر الصلاة)

المسلم إذا صلى ثم ارتد عن الإسلام -والعياذ بالله -ثم أسلم فى الوقت فعليه إعادة الصلاة عندنا وعند الشافعى لا إعادة عليه وعلى هذا الحج، واحتج بقوله تعالى (حتى يردوكم عن دينكم إن استطاعوا ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم فى الدنيا والآخرة) علق حبط العمل بالموت على الردة دون نفس الردة؛ لأن الردة حصلت بعد الفراغ من القربة فلا يبطلها كما لو تيمم ثم ارتد عن الإسلام ثم أسلم.

(ولنا) قوله تعالى (ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله)وقوله تعالى (ولو أشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون)علق حبط العمل بنفس الإشراك بعد الإيمان(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج، ا ص۹۵،كتاب الصلاة،فصل بيان ما يصير به المقيم مسافرا)

قال بعضهم ويمكن الجواب بأن الردة تحبط ما هو عبادة لا غير.

والصلاة عبادة محضة فحبطت ثوابا وعملا فيلزم إعادتها، وأما الوضوء فطهارة مخصوصة شرطت لاستباحة الصلاة وليس بعبادة محضة لكنه يصير عبادة بالنية فالردة تحبط كون الوضوء عبادة لا كونه طهارة فيبقى الوضوء والتيمم من حيث إنهما طهارتان تصح بهما الصلاة كما لا يخفى .(منحة الخالق على البحر الرائق،ج، ا،ص ۱۶۰، كتاب الطهارة،باب التيمم)

وإذا أحبطت العمل صار كأن لم يحج(التجريد للقدورى، ج۴، ص۲۱۷۸، كتاب الحج، مسألة : حكم من حج ثم ارتد ثم أسلم)

يبطل الاعتكاف بالردة على قولهم جميعا، لكن إذا تاب وأسلم هل يجب استئناف الاعتكاف؟

ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى عدم وجوب الاستئناف بعد توبته، فيسقط عنه القضاء لما بطل بردته، ولا يبنى على ما مضى .لقوله تعالى :(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) وقوله صلى الله عليه وسلم :الإسلام يجب ما كان قبله .

ومذهب الشافعية وجوب الاستئناف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵،ص۲۲۵،مادة " اعتكاف")

شرح التلویح کا حوالہ

پیچھے مشائخِ حنفیہ کے اکثر استنباطات کا ضعف معلوم ہو چکا، سوائے آخری استنباط کے۔
لیکن علامہ سعد الدین تفتازانی نے ''شرح التلویح'' میں آخری استنباط پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

''وقد یقال إن النذر من الأعمال فیبطل بالردۃ'' [1]

ترجمہ: اور بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ نذر، اعمال (یعنی قربات وعبادات) میں سے ہے، جو کہ مرتد ہونے سے باطل ہو جاتے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ نذر مان کر مرتد ہونے اور بعد میں اسلام لانے پر جو اس نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہوتا، یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ارتداد یا کفر کی حالت میں عبادت کا مکلّف یا مخاطَب نہیں رہا تھا، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ارتداد کی وجہ سے وہ نذر جو کہ عبادت تھی، وہ ضائع ہو گئی۔

جیسا کہ اصلی کافر کی نذر ماننے کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ کفر کی وجہ سے ضائع ہے **''لقولہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ''**۔

متعدد مشائخِ حنفیہ نے اس قسم کے مسائل بیان کرتے وقت اسی تعلیل کو اختیار فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] (قولہ والاستدلال الصحیح) لا یقال إنہ خرج بقولہ تعالی (إن ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف) لأنا نقول ھذا فی السیئات، ونذر الصوم من الحسنات، وقد یقال إن النذر من الأعمال فیبطل بالردۃ (شرح التلویح علی التوضیح ،لسعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی، ج ۱، ص ۴۱۴، فصل الکفار ھل یخاطبون بالشرائع أم لا)

[2] لو ارتد عقیب نذر الاعتکاف ثم أسلم لم یلزمہ موجب النذر لأن نفس النذر بالقربۃ قربۃ فیبطل بالردۃ کسائر القرب اھ (منحۃ الخالق علی البحر الرائق، ج ۲ ص ۶۲، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل)

(فلو حلف مسلما ثم ارتد) والعیاذ باللہ تعالی (ثم أسلم ثم حنث فلا کفارۃ) أصلا، لما تقرر أن الأوصاف الراجعۃ للمحل یستوی فیھا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح، وکذا لو نذر الکافر بما ھو قربۃ لا یلزمہ شیء (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۳، ص ۷۲۸، کتاب الأیمان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ شمس الائمہ سرخسی نے خود ''مبسوط'' میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کی نذر مان لے، اور پھر وہ مرتد ہوجائے، اور پھر وہ اسلام لے آئے، تو اس سے اعتکاف ساقط ہوجاتا ہے، اوراس کی ایک وجہ بیان کرتے ہوئے آخر میں فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله فی المتن ولا كفارة على كافر وإن حنث مسلما) وقال فی الشامل وكذلک لو حلف ثم ارتد ثم أسلم فحنث لا يلزمه شیء (حاشية الشلبی علیٰ تبيين الحقائق، ج٣،ص ١١٤، كتاب الأيمان)

قال أبو جعفر :(ومن طهرت من الحيض، أو بلغ من الصبيان، أو أسلم من الكفار :لم يكن عليه أن يصلی شيئا مما فات وقته، وإنما يصلی ما أدرک وقته، ويقضيه إن فاته)

أما الحيض فلما روت معاذة العدوية أن امرأة سألت عائشة رضی الله عنها :أتقضی الحائض الصلاة؟ فقالت :أحرورية أنت؟ لقد كنا نحيض على عهد رسول صلی الله عليه وسلم فنؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة.

وأما الصغير، فلأنه ليس من أهل التكليف قال النبی صلی الله عليه وسلم" :رفع القلم عن ثلاثة : أحدهم :الصبی حتى يحتلم

وأمرنا إياه بالصلاة قبل البلوغ :تأديب وتعليم، لا على جهة التكليف.

وأما الكافر، فلقول الله تعالى:(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف)

وقال النبی صلی الله عليه وسلم" :إن الإسلام يجب ما قبله."

وهو مع ذلک اتفاق من الفقهاء (شرح مختصر الطحاوی، ج ١،ص ٥٤٦، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

قال أبو جعفر :(ولا يقضی المرتد شيئا من الصلوات، ولا بما تعبد به سواها)

قال أبو بكر :والدليل عليه :قول الله عز وجل :(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف)، وذلک عام فی كل كافر.

وقوله تعالى :(ومن يكفر بالإيمن فقد حبط عمله)، وقال :(لئن أشركت ليحبطن عملک)، فأخبر أن الكفر يحبط العمل، فصار بمنزلة من لم يزل كافرا، فإذا أسلم :لم يلزمه قضاء الصلوات، كذلک المرتد؛ لأن إيمانه قد بطل.

ولما لم يجب قضاء الصلوات المفعولة فی حال الإسلام مع بطلانها بالردة، كذلک لا يجب عليه قضاء المتروكة.

فإن قيل :إنما يحبط عمله إذا مات على الردة، لقوله :(ومن يرتد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئک حبطت أعمالهم فی الدنيا والآخرة).

قيل له :المعنى :مات ذلک، حبط عمله، لهذه الآية.

ولم ينف بطلان العمل بغيره، وسائر ما تلونا من الآی يوجب بطلان العمل بالردة نفسها، فنستعمل الآيات كلها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”فان الردة تحبط عمله والكافر الأصلى إذا أسلم لم يكن عليه اعتكاف ما لم يلتزمه بنذره بعد الإسلام فهذا مثله“

ترجمہ: ارتداد سے اس کا عمل ضائع ہوگیا، اوراصلی کافر جب اسلام لے آئے، تو اس پر وہ اعتکاف واجب نہیں ہوتا، جس کو اس نے اسلام لانے کے بعد نذر مان کر لازم نہ کیا ہو، پس یہ مرتد والا مسئلہ اسی کے مثل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا كقوله تعالى :(ومن يهاجر فى سبيل الله يجد فى الأرض مراغما كثيرا وسعة ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع أجره على الله)، والأجر واجب لمن لم يمت قبل بلوغ موضع الهجرة.

ويدل على ذلك من جهة السنة قول النبى صلى الله عليه وسلم " :إن الإسلام يجب ما قبله"، وظاهر ذلك يوجب أن لا قضاء على المرتد بعد الإسلام.

دليل آخر :وهو اتفاق الجميع على سقوط الفضاء على الكافر الذى ليس بمرتد، ووجوبه على المسلم إذا تركها

فعلمنا أن المعنى الموجب لقضاء الصلاة عند الترك :هو وجود الإسلام، وأن المسقط لقضائها: وجود الكفر(شرح مختصر الطحاوى، ج ١، ص ٤٣٥ و ٤٣٦، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

مسألة :(لا يجب قضاء الصلاة والصوم والزكاة بعد توبة المرتد)

قال :(ولا يجب على المرتد إذا أسلم قضاء ما تركه من الصلوات والصيام والزكاة فى حال ردته).

وذلك لقول الله تعالى:(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف).

وقال صلى الله عليه وسلم " :إن الإسلام يجب ما قبله(شرح مختصر الطحاوى، ج٦، ص ١٤٠، كتاب المرتد)

تنبيه :الإسلام يجب ما قبله من حقوق الله تعالى دون حقوق الآدميين، كالقصاص وضمان الأموال إلا فى مسائل :لو أجنب الكافر ثم أسلم لم تسقط ومنها لو زنى ثم أسلم وكان زناه ثابتا ببينة مسلمين لم يسقط الحد بإسلامه وإلا سقط(الاشباه والنظائر، ص ٢٨١، الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق، أحكام الذمى)

[1] قال :وإن أوجب على نفسه اعتكافا ثم ارتد والعياذ بالله ثم أسلم سقط عنه الاعتكاف اعتبارا لما التزمه بما أوجب الله تعالى وشىء من العبادات التى كانت واجبة عليه لحق الله تعالى خالصا لا يبقى بعد الردة؛ لأنه بالردة خرج من أن يكون أهلا للعبادة فإن الأهلية للعبادة بكونه أهلا لثوابها والمرتد ليس بأهل لثواب العبادة؛ لأنه بالردة التحق بكافر أصلى فإن الردة تحبط عمله والكافر الأصلى إذا أسلم لم يكن عليه اعتكاف ما لم يلتزمه بنذره بعد الإسلام فهذا مثله(المبسوط، لشمس الأئمة السرخسى، ج٣، ص ١٢٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

پھر حنفیہ کے نزدیک اصولی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ ان کے نزدیک مرتد ہونے سے اللہ تعالیٰ کا دَین ساقط ہوجاتا ہے، چاہے وہ بدنی ہو یا مالی، برخلاف شافعیہ کے۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جس استنباط کو صحیح قرار دیا تھا، وہ بھی ضعیف ہے، اور باقی استنباطات کا ضعف خود انہوں نے ہی بیان کر دیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

تیسیر التحریر کا حوالہ

علامہ محمد امین المعروف امیر بادشاہ نے بھی ''تیسیر التحریر'' میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے، اور مشائخِ سمرقند میں سے ابوزید اور شمس الائمہ وغیرہ کو شمار کر کے ان کی طرف کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے قول کو منسوب کیا ہے۔

اور پھر بعد کے مشائخِ عراقیین اور شوافع کے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے قول کو ذکر کیا ہے، اور پھر امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ کی صراحت نہ ہونے کا ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ کو بعد کے مشائخ نے نذر کے مسئلہ سے مستنبط کیا ہے (جس کا ذکر پہلے گزر چکا) پھر اس کے بعد امیر بادشاہ نے علامہ ابنِ ہمام کی طرف سے اس استنباط پر یہ اشکال نقل کیا ہے کہ:

" الردة تبطل القرب لعدم أهلية الكافر للقربة والتزام القربة فى الذمة قربة فيبطل"

''یعنی مرتد ہونا قربت کو باطل کر دیتا ہے، کیونکہ کافر قربت کا اہل نہیں ہوتا، اور قربت کا ذمہ میں التزام کرنا بھی قربت ہے، یہ بھی باطل ہو جائے گا''

---

[1] ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الردة تسقط دين الله تعالى، سواء أكان بدنيا أم ماليا لقول الله تعالى :(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف) وقول النبى صلى الله عليه وسلم : الإسلام يهدم ما كان قبله) . وعلى هذا فمن كان مسلما ثم ارتد -والعياذ بالله -ثم أسلم فما كان من ديون الله تعالى فى ذمته فقد بطل تعلقه بها وسقط عنه القضاء .وذهب الشافعية إلى أن الردة لا تسقط حقا لله تعالى ماليا أو بدنيا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص ۱۵۱، مادة " دين")

جس کے بعد امیر بادشاہ نے علامہ ابنِ ہمام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس استدلال کے کمزور ہونے کی وجہ سے دوسرے استنباط سے استدلال کیا جائے گا۔

پھر امیر بادشاہ نے کافر کے مکہ میں داخل ہونے اور پھر اسلام لاکر احرام باندھنے کی صورت میں دَم واجب نہ ہونے کے استنباط کو ذکر کر کے خود یہ فرمایا کہ ”وفیہ ما فیہ“ .

جس سے معلوم ہوا کہ یہ استنباط بھی قابلِ اطمینان نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام لانا اپنے سے پہلے کے اعمال کو ساقط کر دیتا ہے۔ [1]

پھر امیر بادشاہ نے قرآن مجید کی آیات ”وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاۃ“ اور ”لم نک من المصلین“ نقل کر کے فرمایا کہ یہ آیات مشائخِ عراقیین کی دلیل ہیں، کیونکہ یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز اور زکاۃ کا ترک کرنا کفار کی تعذیب کا سبب ہے، اور اس کا تصور اسی وقت کیا جاسکتا ہے، جبکہ اِن احکام کو اُن پر واجب قرار دیا جائے، اور ان آیات میں دوسرے فریق کی تاویل بعید اور کمزور ہے۔ [2]

---

[1] ولا يلزم الكافر؛ لأن الدم يلزمه ويسقط بالإسلام(التجريد للقدوری، کتاب الحج،مسألة ،إذا دخل العبد مكة بغير إحرام ثم اعتق فأحرم)

قال أصحابنا :إذا جاوز النصرانی الميقات ثم أسلم وأحرم :لم يلزمه دم لترک الميقات.

وقال الشافعی :إذا جاوز مريدا للنسک وأحرم :وجب عليه دم، وإن أخر الإحرام عن سنته :فلا شیء عليه.

لنا :أن ما جعل سبب وجوب حال الكفر من العبادات لم يخاطب به بعد الإسلام، كمضى وقت الصلاة،و دخول الحول على المال، وقد دل على ذلک :قوله عليه الصلاة والسلام :(الإسلام يجب ما قبله(التجريد للقدوری، ج۴، ص ۲۰۲۴، کتاب الحج، مسألة : حكم مجاوزة النصرانی للميقات ثم أسلم)

[2] (فمشايخ سمرقند) منهم أبو زيد وشمس الأئمة وفخر الإسلام يقولون لا يجوز التكليف جوازا وقوعيا بما شرط فيه الإيمان قبله (لخصوصية فيه) أی الإيمان (لا لجهة عمومه) أی الإيمان (وهو) أی عمومه (كونه شرطا وهی) أی الخصوصية فيه (أنه أعظم العبادات فلا يجعل شرطا تابعا فی التكليف) لما دونه ، لما فيه من قلب الأصول وعكس المعقول ، وفيه أن هذا إنما يتم إن اكتفی فی إيجابه بما يعلم ضمنا ، وأما إذا أفرد بإيجاب مستقل قصد به الذات فلا نسلم أنه غير لائق ، غاية الأمر أن يكون له دليلان :ضمنی وصريح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جس استنباط کو صحیح قرار دیا تھا، اس کی علامہ ابنِ ہمام نے بھی تضعیف کی ہے، اور دوسرے استنباطات سے استناد حاصل کرنے کی رائے دی ہے۔

مگر دیگر استنباطات کا ضعف بھی گزشتہ عبارات سے واضح ہو چکا۔

جس کے بعد بظاہر ایسی کوئی معقول وجہ اور بناء نظر نہیں آتی کہ جن کی بنیاد پر اصحابِ مذہبِ حنفیہ کی طرف کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے مذہب کی نسبت کی جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ومن عداهم) أى مشايخ سمرقند (متفقون على تكليفهم) أى الكفار (بها) أى الفروع (وإنما اختلفوا فى أنه) أى التكليف (فى حق الأداء كاعتقاد) أى طلب منهم فى تلك المرتبة أداء الصلاة امتثالا كما طلب منهم الاعتقاد بحقيقتها ووجوبها (أو) فى حق (الاعتقاد ، فالعراقيون) قالوا الكفار مخاطبون (بالأول) أى الأداء والاعتقاد (كالشافعية فيعاقبون) أى الكفار على قولهم (على تركهما) أى الأداء والاعتقاد (والبخاريون) قالوا مخاطبون (بالثانى) أى بالاعتقاد فقط (فعليه فقط) أى فيعاقبون على ترك الاعتقاد فقط لا على ترك الأداء.

(وليس) جواب هذه المسئلة (محفوظا عن أبى حنيفة وأصحابه) نصا (بل أخذها) أى هذه المقالة :وهى أن الكفار غير مخاطبين بالعبادات فى حق الأداء (هؤلاء) البخاريون (من قول محمد) فى المبسوط (فيمن نذر صوم شهر فارتد ثم أسلم لم يلزمه) المنذور (فعلم أن الكفر يبطل وجوب أداء العبادات) لعدم الفرق بين الواجب بالنذر وسائر الواجبات فى الوجوب (بخلاف الاستدلال بسقوط الصلاة أيام الردة) على عدم تكليف الكافر بما شرط فيه الإيمان (لجواز سقوطه) أى وجوب القضاء (بالإسلام) بعد الكفر العارض (كالإسلام) أى كسقوطه بالإسلام (بعد) الكفر (الأصلى) بقوله تعالى -إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف - ويدل عليه السنة والإجماع (ولو قيل الردة تبطل القرب) لعدم أهلية الكافر للقربة (والتزام القربة فى الذمة قربة فيبطل) الالتزام المذكور وهو وجوب المنذور ، و (لم يلزم ذلك) جواب لو :أى لو قيل ما ذكر لقيل فى جوابه لم يلزم الاستدلال على المطلوب بمسئلة النذر لوجود مسائل أخرى يستدل بها ولا يرد عليها شىء ، وقد ذكر فى الشرح عدة :

منها دخول الكافر مكة ثم إسلامه ثم إحرامه فإنه لا يجب عليه دم لأنه لم يجب عليه الدخول محرما إلى غير ذلك ، وفيه ما فيه.

(وظاهر) قوله تعالى وويل للمشركين (الذين لا يؤتون الزكاة) وقوله تعالى حكاية عن الكفار قالوا (لم نك من المصلين) دليل (للعراقيين) لدلالتهما على أن ترك الصلاة والزكاة صار سببا لتعذيبهم ، ولا يتصور ذلك إلا بكونهما واجبين عليهم (وخلافه) أى وخلاف ظاهر كل منهما كأن يكون المراد بالأولى عدم فعل ما يزكى أنفسهم :وهو الإيمان والطاعة ، وبالثانية عدم كونهم من المؤمنين كقوله صلى الله عليه وسلم 'نهيت عن قتل المصلين 'إذ المراد به المعتقدون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احکام القرآن للتھانوی کا حوالہ

احکام القرآن میں علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور صحیح مذہب جس کی نصوص اور آیات سے تائید ہوتی ہے، وہ جمہور کا مذہب ہے کہ کفار شرائع کے اعتقاد اور اسی طریقہ سے شرائع کی ادا کے مخاطَب ہیں، اپنی شرائط کے ساتھ، جن میں سے ایک شرط ایمان کا مقدم ہونا ہے۔

لیکن اختلاف کا فائدہ صرف آخرت میں ہی ظاہر ہوگا، اس طور پر کہ انہیں شرائع کے اعتقاد کے ترک پر عذاب دیا جائے گا، اور ان پر عمل کے ترک پر بھی عذاب دیا جائے گا، اور اس کی تائید ظواہرِ آیات سے ہوتی ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''وویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکاۃ'' اور اللہ سبحانہٗ کا قول ''ماسلککم فی سقر، قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین''

اور غالباً ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس وجہ سے (کہ یہ مسئلہ ظواہرِ آیات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فرضية الصلاة (تأويل) بعيد لم يعينه دليل (وترتيب الدعوة فى حديث معاذ) لما بعثه النبى صلى الله عليه وسلم وقال له "ادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله فإن هم أطاعوک لذلک فأعلمهم أن الله قد افترض خمس صلوات فى كل يوم وليلة ، فإن هم أطاعوک لذلک فأعلمهم أن الله قد افترض عليهم صدقة فى أموالهم تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم "أخرجه الستة (لا يوجب توقف التكليف) بأداء الشرائع على الإجابة بالإيمان ألا ترى أنه ذكر افتراض الزكاة بعد الصلاة ولا قائل بالترتيب بينهما ، غاية ما فيه تقديم الأهم مع رعاية التخفيف فى التبليغ (وأما) أنهم مخاطبون (بالعقوبات والمعاملات فاتفاق) وقالوا فى وجه العقوبات لأنها تقام زاجرة عن ارتكاب أسبابها وباعتقاد حرمتها يتحقق ذلک ، والكفار أليق به من المؤمنين ، وفى وجه المعاملات لأن المطلوب بها معنى دنيوى ، وذلک بهم أليق لأنهم آثروا الدنيا على الآخرة ، ولأنهم التزموا بعقد الذمة ما يرجع إليها (تيسير التحرير،لمحمد أمين المعروف بأمير بادشاه، ج۲،ص۱۴۸ الیٰ ۱۵۰، المقالة الثانية :فى أحوال الموضوع ،الباب الأول ،الفصل الأول)

سے مؤید ہے) اس مسئلہ میں کسی چیز پر ظاہراً تصریح نہیں فرمائی، لیکن آپ کے دوسرے صاحب (یعنی امام ابو یوسف) کے کلام میں اس کی دلالت موجود ہے، اسی طریقہ سے روح المعانی میں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اسی طرح امام محمد کے کلام میں بھی اس پر دلالت پائی جاتی ہے، آپ نے ''الحجۃ'' میں فرمایا کہ اہلِ مدینہ کا قول یہ ہے کہ مسلمان کے لیے شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں، اور نہ اس کا بیچنا حلال ہے، اور نہ اس کا کھانا حلال ہے، امام محمد نے فرمایا کہ (ہمارے نزدیک) اس (یعنی شراب کو سرکہ بنانے) میں کوئی حرج نہیں، کیا مردار کی کھال جس کو دباغت دے دی جائے، اور وہ مسلمان کی ہو، اس سے انتفاع حلال نہیں ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ شراب کو حرام قرار دیا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر نصرانی کی شراب ہو، پھر وہ اس کو فاسد کردے، اور اس کا سرکہ بنادے، کیا تم مسلم کے لیے اس کو خریدنے اور کھانے میں کوئی حرج سمجھتے ہو، انہوں نے کہا کہ اگر ہم کہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں، تو تم کیا کہتے ہو؟ ان سے کہا جائے گا کہ گویا کہ تم شراب کو کافر کے لیے حلال سمجھتے ہو، حالانکہ شراب مسلمان اور کافر سب کے لیے حرام ہے، اور تمام لوگوں پر (خواہ وہ مسلم ہوں یا کافر) یہ واجب ہے کہ وہ اس چیز کو حرام قرار دیں، جس کو قرآن نے حرام قرار دیا، اور اس چیز کو حلال قرار دیں، جس کو قرآن نے حلال قرار دیا، امام محمد کی ''الحجۃ'' کی عبارت ختم ہوئی۔

اور جمہور کے لیے استدلال اللہ تعالیٰ کے قول ''یاایھا الناس اعبدوا ربکم'' سے بھی ہوتا ہے، کیونکہ لفظِ ''ناس'' مومنین اور کفار کے لیے عام ہے۔

''کشاف'' میں فرمایا کہ مومنین کی عبادت سے مراد، ان کا عبادت میں زیادہ ہونا اور عبادت کی طرف متوجہ ہونا اور اس پر قائم رہنا ہے، اور کفار کی عبادت کے لیے

جو چیزیں ضروری ہیں، وہ بہر حال شرط ہیں، جن میں سے ایک ''اقرار'' ہے، یعنی دل اور زبان سے توحید اور رسالت کا اقرار، جیسا کہ نماز کا جس کو حکم دیا جائے، اس کے لیے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً وضو اور نیت وغیرہ کا پایا جانا ضروری ہے، اور فعل کے لیے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں، وہ اس کے حکم میں شامل ہوتی ہیں، اگرچہ ان کا ذکر نہ کیا جائے، کیونکہ وہ فعل ان کے بغیر ادا نہیں ہوتا، اور وہ چیزیں اس کے لوازمات میں سے ہوتی ہیں۔

اور ابنِ مسعود اور حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ ''ہر وہ آیت جس میں یا ایھا الناس نازل ہوا ہے، وہ مکی ہے، اور جس میں یاایھا الذین آمنوا نازل ہوا ہے، وہ مدنی ہے'' اگر یہ بات بغیر تاویل کے صحیح ہو، تو اس عام (''ناس'' کے مفہوم) سے کفار کو کسی بھی طرح خارج کرنا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں، اور عبادت کی ادائیگی کے مامور ہیں، جیسا کہ اعتقاد کے بھی مامور ہیں۔

اور مظہری میں ہے کہ ''یاایھا الناس اعبدوا '' کا خطاب تمام اہلِ خطاب لوگوں کو ہے، جو موجود ہیں ان کے لیے بھی، اور جو آئندہ موجود ہوں گے، ان کے لیے بھی، ان کو موجودین کے درجہ میں نازل کرتے ہوئے، اور عبادت کے وجوب کا خطاب مومنین اور کفار کو شامل ہے، اس لیے بہر حال کفار عبادت کے مامور ہیں، اس کی شرط کو بجالانے کے بعد، جو کہ ایمان لانا ہے''۔ [1]

---

[1] والصحیح المؤید بالنصوص والآیات هو ما ذهب الیه الجمهور انهم مخاطبون باعتقاد الشرائع ، وکذا بادائها باستجماع شرائطها: منها تقدیم الایمان، ولکن لایظهر فائدة الاختلاف الا فی الآخرة، بانهم کما یعذبون علی ترک اعتقاد حقیتها یعذبون علی ترک العمل بها ایضا.ویؤیده ظواهر الآیات کقوله تعالیٰ: ”وویل للمشرکین الذین لایؤتون الزکاة“ وقوله سبحانه:”ماسلکم فی سقر ، قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین“ ولعل امامنا ابا حنیفة رحمه الله لاجل هذا لم ینص ظاهرا علی شیئ فی المسئلة ، ولکم فی کلام صاحبه الثانی مایدل علیها، کذا فی الروح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صاحبِ قدوری کا حوالہ

صاحبِ قدوری ''تجرید'' میں فرماتے ہیں کہ:

قلنا :يصح أمر الكافر بالسجود (ويلحقه الذم بتركه، وإن كان لا يصح فعله إلا بتقديم الإيمان، كما يصح أمر المحدث بالسجود) ولا يصح منه إلا بتقديم الطهارة، وقد ذم الله الكفار بترك الزكاة وإن كانت لا تصح إلا بتقديم الإيمان :فقال سبحانه :(وويل للمشركين. الذين لا يؤتون الزكاة)(التجريد للقدورى، ج۲،ص ۶۴۵،مسألة ۱۵۰،سجدة التلاوة واجبة)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت: وكذا فى كلام محمد مايدل عليها ، فقد قال فى "الحجة":قال اهل المدينة لا يحل للمسلم تخليل الخمر ولا يحل بيعه ولا اكله،قال محمد وما باس بهذا اليس جلد الميتة يدبغ وهو للمسلم فيحل الانتفاع به ،وقد حرم الله الميتة كما حرم الخمر ، ارايتم ان كانت الخمر لنصرانى فافسدها فجعلها خلا، اترون باسا للمسلم ان يشتريها فيا كلها ؟قالوا فان قلنا هذا لا باس به، فما تقولون؟ قيل لهم كانكم ترون الخمر حلالا للكافر والخمر حرام للمسلم والكافر وعلى جميع الناس ان يحرموا ما حرم القران وان يحلوا ما احل القران، انتهىٰ (ص ـ ۲۵۸)

ومما يستدل به للجمهور قوله:"يا ايها الناس اعبدوا ربكم" فان لفظة الناس عامة للمومنن والكفار، قال فى الكشاف:"المراد بعبادة المؤمنين :ازديادهم منها وإقبالهم وثباتهم عليها .وأما عبادة الكفار فمشروط فيها ما لا بد لها منه وهو الإقرار(بالقلب واللسان للتوحيد والرسالة) كما يشترط على المأمور بالصلاة شرائطها من الوضوء والنية وغيرهما وما لا بد للفعل منه، فهو مندرج تحت الأمر به وإن لم يذكر، حيث لم ينفعل إلا به، وكان من لوازمه.انتهى.

فما روى عن ابن مسعود وعلقمة من : "ان كل شيئ ينزل فيه ياايها الناس ـ مكى ـ ويا ايها الذين آمنوا ــ مدنى ـ ان صح ولم يؤول، لايوجب تخصيص هذا العام بوجه بالكفار، بل هم ايضا داخلون فيه وماموررون باداء العبادة كالاعتقاد ، انتهى.

وفى المظهرى: خطاب لجميع الناس من اهل الخطاب ،عموما الموجودين ومن سيوجد ،تنزيلا لهم منزلة الموجودين، لما تواتر من دينه صلى الله عليه وسلم ان مقتضى أحكامه وخطابه شامل للقبيلتين تابت الى يوم القيمة. والخطاب بوجوب العبادة شامل للمومنين والكفار، فالكفار مامورون بها بعد اتيان شرطه من الايمان،انتهى(احكام القرآن للعلامة ظفر احمد عثمانى، ج ۱ الىٰ ۱۳، سورة البقرة،"تحقيق ان الكفار مخاطبون بالفروع ام لا، مطبوعة: ادارة القرآن ، كراتشى)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ کافر کو سجدہ کا حکم صحیح ہے، اور کافر کا سجدہ کے حکم کو ترک کرنا قابلِ مذمت ہے، اگرچہ کافر کا سجدہ کرنا ایمان لائے بغیر صحیح نہیں، جیسا کہ مُحدِث کو سجدہ کا حکم کرنا صحیح ہے، لیکن پاکی حاصل کیے بغیر اس کا سجدہ کرنا صحیح نہیں، اور اللہ نے کفار کی مذمت بیان فرمائی ہے، زکاۃ کے ترک کرنے پر، اگرچہ زکاۃ ایمان لائے بغیر صحیح نہیں، پس اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے ''وویل للمشرکین. الذین لا یؤتون الزکاۃ'' (التجرید)

ملا علی قاری کا حوالہ

ملا علی قاری ''مرقاۃ'' میں فرماتے ہیں کہ:

الكافر مخاطب بفروع الشريعة بالنسبة للعقاب عليها في الآخرة، كما أفهمه، قوله -تعالى -(وويل للمشركين -الذين لا يؤتون الزكاة)وقالوا (ولم نك نطعم المسكين)وعليه جمع من أصحابنا، وهو الأصح عند الشافعية (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۲۸۰، كتاب الزكاة،باب ما يجب فيه الزكاة)

ترجمہ: کافر فروعِ شریعت کا مخاطَب ہے، آخرت میں اس پر عذاب کے اعتبار سے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''وویل للمشرکین. الذین لا یؤتون الزکاۃ'' اور کافروں کے قول ''ولم نک نطعم المسکین '' سے سمجھا جاتا ہے، اور اسی پر ہمارے اصحاب کی ایک جماعت ہے، اور شافعیہ کے نزدیک بھی زیادہ صحیح یہی ہے (مرقاۃ)

تفسیر روح المعانی اور مظہری کا حوالہ

علامہ آلوسی نے ''تفسیر روح المعانی'' میں اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ''تفسیر مظہری''

میں متعدد مقامات پر کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کو اختیار کیا ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کی تصریح اصحابِ مذہبِ حنفیہ سے محفوظ نہیں، اور کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے مسئلہ کو بعض مشائخِ حنفیہ نے اصحابِ مذہبِ حنفیہ کے بیان کردہ بعض مسائل سے مستنبط کیا ہے، مگر وہ استنباط اس درجہ کے نہیں ہیں کہ ان کی وجہ سے ظاہری نصوص کو ترک کیا جاسکے، اور اس کے برعکس اصحابِ مذہبِ حنفیہ کے بیان کردہ مسائل سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے استنباطات بھی موجود ہیں۔

اسی وجہ سے مشائخِ حنفیہ کی ایک جماعت کفار کے مطلقاً مخاطَب بالفروع ہونے کی قائل ہے۔

---

[1] وعلى كل حال ما روى عن ابن مسعود وعلقمة من أن كل شيء -نزل فيه يا أيها الناس مكى و يا أيها الذين آمنوا مدنى إن صح ولم يؤول -لا يوجب تخصيص هذا العام بوجه بالكفار بل هم أيضا داخلون فيه ومأمورون بأداء العبادة كالاعتقاد، والأمر بالشيء أمر بما لا يتم إلا به وكون الإيمان أصل العبادات، ولو وجب بوجوبها انقلب الأصل تبعا مردود بأن الأصالة بحسب الصحة لا تنافى التبعية فى الوجوب على أنه واجب استقلالا أيضا، والعجب كيف خفى على مشايخ سمرقند؟! وهذا ما ذهب إليه العراقيون والشافعية، ويؤيده ظواهر الآيات كقوله تعالى :وويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكاة وقوله سبحانه :ما سلككم فى سقر قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وذهب البخاريون إلى أنهم مكلفون فى حق الاعتقاد فقط، وأبو حنيفة رضى الله تعالى عنه لم ينص ظاهرا على شيء فى المسألة(روح المعانى،للألوسى،ج ١،ص ١٨٦،،سورة البقرة)

والمراد من الرسول الجنس أيضا ويزيد شرفه انتظامه للنبى صلى الله عليه وسلم انتظاما أوليا، وعصوا معطوف على كفروا داخل معه فى حيز الصلة والمراد عصيانهم بما سوى الكفر، فيدل على أن الكفار مخاطبون بالفروع فى حق المؤاخذة(روح المعانى،للألوسى،ج٣،ص ٣٤،سورة النساء)

وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة اى صلوة المسلمين وزكاتهم -فيه دليل على ان الكفار مخاطبون بالفروع(التفسير المظهرى،ج ١،ص ٦٣،سورة البقرة٤٣ ١)

وَلا يَحُضُّ عَلى طَعامِ الْمِسْكِينِ اى لا يحث على إطعامه فضلا ان يبذل من ماله ويجوز ان يكون ذكر الحض للاشعار بان تارك الحض بهذه المنزلة فكيف تارك الفعل وفيه دليل على ان الكفار يعذبون على فروع الأعمال ايضا ولعل تخصيص الامرين بالذكر لان أقبح القبائح الكفر بالله واشنع الشنائع البخل وقسوة القلب(التفسير المظهرى،ج١٠ ص٥٦،سورة الحاقة)

’’العرفُ الشذی‘‘ کا حوالہ

العرف الشذی میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’میں کہتا ہوں کہ کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے متعلق احناف کے تین اقوال ہیں۔

عراقیین کا قول یہ ہے کہ کفار فروع کے اعتقاد اور اداء کے اعتبار سے مخاطَب ہیں، یعنی کفار کو عدمِ فرضیت کے اعتقاد اور عدمِ اداء دونوں کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

اور مشائخِ ماوراء النہر کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ کفار اعتقاد کے اعتبار سے تو مخاطَب ہیں، اداء کے اعتبار سے مخاطب نہیں، لہٰذا ان کو جہنم میں صرف فرضیت کا اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

اور ان میں سے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ کفار نہ تو اعتقاد کے اعتبار سے مخاطَب ہیں، اور نہ اداء کے اعتبار سے، لہٰذا اُن کو صرف ایمان نہ ہونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

اور مختار و پسندیدہ قول عراقیین کا ہے، جس کو صاحبِ بحر نے شرحُ المنار میں اختیار فرمایا ہے‘‘ [1]

فیضُ الباری کا حوالہ

اور علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں فرمایا کہ:

---

[1] وأقول :إن للأحناف ثلاثة أقوال فی کونهم مخاطبین بالفروع؛ قال العراقیون :إنهم مخاطبون بالفروع اعتقادا وأداء أی یعذبون فی النار علی اعتقادهم بعدم الفرضیة وعلی عدم أداء هم، وقال جماعة من مشائخ ما وراء النهر :إنهم مخاطبون اعتقادا لا أداء فلا یعذبون فی جهنم إلا علی عدم اعتقادهم الفرضیة، وقال جماعة منهم :إنهم لیسوا بمخاطبین اعتقادا وأداء فلا یعذبون عندهم إلا علی ترکهم الإیمان، والمختار قول العراقیین واختاره صاحب البحر فی شرح المنار (العرف الشذی، ج۲، ص ۱۰۶ و ۱۰۷، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی کراهیة أخذ خیار مال الصدقة)

’’کفار کے فروع کا مخاطَب ہونے میں حنفیہ کے تین اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اداء اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مخاطَب ہیں، اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اعتقاد کے اعتبار سے مخاطَب ہیں، اداء کے اعتبار سے مخاطَب نہیں، اور ایک تیسرا قول یہ ہے کہ کفار، اعتقاد اور اداء دونوں کے اعتبار سے مخاطب نہیں (بلکہ ان کو صرف ایمان نہ ہونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا) منار میں اسی طرح ہے۔

اور یہ تمام بحث آخرت کے عذاب سے متعلق ہے، پس پہلے قول کے حاملین کے نزدیک اعتقاد اور اداء کے ترک کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، اور دوسرے قول کے حاملین کے نزدیک صرف ترکِ ایمان کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، اور تیسرے قول کے حاملین کے نزدیک صرف ترکِ اعتقاد کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

اور ان میں سے کوئی بھی کفار کے اسلام لانے کے بعد نماز اور روزوں کی قضاء کے واجب ہونے کا قائل نہیں ہے۔

اور میرے نزدیک مختار پہلا قول ہے (کہ کفار، اداء و اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مخاطَب و مکلّف ہیں، لہٰذا ان کو دونوں کے ترک کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا) جس کو صاحبِ بحر نے شرح المنار میں اختیار کیا ہے، جو کہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اور یہی قول شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے (کہ کفار، اداء اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مخاطَب ہیں)‘‘ [1]

---

[1] مسألة كون الكفار مخاطبين بالفروع، وفيها ثلاثة أقوال للحنفية :قيل :إنهم مخاطبون أداء واعتقادا، وقيل :لا أداء ولا اعتقادا، وقيل :اعتقادا لا أداء ، كذا في المنار .
وهذا البحث كله في عذاب الآخرة، فيعذب عند الأولين على تركهما، وعند الثاني لا يعذب إلا على ترك الإيمان، وعند الثالث على ترك الاعتقاد فقط، ولم يذهب أحد منهم إلى إيجاب قضاء الصلوات أو الصيام بعد الإسلام، والمختار عندي هو الأول، واختاره صاحب البحر في شرح المنار ولم يطبع، وهكذا عند الشافعية والمالكية والحنابلة (فيض الباري، ج٢، ص ٤٢١، كتاب الجمعة، باب يلبس أحسن ما يجد)

نیز علامہ کشمیری فیض الباری میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت معاذ کی حدیث میں مذکور یہ قول کہ ان کفار کو''لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی دعوت دیجیے، اس حدیث سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی نفی کرنے والوں نے دلیل پکڑی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو شہادت اور ایمان کی ادائیگی کے بعد کفار کو فروع کی دعوت کا حکم فرمایا ہے۔

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ تعلیم کی ترتیب فریقین کے نزدیک اسی طریقہ سے ہے کہ پہلے ایمان کی تعلیم ہوتی ہے، پھر اعمال کی تعلیم ہوتی ہے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ کفار فروع کے مخاطَب ہیں، اعتقاد اور اداء دونوں کے اعتبار سے، اور اس کا ثمرہ آخرت میں ظاہر ہوگا''۔ [1]

معلوم ہوا کہ علامہ کشمیری کے نزدیک کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کا مسئلہ راجح ہے۔

اور صاحبِ بحر کی شرح المنار، علامہ کشمیری کے دور میں اگرچہ طبع نہیں ہوئی تھی، مگر اب طبع ہو چکی ہے، جس کی متعلقہ عبارت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

السعایۃ کا حوالہ

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے شرح الوقایہ کی شرح ''السعایۃ'' میں کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے متعلق فقہاء وعلماء کے مختلف اقوال ذکر کر کے فرمایا کہ:

---

[1] قوله :(ادعهم إلى شهادة أن لا إله إلا الله) واختلف فی أن الكفار مخاطبون بالفروع، أم لا، مع الاتفاق على أن ثمرته لا تظهر إلا فی الآخرة، فلا قضاء عليهم للصلوات والصيام الماضية عند المثبتين أيضا، وتمسک النافون بهذا الحديث، فإن النبی صلى الله عليه وسلم أمر معاذا أن يدعوهم إلى الفروع، بعد أداء الشهادة والإيمان .

وليس بصحيح، فإن ترتيب التعليم عند الفريقين كذلک، فيكون تعليم الإيمان أولا، ثم الأعمال ثانيا .وقد مر أن المختار عندی أنهم مخاطبون بالفروع، اعتقادا وأداء ، وتظهر ثمرته فی الآخرة (فيض الباری، ج٣، ص ٨٨، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة)

''یہ مسئلہ خصوصیت کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے مروی نہیں، بلکہ اس کو مشائخ نے امام محمد کی کتب میں مذکور بعض مسائل سے مستنبط کیا ہے۔

جو حضرات کفار کے مکلّف بالفروع ہونے کے قائل ہیں، انہوں نے ظاہری نصوص سے استدلال کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''**ولله علی الناس حج البیت**'' کہ اس میں لفظِ ''ناس'' عام ہے، اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''**یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم**'' اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ''**یتسائلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین**'' یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کفار کو ان اعمال کے ترک پر عذاب دیا جائے گا۔

اور پہلی اور دوسری آیت میں یہ تاویل کہ ''ناس'' سے مراد ''مسلمین'' ہیں، اور تیسری آیت میں ''مصلین'' سے مراد ''مسلمین'' ہیں، یہ تاویل بہت زیادہ بعید اور کمزور ہے۔

اور جو حضرات کفار کے اعتقاد کے اعتبار سے مکلّف ہونے کے قائل ہیں، انہوں نے اس چیز سے دلیل پکڑی ہے کہ اداء ایمان پر موقوف ہے، کیونکہ ایمان تمام عبادات کے اداء کی شرط ہے، پس کفر کے ساتھ ان کو عبادات کی اداء کا کیسے مخاطَب کیا جائے گا؟ لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کو کفر کے زمانہ میں عبادات کی ادائیگی کا مخاطَب قرار دیا جانا اس طور پر ممکن ہے کہ وہ پہلے ایمان لائیں، پھر عبادات وطاعات ادا کریں، اور ممتنع یہ ہے کہ ان کو کفر کی شرط کے ساتھ ادا کرنے کا مخاطَب قرار دیا جائے (جس کا کوئی قائل نہیں)

اور کفار کے مطلقاً مخاطَب ہونے کی نفی کرنے والوں نے حضرت معاذ کی مشہور

ظاہرِ حدیث سے بھی استدلال کیا ہے“۔ [1]

[1] ولابد علينا ان نبسط الكلام اولا فى ما اشار اليه اجمالا من ان الكفار غير مخاطبين بالشرائع عندنا.

ثم نقرر الكلام مع ايضاح المرام ثم نعقبه بما يليق من النقض والابرام فاعلم انهم اختلفوا فى كون الكفار مخاطبين بالفروع كالصلوة والصيام والطهارة وامثالها.

فذهب بعض المشايخ ماوراء النهران الكفار غير مخاطبين بها لا بالمحرمات ولا بالعبادات الا ما قام عليه دليل شرعى تنصيصاً او استثناء فى عهود الذمة من حرمة الربو او وجوب الحدود والقصاص وغيرها.

وذهب اهل التحقيق من مشائخ ماوراء النهر انهم غير مخاطبين بالطاعات ومخاطبون بالحرمات كالزنا والسرقة وكذا بالمعاملات.

وقالت الشافعية ومن وافقهم انهم مخاطبون بالكل كذا اذكره الاتقانى فى التبيين شرح المنتخب الحسامى.

وذكر ابن الهمام فى تحرير الاصول ان عدم كون الكفار مكلفين بالفروع مذهب مشائخ سمرقندى ومن عداهم متفقون على التكليف بها وانما اختلفوا فى انه فى حق الاعتقاد فقط او الاعتقاد والاداء كليهما فقال البخاريون بالاول فعندهم يعاقب الكفار على ترك الاعتقاد بها وعلى ترك الاعتقاد بالايمان وترك ادائه وقال العراقيون بالثانى كالشافعية فعندهم يعاقبون على ترك الاعتقاد والاداء كليهما كالايمان وهذا الخلاف انما هو فى العبادات واما فى العقوبات والمعاملات فاتفاق بتكليفهم بها لعقد الذمة.

وهذه المسألة ليست بخصوصها مروية عن ابى حنيفة واصحابه وانما استنبطوها من مسائل ذكرها محمد فى كتبه.

اما القائلون بتكليفهم بالفروع فاستدلوا بظواهر النصوص كقوله تعالى ولله على الناس حج البيت فان الناس عام وكقوله تعالى ياايها الناس اعبدوا ربكم الذى خلقكم وكقوله تعالى يتساء لون عن المجرمين ما سلككم فى سقر قالوا الم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين فانه يدل على انهم يعاقبون على ترک هذه الطاعات.

والتاويل فى الاول والثانى بان المراد بالناس المسلمون وفى الثالث بان المراد بالمصلين المسلمون بعيد كل البعد.

واما القائلون بالتكليف بحسب الاعتقاد فاستند وابان الاداء موقوف على الايمان اذ الايمان شرط الاداء كل العبادات فمع وجود الكفر كيف يخاطبون بادائها واجيب عنه بانه يمكن مخاطبتهم باداء ها فى زمان الكفر بان يومنوا او لا ثم يودوا الطاعات والممتنع انما هو مخاطبيتهم بالاداء بشرط الكفر.

والنافون مطلقا بظاهر حديث معاذ انه قال له رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم حين بعثه الى اليمن انک تاتى اقواما من اهل كتاب فادعهم الى شهادة لا اله الا الله وان محمد رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ لکھنوی کا رجحان بھی مشائخِ عراقیین کے قول کی طرف ہے، کیونکہ اس کو انہوں نے ظواہرِ آیات کے مطابق قرار دیا ہے، اور ان آیات میں ایسی تاویل کو کہ جس کی وجہ سے کفار کا مخاطَب بالفروع نہ ہونا ظاہر ہو، بہت زیادہ بعید اور کمزور قرار دیا ہے۔

جہاں تک حدیثِ معاذ سے استدلال کا تعلق ہے، تو اس کا جواب خود مشائخِ حنفیہ بیان فرما چکے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فان هم اطاعوک فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات فی اليوم والليلة فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله فرض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم ترد الی فقرائهم الحديث اخرجه البخاری ومسلم وغيرهما هذا خلاصة ما اورده فی هذه المسألة والتفصيل فی كتب الاصول(السعاية فی كشف ما فی شرح الوقاية،لمحمد عبد الحی اللكنوی،ص ٢٦٠، كتاب الطهارة، باب الغسل)

[1] (ان الله افترض عليهم خمس صلوات فی كل يوم وليلة) استدل به علی ان الكفار غير مخاطبين بالفروع، وفيه انه لا اشعار لان المترتب الاعلام بمعنی التكليف بالاتيان بتلک الاعمال فی الدنيا، وهذا لايخاطب به الكفار اتفاقا، لان القائل بتكليفهم بها فی الدنيا، انما يقول انه بالنسبة للآخرة فقط، حتی يعاقب عليها بخصوصها (بذل المجهود فی حلِ ابی داوٗد للسهارنفوری، ج٨ص ٨٦، كتاب الزكاة، باب فی زكاة السائمة، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت)

(وظاهر) قوله تعالی (وويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكاة) وقوله تعالی (إلا أصحاب اليمين فی جنات يتساء لون عن المجرمين ما سلككم فی سقر قالوا لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين حتی أتانا اليقين) دليل ظاهر (للعراقيين) أما ظاهر الأولی فواضح وأما ظاهر الثانية فكذلک لإفادتها أن مما سلكهم فی سقر ترک الصلاة والإطعام الواجبين عليهم لاستحالة التعذيب شرعا علی ما ليس بواجب عليهم (وخلافه) أی ظاهر كل منهما كأن يكون المراد بالأولی لا يفعلون ما يزكی أنفسهم وهو الإيمان والطاعة والمراد من الثانية لم نک من المؤمنين لأنهم قد يرادون بالمؤمنين كما فی قوله صلی الله عليه وسلم (نهيت عن قتل المصلين) أو لم نک من المعتقدين فرضية الصلاة فيكون العذاب علی ترک الاعتقاد أو أن يكون غير المصلين غير المكذبين المذكورين لاشتمال النار علی المكذبين الكفار وغير المكذبين المسلمين الذين تركوا الصلاة والزكاة وتناول المجرمين الكل فيكون المجموع قول المجموع علی التوزيع لا أن المجموع قول كل من المجرمين (تأويل) لم يعينه دليل (وترتيب الدعوة فی حديث (معاذ لما بعثه النبی صلی الله عليه وسلم وقال له :ادعهم إلی شهادة أن لا إله إلا الله وأنی رسول الله فإن هم أطاعوا لذلک فأعلمهم أن الله قد افترض عليهم خمس صلوات فی كل يوم وليلة فإن هم أطاعوا لذلک فأعلمهم أن الله قد افترض عليهم صدقة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص کا قول

حنفیہ کے مشائخِ عراقیین میں سے ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص رازی کفار کے مطلقاً مخاطَب بالفروع ہونے کے قائلین میں سرِ فہرست شمار ہوتے ہیں ۔

چنانچہ ابوبکر جصاص ''الفصول فی الاصول'' میں فرماتے ہیں کہ:

کفار شرائعِ اسلام اور احکامِ اسلام کے اسی طرح مکلّف ہیں، جس طریقہ سے وہ اسلام کے مکلّف ہیں، یہی قول ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

اور اس قول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے شرعی احکام کے ترک کرنے پر کفار کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**الذين لا يؤتون الزكاة وهم بالآخرة هم كافرون** '' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**قالوا لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين حتى أتانا اليقين** '' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے نماز کو ترک کرنے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے ترک کرنے پر وعید کا ذکر فرمایا ہے، باوجودیکہ وہ اپنے کفر پر بھی عذاب کے مستحق ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفت اور ان کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''**وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى ،يراء ون الناس ولا يذكرون**

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فی أموالهم تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم) أخرجه الستة (لا يوجب توقف التكليف بوجوب أداء الشرائع على الإجابة بالإيمان كما فی جامع الأسرار ألا يرى أنه ذكر افتراض الزكاة بعد الصلاة ولا قائل بأن الزكاة إنما تجب بعد الصلاة فی حق من آمن غاية ما فيه تقديم الأهم فالأهم مع مراعاة التخفيف فی التبليغ (التقرير والتحرير فی علم الأصول،لابن أمير الحاج، ج٢، ص١١٨ ،المقالة الثانية،الفصل الأول ،مسألة حصول الشرط الشرعي ليس شرطا للتكليف)

الله إلا قليلا ''نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ'' **فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيرا وأخذهم الربا وقد نهوا عنه**''

پس اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت (جس طرح نماز میں سستی کرنے اور ریا کاری کرنے پر بیان فرمائی ہے، اسی طرح) فعلِ ربا پر بیان فرمائی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو کفر کی حالت میں (ریا کاری کے ساتھ ساتھ) ربا سے بچنے کا حکم ہے، اور ان کو اس پر عذاب دیا جائے گا، اور عذاب کا استحقاق واجبات کے ترک پر ہی ہوا کرتا ہے۔

نیز ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زنا اور سرقہ کی حد اہلِ ذمہ پر بھی واجب ہے، ان کے فعل کی سزا کے طور پر۔

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مخاطب ہیں، جن کے ترک پر کفر کی سزا کے علاوہ اضافی عذاب دیا جائے گا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ کفار شرعی احکام کے کیسے مخاطب ہو سکتے ہیں، جب کہ اسلام لانے سے پہلے کفر کی حالت میں شرعی احکام کی ادائیگی صحیح نہیں؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اللہ نے ان کے لئے اس کا راستہ بنا دیا ہے، بایں طور کہ وہ اسلام لائیں، اور پھر ان احکام کو اداء کریں، جیسا کہ جنبی کے نماز کا فعل، جنابت کی حالت میں صحیح نہیں ہوتا، لیکن اس سے نماز کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اس لئے کہ نماز کے فعل کو اداء کرنے کا راستہ اس کے لئے یہ ہے کہ وہ نماز سے پہلے طہارت حاصل کر لے، اسی طریقہ سے کافر کے لئے بھی شرعی احکام کو اختیار کرنے کا راستہ مقرر کر دیا گیا ہے، اس طور پر کہ ان احکام سے پہلے ایمان کے فعل کو اختیار کر لے۔

پھر اگر کوئی کہے کہ اگر کفار شرعی احکام کے مخاطب ہیں، تو مسلمان کی طرح ان احکام کے ترک پر ان کو قائم رکھنا جائز نہیں ہونا چاہیے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ وہ سب کے نزدیک ایمان کے مخاطب ہیں، اور وہ ایمان کے ترک پر جزیہ کے عوض میں قائم رکھے گئے ہیں، اسی طریقہ سے شرعی احکام کا معاملہ بھی ہے (الفصول فی الاصول) [1]

اورابوبکر جصاص نے مختصر الطحاوی کی شرح میں فرمایا کہ:

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نماز اور زکاۃ کو ترک کرنے پر مذمت

---

[1] والكفار مكلفون بشرائع الإسلام وأحكامه كما هم مكلفون بالإسلام ، وكذلك كان شيخنا أبو الحسن رحمه الله يقول.

والدليل على صحة ذلك :أن الله تعالى قد ذم الكفار على ترك كثير مما تعلق لزومه بالشرع ، نحو قوله تعالى :(الذين لا يؤتون الزكاة وهم بالآخرة هم كافرون) ونحو حكايته عن أهل النار (قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين حتى أتانا اليقين) فيه إخبار عن عقابهم على ترك الصلاة وترك إطعام المساكين مع ما استحقوا من العقاب على كفرهم ، وقال الله تعالى فى صفة المنافقين وذمهم (وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراء ون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا) وقال تعالى (فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيرا وأخذهم الربا وقد نهوا عنه) فذمهم (الله) على فعل الربا ، فدل على أنهم منهيون عنه فى حال الكفر (مستحقون للعقاب) عليه والعقاب لا يستحق إلا بترك الواجبات .

ويدل عليه (أيضا) : وجوب حد الزنا والسرقة على أهل الذمة عقوبة لهم على فعلهم ، فدل جميع ما وصفنا على أن الكفار مخاطبون (بالشرائع معاقبون على تركها سوى عقوبة الكفر .

فإن قال قائل :كيف يجوز أن يكونوا مخاطبين) بها ولا يصح منهم فعلها قبل الإسلام فى حال الكفر .

قيل له :لأنه قد جعل لهم السبيل إلى فعلها بأن يسلموا ثم يأتوا بها ، كما أن الجنب لا يصح منه فعل الصلاة فى حال الجنابة ولم يسقط عنه فرضها ، إذ كان قد جعل له السبيل إلى فعلها بطهارة يقدمها أمامها ، كذلك الكافر قد جعل له السبيل إلى التمسك بشرائع الإسلام بأن يقدم أمامها فعل الإيمان .

فإن قال :لو كانوا مخاطبين بها لما جاز إقرارهم على تركها كالمسلمين ، قيل له :هم مخاطبون بالإيمان عند الجميع وقد أقروا على تركه بالجزية ، كذلك شرائعه(الفصول فى الأصول،لأحمد بن على أبو بكر الرازى الجصاص الحنفى،٢،ص١٥٨ الیٰ ١٦٠ ،باب القول فى الأمر إذا تناول أحد أشياء على جهة التخيير ،فصل فى حكم تكليف الكفار)

بیان فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ ''**وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاۃ** '' اور ارشاد ہے کہ ''**قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین** '' اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کافر کو نماز کی قضاء کرنا واجب ہے، جب وہ اس کو ترک کردے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ تمام مشرکین کے بارے میں ہے، اور ہمارا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو مشرک مرتد نہ ہو، تو اس پر اسلام لانے کے بعد قضاء واجب نہیں، پس اسی طریقہ سے مرتد کا حکم بھی ہے۔

نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کفار، نماز اور زکاۃ کے ترک کرنے پر، عذاب کے مستحق ہوں گے، جیسا کہ وہ ایمان کے ترک کرنے پر عذاب کے مستحق ہوں گے، اور ترک کرنے کے عذاب کے مستحق ہونے میں لزومِ قضاء پر دلالت نہیں پائی جاتی (شرح مختصر طحاوی)[1]

اسی طرح ابوبکر جصاص نے احکامُ القرآن میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

قلنا :إن الکفار مستحقون للعقاب علی ترک الشرائع کما یستحقون علی ترک الإیمان (أحکام القرآن، ج۲، ص ۳۷۴،سورۃ النساء ، مطلب :کل ما أباحہ اللہ تعالی للمؤمنین فھو مباح لغیرھم من سائر المکلفین إلا أن یخص بعضھم دلیل)

---

[1] فإن قیل :ذم اللہ المشرکین بترک الصلاۃ والزکاۃ بقولہ :(وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاۃ)، وقال :(قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین)، وھذا یدل علی وجوب قضائھا إذا ترکھا.

قیل لہ :ھذا فی جمیع المشرکین، وقد اتفقنا علی أن المشرک غیر المرتد لا قضاء علیہ إذا أسلم، فالمرتد مثلہ.

وأیضا :فإنا نقول :إنھم یستحقون العقاب بترک الصلاۃ والزکاۃ، مع ما یستحقونہ منہ بترک الإیمان، ولا دلالۃ فی استحقاق العقاب بالترک، علی لزوم القضاء (شرح مختصر الطحاوی، ج ۱ ،ص ۷۳۹، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ کفار، شرائع کے ترک پر عقاب کے مستحق ہیں، جیسا کہ وہ ترکِ ایمان پر عقاب کے مستحق ہیں (احکام القرآن)

مشائخِ حنفیہ میں ابوالحسن کرخی اور ابوبکر جصاص کا مقام واضح ہے، اگر امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے اس کے خلاف تصریح منقول ہوتی، تو یہ حضرات اس کے برعکس وضاحت کیے بغیر کیسے موقف اختیار کرتے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ

اس کے علاوہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی ''منحةُ الخالق ''میں مشائخِ عراقیین کے قول کو ظاہرِ نصوص کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح اور معتمد قرار دیا ہے۔ [1]

نیز ردالمحتار کے متعدد مقامات میں علامہ ابنِ عابدین شامی نے عراقیین کے مذہب کو معتمد قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] (قوله لأن الكفار مخاطبون) قال فی متن المنار والكفار مخاطبون بالأمر بالإيمان بالمشروع من العقوبات وبالمعاملات وبالشرائع فی حق المؤاخذة فی الآخرة بلا خلاف أی المشروعات كالصلاة والصوم، وأما فی وجوب الأداء فی أحكام الدنيا فكذلک عند البعض والصحيح أنهم لا يخاطبون بأداء ما يحتمل السقوط من العبادات .اهـ

قال المؤلف فی شرحه كالصلاة والصوم فلا يعاقبون على تركها، ثم قال والراجح عليه الأكثر من العلماء على التكليف لموافقته لظاهر النصوص فليكن هو المعتمد .اهـ .(منحة الخالق على البحرالرائق، ج٦ص١٨٨، كتاب البيوع، باب مسائل متفرقة فی البيع)

[2] الذی تحرر فی المنار وشرحه لصاحب البحر أنهم مخاطبون بالإيمان، وبالعقوبات سوى حد الشرب، والمعاملات وأما العبادات فقال السمرقنديون :إنهم غير مخاطبين بها أداء واعتقادا قال البخاريون :إنهم غير مخاطبين بها أداء فقط وقال العراقيون إنهم مخاطبون بهما فيعاقبون عليهما وهو المعتمد .اهـ .ح(رد المحتار على الدر المختار، ج٤،ص١٢٨، كتاب الجهاد، مطلب فی أن الكفار مخاطبون)

الصحيح من مذهب أصحابنا أن الكفار مخاطبون بشرائع، وهی محرمات، فكانت ثابتة فی حقهم أيضا(رد المحتار على الدر المختار، ج٥،ص٢٢٨، كتاب البيوع، باب المتفرقات من أبوابها، مطلب فی التداوی بالمحرم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی کا حوالہ

علاوہ ازیں حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں بھی زیادہ صحیح اس کو قرار دیا گیا ہے کہ کفار فروعِ شریعت کے مخاطب ہیں، لہٰذا ان کو فروعِ شریعت کے ترک پر کفر سے زائد عذاب دیا جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قولہ وقد حققناہ إلخ) حاصل ما ذکرہ هناک :أن فی تکلیفه بالعبادات ثلاثة مذاهب مذهب السمرقنديين ن غير مخاطب بها أداء واعتقادا والبخاريين مخاطب اعتقادا فقط والعراقيين مخاطب بهما فيعاقب عليهما قال :وهو المعتمد كما حرره ابن نجيم لأن ظاهر النصوص يشهد لهم وخلافه تأويل ولم ينقل عن أبى حنيفة وأصحابه شىء ليرجع إليه اهـ (ردالمحتار، ج۲ص۵۴۸، کتاب الحج)

وما قلناه أولى .اهـ .وجه الأولوية أن الكافر على الصحيح مكلف بالفروع والأصول كما حقق فى الأصول فلا يخرج بالتكليف(رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص۷۰۴، کتاب الأیمان)

وقال ط :وفيه أنه لا يظهر إلا على قول من قال إن الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة والأصح خطابهم(رد المحتار على الدر المختار، ج۶،ص۳۹۱، کتاب الحظر والإباحة،باب الاستبراء وغيره)

وهو مكلف بحقوق العباد والعقوبات اتفاقا، وبالعبادات أداء واعتقادا، وهو المعتمد عندنا، فيعاقب على ترك الأمرين، وتمامه فى ح(رد المحتار على الدر المختار، ج۱،ص۵۲۹، کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة)

[1] "والإسلام "إذ لا يخاطب كافر بفروع الشريعة (مراقی الفلاح، ص۲۹، کتاب الطهارة، فصل فی احکام الوضوء)

قوله" :إذ لا يخاطب كافر بفروع الشريعة "هذا أحد أقوال ثلاثة وصحح الثانى إنهم مخاطبون بها أداء واعتقادا ونقلت أصحيته الثالث إنهم مخاطبون بها إعتقادا لا أداء وأعد لها أوسطها وحينئذ لا خلاف بين الماتريدى والأشعرى والثمرة تظهر فى زيادة العقوبة للكافر على تركها أداء واعتقادا أو اعتقادا فقط أو عدم العقوبة أصل(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص۶۱، کتاب الطهارة، فصل فی احکام الوضوء)

"يشترط لفرضيتها "أى لتكليف الشخص بها "ثلاثة أشياء الإسلام "لأنه شرط للخطاب بفروع الشريعة(مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح،ص۷۱، کتاب الصلاة)

قوله" :لأنه شرط للخطاب "تقدم أنه أحد أقوال والأصح التكليف وفائدته التعذيب على تركها فى الآخرة زيادة على عذاب الكفر(حاشية الطحطاوى على المراقى، ص۱۷۳، کتاب الصلاة)

هذا أحد أقوال ثلاثة والأصح أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة لقوله تعالى :(لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّينَ) الآية فيعذبون على تركها عذابا زائدا على عذاب الكفر(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،ص۶۳۴، کتاب الصوم)

فتح الملہم کا حوالہ

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے فتح الملہم میں ردالمحتار کی کتاب الجہاد کی عبارت نقل کر کے اپنا رجحان مشائخِ عراقیین کے قول کی طرف ظاہر فرمایا ہے۔ [1]

بدائع الصنائع کا حوالہ

بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی نے فرمایا کہ:

''کفار شریعت کے محرمات کے مخاطب ہیں، ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے، لہٰذا شراب کی حرمت کفار کے حق میں بھی ثابت ہوگی، لیکن ان کو شراب کی بیع سے اس لیے منع نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس کی حرمت کا عقیدہ نہیں رکھتے، اور اس کو مال تصور کرتے ہیں''۔ [2]

---

[1] و قال العلامة ابن عابدين فى ردالمحتار فى بحث الجزية من كتاب الجهاد ناقلا عن شرح المنار لصاحب البحر ان الكفار مخاطبون بالإيمان، وبالعقوبات سوى حد الشرب، والمعاملات وأما العبادات فقال السمرقنديون :إنهم غير مخاطبين بها أداء واعتقادا قال البخاريون :إنهم غير مخاطبين بها أداء فقط وقال العراقيون إنهم مخاطبون بهما فيعاقبون عليهما وهو المعتمد .اهـ.
ويؤيد هذا الأخير قوله تعالى :(وويلٌ المشركين الذى لا يؤتون الزكاة) و (قالوا لم نكن من المصلين) الآيتين، فتحصل من هذا كله أن الكفار يعاقبون على ترك اعتقاد الصلاة مثلاً وترك أداء ها كليهما عند من قال بتعلق الخطاب بهم فى الدنيا اعتقاداً وأداءً، وإن لم يجب عليهم قضاء الصلوات بعد الإسلام عند أحد ويعاقبون على ترك الاعتقاد فقط عند من قال بتعلق الخطاب اعتقاداً لا أداءً، ولا يعاقبون على ترك واحد منهما عند الشرذمة القائلة بعدم تعلق الخطاب بهم أصلاً إلا بسبب ترك الإيمان بالتوحيد والرسالة، فالنزاع تحققه بحسب تعلق الخطاب فى الدنيا وتبينه وظهور آثاره فى الآخرة (فتح الملهم، ۱، ص ۵۴۱، كتاب الايمان، باب الدعاء الى الشهادتين و شرائع الايمان)

[2] الكفار مخاطبون بشرائع هى حرمات هو الصحيح من مذهب أصحابنا فكانت الحرمة ثابتة فى حقهم لكنهم لا يمنعون عن بيعها؛ لأنهم لا يعتقدون حرمتها، ويتمولونها.
ونحن أمرنا بتركهم، وما يدينون (بدائع الصنائع، ج۵ص۱۴۳، كتاب البيوع، فصل فى الشرط الذى يرجع إلى المعقود عليه)

مجمع الانہر کا حوالہ

مجمع الانہر میں بھی کفار کے شریعت کے محرمات کے مخاطَب ہونے کو فقہائے احناف کا صحیح مذہب قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اگر چہ صاحبِ بدائع وغیرہ بعض مشائخِ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ کفار نواہی کے مخاطَب ہیں، مگر اوامر کے مخاطَب نہیں، لیکن چونکہ محرمات بھی فروعِ شریعت میں داخل ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ یہ نواہی میں سے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں اوامر ہیں، اور جس طرح کفار کا نصوص سے نواہی کا مکلّف ومخاطَب ہونا ثابت ہے، اسی طرح اوامر کا بھی مکلّف ومخاطَب ہونا ثابت ہے، پس فروعِ شریعت ہونے کی حیثیت سے دونوں کا حکم یکساں ہونا چاہیے، کیونکہ اوامر کا ترک کرنا بھی منہی عنہ کہلاتا ہے، اور اگر فروع کو ایمان کا تابع قرار دے کر کفار کے مخاطَب ہونے کا انکار کیا جائے، تو یہ انکار نواہی کو بھی شامل ہوتا ہے۔

اس لیے اس قول کی رُو سے بھی کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] الكفار مخاطبون بالشرائع فى الحرمات، وهو الصحيح من مذهب أصحابنا، فكانت الحرمة ثابتة فى حقهم لكنهم لا يمنعون عن بيعهما لأنهم لا يعتقدون حرمتهما ويتمولون بهما وقد أمرنا بتركهم وما يدينون(مجمع الانهر، ج٢ص١٠٨، كتاب البيوع، مسائل شتى فى البيوع)

[2] والمراد بالحرمات ترك الامتثال بالأوامر والانتهاء عن النواهي، فإن الكفار مخاطبون بالعبادات من حيث الترك تضعيفا للعذاب عليهم (العناية شرح الهداية، ج٥ص٢٧٠، كتاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد والذى لا يوجبه)

قوله " :الدليل الثانى :قوله تعالى :(ما سلككم فى سقر ...الآية)

قلنا :هذه الآية فيها الأوامر والنواهى معاً، فالصلاة والإطعام مأموران، والخوض مع الخائضين منهى عنه، فأمكن أن يقال فى هذه الآية :وإذا ثبت ذلك فى هذه الصور ثبت فى الجميع؛ لأنه لا قائل بالفرق بخلاف غيرها من الآيات.................

قوله " :الثالث :قوله تعالى :(والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ...الآية)

قلنا :هذه الآية كلها نواه، فلا يمكن أن يقال فيها :وإذا ثبت خطابهم بهذه الفروع المخصوصة خوطبوا بجميع الفروع؛ لأنه لا قائل بالفرق؛ لأن من الناس من قال :مخاطبون بالفروع فى النواهى فقط.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ اکثر فقہائے کرام کا قول یہی ہے کہ کفار مطلقاً فروع کے مخاطَب ہیں، اسی قول کی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والضابط :أنه متى كان فى الآية أمر أمكن أن يقال فيه :لا قائل بالفرق؛ لأنه مهما ثبت الأمر ثبت النهى إجماعا، ومتى كانت الآية مشتملة على نواه فقط لا يمكن أن يقال فيها :لا قائل بالفرق؛ لأن القائل بالاقتصار على النواهى موجود، ومتى كانت الآية مشتملة على القسمين أمكن أن يقال :لا قائل بالفرق لتناولها بعض الواجبات دون المحرمات، فتأمل ذلك، ولا بد فى كل دليل من هذه الأدلة من قولنا :ولا قائل بالفرق؛ لأن الدعوى عامة والآية التى ذكرها خاصة، فلا تسمع ما لم يضم إليها هذه المقدمة، وهو لم يذكرها أصلا، فعلى هذا تكون أدلته غير مسموعة، كمن قال :اللحم كله حرام؛ لأن الخنزير حرام، والمشروب كله حرام؛ لأن الخمر حرام، وكل عدد زوج؛ لأن العشرة زوج، فكل أدلته من هذا القبيل، فلا تسمع إلا بالمقدمة المذكورة، فليكن هذا التقرير عندك ثابتا فى الجميع(نفائس الأصول فى شرح المحصول،لاحمد بن إدريس القرافى، ج۴، ص۱۵۸۳،القسم الثانى فى المسائل المعنوية)

الدليل الثانى: ان خطاب التكليف ينقسم الى امر ونهى ، فالنهى امر بالترک كما ان الامر امر بالفعل ، ثم ان الكفار يدخلون فى خطاب النهى، لان الذمى يحد بالزنى والسرقة فوجب دخولهم فى الامر، لان من دخل فى احد الخطابين دخل فى الآخر.

اعترض على ذلک اعتراضين:

الاعتراض الاول ان بين النهى والامر فرقا وهو: ان المعنىٰ فى النهى ان الكافر يصح منه موجبه وهو الترک فجاز ان يكون داخلا فيه.

بخلاف الامر فانه لايصح منه موجبه وهو الفعل فلم يكن داخلا فيه.

اجيب عن ذلک بجوابين:

الاول: ان ذلک يبطل بالمسلم المحدث فانه كما قلنا سابقا، لايصح منه فعل الصلاة وهو فى حالته تلک والامر بالفعل متوجه عليه مع قيام الحدث .

الجواب الثانى: ان الكافر وان كان لايصح منه الفعل الا انه قادر على تحصيل الشرط الذى يصح الفعل به، فجاز ان يكون داخلا فيه بالفعل.

الاعتراض الثانى:لوكان الكافر داخلا فى الخطاب الموجه الى المسلمين فلم يحد بشرب الخمر كما يحد المسلمون؟

اجيب عن ذلک: بان سقوط العقاب فى مثل ذلک لايدل على ان الكافر غير داخل فى الخطاب، يدل على ذلک الذمى فانه يسقط عنه العقاب بالقتل على ترک الايمان ونقره على اعتقاده ببذل الجزية فهو قد اعطى الامان على ذلک، ولا يدل ذلک على انه غير مخاطب بالايمان ، وكذلک شرب الخمر فى حق الذمى فانه لايوجب الحد عليه ولا يدل ذلک على انه غير منهى عنه (الالمام فى مسألة تكليف الكفار بفروع الاسلام "دراسة نظرية تطبيقية" للدكتور: عبدالكريم بن على بن محمد النملة "الاستاذ المسارک بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، كلية الشريعة بالرياض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ، ص۱۳۵، ۱۳۶، العدد الثامن:رجب ۱۴۱۳هـ)

ظاہری نصوص سے تائید ہوتی ہے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی نفی پر استدلال کمزور ہے، جس کی تردید خود حنفیہ اور دیگر حضرات نے فرمادی ہے۔ [1]

---

[1] وفی هذا الحديث دليل على أحكام:
منها :أن الكفار غير مخاطبين بفروع الشرع؛ حيث دعوا أولًا إلى الإيمان فقط، ودعوا إلى الفروع بعد إجابتهم إلى الإيمان، وضُعِّف هذا بأن الترتيب فى الدعاء لا يلزم منه ولا بد الترتيب فى الوجوب؛ بدليل أن الصلاة والزكاة لا ترتيب بينهما فى الوجوب، وقد قدمت فى الذكر، وأخرت الزكاة، مع تساويهما فى الخطاب؛ للوجوب فى الدنيا، ولا تتعلق المطالبة به فى الدنيا إلا بعد الإسلام، وليس المراد ألا يزاد عذابهم بسببها فى الآخرة، كيف وهو -صلى الله عليه وسلم -رتب ذلک فى الدعاء إلى الإسلام، وبدأ بالأهم فالأهم؟.
وقد اختلف العلماء فى أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة المأمور بها والمنهى عنها على ثلاثة أقوال:
الصحيح المختار :أنهم مخاطبون بها جميعها.
والثانى :أنهم غير مخاطبين بها جميعها.
والثالث :أنهم مخاطبون بالمنهى دون المأمور(العدة فى شرح العمدة فى أحاديث الأحكام،لعلى بن إبراهيم بن داود العطار،ج٢،ص٨٠٠،كتاب الزكاة، الحديث الاول)
وقد احتج بهذا الحديث من قال :إن الكفار ليسوا مخاطبين بفروع الشريعة ؛ وهو أحد القولين لأصحابنا وغيرهم ؛ من حيث إنه ــ صلى الله عليه وسلم ـ إنما خاطبهم بالتوحيد أولا ، فلما التزموا ذلک ، خاطبهم بالفروع التى هى الصلاة والزكاة ، وهذا لا حجة فيه ؛ لوجهين :
أحدهما :أنه لم ينص النبى ــ صلى الله عليه وسلم ـ على أنه إنما قدم الخطاب بالتوحيد لما ذكروه ، بل يحتمل ذلک ، ويحتمل أن يقال :إنه إنما قدمه لكون الإيمان شرطا مصححا للأعمال الفروعية ، لا للخطاب بالفروع ؛ إذ لا يصح فعلها شرعا إلا بتقدم وجوده ، ويصح الخطاب بالإيمان وبالفروع معا فى وقت واحد وإن كانت فى الوجود متعاقبة ؛ كما بيناه فى "الأصول ؛ وهذا الاحتمال :أظهر مما تمسكوا به ، ولو لم يكن أظهر ، فهو مساو له ؛ فيكون ذلک الخطاب مجملا بالنسبة إلى هذا الحكم.
وثانيهما :أن النبى ـ صلى الله عليه وسلم ـ إنما رتب هذه القواعد ؛ ليبين الأوكد فالأوكد ، والأهم فالأهم ؛ كما بيناه فى حديث ابن عمر ـ رضى الله عنهما ـ الذى قبل هذا ، والله تعالى أعلم(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،لأحمَدُ بنُ الشيخِ القرطبى، ج١،ص٩٨،كتاب الإيمان،باب أول ما يجب على المكلفين)
(فإن هم أطاعوا) أى انقادوا (لذلک) أى للإتيان بالشهادتين .ولابن خزيمة :فإن هم أجابوا لذلک .واستدل به على أن الكفار غير مخاطبين بالفروع .حيث أمر بالدعاء أولاً إلى الإيمان فقط،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ کافر کے عبادت کا مکلّف ہونے کے سلسلہ میں مشائخِ حنفیہ کی طرف تین مشہور اقوال منسوب ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجعل الدعاء إلى الفروع بعد إجابتهم إلى الإيمان .وتعقب بأن الترتيب فى الدعاء لا يلزم منه الترتيب فى الوجوب .ألا ترى أن الصلاة والزكاة لا ترتيب بينهما فى الوجوب وقد قدمت الصلاة على الزكاة فى هذا الحديث، وأخر الإخبار بوجوب الزكاة عن الطاعة بالصلاة مع أنهما مستويتان فى الخطاب للوجوب .وقال السندى :قوله :فادعهم إلى شهادة الخ .أى فأدعهم بالتدريج إلى ديننا شيئاً فشيئاً ولا تدعهم إلى كله دفعة لئلا يمنعهم من دخولهم فيه ما يجدون فيه من كثرة مخالفة لدينهم فإن مثله قد يمنع من الدخول ويورث التنفر لمن أخذ قبل على دين آخر بخلاف من لم يأخذ على آخر، فلا دلالة فى الحديث على أن الكافر غير مكلف بالفروع، كيف !ولو كان ذاک مطلوبا للزم أن التكليف بالزكاة بعد الصلاة، وهذا باطل بالإتفاق -انتهى(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،للمباركفورى، ج٦، ص٥، كتاب الزكاة)

واستدل بعض أهل العلم بهذا الحديث على أن الكفار ليسوا مخاطبين بفروع الشريعة؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر معاذاً بأن يدعوهم أولاً إلى الإسلام ثم إلى الصلاة، ثم إلى الزكاة، فلو كانوا مخاطبين بفروع الشريعة لأمره الرسول صلى الله عليه وسلم أن يأمرهم بهذا وبهذا وبهذا، هذا وجه الاستدلال لمن قال بهذا القول.

ولكن القول الآخر أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة، وهو القول القوى، وقد جاء فى ذلک نصوص تدل على ذلک كما قال الله عز وجل عن أهل سقر (مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ *قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ)ومن المعلوم أن الصلاة من الفروع العملية، وكذلک قال الله عز وجل :(وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ *الَّذِينَ لا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ)فأخبر أن المشركين لا يؤتون الزكاة، فهم مخاطبون بها، لكن الخطاب إنما هو بالإتيان بالأصول أولاً وبالفروع ثانياً، لا أن يطلب منهم الفروع وإن لم يأتوا بالأصول؛ لأن الفروع إذا أتى بها دون الشهادة لله بالوحدانية ولنبيه محمد صلى الله عليه وسلم بالرسالة؛ فإنه لا عبرة بها، وتكون مردودة على صاحبها؛ لقول الله عز وجل :(وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا)

إذاً :هم مخاطبون بالأصول وبالفروع، ويؤاخذون على ترک الأصول وترک الفروع، فالقول بأنهم مخاطبون بفروع الشريعة كما أنهم مخاطبون بأصولها هو القول القوى الذى تدل عليه الأدلة، وفائدته أنهم يؤاخذون على هذا وعلى هذا، ومعلوم أن الكفار يتفاوتون، فبعضهم أخبث من بعض، وبعضهم أشد عذاباً من بعض، ولهذا فالكفر دركات كما أن الإيمان درجات، والكفار فى النار على دركات كما أن أهل الجنة فى الجنة على درجات، هؤلاء بعضهم فوق بعض، وهؤلاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پہلا یہ کہ کافر عبادت کا ادا اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلّف نہیں (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا، بلکہ صرف ایمان کے ترک کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ قول علمائے سمرقند کی طرف منسوب ہے۔

دوسرا یہ کہ کافر عبادت کا فقط اعتقاد کے اعتبار سے مکلّف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے صرف ترکِ اعتقاد کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ قول علمائے بخاریٰ کی طرف منسوب ہے۔

تیسرا یہ کہ کافر عبادت کا اداء اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلّف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک دونوں کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ قول علمائے عراق کی طرف منسوب ہے، اور یہی قول جمہور فقہائے کرام کا بھی ہے، جس کو متعدد حنفیہ نے معتمَد وراجح قرار دیا ہے، اور ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

لیکن یہ سب بحث آخرت کے عذاب کے اعتبار سے ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد جب تک اُس میں اس عبادت کے فرض ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، اُس وقت تک اُس پر اس عبادت کا ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔

پس کفار کو آخرت میں فروع کی ادائیگی کے ترک پر بھی عذاب دیا جائے گا، جس طریقہ سے ایمان اور اعتقاد کے ترک پر عذاب دیا جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعضهم أسفل من بعض، والكفار فی جهنم وإن كانوا كلهم فی عذاب دائم مستمر، إلا أنهم متفاوتون فی ذلک العذاب، ومعلوم أن الكافر الذی يصد عن سبيل الله ويكون شديد النكاية بالمسلمين أعظم من الكافر الذی كفره على نفسه، ولا يكون شديد النكاية وشديد الإيذاء للمسلمين.

إذاً :الحديث لا يدل على أن الكفار غير مخاطبين، وإنما فيه دليل على التدرج من الأهم إلى المهم فی الدعوة، فيبدأ لهم بالأساس الذی إذا أتوا به انتقلوا إلى غيره، ولكن لا يعنی ذلک أنهم غير مخاطبين بفروع الشريعة، بل هم مخاطبون للأدلة التی دلت على ذلک، ومنها الآيتان اللتان أشرت إليهما(شرح سنن أبی داود،لعبد المحسن بن حمد العباد البدر، ج۸ص ۴۴۲،شرح حديث بعث معاذ إلى اليمن)

اس تفصیل کے پیشِ نظر جو مومن مثلاً نماز کو فرض سمجھتے ہوئے ترک کرتا ہے، اس کی سزا کافر سے ہلکی ہوگی، کیونکہ کافر کو نماز کے ترک کے ساتھ ساتھ اس کے فرض ہونے کے عقیدہ کے ترک پر بھی عذاب دیا جائے گا۔

اسی وجہ سے جو وعیدیں کفار کے کفر کے ساتھ فروعِ اسلام کی خلاف ورزی پر وارد ہوئی ہیں، ان کو مومن پر منطبق کرنا بے موقعہ انطباق ہوگا، تا آنکہ اس کی مستقل دلیل نہ ہو۔ [1]

اور کفار سے دنیا میں خطاب اس لیے ساقط ہے کہ شرطِ ادا جو کہ ایمان ہے، وہ مفقود ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] السؤال: (قوله :فرقنا بين كل رجل من المجوس وحريمه فى كتاب الله) هل هذا يفيد أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة؟

الجواب: نعم هم مخاطبون بفروع الشريعة -على القول الصحيح -كما أنهم مخاطبون بأصولها، لكن لا يثابون على الإتيان بالفروع إلا إذا أتوا بالأصول؛ لأنهم لو أتوا بالفروع ولم يأتوا بالأصول فإن أعمالهم مردودة ولا يثابون عليها كما قال الله عز وجل :(وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا)وفائدة خطابهم بالفروع تبعاً للأصول أن فى ذلك زيادة عذاب لهم إذا تركوا الأصول والفروع، ولهذا فإن الكافر الذى هو شديد الإيذاء للناس أعظم من الكافر الذى لا يؤذى الناس، والكفر دركات كما أن الإيمان درجات، والكفار فى النار فى دركات كما أن أهل الجنة فى درجات؛ ولهذا الله عز وجل يقول :(الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ)فالذى يكفر ويصد عن سبيل الله أسوأ وأشد عذاباً من الذى يكفر ولا يصد عن سبيل الله، والفرق بينهم فى الدركات فى النار، فهؤلاء يعذبون أشد مما يعذب به أولئک، وإن كان خفيف العذاب منهم يتصور أنه لا أحد أشد منه عذاباً والعياذ بالله كما قال النبى عليه الصلاة والسلام فى حق أبى طالب :(هو فى ضحضاح من نار عليه نعلان من نار يغلى منهما دماغه)، فنعلاه فى رجليه وهى فى أسفل شىء منه، وحرهما يغلى منه دماغه الذى هو أعلى شىء فيه والعياذ بالله (شرح سنن ابى داود للعباد، ج١٦ ص٢٨٧، الكفار مخاطبون بأحكام الشريعة)

[2] ولم نک نطعم المسكين ما يجب اعطائهم فيه دليل على ان الكفار مخاطبون بفروع الأعمال لاجل المؤاخذة فى الاخرة وانما سقط عنهم الخطاب فى الدنيا لفقد شرط ادائه وهو الايمان ولا وجه بسقوط التكليف فان الكفر موجب للتشديد دون التخفيف لكن حقوق الله تعالى من العبادات والعقوبات تسقط بالإسلام فلا يوخذ من اسلم على ما فات عنه فى حالة الكفر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإسلام يهدم ما كان قبله(التفسير المظهرى،ج١٠،ص١٣٢،سورة المدثر)

کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کے مستدلات

کفار کے مطلقاً مخاطب بالفروع ہونے یعنی اوامر کے بجالانے اور نواہی سے اجتناب کے مکلّف ہونے کے مسئلہ میں جمہور فقہائے کرام اور ان کے ہم موقف متعدد حنفیہ کے قول کی تائید قرآن وسنت کی بے شمار نصوص کے ظاہر سے ہوتی ہے، جن میں سے بعض استدلالات دوسرے کے مقابلہ میں قوی یا زیادہ واضح ہیں، ان کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا مستدل......یَاأَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمْ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَاأَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمْ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۱)

ترجمہ: اے لوگو! عبادت کرو تم اپنے رب کی (سورہ بقرہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں ایک قول کے مطابق لوگوں سے مراد کفار ہیں، کیونکہ اس سے اگلی آیت میں ان لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اگر تم قرآن مجید کے بارے میں شک رکھتے ہو، اور یہ صفت کفار کی ہے۔ [1]

اور دوسرے قول کے مطابق یہ حکم کفار اور مومنین دونوں کو شامل ہے۔

اور دونوں قولوں میں سے ہر قول کے مطابق کفار کو سقوط کا احتمال رکھنے اور نہ رکھنے والی عبادات کا امتیاز کیے بغیر مطلق عبادت کا حکم دیئے جانے سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ

---

[1] یَاأَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ وَالَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ. الَّذِی جَعَلَ لَکُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَکُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ . وَإِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَکُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ کُنْتُمْ صَادِقِینَ . فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِی وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْکَافِرِینَ (سورة البقرة، رقم الآیات ۲۱ الی ۲۴)

کفار فروع کی ادائیگی کے مکلّف ہیں۔ [1]

دوسرا مستدل......وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (سورة البقرة، رقم الآية ۴۳)

ترجمہ: اور قائم کرو نماز کو، اور اداء کرو زکاۃ کو، اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ (سورہ بقرہ)

فائدہ: مذکورہ آیت کا تعلق بنی اسرائیل یعنی یہود اہلِ کتاب سے ہے، جن کو مذکورہ آیات سے پہلے ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، اور مذکورہ آیت میں نماز کو قائم کرنے اور زکاۃ کو اداء کرنے اور مومنین کی طرح نماز اداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] واختلف من المراد بالناس هنا على قولين :أحدهما :الكفار الذين لم يعبدوه، يدل عليه قوله "وإن كنتم فى ريب "الثانى أنه عام فى جميع الناس، فيكون خطابه للمؤمنين باستدامة العبادة، وللكافرين بابتدائها .وهذا حسن .قوله تعالى ":اعبدوا "أمر بالعبادة له .والعبادة هنا عبارة عن توحيده والتزام شرائع دينه (تفسير القرطبى، ج ا، ص ۲۲۵، سورة البقرة)

وعلى كل حال ما روى عن ابن مسعود وعلقمة من أن كل شىء -نزل فيه يا أيها الناس مكى و يا أيها الذين آمنوا مدنى إن صح ولم يؤول -لا يوجب تخصيص هذا العام بوجه بالكفار بل هم أيضا داخلون فيه ومأمورون بأداء العبادة كالاعتقاد، والأمر بالشىء أمر بما لا يتم إلا به وكون الإيمان أصل العبادات، ولو وجب بوجوبها انقلب الأصل تبعا مردود بأن الأصالة بحسب الصحة لا تنافى التبعية فى الوجوب على أنه واجب استقلالا أيضا، والعجب كيف خفى على مشايخ سمرقند؟! وهذا ما ذهب إليه العراقيون والشافعية، ويؤيده ظواهر الآيات كقوله تعالى :وويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكاة وقوله سبحانه :ما سلككم فى سقر قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين وذهب البخاريون إلى أنهم مكلفون فى حق الاعتقاد فقط، وأبو حنيفة رضى الله تعالى عنه لم ينص ظاهرا على شىء في المسألة(روح المعانى،للألوسى، ج ا،ص ۱۸۶،،سورة البقرة)

[2] وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ . وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ . وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ . أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورة البقرة، رقم الآيات ۴۱ الى ۴۴)

اور نماز اور زکاۃ اسلام کے فروع بلکہ ان عبادات میں سے ہیں کہ جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ کفار نماز اور زکاۃ وغیرہ جیسے اسلام کے فروع کی ادائیگی کے مخاطب و مکلّف ہیں۔ [1]

تیسرا تا پانچواں مستدل......بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (سورة البقرة، ٦١)

ترجمہ: اور ڈال دی گئی ان پر ذلت اور پستی، اور مستحق ہوئے وہ غضب کے اللہ کی

---

[1] وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة اى صلوة المسلمين وزكاتهم -فيه دليل على ان الكفار مخاطبون بالفروع(التفسير المظهرى، ج ا ،ص ٦٣،سورة البقرة ١٤٣)

وهو خطاب لليهود، فدل ذلك على أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة(البحر المحيط فى التفسير،لمحمد بن يوسف الأندلسى، ج ا ،ص ٢٩٢ ،سورة البقرة)

فصل فى أن الكفار مخاطبون بفروع الشرع

قوله تعالى :(وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة) خطاب مع اليهود، وذلك يدل على أن الكفار مخاطبون بفروع الإسلام .فإن قيل :قوله :(وأقيموا الصلاة) أمر بالصلاة، وقوله :(واركعوا مع الراكعين) أمر بالصلاة أيضا، فيكون تكرارا.

فالجواب :أن قوله :(واركعوا مع الراكعين) أى :صلوا مع المصلين، ففى الأول أمر بإقامة الصلاة، وفى الثانى أمر بفعلها فى الجماعة فلا تكرار

وقيل :إن اليهود لا ركوع فى صلواتهم، فخص الركوع بالذكر تحريضا لهم على الإتيان بصلاة المسلمين.

وقيل :الركوع :الخضوع، فيكون نهيا عن الاستكبار المذموم (تفسير اللباب، لابن عادل، ج٢ ص ٢٦ ،سورة البقرة)

وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة يعنى صلاة المسلمين وزكاتهم فإن غيرهما كلا صلاة ولا زكاة . أمرهم بفروع الإسلام بعد ما أمرهم بأصوله، وفيه دليل على أن الكفار مخاطبون بها(تفسير البيضاوى، ج ا ،ص٧٧،سورة البقرة)

طرف سے، یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ انکار کرتے تھے اللہ کی آیات کا اور قتل کرتے تھے نبیوں کو ناحق، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور زیادتی کرتے تھے (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ. ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ. ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ(سورة ال عمران، رقم الآية ۱۱۲)

ترجمہ: ڈال دی گئی ان پر ذلت جہاں بھی وہ پائے جائیں، مگر اللہ کی طرف سے پناہ حاصل کرنے کے ساتھ، اور لوگوں کی طرف سے پناہ حاصل کرنے کے ساتھ، اور مستحق ہوئے وہ غضب کے اللہ کی طرف سے، اور ڈال دی گئی ان پر پستی، یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ کفر کرتے تھے، اللہ کی آیات کا اور قتل کرتے تھے انبیاء کو ناحق، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور زیادتی کرتے تھے (سورہ آل عمران)

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ. كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ. لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ(سورة المائدة، رقم الآيات ۷۸ و ۷۹)

ترجمہ: لعنت کی گئی ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے، داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور زیادتی کرتے تھے۔ وہ نہیں رکتے تھے منکر سے، جو وہ کرتے تھے، بہت ہی برا

تھا وہ طرزِ عمل جو وہ کرتے تھے (سورہ مائدہ)

فائدہ: مذکورہ آیات میں کفر کرنے کے ساتھ نافرمانی اور گناہ کی صفت کو بھی ذکر کیا گیا ہے، اور نافرمانی عام ہے، جس میں کفر اور گناہ والی سب نافرمانیاں داخل ہیں، اسی طرح منکر کے درجات بھی مختلف ہیں، جو کفر سے شروع ہو کر فروعِ شریعت تک پہنچتے ہیں، جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں۔ [1]

چھٹا مستدل...... مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ. اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ. فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ. وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورة البقرة، رقم الايات ٨٥ و ٨٦)

ترجمہ: پھر تم لوگ ہو کہ قتل کرتے ہو آپس میں، اور نکال دیتے ہو ایک فریق کو اپنے میں سے، ان کے گھروں سے، غلبہ حاصل کرتے ہوئے ان پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ، اور اگر آئیں وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر تو تم ان کا فدیہ دے کر

---

[1] بما عصوا وكانوا يعتدون يعنى كثرة المعاصى والاعتداء (التفسير المظهرى، ج ا، ص ٧٦، سورة البقرة)

ثم قال تعالى :ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون والمعنى أن ذلك اللعن كان بسبب أنهم يعصون ويبالغون فى ذلك العصيان(التفسير الكبير،للرازى، ج ١٢، ص ٤١٢،سورة المائدة)

وقيل معناه ان ضرب الذلة فى الدنيا واستيجاب الغضب فى الاخرة كما هو معلل بكفرهم وقتلهم فهو مسبب على عصيانهم واعتدائهم من حيث انهم مخاطبون بالفروع ايضا قلت وعلى هذا التأويل كان المناسب إيراد العاطف بين الاشارتين(التفسير المظهرى، ج٢ص ١٢١،سورة ال عمران)

چھڑاتے ہو، حالانکہ حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا، کیا تم ایمان رکھتے ہو بعض کتاب پر اور کفر کرتے ہو (کتاب کے) بعض (حصہ) کا، پس نہیں ہے بدلہ اس شخص کا جو کرے یہ عمل تم میں سے، مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن لوٹایا جائے گا ان کو شدید ترین عذاب کی طرف، اور نہیں ہے اللہ غافل ان چیزوں سے جو تم کرتے ہو۔

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی مختلف بداعمالیوں اور گناہوں کا ذکر کر کے ان پر عذاب کی وعید سنائی ہے، جن میں لوگوں کو گھروں سے نکالنے کی حرمت اور گناہ بھی شامل ہے، جس سے کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

ساتواں مستدل...... يُرِيُهِمُ اللّٰهُ أَعُمَالَهُمُ حَسَرَاتٍ عَلَيُهِمُ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَذٰلِكَ يُرِيُهِمُ اللّٰهُ اَعُمَالَهُمُ حَسَرٰتٍ عَلَيُهِمُ. وَمَاهُمُ بِخٰرِجِيُنَ مِنَ النَّارِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٦٧)

ترجمہ: اسی طرح سے دکھائے گا ان کو اللہ، ان کے اعمال کو حسرتیں بنا کر ان پر، اور نہیں ہوں گے وہ نکلنے والے آگ سے (سورہ بقرہ)

---

[1] فهم خالفوا فى ثلثة من الاحكام ترک القتل والإخراج والمظاهرة وأخذوا واحدا اى الافداء وهو محرم عليكم الضمير للشان او راجع الى ما دل عليه يخرجون من المصدر -او الى محذوف تقديره وان يأتوكم اسرى تفدوهم مع ما صدر منكم إخراجهم وهو محرم عليكم -وعلى التقديرين إخراجهم تأكيد -او الضمير مبهم يفسره قوله تعالى إخراجهم ووجه اتصال هذه الجملة بما سبق انهم حين انقيادهم للحكم بالافداء ارتكبوا المحرم وهو الإخراج فطاعتهم لا يخلو عن المعصية فضلا عن معصيتهم الخالصة -وبهذا يظهر وجه تخصيص تحريم الإخراج بالاعادة دون تحريم القتل وقال البيضاوى ان الجملة متعلق بقوله تعالى تخرجون فريقا منكم من ديارهم وما بينهما اعتراض وحينئذ لا يظهر وجه تخصيص ذكر تحريم الإخراج والله اعلم(التفسير المظهرى، ج ١، ص ٩١، سورة البقرة)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنی بدعملیوں پر حسرت و پچھتاوا ہونے کا ذکر فرمایا ہے، اور اعمال کے عام مفہوم میں فروعِ شریعت والی بداعمالیاں بھی داخل ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مکلّف ہیں۔ [1]

آٹھواں مستدل......وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَیْہِ سَبِیْلًا (سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیتُ اللہ کا حج ہے، جو استطاعت رکھے، اس کی طرف چلنے کی (سورہ آل عمران)

فائدہ: متعدد مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت میں ''ناس'' کے الفاظ میں کفار بھی داخل ہیں، اور حج فروعِ اسلام کی ان عبادات میں سے ہے، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جس سے کفار

---

[1] یریهم الله أعمالهم حسرات علیهم وجوز أن یکون المشار إلیه المصدر المفهوم مما بعد- والکاف -مقحمة لتأکید ما أفاده اسم الإشارة من الفخامة ومحله النصب علی المصدریة أیضا، أی ذلک الإراء الفظیع یریهم علی حد ما قیل فی قوله تعالی :وکذلک جعلناکم أمة وسطا ،والجملة تذییل لتأکید الوعید، وبیان حال المشرکین فی الآخرة وخلود عذابهم، ویجوز أن تکون استئنافا کأنه لما بولغ فی وعیدهم وتفظیع عذابهم کان محل أن یتردد السامع ویسأل هل لهم سوی ذلک من العذاب أم تم؟ فأجیب بما تری، وحسرات أی ندمات وهو مفعول ثالث لیری إن کانت الرؤیة قلبیة، وحال من أعمالهم إن کانت بصریة، ومعنی رؤیة هؤلاء المشرکین أعمالهم السیئة یوم القیامة حسرات رؤیتها مسطورة فی کتاب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة إلا أحصاها وتیقن الجزاء علیها، فعند ذلک یندمون علی ما فرطوا فی جنب الله تعالی، وعلیهم صفة حسرات وجوز تعلقه بها علی حذف المضاف أی تفریطهم لأن -حسر -یتعدی -بعلی -واستدل بالآیة من ذهب إلی أن الکفار مخاطبون بالفروع وما هم بخارجین من النار (روح المعانی،للألوسی،ج ۱ ،ص۴۳۵، سورة البقرة)

وأعمالهم، قیل :هی الأعمال التی صنعوها، وأضیفت إلیهم من حیث عملوها، وأنهم مأخوذون بها. وهذا علی قول من یقول :إن الکفار مخاطبون بفروع الشریعة، وهذا معنی قول الربیع وابن زید: أنها الأعمال السیئة التی ارتکبوها، فوجب لهم بها النار(البحر المحیط فی التفسیر،لمحمد بن یوسف الأندلسی،ج۲ ،ص ۹۴ ،سورة البقرة)

کے مکلّف بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

نواں مستدل...... وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (سورة النساء رقم الآية ٤٢)

ترجمہ: اس دن چاہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور نافرنی کی رسول کی، کاش کہ برابر کر دیا جائے ان کو زمین کے، اور نہیں چھپا سکیں گے وہ اللہ سے کوئی بات (سورہ نساء)

فائدہ: اس آیت میں کافروں کے کفر کے ساتھ رسول کی نافرمانی کے گناہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس کے عام مفہوم میں اسلام کے فروع والی نافرمانی بھی داخل ہے، اور اس سے مفسرین نے کفار کے مخاطب بالفروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ [2]

---

[1] المسألة الرابعة :احتج بعضهم بهذه الآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع قالوا لأن ظاهر قوله تعالى :ولله على الناس حج البيت يعم المؤمن والكافر وعدم الإيمان لا يصلح معارضا ومخصصا لهذا العموم، لأن الدهرى مكلف بالإيمان بمحمد صلى الله عليه وسلم مع أن الإيمان بالله الذى هو شرط صحة الإيمان بمحمد عليه السلام غير حاصل والمحدث مكلف بالصلاة مع أن الوضوء الذى هو شرط صحة الصلاة غير حاصل، فلم يكن عدم الشرط مانعا من كونه مكلفا بالمشروط، فكذا هاهنا والله أعلم(تفسير الكبير ،لفخر الدين الرازى، ج٨، ص ٣٠٤،سورة آل عمران)

[2] والمراد من الرسول الجنس أيضا ويزيد شرفه انتظامه للنبى صلى الله عليه وسلم انتظاما أوليا، وعصوا معطوف على كفروا داخل معه فى حيز الصلة والمراد عصيانهم بما سوى الكفر، فيدل على أن الكفار مخاطبون بالفروع فى حق المؤاخذة(روح المعانى،للألوسى، ج٣، ص ٣٤،سورة النساء)

(يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الذين كَفَرُواْ وَعَصَوُاْ الرسول لَوْ تسوى بِهِمُ االأرض وَلاَ يَكْتُمُونَ الله حَدِيثاً) وفيه مسائل :

المسألة الأولى :قوله :(الذين كَفَرُواْ وَعَصَوُاْ الرسول) يقتضى كون عصيان الرسول مغايرا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دسواں مستدل...... أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّـذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِىْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْأَرْضِ قَالُوْا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُولٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (سورة النساء، رقم الآية ۹۷)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جن کو وفات دیتے ہیں فرشتے، وہ ظلم کرنے والے ہیں اپنی جانوں پر، کہتے ہیں کہ کس حال میں تھے تم، وہ جواب میں کہتے ہیں کہ تھے ہم کمزور، زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کہ کیا نہیں تھی اللہ کی زمین وسیع کہ ہجرت کر لیتے تم اس میں، پس یہی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ برا ہی ٹھکانہ ہے (سورہ نساء)

فائدہ: اس آیت میں کفار کا ذکر ہے، جن کے ہجرت نہ کرنے کی برائی کا ذکر کیا گیا ہے، اور ہجرت اسلام کے فروع بلکہ ان عبادات میں سے ہے، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جس سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

للكفر . لأن عطف الشيء على نفسه غير جائز ، فوجب حمل عصيان الرسول على المعاصي المغايرة للكفر ، إذا ثبت هذا فنقول : الآية دالة على أن الكفار مخاطبون بفروع الاسلام ، وأنهم كما يعاقبون يوم القيامة على الكفر فيعاقبون أيضا على تلك المعاصي . لأنه لو لم يكن لتلك المعصية أثر فى هذا المعنى لما كان فى ذكر معصيتهم فى هذا الموضع أثر (تفسير الكبير، لفخر الدين الرازى، ج۵، ص ۲۱۰، سورة النساء)

وقوله تعالى وعصوا عطف على كفروا داخل معه فى الصلة والمراد معاصيهم المغايرة لكفرهم ففيه دلالة على أن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع فى حق المؤاخذة (تفسير أبى السعود، ج۲، ص۷۸، سورة الفرقان)

کفار کے فروع کے مکلّف ومخاطَب ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

گیارہواں مستدل...... مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ. مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَبِهٖ وَلَا يَجِدْلَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (سورة النساء ، رقم الآية ۱۲۳)

ترجمہ: نہیں ہے (اللہ کے ہاں معاملات کا دارومدار) تمہاری آرزوؤں پر، اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی عمل کرے گا برا، بدلہ دیا جائے گا اس کا، اور نہیں پائے گا وہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار (سورہ نساء)

فائدہ: اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کفار اور مومنین دونوں اپنے ہر بُرے عمل کا بدلہ پائیں گے، جس سے کفار کا مکلّف بالفروع ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] قوله عز وجل :(إن الذين توفاهم الملائكة ظالمى أنفسهم قالوا فيم كنتم) الآية .قيل فيه تقبض أرواحهم عند الموت .وقال الحسن :تحشرهم إلى النار .وقيل :إنها نزلت فى قوم من المنافقين كانوا يظهرون الإيمان للمؤمنين خوفا وإذا رجعوا إلى قومهم أظهروا لهم الكفر ولا يهاجرون إلى المدينة ,فبين الله تعالى بما ذكر أنهم ظالمون لأنفسهم بنفاقهم وكفرهم وبتركهم الهجرة .وهذا يدل على فرض الهجرة فى ذلك الوقت ,لولا ذلك لما ذمهم على تركها ;ويدل أيضا على أن الكفار مكلفون بشرائع الإسلام معاقبون على تركها ;لأن الله قد ذم هؤلاء المنافقين على ترك الهجرة ,وهذا نظير قوله تعالى :(ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى)فذمهم على ترك اتباع سبيل المؤمنين كما ذمهم على ترك الإيمان(أحكام القرآن، لأبى بكر الجصاص، ج۲،ص ۳۱۳،سورة النساء)

[2] المسألة الثانية :دلّت الآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع لأن قوله (مَن يَعْمَلْ سُوءا) يتناول جميع المحرمات ، فدخل فيه ما صدر عن الكفار مما هو محرم فى دين الإسلام ثم قوله (يُجْزَ بِهِ) يدل على وصول جزاء كل ذلك إليهم .

فإن قيل :لم لا يجوز أن يكون ذلك الجزاء عبارة عما يصل إليهم من الهموم والغموم فى الدنيا .

قلنا :إنه لا بدّ وأن يصل جزاء أعمالهم الحسنة إليهم فى الدنيا إذ لا سبيل إلى إيصال ذلك الجزاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بارہواں مستدل...... وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ. وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورة النساء، رقم الآيات ۱۶۰ و ۱۶۱)

ترجمہ: پس ظلم کی وجہ سے ان لوگوں کے جو یہودی ہیں، حرام کر دیا ہم نے ان پر پاکیزہ چیزوں کو جو حلال کی گئی تھیں ان کے لیے، اور ان کے روکنے کی وجہ سے اللہ کے راستے سے کثرت کے ساتھ۔ اور ان کے لینے کی وجہ سے ربا کو، حالانکہ منع کیا گیا تھا ان کو اس سے، اور ان کے کھانے کی وجہ سے لوگوں کے مالوں کو باطل طریقہ سے، اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے ان میں سے، دردناک عذاب کو (سورہ نساء)

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سود اور باطل طریقہ سے مال کھانے پر مذمت اور ان کے عقاب کا ذکر کیا ہے، جو کہ فروعِ اسلام میں سے ہے، جس سے کفار کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إليهم في الآخرة ، وإذا كان كذلك فهذا يقتضي أن يكون تنعمهم في الدنيا أكثر ولذاتهم هاهنا أكمل ، ولذلك قال عليه الصلاة والسلام : الدنيا سجن المؤمن وجنّة الكافر وإذا كان كذلك امتنع أن يقال :إن جزاء أفعالهم المحظورة تصل إليهم في الدنيا ، فوجب القول بوصول ذلك الجزاء إليهم في الآخرة(تفسير الكبير،لفخر الدين الرازي، ج۵،ص ۱ ۳۹،سورة النساء)

فصل في دلالة الآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة:دلت الآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الإسلام؛ لأن قوله -تعالى :-(من يعمل سوءا) يتناول جميع المحرمات، فيدخل فيه ما صدر عن الكفار مما هو محرم في دين الإسلام، وقوله :يجز به يدل على وصول جزاء كل ذلك إليهم(تفسير اللباب ،لابن عادل، ج۷،ص۳۳، سورة النساء)

مخاطَب ومکلّف بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

تیرہواں مستدل...... كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا ۢبَعِيْدًا (سورة النساء، رقم الآية ١٦٧)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور روکا انہوں نے اللہ کے راستہ سے، یقیناً وہ گمراہ ہوگئے دور کی گمراہی میں (سورہ نساء)

فائدہ: اس آیت میں کفر کے ساتھ اللہ کے راستہ سے روکنے کے عمل کو ذکر کر کے گمراہی کا حکم لگایا گیا ہے، اور اللہ کے راستہ سے روکنے کی شکلیں عام ہیں، جن میں کفر اور فسق والی سب صورتیں داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

چودہواں مستدل...... كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا (سورة النساء ، رقم الآية ١٦٨)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، نہیں ہوگا اللہ کہ مغفرت کرے ان کی، اور نہ ہی یہ کہ ہدایت دے ان کو راستہ کی (سورہ نساء)

---

[1] وقوله :(وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل) يدل على أن الكفار مخاطبون بالشرائع مكلفون بها مستحقون للعقاب على تركها ;لأن الله تعالى قد ذمهم على أكل الربا وأخبر أنه عاقبهم عليه(أحكام القرآن للجصاص، ج٣،ص ٢٨١،سورة النساء)

[2] والآية تدل على أن الكفار مخاطبون بالفروع إذ المراد بهم الجامعون بين الكفر والظلم (تفسير البيضاوى، ج٢، ص ١١٠، سورة النسآء)

فائدہ: اس آیت میں کفر کے ساتھ ساتھ ظلم کی بدعملی کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں۔ [1]

پندرہواں مستدل...... هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ. هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(سورة الأعراف،رقم الآية ۱۴۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے تکذیب کی ہماری آیات کی اور آخرت کی ملاقات کی، ضائع ہوگئے ان کے اعمال، نہیں بدلہ دیا جائے گا ان کو مگر انہی چیزوں کا جو وہ عمل کرتے تھے (سورہ اعراف)

فائدہ: مذکورہ آیت کفار کے بارے میں ہے، اور آخر میں جو ان کے اعمال کے بدلہ کا ذکر کیا گیا، اس کے عمومی مفہوم میں کفر اور اس سے نیچے کے درجہ کے تمام اعمالِ بد داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

سولہواں مستدل...... فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ. وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ(سورة الأنفال، رقم الآية ۵۴)

---

[1] (إن الذين كفروا وظلموا) محمدا عليه الصلاة و السلام بإنكار نبوته أو الناس بصدهم عما فيه صلاحهم وخلاصهم أو بأعم من ذلک والآية تدل على أن الكفار مخاطبون بالفروع إذ المراد بهم الجامعون بين الكفر والظلم (لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقا (تفسير البيضاوى، ج۲،ص ۱۱۰ ،سورة النساء)

[2] (والذين كذبوا بآياتنا ولقاء الآخرة) البعث وغيره (حبطت) بطلت (أعمالهم) ما عملوه فى الدنيا من خير كصلة رحم وصدقة فلا ثواب لهم لعدم شرطه (هل) ما (يجزون إلا) جزاء (ما كانوا يعملون) من التكذيب والمعاصى(تفسير الجلالين،سورة الأعراف)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، تکذیب کی انہوں نے اپنے رب کی آیات کی، پس ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور غرق کر دیا ہم نے آلِ فرعون کو، اور سب تھے ظلم کرنے والے (سورہ انفال)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروعِ اسلام کے مخاطَب و مکلّف ہیں۔ [1]

سترہواں و اٹھارہواں مستدل...... فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمُ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ . كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (سورة الأنفال، رقم الآية ۵۲)

ترجمہ: آلِ فرعون کی عادت کی طرح، اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے کفر کیا اللہ کی آیات کے ساتھ، پھر پکڑ لیا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے (سورہ انفال)

اسی طرح کا مضمون سورہ آلِ عمران میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ. وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا. فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ. وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۱)

ترجمہ: آلِ فرعون کی عادت کی طرح، اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، انہوں

---

[1] قوله تعالى: (فأهلكناهم بذنوبهم) فيه أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة، بقوله تعالى: (بذنوبهم) وفي ذلك أربعة أقوال: قيل: إنهم مخاطبون بالفروع، وقيل: لا، وقيل: (مخاطبون فيما عدا الجهاد*)، وقيل: (الفرق بين النواهي، فهم مخاطبون بها دون الأوامر (تفسير ابن عرفة، لمحمد بن محمد ابن عرفة الورغمي التونسي، ج ۲، ص ۲۸۹، سورة الأنفال)

نے تکذیب کی ہماری آیات کی، پھر پکڑ لیا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے (سورہ انفال)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے گناہوں پر مؤاخذہ کا ذکر فرمایا ہے، اور گناہوں کا مفہوم عام ہونے کی وجہ سے ان میں کفر کے علاوہ فروعِ اسلام کے گناہ بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

انیسواں مستدل...... يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ. اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً. فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ. اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (سورة الأنفال، رقم الآيات ۳۴ الى ۳۶)

ترجمہ: اور نہیں ہے ان کے لیے یہ کہ عذاب نہ دے ان کو اللہ، دراں حالیکہ وہ روکتے ہیں مسجدِ حرام سے، اور نہیں ہے وہ اُس (مسجدِ حرام) کے ولی، اس کے

---

[1] فأخذهم الله بذنوبهم يعنى بسبب كفرهم وذنوبهم(لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن، ج۲،ص ۳۲۰،سورة الأنفال)

المكذبة قبلهم، ففعلنا بهم ما هو دأبنا أى عادتنا وسنتنا فى أمثالهم من المكذبين من آل فرعون ومن قبلهم من الأمم المكذبة بالرسل، الكافرين بآيات الله فأخذهم الله بذنوبهم أى بسبب ذنوبهم أهلكهم وأخذهم أخذ عزيز مقتدر، إن الله قوى شديد العقاب أى لا يغلبه غالب ولا يفوته هارب(تفسير ابن كثير، ج۴،ص ۶۹ ،سورة الأنفال)

اصل ولی صرف متقی ہیں، لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔ اور نہیں تھی ان کی نماز بیتُ اللہ کے قریب سوائے سیٹیوں اور تالیوں کے، پس چکھو تم عذاب کو، اس سبب سے کہ تم کفر کرتے تھے۔ بے شک وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا، خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مالوں کو، تاکہ روکیں وہ اللہ کے راستہ سے، پس وہ اپنے مالوں کو خرچ کریں گے، پھر ہوگی ان پر حسرت، پھر وہ مغلوب ہوں گے، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، جہنم کی طرف ان کو ہنکایا جائے گا (سورہ انفال)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذاب کے ذکر میں ان کے مسجدِ حرام سے روکنے کے عمل کو اور اس کے بعد اللہ کے راستہ سے روکنے کے لیے اموال خرچ کرنے کی بداعمالیوں کو ذکر فرمایا ہے، جس سے کفار کے فروعِ اسلام کا مکلّف و مخاطَب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

بیسواں مستدل...... ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْكُمْ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ تَرٰیٓ اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ. وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ. ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاَنَّ

---

[1] (وما لهم أ) ن (لا يعذبهم الله) بالسيف بعد خروجك والمستضعفين وعلى القول الأول هى ناسخة لما قبلها وقد عذبهم الله ببدر وغيره (وهم يصدون) يمنعون النبى صلى الله عليه وسلم والمسلمين (عن المسجد الحرام) أن يطوفوا به (وما كانوا أولياء ه) كما زعموا (إن) ما (أولياؤه إلا المتقون ولكن أكثرهم لا يعلمون) أن لا ولاية لهم عليه.

(وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء) صفيرا (وتصدية) تصفيقا أى جعلوا ذلك موضع صلاتهم التى أمروا بها (فذوقوا العذاب) ببدر (بما كنتم تكفرون)

(إن الذين كفروا ينفقون أموالهم) فى حرب النبى صلى الله عليه وسلم (ليصدوا عن سبيل الله فينفقونها ثم تكون) فى عاقبة الأمر (عليهم حسرة) ندامة لفواتها وفوات ما قصدوه (ثم يغلبون) فى الدنيا (والذين كفروا) منهم (إلى جهنم) فى الآخرة (يحشرون) يساقون(تفسير الجلالين، رقم الآيات ۳۴ الى ۳۶، سورة الأنفال)

اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ (سورة الأنفال، رقم الآيات ٥٠ و ٥١)

ترجمہ: اور اگر دیکھ لیں آپ، جب وفات دیتے ہیں ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا فرشتے، مارتے ہیں وہ ان کے چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر، اور (کہتے ہیں کہ) چکھو آگ کا عذاب، یہ اس وجہ سے ہے جو آگے بھیجا تمہارے ہاتھوں نے (سورہ انفال)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عذاب کے سبب میں ان کے ہاتھوں کے کرتوتوں کا ذکر فرمایا ہے، جس سے بداعمالیاں مراد ہیں، اور ان بداعمالیوں میں فروعِ اسلام والے گناہ بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

اکیسواں مستدل...... سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتۡ أَيۡدِيۡهِمۡ

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوۡا بِهٖ يُشۡرِكُوۡنَ ۔ وَاِذَآ اَذَقۡنَا النَّاسَ رَحۡمَةً فَرِحُوۡا بِهَا ۔ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ اِذَا هُمۡ يَقۡنَطُوۡنَ (سورة الروم، رقم الآيات ٣٥، ٣٦)

ترجمہ: کیا نازل کیا ہم نے ان پر کسی دلیل کو، کہ وہ بتا رہی ہے ان چیزوں کو کہ جو وہ شرک کرتے ہیں، اور جب چکھاتے ہیں ہم لوگوں کو رحمت، تو خوش ہو جاتے ہیں وہ اس سے، اور اگر پہنچتی ہے انہیں کوئی برائی بوجہ اس کے کہ ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، یکا یک وہ ناامید ہو جاتے ہیں (سورہ روم)

فائدہ: متعدد مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیات میں کفار کا حال بیان ہوا ہے، اور ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجی ہوئی بداعمالیوں کے عام مفہوم میں کفر کے علاوہ گناہوں والی

---

[1] ذلک العذاب بما قدمت أيديکم من القتل وغير ذلک من المعاصي وعبر بالأيدي عن الأنفس لان اكثر الأعمال المحسوسة بهن وافعال القلوب واللسان يلزمها ويظهرها اعمال الجوارح (التفسير المظهري، ج٢ ص١٨٧، سورة ال عمران)

بداعمالیاں بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

بائیسواں مستدل...... يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَاللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ . اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ (سورة الأنفال، رقم الآيات ۵۵ و ۵۶)

ترجمہ: بے شک جانداروں میں سب سے شریر ترین اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں، جنہوں نے کفر کیا، پھر وہ ایمان نہیں لائے، وہ لوگ کہ عہد ہوا آپ کا ان سے، پھر وہ توڑ دیتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ میں، اور وہ ڈرتے نہیں (سورہ انفال)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بداعمالیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے عہد کو توڑنے اور ان کے تقویٰ اختیار نہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے، جو کہ فروعِ اسلام میں سے ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] (وإذا أذقنا الناس) كفار مكة وغيرها (رحمة) نعمة (فرحوا بها) فرح بطر (وإن تصبهم سيئة) شدة (بما قدمت أيديهم إذا هم يقنطون) ييأسون من الرحمة ومن شأن المؤمن أن يشكر عند النعمة ويرجو ربه عند الشدة(تفسير الجلالين، تحت رقم الآية ۳۶،من سورة الروم)

وإذا أذقنا الناس رحمة نعمة من صحة وسعة فرحوا بطروا بها بسببها وإن تصبهم سيئة اشدة بما قدمت أيديهم اى بشوم معاصيهم إذا هم يقنطون فاجاء وا القنوط من رحمته وهذا خلاف وصف المؤمن فانه يشكر عند النعمة ويرجو ربه عند الشدة ويصبر ويحتسب(التفسير المظهرى، ج۷، ص۲۳۵،سورة الروم)

[2] قال المفسرون :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عاهد يهود بنى قريظة أن لا يحاربوه ولا يعاونوا عليه فنقضوا العهد وأعانوا مشركى مكة بالسلاح على قتال رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه ثم قالوا نسينا وأخطأنا فعاهدهم الثانية فنقضوا العهد أيضا ومالؤوا الكفار على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الخندق وركب كعب بن الأشرف إلى مكة فوافقهم على مخالفة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم لا يتقون يعنى أنهم لا يخافون الله فى نقض العهد لأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تیئیسواں مستدل...... فَلا يَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (سورة التوبة، رقم الآية ۲۸)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! بس مشرکین ناپاک ہیں، پس نہ قریب جائیں وہ مسجدِ حرام کے اپنے اس سال کے بعد (سورہ توبہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں کفار کے مسجدِ حرام کے قریب نہ جانے کی مراد میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات مثلاً شوافع اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں، اور اس کو ظاہر پر محمول کرنے کی صورت میں اس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چوبیسواں مستدل...... وَلا يَأْتُوْنَ الصَّلاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْكَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ . اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ. وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (سورة التوبة، رقم الآية ۵۳، ۵۴)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عادة من يرجع إلى دين وعقل وحزم أن يتقى نقض العهد حتى يسكن الناس إلى قوله ويثقون بكلامه فبين الله عز وجل أن من جمع بين الكفر ونقض العهد فهو من شر الدواب (لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن، ج۲، ص ۳۲۱، سورة الأنفال)

[1] ومن حمله على ظاهره استدل به على أن الكفار مخاطبون بالفروع حيث إنهم نهوا فيه والنهى من الأحكام وكونهم لا ينزجرون به لا يضر بعد معرفة معنى مخاطبتهم بها (روح المعانى، للألوسى، ج۵، ص ۲۷۰، سورة التوبة)

ترجمہ: کہہ دیجیے! کہ خرچ کرو تم خوشی سے یا ناگواری سے، ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم سے، بے شک تم فاسق قوم ہو۔اور نہیں منع کیا ان کو اس بات سے کہ قبول کیا جائے ان سے ان کے نفقات کو، مگر اس بات نے کہ بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، اور نہیں آتے وہ نماز کے لیے مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوتے ہیں، اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں (سورہ توبہ)

فائدہ: مذکورہ آیات کفار ومنافقین کے بارے میں ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کو فاسق قوم قرار دیا، اور پھر ان کی نماز میں کسل مندی اور کراہت کی بداعمالی کا ذکر فرمایا ہے، جو کہ فروعِ اسلام میں سے ہے، اور نماز ان عبادات میں سے ہے، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مکلّف ومخاطَب ہیں۔ [1]

پچیسواں مستدل...... وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورة التوبة، رقم الآية ۸۴)

ترجمہ: بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ، اور

---

[1] ظاهر اللفظ يدل على أن منع القبول بمجموع الأمور الثلاثة، وهي الكفر بالله ورسوله، وعدم الإتيان بالصلاة إلا على وجه الكسل، والإنفاق على سبيل الكراهية............

ودلت الآية على أن الصلاة لازمة للكافر، ولولا ذلك لما ذمهم الله تعالى على فعلها على وجه الكسل.

فإن قالوا: لم لا يجوز أن يقال الموجب للذم ليس هو ترك الصلاة؟ بل الموجب للذم هو الإتيان بها على وجه الكسل جاريا مجرى سائر تصرفاتها من قيام وقعود، وكما لا يكون قعودهم على وجه الكسل مانعا من تقبل طاعتهم، فكذلك كان يجب في صلاتهم لو لم تجب عليهم(التفسير الكبير للرازي، ج١٦، ص٦٩، ٧٠، سورة التوبة)

مر گئے وہ اس حال میں کہ وہ فاسق تھے (سورہ توبہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے فسق کی حالت میں مرنے کا ذکر فرمایا ہے۔
اور فسق، کفر سے نچلے درجہ کی چیز ہے، اور بعض کفار وہ ہوتے ہیں، جن میں فسق کے درجہ کے اعمال نہیں پائے جاتے، مثلاً وہ جھوٹ اور ظلم وستم سے بچتے ہیں، وغیرہ۔
جبکہ بعض کفار میں اس قسم کے فسقیہ اعمال پائے جاتے ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چھبیسواں تا انتیسواں مستدل...... کَانُوۡا قَوۡمًا فَاسِقِیۡنَ

سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَدۡخِلۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ فِیۡ تِسۡعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِہٖ. اِنَّھُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ (سورة النمل، رقم الآية ۱۲)

ترجمہ: اور داخل کیجیے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں، نکلے گا وہ سفید ہو کر بغیر عیب

---

[1] فإن قلت: الفسق أدنى حالا من الكفر ولما ذكر فى تعليل هذا النهى كونه كافرا دخل تحته الفسق وغيره فما الفائدة فى وصفه بكونه فاسقا بعد ما وصفه بالكفر قلت إن الكافر قد يكون عدلا فى نفسه بأن يؤدى الأمانة ولا يضمر لأحد سوءا وقد يكون خبيثا فى نفسه كثير الكذب والمكر والخداع وإضمار السوء للغير وهذا أمر مستقبح عند كل أحد ولما كان المنافقون بهذه الصفة الخبيثة وصفهم الله سبحانه وتعالى بكونهم فاسقين بعد أن وصفهم بالكفر (تفسير الخازن، ج۲، ص۳۹۳،سورة التوبة)

السؤال الأول: الفسق أدنى حالا من الكفر، ولما ذكر فى تعليل هذا النهى كونه كافرا فما الفائدة فى وصفه بعد ذلك بكونه فاسقا؟

والجواب أن الكافر قد يكون عدلا فى دينه. وقد يكون فاسقا فى دينه خبيثا ممقوتا عند قومه، والكذب والنفاق والخداع والمكر والكيد، أمر مستقبح فى جميع الأديان، فالمنافقون لما كانوا موصوفين بهذه الصفات وصفهم الله تعالى بالفسق بعد أن وصفهم بالكفر، تنبيها على أن طريقة النفاق طريقة مذمومة عند كل أهل العالم(تفسير الكبير،لفخر الدين الرازى، ج۱۶، ص۱۱۶، سورة التوبة)

کے، نو نشانیوں میں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (آپ کے ذریعہ بھیجی جا رہی ہیں) بے شک وہ ہیں فاسق قوم (سورہ نمل)

اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُسۡلُکۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۫ وَّ اضۡمُمۡ اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّہۡبِ فَذٰنِکَ بُرۡہَانٰنِ مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ. اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ (سورة القصص، رقم الآية ٣٢)

ترجمہ: ڈالیے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں، نکلے گا وہ سفید ہو کر بغیر عیب کے، اور ملایئے اپنی طرف اپنے پہلو (یعنی بازو) کو خوف سے (بچنے کے لیے) پس یہ دو واضح دلیلیں ہیں، آپ کے رب کی طرف سے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف، بے شک وہ ہیں فاسق قوم (سورہ قصص)

اور سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاسۡتَخَفَّ قَوۡمَہٗ فَاَطَاعُوۡہُ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فَاسِقِیۡنَ (سورة الزخرف، رقم الآية ٥٤)

ترجمہ: پس بے وقوف بنایا اس (فرعون) نے اپنی قوم کو، پھر انہوں نے اس کی اطاعت کر لی، بے شک وہ ہیں فاسق قوم (سورہ زخرف)

اور سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَوۡمَ نُوۡحٍ مِّنۡ قَبۡلُ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فَاسِقِیۡنَ (سورة الذاريات، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: اور قوم نوح کو اس سے پہلے (ہلاک کر دیا) بے شک وہ تھے فاسق قوم (سورہ ذاریات)

فائدہ: مذکورہ تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار ومشرکین کو فاسق قوم قرار دیا ہے، اور فسق، کفر سے نیچے کے درجہ کی چیز ہے، جس کا تعلق عقیدہ کے علاوہ عمل کے ساتھ بھی ہے،

جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مخاطَب ہیں۔ [1]

تیسواں تا بتیسواں مستدل...... كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَااتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورة المائدة،رقم الآية ٨١)

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لے آتے اللہ پر اور نبی پر اور اس چیز پر جو نازل کی گئی اس (نبی) کی طرف، تو نہ بناتے ان (کافروں) کو دوست، اور لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں (سورہ مائدہ)

اور سورہ مائدہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ (سورة المائدة،رقم الآية ٥٩)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! کیا انتقام لیتے ہو تم ہم سے مگر اس چیز کا کہ ایمان لائے ہم اللہ پر، اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہماری طرف، اور جو نازل کی گئی ہم سے پہلے، اور بے شک تم میں سے اکثر فاسق ہیں (سورہ مائدہ)

اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ. وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورة الحديد،رقم الآية ١٦)

ترجمہ: اور نہ ہو جائیں ان لوگوں کی طرح جنہیں دی گئی کتاب اس سے پہلے، پھر

---

[1] وأهلكنا قوم نوح من قبل اى من قبل قوم لوط وفرعون وجنوده وعاد وثمود إنهم كانوا قوما فاسقين خارجين عن الاستقامة بالكفر والمعاصى(التفسير المظهرى،ج٩،ص٨٩،سورة الذاريات)
إنهم كانوا قوما فاسقين خارجين عن الحدود فيما كانوا فيه من الكفر والمعاصى(روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم،ج١٤،ص١٨،سورة الذاريات)

لمبی ہوگئی ان پر مدت، پھر سخت ہوگئے ان کے دل اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں (سورہ حدید)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار میں سے اکثر کو فاسق قرار دیا ہے، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ فسق، کفر سے نچلے درجہ کی چیز ہے، اور بعض کفار وہ ہوتے ہیں، جن میں فسق کے درجہ کے اعمال نہیں پائے جاتے، مثلاً وہ جھوٹ اور ظلم وستم سے بچتے ہیں، وغیرہ۔ جبکہ بعض کفار میں اس قسم کے فسقیہ اعمال پائے جاتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر کو، نہ کہ سب کو فاسق قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مخاطَب ہیں۔ [1]

تینتیسواں مستدل...... لَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا. قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ

---

[1] ومع هذا فأكثركم فاسقون، أى :خارجون عن طاعة الله، متجرئون على معاصيه(تفسير السعدى، ص۲۳۷، سورة المائدة)

وقد كرر سبحانه وصف الكثيرين منهم بالصفات الذميمة، إنصافا للقلة التى آمنت وتمييزا لها عن تلك الكثرة الكافرة الفاسقة وبذلك نرى الآيات الكريمة قد بينت ما عليه الكافرون من بنى إسرائيل من صفات ذميمة، أفضت إلى لعنهم وطردهم من رحمة الله، حتى يحذرهم المسلمون ويجتنبوا سلوكهم السيء، وخلقهم القبيح(تفسير الوسيط للطنطاوى، ج۴ص ۲۵۲، ۲۵۳،سورة المائدة)

فالظلم والفسق وان وقعا على المتوغلين فى الكفر حين ذكرنا وبالقرائن فالفسق أشد وأعظم ولا يوصف به من الكفرة فى كتاب الله الا شرهم.

لما بلغ قوم نوح عليه السلام فى

إصرارهم على الكفر وتماديهم عليه إلى قطع رجائه عليه السلام منهم حتى قال" :ولا يلدوا إلا فاجرا كفارا "قال تعالى فيهم" :إنهم كانوا قوما فاسقين "ولما ارتكب قوم لوط عليه السلام من فحش المرتكب بما لم يسبقوا إليه وسموا بالفسق ولما بلغ يهود والمنافقين ما أعلم به القرآن من حالهم واستحقوا اللعنة والغضب تكرر وصفهم بالفسق(ملاك التأويل القاطع بذوى الإلحاد والتعطيل لابى جعفر أحمد بن إبراهيم بن الزبير الثقفى الغرناطى، ج ۱ ص ۱۳۵،الآية الثالثة عشرة :وهى تمام ما قبلها، سورة المائدة)

غَيْرُهٗ. وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ .وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ(سورة هود، رقم الآية ۸۴ و ۸۵)

ترجمہ: اور (بھیجا ہم نے) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو، کہا انہوں نے کہ اے میری قوم! عبادت کرو تم اللہ کی، نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود سوائے اس کے، اور نہ کم کرو تم ناپ اور تول کو، بے شک میں دیکھتا ہوں تم کو خوشحال، اور بے شک میں خوف رکھتا ہوں تم پر ایسے دن کے عذاب کا جو احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم! پورا کرو تم ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ، اور نہ کم کرو تم لوگوں کی اشیاء کو، اور نہ پھرو تم زمین میں فساد کرنے والے ہو کر (سورہ ہود)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے قومِ شعیب کو جو کہ کفار تھے، پہلے عبادت کا حکم فرمایا اور کم ناپنے اور تولنے سے منع فرمایا ہے، اور ناپ تول میں انصاف کا حکم فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کفار، فروعِ اسلام کے مکلّف ومخاطَب ہیں۔ [1]

---

[1] قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من إله غيره ولا تنقصوا المكيال والميزان أمرهم اولا بالتوحيد فانه ملاک الأمر -ثم نهاهم عما اعتادوه من البخس المنافى للعدل المخل بحكمة المعاوضة إنى قرا نافع والبزى وابو عمرو بفتح الياء والباقون بإسكانها أراكم بخير قال ابن عباس يعنى مؤسرين فى نعمة وسعة ليست بكم حاجة فى ان تبخسوا حقوق الناس -او المعنى أنتم فى نعمة حقها ان تشكروا الله وتتفضلوا على الناس لا ان تنقصوا حقوقهم(التفسير المظهرى، ج۵، ص۱۰۸، سورة هود)

ان الله عز وجل ذم اهل شعيب بالكفر ونقص المكيال ، وقوم لوط بالكفر واتيان الذكور ، وعادا بالكفر وشدة البطش ، وهذا الذم يدل على تكليفهم بالفروع(الالمام فى مسألة تكليف الكفار بفروع الاسلام "دراسة نظرية تطبيقية" للدكتور: عبدالكريم بن على بن محمد النملة "الاستاذ المسارک بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، كلية الشريعة بالرياض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ، ص۱۶۲، العدد الثامن:رجب ۱۴۱۳هـ)

چونتیسواں تا سینتیسواں مستدل...... وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ(سورة النحل، رقم الآية٨٨)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستہ سے، زیادہ کریں گے ہم ان پر عذاب کو، مزید عذاب کے ساتھ، بوجہ اس کے کہ وہ فساد کرتے تھے (سورہ نحل)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اللہ کے راستہ سے روکنے کی بدعملی کا ذکر کیا ہے، اوراس کے بعد ان کے اس طرح کے فسادات کی وجہ سے عذاب کی زیادتی کا ذکر فرمایا ہے، اوراللہ کے راستہ سے روکنے کی شکلیں مختلف ہیں۔

جن میں فروعِ اسلام کی عصیان وگناہ والی شکلیں بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] وأما القسم الثانی :فهم إما مسلمون أو غير مسلمين، والخطاب إما بأصل كالعقائد وإما بفرع كالصلاة والصيام ونحو ذلک.

أ -فالخطاب بأصل يشملهما إتفاقا.

ب -والخطاب بفرع فيه خلاف والصحيح دخول الكفار فيه كالمسلمين، ومن أدلة ذلک قوله تعالى عن الكفار :(ما سلككم فی سقر قالوا لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين) فذكروا من أسباب تعذيبهم تركهم لما أمروا به من الفروع كتركهم الصلاة والزكاة وارتكابهم لما نهوا عنه بخوضهم مع الخائضين، ولم يقتصروا على ذكر السبب الأكابر وهو تكذيبهم بيوم الدين.

ومنها رجمه صلى الله عليه وسلم اليهوديين، وكذلک قوله تعالى :(الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدنا هم عذاباً فوق العذاب) .وكما أن المؤمن يثاب على إيمانه وعلى امتثاله الأوامر واجتناب النواهی فكذلک الكافر يعاقب على ترک التوحيد وعلى ارتكاب النواهی وعدم امتثال الأوامر(مذكرة أصول الفقه،المرحلة الثانوية الجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية،ص ١٩ ،تقسيم الكلام إلى حقيقة ومجاز،الأمر)

الَّذِينَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ (سورة محمد، رقم الآية ۱)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستہ سے، ضائع کردیا انہوں اپنے اعمال کو (سورہ محمد)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کی بدعملی کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

اور سورہ محمد ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورة محمد، رقم الآية ۳۲)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کے راستہ سے (سورہ محمد)

پھر اس کے بعد سورہ محمد ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورة محمد، رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور روکا اللہ کے راستہ سے، پھر مر گئے وہ اس حال میں کہ وہ کافر تھے، تو ہرگز مغفرت نہیں کرے گا اللہ ان کی (سورہ محمد)

فائدہ: مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کی بدعملی کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور اللہ کے راستہ سے روکنے میں کفر اور فسق وغیرہ کے درجہ میں روکنے کی سب شکلیں داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] اعلم أنه تعالى لما ذكر وعيد الذين كفروا، أتبعه بوعيد من ضم إلى كفره صد الغير عن سبيل الله .وفى تفسير قوله :وصدوا عن سبيل الله وجهان :قيل :معناه الصد عن المسجد الحرام، والأصح أنه يتناول جملة الإيمان بالله والرسول وبالشرائع، لأن اللفظ عام فلا معنى للتخصيص (التفسير الكبير للرازى، ج۲۰، ص۲۵۷، سورة النحل)

اڑتیسواں مستدل...... وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا. وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا. وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (سورة الكهف، ۴۹)

ترجمہ: اور رکھی جائے گی کتاب، پھر آپ دیکھیں گے مجرمین کو ڈرے ہوئے، ان چیزوں کی وجہ سے، جو اس (کتاب) میں ہوں گی، اور کہیں گے وہ کہ ہائے ہماری شامت! کیا ہو گیا اس کتاب کو، نہیں چھوڑا اس نے چھوٹی چیز کو اور نہ بڑی چیز کو، مگر شمار کر لیا اس کو، اور پائیں گے وہ ان چیزوں کو جو انہوں نے عمل کیا، حاضر، اور نہیں ظلم کرے گا آپ کا رب کسی پر (سورہ کہف)

فائدہ: اس آیت میں کفار کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو شمار کیے جانے اور ان کے حاضر کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، اور نافرمانی والے بڑے اعمال میں کفر و شرک جیسے اعمال اور چھوٹے اعمال میں فسق وغیرہ جیسے فروعِ اسلام والے اعمال داخل ہیں، جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں کہ ان کے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو شمار کیا جاتا ہے۔ [1]

انتالیسواں مستدل...... أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ

---

[1] تنبيه: هذه الآية الكريمة يفهم منها أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة ;لأنهم وجدوا فى كتاب أعمالهم صغائر ذنوبهم محصاة عليهم، فلو كانوا غير مخاطبين بها لما سجلت عليهم فى كتاب أعمالهم(أضواء البيان فى إيضاح القرآن بالقرآن،لمحمد الأمين الشنقيطى، ج۳، ص ۲۸۹، سورة الكهف)

يَلْقَوْنَ غَيًّا . إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (سورة مريم،رقم الآيات ٥٩، ٦٠)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے نالائق آئے، جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوتوں کی پیروی کی، پس وہ عنقریب ملاقات کریں گے ''غـــیّ'' سے۔مگر وہ شخص جس نے توبہ کرلی، اور ایمان لے آیا اور عملِ صالح کیا، تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ذرا بھی (سورہ مریم)

فائدہ: بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لوگوں سے کفار ومشرکین کا مراد ہونا لیا ہے، جو عمل کے ساتھ ساتھ عقیدہ کے ساتھ بھی نماز کو ترک کرتے ہیں، اور شہوات کی پیروی کرتے ہیں۔

اور ان حضرات نے اس کی دلیل اسی آیت کے اگلے جملے میں مذکور استثناء ''إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ'' کو قرار دیا ہے، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] قوله :أضاعوا الصلاة تركوها لكن تركها قد يكون بأن لا تفعل أصلا وقديكون بأن لا تفعل فى وقتها وإن كان الأظهر هو الأول وأما اتباع الشهوات فقال ابن عباس رضى الله عنهما هم اليهود تركوا الصلاة المفروضة وشربوا الخمر واستحلوا نكاح الأخت من الأب(التفسير الكبير،للرازى، ج ٢١،ص ٥٥٢،سورة مريم)

فخلف من بعدهم أى من بعد النبيين المذكورين خلف أى قوم سواء أراد بهم اليهود ومن لحق بهم وتابعهم وقيل هم فى هذه الأمة أضاعوا الصلاة أى تركوا الصلاة المفروضة .وقيل أخروها عن وقتها وهو أن لا يصلى الظهر حتى يأتى العصر ولا العصر حتى تأتى المغرب واتبعوا الشهوات أى آثروا شهوات أنفسهم على طاعة الله وقيل اتبعوا المعاصى وشرب الخمور(تفسير الخازن، ج٣،ص ١٩٢ ،سورة مريم)

(فخلف من بعدهم) فجاء من بعد هؤلاء المفضلين (خلف) أولاد سوء وبفتح اللام العقب الخير عن ابن عباس هم اليهود (أضاعوا الصلاة) تركوا الصلاة المفروضة (تفسير النسفى، ج٢، ص٣٤٣، تفسير سورة مريم)

قال أبو جعفر :وأولى التأويلين فى ذلك عندى بتأويل الآية، قول من قال :إضاعتهموها تركهم إياها لدلالة قول الله تعالى ذكره بعده على أن ذلك كذلك، وذلك قوله جل ثناؤه(إلا من تاب وآمن وعمل صالحا) فلو كان الذين وصفهم بأنهم ضيعوها مؤمنين لم يستثن منهم من آمن، وهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چالیسواں مستدل...... وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

سورہ حج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ. وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ م بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورة الحج، رقم الآية ۲۵)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں وہ اللہ کے راستہ سے اور مسجدِ حرام سے کہ بنادیا ہم نے اس کو لوگوں کے لیے برابر، جو ٹھہرنے والا ہے اس میں (اس کے لیے بھی) اور (جو) مسافر (ہے، اس کے لیے بھی) اور جو ارادہ کرے گا، اس میں الحاد (یعنی ٹیڑھی راہ نکالنے) کا ظلم کے ساتھ، تو چکھائیں گے ہم اس کو دردناک عذاب (سورہ حج)

فائدہ: مذکورہ آیت میں کفار کے اللہ تعالیٰ کے راستہ اور مسجدِ حرام سے روکنے کی بدعملی کو ذکر فرمایا ہے، جس کے عام مفہوم میں فروعِ اسلام کے درجہ کی بدعملی بھی داخل ہے، اور اس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

اکتالیسواں مستدل...... يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مؤمنون. ولكنهم كانوا كفارا لا يصلون لله، ولا يؤدون له فريضة فسقة قد آثروا شهوات أنفسهم على طاعة الله، وقد قيل :إن الذين وصفهم الله بهذه الصفة قوم من هذه الأمة يكونون فى آخر الزمان (جامع البيان فى تأويل القرآن، للطبرى، ج۱۸، ص۲۱۷، تفسير سورة مريم)

[1] اعلم أنه تعالى لما ذكر وعيد الذين كفروا، أتبعه بوعيد من ضم إلى كفره صد الغير عن سبيل الله .وفى تفسير قوله :وصدوا عن سبيل الله وجهان :قيل :معناه الصد عن المسجد الحرام، والأصح أنه يتناول جملة الإيمان بالله والرسول وبالشرائع، لأن اللفظ عام فلا معنى للتخصيص (التفسير الكبير للرازى، ج۲۰، ص۲۵۷، سورة النحل)

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ. وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا. يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا . اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ. وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورة الفرقان، رقم الآيات ٦٨ الى ٧٠)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو، اور نہ قتل کرتے اس جان کو کہ جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق کے ساتھ، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو کرے گا یہ عمل وہ مبتلا ہوگا گناہ میں۔ دوہرا کیا جائے گا اس کے لیے عذاب کو قیامت کے دن اور ہمیشہ رہے گا اس میں وہ ذلیل ہوکر۔ مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا، تو یہ ایسے لوگ ہیں کہ بدل دے گا اللہ ان کی برائیوں کو اچھائیوں سے، اور ہے اللہ بہت مغفرت کرنے والا بہت رحم کرنے والا (سورہ فرقان)

فائدہ: مذکورہ آیات میں کفار کی بداعمالیوں کا ذکر کر کے ان کے لیے دوہرے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، پھر بعد میں توبہ کرنے اور ایمان لانے پر اس سے نجات اور اس کے بدلہ میں مغفرت کا اعلان فرمایا گیا ہے، اور بظاہر دوہرے عذاب کا سبب شرک وکفر کے ساتھ معاصی کا ارتکاب ہے، جو کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

---

[1] المسألة الثانية :سبب تضعيف العذاب أن المشرك إذا ارتكب المعاصي مع الشرك عذب على الشرك وعلى المعاصي جميعاً ، فتضاعف العقوبة لمضاعفة المعاقب عليه ، وهذا يدل على أن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع (تفسير الكبير،لفخر الدين الرازي، ج ١١، ص ٤٥٢،سورة الفرقان)

وسبب تضعيف العذاب أن المشرك إذا ارتكب المعاصي مع الشرك فيعذب على الشرك وعلى المعاصي ,فتضاعف العقوبة لمضاعفة المعاقب عليه ,وهذا يدل على أن الكفار مخاطبون بفروع الإسلام(تفسير اللباب، لابن عادل، ج ٢٤ ص ٤٨٤،سورة الفرقان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بیالیسواں مستدل...... أَتَأْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ. وَتَذَرُوْنَ مَاخَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ. بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ(سورة الشعراء رقم الآيات ١٦٥ و ١٦٦)

ترجمہ: کیا آتے ہو تم مَردوں کے پاس تمام جہانوں میں سے، اور چھوڑ دیتے ہو تم ان بیویوں کو کہ پیدا کیا ان کو تمہارے لیے تمہارے رب نے، بلکہ تم ایسی قوم ہو جو حد سے تجاوز کرنے والے ہو (سورہ شعراء)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کی جو کہ کافر تھی، عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں سے شہوت پوری کرنے کی مذمت بیان فرمائی ہے، اور اس فعل پر ان کو حد سے بڑھنے والے قرار دیا ہے، اور یہ اعمال فروعِ اسلام کے منہیات میں سے ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومعنى مضاعفة العذاب لمن ارتكب مخالفة المذكورات أن يعذب على الشرك وعلى المعاصى الأخر جميعا .هذا عند من يرى تعذيب الكفار بفروع الشرائع، والمخالف يدعى أن المشار إليه بقوله ذٰلِکَ هو قوله وَالَّذِينَ لا يَدْعُونَ قال القاضى :قوله وَيَخْلُدْ فِيهِ أى فى ذلك التضعيف أو المضعف ففيه دليل على أن حال الزيادة كحال الأصل فى الدوام فيكون عقاب المعصية دائما، وإذا كان كذلك فى حق الكافر لزم أن يكون كذلك فى حق المؤمن .وأجيب بأن الشيئين قد يكون كل واحد منهما قبيحا ويكون الجمع بينهما أقبح فلا يلزم أن يكون للانفراد حكم الاجتماع (تفسير غرائب القرآن، للنيسابورى، ج٥، ص ٢٥٥، سورة الفرقان)

[1] بل أنتم قوم عادون مجاوزون من حد الحلال الى الحرام فى قضاء الشهوة زدتم فى قضائها على سائر الناس بل على الحيوانات او مفرطون فى المعاصى وهذا من جملة ذلك او أحقاء بان توصفوا بالعدوان لارتكاب هذه اللائمة (التفسير المظهرى، ج٧، ص ٨١، سورة الشعراء)

تینتالیسواں مستدل...... هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

سورہ سبأ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِيْ أَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة سبأ، رقم الآية ٣٣)

ترجمہ: اور ڈال دیں گے ہم طوقوں کو ان لوگوں کے گلوں میں جنہوں نے کفر کیا، نہیں بدلہ دیا جائے گا ان کو مگر انہیں اعمال کا جو وہ کرتے تھے (سورہ سبا)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی بداعمالیوں کے بدلہ کا ذکر فرمایا ہے، اور بداعمالیوں میں کفر کے ساتھ ساتھ فروعِ اسلام والی بداعمالیاں بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چوالیسواں مستدل...... أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

سورہ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ. اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورة يس، رقم الآية ٤٧)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان کو خرچ کرو تم اس میں سے جو رزق دیا تم کو اللہ نے، تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہ کیا کھلائیں ہم ان کو کہ اگر چاہتا اللہ تو کھلا دیتا ان کو، نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں (سورہ یٰسٓ)

---

[1] هل يجزون أى لا يجزون يوم القيامة. إلا ما كانوا يعملون أى إلا جزاء ما استمروا على عمله من الكفر والمعاصى (تفسير روح المعانى، ج٥، ص ٦٩، سورة الأعراف)

فائدہ: مذکورہ آیت میں ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا حکم بیان کرتے ہوئے کفار کو مخاطب قرار دیا گیا ہے، اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا فروعِ اسلام میں سے ہے، جیسا کہ دوسری جگہ ''ولم نک نطعم المسکین'' فرمایا گیا، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

پینتالیسواں مستدل...... وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

سورہ یٰس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورة يٰسٓ، رقم الآية ٦٥)

ترجمہ: آج مہر لگا دیں گے ہم، ان کے مونھوں پر، اور کلام کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ، اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں، ان چیزوں کی جو وہ کماتے رہے (سورہ یٰسٓ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں کفار کے اعضاء کی بداعمالیوں کی شہادت کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار فروع کے مکلّف ہیں، کیونکہ اگر وہ فروع کے مکلّف نہ ہوتے، تو ان کے

---

[1] وفيه لطائف الأولى خوطبوا بأدنى الدرجات فى التعظيم والشفقة فلم يأتوا بشىء منه وعباد الله المخلصون خوطبوا بالأدنى فأتوا بالأعلى إنما قلنا ذلك لأنهم فى التقوى أمروا بأن يتقوا ما بين أيديهم من العذاب أو الآخرة وما خلفهم من الموت أو العذاب وهو أدنى ما يكون من الاتقاء ، وأما الخاص فيتقى تغيير قلب الملك عليه وإن لم يعاقبه ومتقى العذاب لا يكون إلا للبعيد، فهم لم يتقوا معصية الله ولم يتقوا عذاب الله، والمخلصون اتقوا الله واجتنبوا مخالفته سواء كان يعاقبهم عليه أو لا يعاقبهم، وأما فى الشفقة فقيل لهم:

أنفقوا مما أى بعض ما هو لله ما فى أيديكم فلم ينفقوا، والمخلصون آثروا على أنفسهم وبذلوا كل ما فى أيديهم، بل أنفسهم صرفوها إلى نفع عباد الله ودفع الضرر عنهم(التفسير الكبير، للرازى، ج٢٦، ص٢٨٧، سورة يٰس)

اعضاء کی بداعمالیوں کی شہادت کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔[1]

چھیالیسواں مستدل...... وَوَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ . الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکَاۃَ

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَوَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ . الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ . اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنَ(سورة فصلت، رقم الآیات ٦ الی ٨)

ترجمہ: اور ''ویل'' ہے ان مشرکین کے لیے جو نہیں ادا کرتے زکاۃ، اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ان کے لیے ایسا اجر ہے، جو ختم ہونے والا نہیں (سورہ فصلت)

فائدہ: مذکورہ آیات میں کفار و مشرکین کے زکاۃ ادا نہ کرنے پر وعید کا ذکر کیا گیا ہے، اور زکاۃ کا فروعِ اسلام بلکہ ایسی عبادات میں سے ہونا ظاہر ہے کہ جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سقوط کا احتمال رکھنے والی عبادات جیسے فروعِ اسلام کے بھی مخاطب ہیں۔[2]

---

[1] والآیة کالظاهرة فی تکلیف الکفار بالفروع إذ لو لم یکونوا مکلفین بها لا فائدة فی شهادة الأعضاء بما کسبوا، وإتمام الحجة علیهم بها وتخصیص ما کسبوا بالکفر مما لا یکاد یلتفت إلیه (روح المعانی، للألوسی، ج١٢، ص٤٣، سورة یٰس، تحت رقم الآیة ٦٥)

[2] (الذین لا یؤتون الزکاة) لبخلهم وعدم اشفاقهم علی الخلق وذلک من أعظم الرذائل وفیه دلیل علی أن الکفار مخاطبون بالفروع وقیل معناه لا یفعلون ما یزکی أنفسهم وهو الإیمان والطاعة (وهم بالآخرة هم کافرون) حال مشعرة بأن امتناعهم عن الزکاة لاستغراقهم فی طلب الدنیا وإنکارهم للآخرة (تفسیر البیضاوی، ج٥ ص٦٧، سورة فصلت)

المسألة الثانیة :احتج أصحابنا فی إثبات أن الکفار مخاطبون بفروع الإسلام بهذه الآیة، فقالوا إنه تعالی ألحق الوعید الشدید بناء علی أمرین أحدهما :کونه مشرکا والثانی :أنه لا یؤتی الزکاة، فوجب أن یکون لکل واحد من هذین الأمرین تأثیر فی حصول ذلک الوعید، وذلک یدل علی أن لعدم إیتاء الزکاة من المشرک تأثیرا عظیما فی زیادة الوعید، وذلک هو المطلوب (تفسیر الکبیر، لفخر الدین الرازی، ج١٣، ص٣٦٨، سورة فصلت)

سینتالیسواں مستدل...... لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ. فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(سورة فصلت، رقم الآيات ٢٦ و ٢٧)

ترجمہ: اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، نہ سنو تم اس قرآن کو، اور غل مچاؤ تم اس میں، تا کہ تم غالب آؤ، پس ضرور بالضرور چکھائیں گے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا شدید عذاب، اور ضرور بالضرور بدلہ دیں گے ہم ان کو بدترین، ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے (سورہ فصلت)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے قرآن کو نہ سننے اور اس کی قرائت کے درمیان شور مچانے کی بدعملی کا ذکر فرما کر ان کی ان بداعمالیوں پر عذاب کی وعید سنائی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کفار فروعِ اسلام کے مکلّف ہیں۔ [1]

اڑتالیسواں مستدل...... كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ(سورة فصلت، رقم الآية ٥٠)

---

[1] وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه وعارضوه بالخرافات أو ارفعوا أصواتكم بها لتشوشوه على القارء، وقرء بضم الغين والمعنى واحد يقال لغى يلغى ولغا يلغو إذا هذى .لعلكم تغلبون أى تغلبونه على قراءته.

فلنذيقن الذين كفروا عذابا شديدا المراد بهم هؤلاء القائلون، أو عامة الكفار .ولنجزينهم أسوأ الذى كانوا يعملون سيئات أعمالهم (تفسير البيضاوى، ج٥،ص ٧٠،سورة فصلت)

ترجمہ: پس ضرور بالضرور آگاہ کریں گے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، ان کے کیے ہوئے اعمال سے، اور ضرور بالضرور چکھائیں گے ہم ان کو سخت عذاب (سورہ فصلت)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بداعمالیوں پر شدید عذاب کا ذکر فرمایا ہے، اور بداعمالیاں عام ہیں، جن میں کفر والی بداعمالیوں کے ساتھ ساتھ فروعِ اسلام والی بداعمالیاں بھی داخل ہیں، جن کے مجموعہ پر سخت ترین عذاب کی وعید کو مرتب کیا گیا ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کفار فروعِ اسلام کے مخاطب ومکلّف ہیں۔

انچاسواں مستدل...... وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ

سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ. اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ (سورة الأحقاف، رقم الآية ٢٠)

ترجمہ: اور جس دن پیش کیا جائے گا ان لوگوں کو، جنہوں نے کفر کیا آگ پر (کہا جائے گا ان سے کہ) حاصل کر چکے تم اپنی لذتیں اپنی دنیا کی زندگی میں، اور فائدہ اٹھا چکے تم ان کے ساتھ، پس آج کے دن بدلہ دیا جائے گا تم کو ذلت والے عذاب کا، بوجہ اس کے کہ تکبر کرتے تھے تم زمین میں ناحق طریقہ پر، اور بوجہ اس کے کہ تم فسق کرتے تھے (سورہ احقاف)

فائدہ: مذکورہ آیات میں کفار کے عذاب کی علت دو چیزوں کو بتایا گیا ہے، ایک زمین میں استکبار یا اس کی بناء پر کفر کرنے کو اور دوسرے فسق کو، اور دونوں کے درمیان عطف کو استعمال

کیا گیا ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر اور فسق دو الگ الگ اعمال ہیں، اور فسق سے مراد فروعِ اسلام ہیں، جو کہ کفار کے مکلّف بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

پچاسواں مستدل...... كَانُوا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِيْنَ

سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِيْنَ. وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ. وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

(سورة الواقعة، رقم الآيات ۴۵ الى ۴۷)

ترجمہ: بے شک تھے وہ لوگ، اس سے پہلے بڑی عیش میں، اور کرتے تھے وہ اصرار بڑے گناہ پر، اور کہتے تھے وہ کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہوجائیں گے مٹی اور ہڈیاں، کیا بے شک یقینی طور پر ان کو زندہ کیا جائے گا (سورہ واقعہ)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے عیش میں مگن رہنے اور بڑے گناہوں پر اصرار کرنے کا ذکر فرمایا ہے، اور عیش میں مگن رہنے اور بڑے گناہوں میں کفر کے ساتھ ساتھ

---

[1] وقد يحتج بالآية على أن الكفار مخاطبون بالفروع (تفسير النيسابوری، ج۷، ص۸، سورة الأحقاف)

وأما الفسق فهو المعاصی واحتج أصحابنا بهذه الآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع، قالوا لأنه تعالى علل عذابهم بأمرين: أولهما: الكفر وثانيهما: الفسق، وهذا الفسق لا بد وأن يكون مغايرا لذلک الكفر، لأن العطف يوجب المغايرة، فثبت أن فسق الكفار يوجب العقاب فی حقهم، ولا معنى للفسق إلا ترک المأمورات وفعل المنهيات، والله أعلم (تفسير الكبير، لفخر الدين الرازی، ج۱۴، ص۲۲، سورة الأحقاف)

ويلاحظ أن الاستكبار عن قبول الحق: ذنب القلب، والفسق: عمل الجوارح (الأعضاء)

ويحتج بالآية على أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة، لأن فسق الكفار يوجب العقاب فی حقهم، ولا معنی للفسق إلا ترک المأمورات وفعل المنهيات (التفسير المنير فی العقيدة والشريعة والمنهج، لوهبة بن مصطفى الزحيلی، ج۲۶، ص۴۷، سورة الأحقاف)

فروعِ اسلام والے گناہ بھی داخل ہیں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

اکیاونواں مستدل...... وَصَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ. وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ. لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورة الفتح، رقم الآية ۲۵)

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، اور روکا تم کو مسجدِ حرام سے، اور ہدی سے، جو رُکی ہوئی ہے اس بات سے کہ پہنچے اپنی جگہ، اور اگر نہ ہوتے مومن مرد اور مومن عورتیں، جن کو تم نہیں جانتے، تو تم ان کو روند دیتے، پھر پہنچتی تم کو ان (کی وجہ) سے خرابی بغیر علم کے (ان کو روندنے کی وجہ سے) داخل کرے اللہ اپنی رحمت میں جس کو چاہے، اگر ہو جاتے وہ ایک طرف تو ہم عذاب دیتے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان میں سے دردناک عذاب (سورہ فتح)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے مسجدِ حرام سے روکنے اور ہدی کو اپنی جگہ پہنچنے سے منع کرنے کی بداعمالیوں کا ذکر فرما کر تنبیہ فرمائی ہے، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع

---

[1] إنهم كانوا قبل ذلك فى الدنيا مترفين اى متنعمين منهمكين فى الشهوات لا يتعبون أنفسهم فى الطاعات(التفسير المظهرى، ج۹، ص۱۷۶، سورة الواقعة)

والآية حجة لمن يقول :إن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة(تفسير ابن عرفة،لمحمد بن محمد ابن عرفة الورغمى التونسى ،ج۴، ص ۱۴۲، سورة الواقعة)

ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

باونواں مستدل...... وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ

سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ. لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ(سورة الممتحنة، رقم الآية ١٠)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب آئیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے، تو تم امتحان لے لیا کرو ان کا، اللہ زیادہ جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر جان لو تم ان کو مومن، تو نہ لوٹاؤ تم انہیں کفار کی طرف، نہ وہ حلال ہیں کفار کے لیے، اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں ان کے لیے (سورہ ممتحنہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُن'' کا حکم کفار کے لیے بیان کیا ہے، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] (هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام) أى عن الوصول إليه (والهدى) معطوف على كم (معكوفا) محبوسا حال (أن يبلغ محله) أى مكانه الذى ينحر فيه عادة وهو الحرم بدل اشتمال (ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات) موجودون بمكة مع الكفار (لم تعلموهم) بصفة الإيمان (أن تطؤوهم) أى تقتلوهم مع الكفار لو أذن لكم فى الفتح بدل اشتمال من هم (فتصيبكم منهم معرة) أى إثم (بغير علم) منكم به وضمائر الغيبة للصنفين بتغليب الذكور وجواب لولا محذوف أى لأذن لكم فى الفتح لكن لم يؤذن فيه حينئذ (ليدخل الله فى رحمته من يشاء) كالمؤمنين المذكورين (لو تزيلوا) تميزوا عن الكفار (لعذبنا الذين كفروا منهم) من أهل مكة حينئذ بأن نأذن لكم فى فتحها (عذابا أليما) مؤلما(تفسير الجلالين،رقم الآية ٢٥،سورة الفتح)

[2] وليسألوا يدل على ان الكفار مخاطبون بالاحكام وهو أمر للمؤمنين بالاداء مجازا من قبيل اطلاق الملزوم وارادة اللازم كما فى قوله تعالى(وليجدوا فيكم غلظة) افنه بمعنى واغلظوا عليهم(تفسير حقى، ج١٥،ص٢٧٤،سورة الممتحنة)

وكان الشيخ أبو العباس ابن إدريس يقول :يؤخذ (من) قوله (وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ)، أن الكفار مخاطبون بفروع الشريعة، وإلا لم يكن لذكره بعد قوله (لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ)، فائدة لأنه يغنى عنه(تفسير ابن عرفة،لمحمد بن محمد ابن عرفة الورغمى التونسى ،ج٤،ص٢١٧،سورة الممتحنة)

ترپنواں مستدل...... لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ

سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ

(سورۃ الممتحنۃ، رقم الآیۃ ۱۲)

ترجمہ: اے نبی! جب آئیں آپ کے پاس مومن عورتیں، جو آپ سے بیعت کریں اس بات پر کہ وہ شرک نہیں کریں گی اللہ کے ساتھ کسی چیز کا، اور نہ وہ چوری کریں گی، اور نہ وہ زنا کریں گی، اور نہ وہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ وہ لائیں گی بہتان کو، جس کو ان کے ہاتھوں اور ان کے پاؤں نے گھڑ لیا ہو، اور نہ نافرمانی کریں گی آپ کی نیک کام میں، تو بیعت کرلیں آپ ان کو (سورہ ممتحنہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں شرک نہ کرنے کے ساتھ ساتھ چوری نہ کرنے اور دیگر نافرمانیاں نہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جو کہ فروعِ اسلام میں سے ہیں، اور یہ آیت بعض مفسّرین کی تصریح کے مطابق کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کی تائید کرتی ہے، کیونکہ اس طرح کی بیعت اسلام قبول کرنے والی خواتین سے بھی لی گئی ہے۔ [1]

چوّنواں مستدل...... وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ

قرآن مجید کی سورۃ الحاقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] واستدل بالآیۃ علی أن الکفار مخاطبون بالفروع کما فی الانتصاف (روح المعانی، للألوسی، ج۱۴، ص۲۶۹، سورۃ الممتحنۃ، تحت رقم الآیۃ ۱۲)

والمبایعۃ وقعت غیر مرۃ ووقعت فی مکۃ بعد الفتح وفی المدینۃ وممن بایعنہ علیہ الصلاۃ والسلام فی مکۃ ھند بنت عتبۃ زوج أبی سفیان (روح المعانی، ج۱۴، ص۲۷۴، سورۃ الممتحنۃ)

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ .وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ.يَالَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ .مَا أَغْنٰى عَنِّي مَالِيَهْ.هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ .خُذُوهُ فَغُلُّوهُ .ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ . ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ .إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ .وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ .فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ (سورة الحاقة، رقم الآيات ۲۵ الیٰ ۳۵)

ترجمہ: اور رہا وہ شخص جس کو دی جائے گی اُس کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں، تو وہ کہے گا کہ کاش نہ دی گئی ہوتی مجھے میری کتاب۔ اور نہ جانتا میں کہ میرا حساب کیا ہے؟ کاش کہ وہ (موت ہی میرا) قضیہ ختم کر دیتی۔ نہیں فائدہ دیا مجھے میرے مال نے۔ برباد ہو گیا مجھ سے میرا اقتدار واختیار (حکم ہوگا) پکڑو اسے پھر اس کو طوق پہنا دو۔ پھر جہنم میں جھونک دو اس کو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ذراع ہے جکڑ دو اِس کو۔ بے شک وہ نہیں ایمان رکھتا تھا اللہ پر جو انتہائی عظیم ہے۔ اور نہ ہی ترغیب دیتا تھا مسکین کو کھلانے کی۔ پس نہیں ہے اس کا آج کے دن یہاں کوئی دوست (سورۃ الحاقہ)

فائدہ: مذکورہ آیات میں اللہ پر ایمان نہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مساکین کو کھانا نہ کھلانے کی بدعملی کو بھی ذکر کیا گیا ہے، جو فروعِ اسلام میں سے ہے، اور یہ بظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ومکلّف ہیں۔ [1]

---

[1] وفی الآیة دلالة علی أن الکفار مخاطبون بالفروع کالهول وإلا لم یعاقبوا علی ترک الحض علی طعام المسکین (روح المعانی،للألوسی،ج۱۵،ص۵۷، سورة الحاقة، تحت الآیة)

المسألة الثالثة :دلت الآیة علی أن الکفار یعاقبون علی ترک الصلاة والزکاة ، وهو المراد من قولنا :إنهم مخاطبون بفروع الشرائع(تفسیر الکبیر،لفخر الدین الرازی،ج۱۶،ص۲،سورة الحاقة)

وَلا يَحُضُّ عَلى طَعامِ الْمِسْكِينِ ای لا یحث علی إطعامه فضلا ان یبذل من ماله ویجوز ان یکون ذکر الحض للاشعار بان تارک الحض بهذه المنزلة فکیف تارک الفعل وفیه دلیل علی ان الکفار یعذبون علی فروع الأعمال ایضا ولعل تخصیص الامرین بالذکر لان أقبح القبائح الکفر بالله واشنع الشنائع البخل وقسوة القلب(التفسیر المظهری،ج۱۰ص۵۶،سورة الحاقة)

پچپنواں مستدل...... لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ

سورہ مدثر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

کُلُّ نَفۡسٍ بِمَا کَسَبَتۡ رَہِیۡنَۃٌ. اِلَّا اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ .فِیۡ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوۡنَ. عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ .مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ .قَالُوۡا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ . وَلَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ. وَکُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ. وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ(سورۃ المدثر، رقم الآیات ۳۸ الیٰ ۴۶)

ترجمہ: ہر نفس جو اس نے کمایا، اس کے عوض گرفتار ہوگا۔سوائے دائیں بازو والوں کے (کہ وہ) جنتوں میں ہوں گے، باہم سوال کریں گے مجرموں کے بارے میں کہ کس چیز نے ڈالا تم کو جہنم میں؟ وہ کہیں گے کہ نہیں تھے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے۔اور نہیں تھے ہم کھانا کھلانے والے مسکینوں کو، اور ہم لگے رہا کرتے تھے باتیں بنانے میں (حق کے خلاف) باتیں بنانے والوں کے ساتھ، اور تھے ہم جھٹلاتے بدلے کے دن کو (سورہ مدثر)

فائدہ: مذکورہ آیات میں کفار کے جہنم میں پہنچنے کے اسباب میں نماز نہ پڑھنے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے وغیرہ جیسی فروعِ اسلام والی بداعمالیوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کفار فروع کے مکلّف ہیں۔ [1]

---

[1] ولم نک نطعم المسکین ما یجب اعطائهم فیه دلیل علی ان الکفار مخاطبون بفروع الأعمال لاجل المؤاخذة فی الاخرة وانما سقط عنهم الخطاب فی الدنیا لفقد شرط ادائه وهو الایمان ولا وجه بسقوط التکلیف فان الکفر موجب للتشدید دون التخفیف لکن حقوق الله تعالی من العبادات والعقوبات تسقط بالإسلام فلا یوخذ من اسلم علی ما فات عنه فی حالة الکفر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الإسلام یهدم ما کان قبله وقد مر هذا الحدیث فیما قبل(التفسیر المظهری، ج۱۰، ص۱۳۲، سورة المدثر)

وفیه دلیل علی أن الکفار مخاطبون بالفروع (تفسیر البیضاوی، ج۵، ص ۲۶۳، سورة المدثر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چھپنواں مستدل...... فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی

سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَـلَا صَـدَّقَ وَلَا صَـلّٰی . وَلٰـكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی (سورۃ القیامة، رقم الآیات ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: پھر نہ تو تصدیق کی اس نے اور نہ نماز پڑھی، اور لیکن تکذیب کی اور اعراض کیا (سورہ قیامہ)

فائدہ: مذکورہ آیات میں تکذیب یعنی کفر کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کی بدعملی کا ذکر کیا گیا ہے، اور نماز فروعِ اسلام کی ان عبادات میں سے ہے، جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ومکلّف ہیں۔ [1]

ستاونواں مستدل...... وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ

سورہ مرسلات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِيْـلَ لَهُـمُ ارْكَـعُوْا لَا يَـرْكَـعُوْنَ . وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۃ المرسلات، رقم الآیات ۴۸ و ۴۹)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ تم رکوع کرو، تو وہ رکوع نہیں کرتے، ویل ہے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فهـذه أسبـاب أربعة لازمتنا طوال حياتنا الدنيوية :تـرك الـصـلاة، والـزكاة، والخوض فى باطل الـكـلام، وإنكار يوم البعث والحساب والجزاء .وفـى تـرك الأمرين الأوليين دليل على أن الكفار مـخـاطـبـون بـفـروع الـشـريـعة(التـفسير الـمـنير فى العقيدة والشريعة والمنهج،لوهبة بن مصطفى الزحيلي، ج۲۹، ص۲۴۳، سورة المدثر)

[1] واستـدل بـقوله سبحانه فلا صدق ولا صلى إلخ .عـلـى أن الكفار مخاطبون بالفروع فلا تغفل أيـحـسـب الإنسـان أن يتـرک سدى أى مهملا (روح الـمـعـانـى،لـلألوسى، ج۱۵، ص۱۶۵، سورة القيامة، تحت الآية)

اس (قیامت کے) دن تکذیب کرنے والوں کے لیے (سورہ مرسلات)

فائدہ: مذکورہ آیات میں رکوع سے مراد نماز ہے، اور نماز پڑھنے کے حکم سے انکار پر ان کو مکذبین کہہ کر ویل کی وعید سنائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے کفار کی بداعمالیوں میں نماز کے ترک کرنے کو بھی ذکر فرمایا ہے، جو کہ فروعِ اسلام کی ان عبادات میں سے ہے کہ جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کفار فروعِ اسلام کے مخاطب و مکلّف ہیں۔[1]

اٹھاونواں مستدل...... وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ

سورہ بینہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ. رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً. فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ. وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنَةُ. وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (سورة البينة، رقم الآيات ١ الى ٥)

ترجمہ: نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اہلِ کتاب میں سے اور مشرکین میں

---

[1] ثم علل ذلک بکونهم مجرمین وبکونهم إذا قیل لهم صلوا لا یصلون واستدل به علی أن الأمر للوجوب وإن الکفار مخاطبون بالفروع ویل یومئذ للمکذبین(روح المعانی،للألوسی،ج۱۵،ص۱۹۷، سورة المرسلات)

المسألة الأولی :قال ابن عباس رضی الله عنهما قوله :(وإذا قیل لهم ارکعوا لا یرکعون) المراد به الصلاة ، وهذا ظاهر لأن الرکوع من أرکانها ، فبین تعالی أن هؤلاء الکفار من صفتهم أنهم إذا دعوا إلی الصلاة لا یصلون ، وهذا یدل علی أن الکفار مخاطبون بفروع الشرائع ، وأنهم حال کفرهم کما یستحقون الذم والعقاب بترک الإیمان ، فکذلک یستحقون الذم والعقاب بترک الصلاة لأن الله تعالی ذمهم حال کفرهم علی ترک الصلاة ، وقال قوم آخرون :المراد بالرکوع الخضوع والخشوع لله تعالی ، وأن لا یعبد سواه(تفسیر الکبیر،لفخر الدین الرازی،ج۱۶،ص۲۷۷،سورة المرسلات)

سے، باز آنے والے، یہاں تک کہ آ گئی ان کے پاس کھلی دلیل۔رسول، اللہ کی طرف سے جو تلاوت کرتا ہے پاکیزہ صحیفوں کی، اس میں لکھی ہوئی ہیں درست چیزیں، اور نہیں پھوٹ پڑی ان لوگوں میں جن کو کتاب دی گئی، مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی، اور نہیں حکم دیا گیا تھا ان کو مگر اس بات کا کہ وہ عبادت کریں اللہ کی، خالص رکھتے ہوئے اس کے لیے دین کو یکسو ہو کر، اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکاۃ کو، اور یہ درست دین ہے (سورہ بینہ)

فائدہ: مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے اور نماز پڑھنے اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور عبادت فروعِ اسلام میں سے ہے، اور اس میں سقوط کا احتمال رکھنے والی عبادات بھی داخل ہیں، بلکہ نماز اور زکاۃ جن کی تصریح کی گئی، وہ بھی سقوط کا احتمال رکھنے والی عبادات میں سے ہیں، جو کہ کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

---

[1] وما أمروا يعنى هؤلاء الكفار كلهم إلا ليعبدوا الله قيل اللام زايدة والفعل منصوب بان مقدرة حذفت ان وزيدت اللام والجملة فى محل النصب على انه مفعول به لامروا اى ما أمروا الا بان يعبدوا الله وقيل المفعول به محذوف واللام لام كى والجملة فى محل النصب على العلية والمعنى ما أمروا بما أمروا به بشىء الا ليعبدوا والحاصل انهم ما أمروا على لسان محمد -صلى الله عليه وسلم- الا بشىء حسن ذاته تدل الادلة العقلية على حسنه وقد أمروا بذلك فيما سبق من الكتب المنزلة فعجبا من المنكرين كيف أنكروا وكيف يفرقوا فيه مخلصين حال من فاعل يعبدوا له اى لله الدين اى الاعتقاد عن الشرك بغيره حنفاء حال مرادف او متداخل لمخلصين اى مائلين عن الأديان الباطلة كلها قال ابن عباس معناه وما أمروا فى التورية والإنجيل الا بإخلاص العبادة لله موحدين ويقيموا عطف على يعبدوا الصلاة المكتوبة فى أوقاتها ويؤتوا الزكاة عند محلها وذلك الذى أمروا به على لسان محمد -صلى الله عليه وسلم(التفسير المظهرى، ج١٠، ص٣١٨، سورة البينة)

وجه الاستدلال: ان هذا صريح فى انهم امروا باقامه الصلاة وايتاء الزكاة كما امروا بالايمان.

بيان ذلك: ان الضمير فى قوله: ”وما امروا“ راجع الى المذكورين فى اول السورة، وهم الذين كفروا من اهل الكتاب والمشركين.

”والواو“ لمطلق الجمع ليس لها دلالة على الترتيب والتراخي الا ان تكون بمعنى ”ثم“ كما ان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انسٹھواں مستدل...... اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ

سورہ ماعون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ. فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْم. وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ. فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ. الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ. الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُ وْنَ . وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ (سورة الماعون)

ترجمہ: کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو جو تکذیب کرتا ہے بدلہ کے دن (یعنی قیامت) کی۔ پس یہ شخص وہ ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔ اور نہیں اُبھارتا مسکین کو کھلانے پر۔ سو ''ویل'' ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے۔ جو اپنی نماز سے سہو اختیار کرتے ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ ریاء کاری کرتے ہیں۔ اور منع کرتے ہیں، ماعون (یعنی زکاۃ، یا عام استعمال کی چیز) سے (سورہ ماعون)

فائدہ: متعدد مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کی حالت اور ان کے لئے ویل کی وعید کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد منافقین ہیں، کیونکہ ان کی پہلی خصلت ''دین کی تکذیب'' بیان کی گئی ہے، اور اس کے بعد یتیم کے ساتھ بدسلوکی اور مسکین کو کھانا نہ کھلانے اور نماز سے سہو اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ چیزیں فروعِ اسلام میں سے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

''ثم'' قد تکون بمعناها لکنه مجاز، وانه خلاف الاصل، وحینئذ تکون الآیة دالة علی ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین مامورون بعباده الله تعالی علی وجه الاخلاص وباقامه الصلاة وبایتاء الزکاة وذلک یفید المطلوب وهو ان الکفار مکلفون بفروع الشریعة (الالمام فی مسألة تکلیف الکفار بفروع الاسلام ''دراسة نظریة تطبیقیة'' للدکتور: عبدالکریم بن علی بن محمد النملة ''الاستاذ المسارک بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة، کلیة الشریعة بالریاض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامیة، ص ۱۴۲، العدد الثامن: رجب ۱۴۱۳ھ)

[1] واخرج ابن المنذر من طریق ابی طلحة عن ابن عباس قال قوله تعالی فویل للمصلین الذین إلخ نزلت فی المنافقین کانوا یراؤن المؤمنین بصلوتهم إذا حضروا ویترکونها إذا غابوا ویمنعون العاریة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ کفار فروعِ اسلام کے مخاطب ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال فی المدارک روی عن انس والحسن قالا الحمد لله الذی قال عن صلاتهم ساهون ولم يقل فی صلاتهم لان معنى عن سهو ترک واعراض عنها وقلة التفات إليها وذلک فعل المنافقين(التفسير المظهری، ج١٠، ص٣٥٠، سورة الماعون)

فويل للمصلين أی فويل للمصلين من المنافقين الذين يأتون بهذه الأفعال، وعلى هذا التقدير تدل الآية على أن الكافر له مزيد عقوبة بسبب إقدامه على محظورات الشرع وتركه لواجبات الشرع، وهو يدل على صحة قول الشافعی :إن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع، وهذا الجواب هو المعتمد وثانيها :ما رواه عطاء عن ابن عباس أنه لو قال الله :فی صلاتهم ساهون، لكان هذا الوعيد فی المؤمنين لكنه قال :عن صلاتهم ساهون والساهی عن الصلاة هو الذی لا يتذكرها ويكون فارغا عنها، وهذا القول ضعيف لأن السهو عن الصلاة لا يجوز أن يكون مفسرا بترک الصلاة، لأنه تعالى أثبت لهم الصلاة بقوله :فويل للمصلين وأيضا فالسهو عن الصلاة بمعنى الترک لا يكون نفاقا ولا كفرا فيعود الإشكال، ويمكن أن يجاب عن الاعتراض الأول بأنه تعالى حكم عليهم بكونهم مصلين نظرا إلى الصورة وبأنهم نسوا الصلاة بالكلية نظرا إلى المعنى كما قال :وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراؤن الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا.ويجاب عن الاعتراض الثانی بأن النسيان عن الصلاة هو أن يبقى ناسيا لذكر الله فی جميع أجزاء الصلاة وهذا لا يصدر إلا عن المنافق الذی يعتقد أنه لا فائدة فی الصلاة، أما المسلم الذی يعتقد فيها فائدة عينية يمتنع أن لا يتذكر أمر الدين والثواب والعقاب فی شیء من أجزاء الصلاة، بل قد يحصل له السهو فی الصلاة بمعنى أنه يصير ساهيا فی بعض أجزاء الصلاة، فثبت أن السهو فی الصلاة من أفعال المؤمن والسهو عن الصلاة من أفعال الكافر وثالثها :أن يكون معنى :ساهون أی لا يتعهدون أوقات صلواتهم ولا شرائطها، ومعناه أنه لا يبالی سواء صلى أو لم يصل، وهو قول سعد بن أبی وقاص ومسروق والحسن ومقاتل(التفسير الكبير،للرازی، ج٣٢ص٣٠٤، سورة الماعون)

[1] المسألة الثانية :الآية دالة على حصول التهديد العظيم بفعل ثلاثة أمور أحدها :السهو عن الصلاة وثانيها :فعل المراءاة وثالثها :منع الماعون ، وكل ذلک من باب الذنوب ، ولا يصير المرء به منافقا فلم حكم الله بمثل هذا الوعيد على فاعل هذه الأفعال؟ ولأجل هذا الإشكال ذكر المفسرون فيه وجوها أحدها :أن قوله :(فويل للمصلين) أی فويل للمصلين من المنافقين الذين يأتون بهذه الأفعال ، وعلى هذا التقدير تدل الآية على أن الكافر له مزيد عقوبة بسبب إقدامه على محظورات الشرع وتركه لواجبات الشرع ، وهو يدل على صحة قول الشافعی :إن الكفار مخاطبون بفروع الشرائع ، وهذا الجواب هو المعتمد (تفسير الكبير،لفخر الدين الرازی، ج١٧، ص٢٠٣، سورة الأحقاف)

فإن قيل :هذه الآية تدل على التهديد العظيم بالسهو عن الصلاة، والرياء ، ومنع الماعون، وذلک من باب الذنوب، ولا يصير المرء به منافقا، فلم حكم الله بمثل هذا الوعيد على هذا الفعل؟ فالجواب من وجوه: ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ساٹھواں مستدل...... مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ .وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

(سورة الزلزلة،رقم الآيات۷،۸)

ترجمہ: پھر جس نے عمل کیا ذرہ برابر بھی خیر کا، وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے عمل کیا ذرہ برابر بھی شر کا، وہ بھی اسے دیکھ لے گا (سورہ زلزال)

فائدہ: اس آیت کی تفسیر بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ خیر اور شر کے عمل کو ہر انسان دیکھے گا، خواہ وہ مومن ہو یا کافر ہو، البتہ اچھے عمل کا نتیجہ کافر صرف دنیا میں دیکھے گا، اور آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا۔

جس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأول :قال ابن الخطيب :المراد بالمصلين هنا المنافقون الذين يأتون بهذه الأفعال وعلى هذا التقدير :دلت الآية على أن الكافر له مزيد عقوبة على فعل محظورات الشرع، وتركه واجبات الشرع، وذلك يدل على أن الكفار مخاطبون بفروع الإسلام.

الثانى :قيل لعكرمة :من منع شيئا من المتاع كان له الويل؟ فقال :لا، ولكن من جمع ثلاثتهن فله الويل، يعنى :ترك الصلاة، وفعل الرياء ، وترك الماعون.

روى الثعلبى عن أبى -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من قرأ سورة (أرأيت الذى يكذب بالدين) غفر الله له إن كان مؤديا للزكاة والله تعالى أعلم(تفسير اللباب فى علوم الكتاب،لابن عادل،ج۲۰ص۵۱۸، سورة الماعون)

[1] قوله تعالى :(فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره) كان ابن عباس يقول :من يعمل من الكفار مثقال ذرة خيرا يره فى الدنيا، ولا يثاب عليه فى الآخرة، ومن يعمل مثقال ذرة من شر عوقب عليه فى الآخرة، مع عقاب الشرك(تفسير القرطبى،ج۲۰،ص۱۵۰،سورة الزلزلة)

ومنهم من جعل الرؤية أعم مما تكون فى الدنيا وما تكون فى الآخرة، فالكافر يرى جزاء خيره فى الدنيا وجزاء شره فى الآخرة والمؤمن يرى جزاء شره فى الدنيا وجزاء خيره فى الآخرة فقد روى البغوى وابن جرير وابن المنذر وغيرهم عن محمد بن كعب القرظى أنه قال :فمن يعمل مثقال ذرة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰى طَاعَتِهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کوئی اچھا عمل کرتا ہے، تو اس کی بناء پر اس کو دنیا سے ہی کچھ کھلا دیا جاتا ہے، اور مومن کے لئے اللہ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لئے ذخیرہ کرتا رہتا ہے، اور دنیا میں اپنی اطاعت پر اسے رزق عطا کرتا ہے (مسلم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً، يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ، لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ کسی مومن سے ایک نیکی کو بھی کم نہ کرے گا، دنیا میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا، اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ من خير وهو كافر فإنه يرى ثواب ذلك فى الدنيا فى نفسه وأهله وماله حتى يبلغ الآخرة وليس عليه فيها خير، ومن يعمل مثقال ذرة من شر وهو مؤمن كوفىء ذلك فى الدنيا فى نفسه وأهله وماله حتى يبلغ الآخرة وليس عليه فيها شر (روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم، ج۱۵، ص۴۳۷، سورة الزلزلة)

[1] رقم الحديث ۲۸۰۸ "۵۷" كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فى الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر فى الدنيا.

[2] رقم الحديث ۲۸۰۸ "۵۶" كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته فى الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر فى الدنيا.

جو وہ اچھا عمل اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لئے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کے اچھے عمل پر دنیا میں اس کو بدلہ دیا جاتا ہے، اگر کفر کے ساتھ اچھا عمل قابلِ خطاب نہ ہوتا، تو اس پر اسے دنیا میں بدلہ نہ دیا جاتا، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

کافر کا مقصد کیونکہ دنیا بنانا ہوتا ہے، آخرت پر اس کا صحیح ایمان نہیں ہوتا، اس لیے اس کو دنیا ہی میں اس کے اچھے عمل کا بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

---

[1] (وأما الكافر فيطعم) : بصيغة المجهول لا غير أى :يعطى، وفى العدول إشارة إلى أن مطمح نظر الكافر فى العطاء إنما هو بطنه، والمعنى أنه يجزى (بحسنات ما عمل بها لله) أى :من إطعام فقير وإحسان ليتيم وإغاثة ملهوف ونحوها من طاعات لا يشترط فى صحتها الإسلام (فى الدنيا) : ظرف ليطعم (حتى إذا أفضى) أى :وصل (إلى الآخرة لم تكن) : بالتأنيث وتذكر أى :لم يبق ولم يوجد (له حسنة يجزى بها) : فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملا .وفى شرح السنة قوله :لا يظلم لا ينقص، وهو معدى إلى مفعولين أحدهما (مؤمنا) والآخر (حسنة) ، ومعناه أن المؤمن إذا اكتسب حسنة يكافئه الله تعالى بأن يوسع عليه رزقه ويرغد عيشه فى الدنيا، وبأن يجزى ويثاب فى الآخرة، والكافر إذا اكتسب حسنة فى الدنيا بأن يفك أسيرا أو ينقذ غريقا يكافئه الله تعالى فى الدنيا ولا يجز بها فى الآخرة اهـ .وحاصله أن الله يقابل عبده المؤمن بالفضل، والكافر بالعدل، ولا يسئل عما يفعل، ولعل الحديث مقتبس من قوله تعالى :(من كان يريد حرث الآخرة نزد له فى حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له فى الآخرة من نصيب)(رواه مسلم) : وفى الجامع :رواه أحمد ومسلم عن أنس بلفظ " :إن الله لا يظلم المؤمن حسنة يعطى عليها فى الدنيا ويثاب عليها فى الآخرة، وأما الكافر فيطعم بحسناته فى الدنيا حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم تكن له حسنة يعطى بها خيرا "اهـ.

ومقتضى المقابلة ما ورد فى حديث آخر " :إن المؤمن يجزى بسيئاته فى الدنيا من أنواع المحنة والمشقة والبلايا والرزايا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له سيئة يعاقب عليها ."ويؤيده ما روى أحمد وابن حبان أنه لما نزل قوله تعالى :(من يعمل سوء ا يجز به(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸،ص ۳۲۲۸، كتاب الرقاق)

وتحرير المعنى أن الله تعالى لا يظلم أحدا عمل حسنة، فأما المؤمن فيجزيه فى الآخرة الجزاء الأوفى، ويفضل عليه فى الدنيا .وأما الكافر فيجزيه فى الدنيا الجزاء الأوفى وماله فى الآخرة من نصيب .وإليه ينظر قوله تعالى :(من كان يريد حرث الآخرة نزد له فى حرثه، ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها، وما له فى الآخرة من نصيب)(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۱۰، ص ۳۲۷۴، كتاب الرقاق)

اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ [1]

اکسٹھواں مستدل...... وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (سورة الأنبياء، رقم الآية ۴۷)

ترجمہ: اور قائم کریں گے ہم انصاف کی ترازوؤں کو قیامت کے دن، پھر ظلم نہیں کیا جائے گا کسی جاندار پر ذرا بھی، اور اگر ہوگا (کوئی عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی لے آئیں گے ہم اس کو، اور کافی ہیں ہم حساب لینے والے (سورہ انبیاء)

فائدہ: قیامت کے دن میزانِ عمل، کفار کے لیے بھی قائم کیا جائے گا، کئی آیات اور احادیث

---

[1] واختلف العلماء فی تأويل هذه الآية، فقيل :نزلت فی الكفار، قال الضحاک، واختاره النحاس، بدليل الآية التی بعدها "أولئک الذين ليس لهم فی الآخرة إلا النار "أی من أتی منهم بصلة رحم أو صدقة نكافيه بها فی الدنيا، بصحة الجسم، وكثرة الرزق، لكن لا حسنة له فی الآخرة .وقد تقدم هذا المعنی فی "براء ة " مستوفی .وقيل :المراد بالآية المؤمنون، أی من أراد بعمله ثواب الدنيا عجل له الثواب ولم ينقص شيئا فی الدنيا، وله فی الآخرة العذاب لأنه جرد قصده إلی الدنيا، وهذا كما قال صلی الله عليه وسلم ":إنما الأعمال بالنيات "فالعبد إنما يعطی علی وجه قصده، وبحكم ضميره، وهذا أمر متفق عليه فی الأمم بين كل ملة .وقيل :هو لأهل الرياء ، وفی الخبر أنه يقال لأهل الرياء ":صمتم وصليتم وتصدقتم وجاهدتم وقرأتم ليقال ذلک فقد قيل ذلک "ثم قال ":إن هؤلاء أول من تسعر بهم النار ."رواه أبو هريرة، ثم بكی بكاء شديدا وقال: صدق رسول الله صلی الله عليه وسلم، قال الله تعالی ":من كان يريد الحياة الدنيا وزينتها "وقرأ الآيتين، .خرجه مسلم (فی صحيحه 2) بمعناه والترمذی أيضا .وقيل :الآية عامة فی كل من ينوی بعمله غير الله تعالی، كان معه أصل إيمان أو لم يكن، قال مجاهد وميمون بن مهران، وإليه ذهب معاوية رحمه الله تعالی .وقال ميمون بن مهران :ليس أحد يعمل حسنة إلا وفی ثوابها، فإن كان مسلما مخلصا وفی فی الدنيا والآخرة، وإن كان كافرا وفی الدنيا .وقيل :من كان يريد (الدنيا) بغزوه مع النبی صلی الله عليه وسلم وفيها، أی وفی أجر الغزاة ولم ينقص منها، وهذا خصوص والصحيح العموم(تفسير القرطبی، ج۹ص۱۳، ۱۴، سورة هود)

کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اور کفار کے لیے میزانِ عمل قائم کر کے ان کی سیئات کی قلت وکثرت کے درمیان امتیاز کیا جائے گا، جو کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [2]

باسٹھواں مستدل...... كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ حَسَنَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ، يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا، وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ: اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا (صحيح البخارى) [3]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب بندہ اسلام لے آتا ہے، اور اچھے طریقہ سے اسلام لے آتا ہے، تو اللہ اس کی ہر اس برائی کو مٹا دیتا ہے، جو وہ پہلے کر چکا ہے، اور اس کے بعد نئے سرے سے حساب شروع ہوتا ہے، ایک نیکی دس گنا اجر سے لے کر سات سو گنا تک اجر وثواب کا باعث ہوتی ہے، اور برائی کا بدلہ اس کے مثل ہوتا ہے، مگر یہ کہ اللہ اس برائی کو

---

[1] وظواهر أكثر الآيات والأحاديث تقتضى وزن أعمال الكفار (روح المعانى، للألوسى، ج ۹، ص ۵۳، سورة الأنبياء)

[2] قوله: (أسلمت على ما أسلفت) وهذا بناء على أن قربات الكافر معتبرة كلها. وقد مهدناه من قبل بقى الكلام فى أنه هل يقام له الميزان، أو لا؟ فرأيت عن الماتريدى أنه سئل عن الكافر، هل يقام له الميزان؟ فسكت، ثم أجاب فى المرة الثانية أنه يقام له ميزان التمييز، وإن لم تعدل له كفة الحسنات والسيئات. وفهمت منه أن الكافر، وإن لم يكن لأعماله وزن، إلا أنه يميز بين من كثرت سيئاته، وبين من قلت، ذكره فى شرح عقائد السبكى (فيض البارى على صحيح البخارى، ج۶ص ۱۲۴، باب من وصل رحمه فى الشرك ثم أسلم)

[3] رقم الحديث ۴۱، كتاب الايمان، باب حسن إسلام المرء.

معاف فرمادے (بخاری)

اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ كُلَّ حَسَنَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا، وَمُحِيَتْ عَنْهُ كُلُّ سَيِّئَةٍ كَانَ أَزْلَفَهَا، ثُمَّ كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهَا (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اسلام لے آتا ہے، اور اچھے طریقہ سے اسلام لے آتا ہے، تو اللہ اس کی ہر گزری ہوئی نیکی کو لکھ دیتا ہے، اور اس کی ہر گزری ہوئی برائی کو مٹا دیتا ہے، پھر اسلام کے بعد سے نیا حساب اس طریقہ سے شروع ہوتا ہے کہ ہر ایک نیک عمل کے عوض دس نیکیاں سات سو نیکیوں تک اجر وثواب کا باعث ہوتی ہیں، اور ہر ایک برائی کے عوض ایک ہی برا عمل لکھا جاتا ہے، مگر یہ کہ جس کو اللہ عز وجل معاف فرمادے (تو پھر وہ برا عمل بھی نہیں لکھا جاتا) (نسائی)

فائدہ: متعدد اہلِ علم حضرات کی رائے یہ ہے کہ کافر جب اسلام لے آتا ہے، تو اسلام لانے سے پہلے جو اس نے اچھے عمل کیے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کا اجر وثواب بھی عطا فرماتا ہے، جو کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۴۹۹۸، کتاب الایمان وشرائعه، باب حسن إسلام المرء.

[2] وقد ثبت فی جمیع الروایات ما سقط من روایة البخاری وهو کتابة الحسنات المتقدمة قبل الإسلام وقوله کتب الله أی أمر أن یکتب والدارقطنی من طریق زید بن شعیب عن مالک بلفظ یقول الله لملائکته اکتبوا فقیل إن المصنف أسقط ما رواه غیره عمدا لأنه مشکل علی القواعد وقال المازری الکافر لا یصح منه التقرب فلا یثاب علی العمل الصالح الصادر منه فی شرکه لأن من شرط المتقرب أن یکون عارفا لمن یتقرب إلیه والکافر لیس کذلک وتابعه القاضی عیاض علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مذکورہ مطلب کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، مِنْ صِلَةٍ، وَعَتَاقَةٍ، وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِّيْ فِيْهَا مِنْ أَجْرٍ؟ قَالَ حَكِيْمٌ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ (صحيح البخاري) [1]

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا ان کاموں کے بارے میں کیا حکم ہے، جو میں جاہلیت کے زمانے میں (یعنی اسلام لانے سے پہلے) کرتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقرير هذا الإشكال واستضعف ذلك النووي فقال الصواب الذي عليه المحققون بل نقل بعضهم فيه الإجماع أن الكافر إذا فعل أفعالا جميلة كالصدقة وصلة الرحم ثم أسلم ومات على الإسلام أن ثواب ذلك يكتب له وأما دعوى أنه مخالف للقواعد فغير مسلم لأنه قد يعتد ببعض أفعال الكافر في الدنيا ككفارة الظهار فإنه لايلزمه إعادتها إذا أسلم وتجزئه انتهى والحق أنه لا يلزم من كتابة الثواب للمسلم في حال إسلامه تفضلا من الله وإحسانا أن يكون ذلك لكون عمله الصادر منه في الكفر مقبولا والحديث إنما تضمن كتابة الثواب ولم يتعرض للقبول ويحتمل أن يكون القبول يصير معلقا على إسلامه فيقبل ويثاب إن أسلم وإلا فلا وهذا قوي وقد جزم بما جزم به النووي إبراهيم الحربي وبن بطال وغيرهما من القدماء والقرطبي وبن المنير من المتأخرين قال بن المنير المخالف للقواعد دعوى أن يكتب له ذلك في حال كفره وأما أن الله يضيف إلى حسناته في الإسلام ثواب ما كان صدر منه مما كان يظنه خيرا فلا مانع منه كما لو تفضل عليه ابتداء من غير عمل وكما يتفضل على العاجز بثواب ما كان يعمل وهو قادر فإذا جاز أن يكتب له ثواب ما لم يعمل البتة جاز أن يكتب له ثواب ما عمله غير موفي الشروط وقال بن بطال لله أن يتفضل على عباده بما شاء ولا اعتراض لأحد عليه واستدل غيره بأن من آمن من أهل الكتاب يؤتى أجره مرتين كما دل عليه القرآن والحديث الصحيح وهو لو مات على إيمانه الأول لم ينفعه شيء من عمله الصالح بل يكون هباء منثورا فدل على أن ثواب عمله الأول يكتب له مضافا إلى عمله الثاني وبقوله صلى الله عليه وسلم لما سألته عائشة عن بن جدعان وما كان يصنعه من الخير هل ينفعه فقال إنه لم يقل يوما رب اغفر لي خطيئتي يوم الدين فدل على أنه لو قالها بعد أن أسلم نفعه ما عمله في الكفر (فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج ١، ص ٩٩، ١٠٠، كتاب الايمان، قوله باب الدين يسر)

[1] رقم الحديث ٥٩٩٢، كتاب الادب، باب من وصل رحمه في الشرك ثم أسلم.

تھا، مثلاً اچھا سلوک، غلام کی آزادی، اور صدقہ خیرات، کیا میرے لیے ان کاموں میں اجر و ثواب ہوگا؟ حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ تم پچھلی نیکیوں کو برقرار رکھتے ہوئے مسلمان ہوئے ہو (یعنی وہ ضائع نہ جائیں گی) (بخاری)

اور ابنِ حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ فَهَلْ فِيْهَا أَجْرٌ فقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَکَ مِنْ أَجْرٍ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا ان کاموں کے بارے میں کیا حکم ہے، جو میں جاہلیت کے زمانے میں (یعنی اسلام لانے سے پہلے) کرتا تھا، مثلاً اچھا سلوک، غلام کی آزادی، اور صدقہ خیرات، کیا میرے لیے ان کاموں میں اجر و ثواب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ تم اسلام لائے ہو اس اجر کے ساتھ، جو آپ کے لئے پہلے گزر چکا ہے (ابن حبان)

اس حدیث کی تشریح میں اگرچہ اور بھی اقوال ہیں، لیکن ایک قول وہی ہے جس کا ذکر پہلے حدیث میں گزرا کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد اس کے کفر کی حالت میں کیے ہوئے اچھے اعمال کا بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، اس کی تائید گزشتہ حدیث سے بھی ہوتی ہے، اور یہ بظاہر کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۲۹، كتاب البر والإحسان، باب ما جاء في الطاعات وثوابها.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

[2] قوله أسلمت على ما سلف من خير قال المازري ظاهره أن الخير الذى أسلفه كتب له والتقدير أسلمت على قبول ما سلف لک من خير وقال الحربي معناه ما تقدم لک من الخير الذى عملته هو لک كما تقول أسلمت على أن أحوز لنفسي ألف درهم وأما من قال إن الكافر لا يثاب فحمل معنى الحديث على وجوه أخرى منها أن يكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تریسٹھواں مستدل...... بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکَاۃِ والْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر ہے، ایک تو اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور بے شک (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ دینا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کا روزہ رکھنا (بخاری، مسلم)

فائدہ: مذکورہ حدیث میں اسلام کی بنیاد جن چیزوں پر قائم ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں توحید ورسالت کے ساتھ ساتھ نماز، زکاۃ، روزہ اور حج جیسے فروعِ اسلام کا بھی ذکر کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المعنى أنک بفعلک ذلک اکتسبت طباعا جمیلة فانتفعت بتلک الطباع فی الإسلام وتکون تلک العادة قد مهدت لک معونة علی فعل الخیر أو أنک اکتسبت بذلک ثناء جمیلا فهو باق لک فی الإسلام أو أنک ببرکة فعل الخیر هدیت إلی الإسلام لأن المبادء عنوان الغایات أو أنک بتلک الأفعال رزقت الرزق الواسع قال بن الجوزی قیل إن النبی صلی الله علیه وسلم وری عن جوابه فإنه سأل هل لی فیها من أجر فقال أسلمت علی ما سلف من خیر والعتق فعل خیر وکأنه أراد أنک فعلت الخیر والخیر یمدح فاعله ویجازی علیه فی الدنیا فقد روی مسلم من حدیث أنس مرفوعا إن الکافر یثاب فی الدنیا بالرزق علی ما یفعله من حسنة (فتح الباری لابن حجر، ج۳، ص ۳۰۲، قوله باب الصدقة فیما استطاع)

أعمال الکافر التی یظن هو أنها حسنة لا تکتب له إلا إذا أسلم فیکتب له ثوابه من الکفر انتهی (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۵۲۹، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

[1] رقم الحدیث ۸، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: بنی الإسلام علی خمس، مسلم، رقم الحدیث ۲۱ "۱۶"، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم بنی الإسلام علی خمس.

گیا ہے، اور یہ حکم کفار کو بھی شامل ہے، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

چونسٹھواں مستدل...... أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] الدليل الاول: انه لايمتنع عقلا ان يقول الشارع: "بنى الاسلام على خمس: شهادة ان لا الٰه الا اللـه وان محمدا رسول الله واقام الصلاة وايتاء الزكاة ... الخ " وانتم ايها الكفار مامورون بجميع تلك الخمس سواء مايخص الايمان وهو شهادة ان لا الٰه الا الله وان محمدا رسول الله، او مايخص الفروع وهو: وجوب الصلاة والزكاة والحج والصوم.
وكذلك انتم مامورون بشيئ آخر وهو: تقديم الشهادتين قبل ان تفعلوا شيئا من تلك العبادات من زكاه، وصلاة ، وصوم، وحج ليصح فعلكم لها" هذا لايمنع من جهة العقل.
وبهذا تكون الشهادتان ماموراً بهما لشيئين:
الاول: لنفسيهما حيث لايتحقق الايمان الا بهما. الثانى: لغيرهما حيث انهما شرطان لصحة اى عبادة: فالصلاة والزكاة والصوم والحج وسائر العبادات لا تصح الا بتقديم تلك الشهادتين عليها.
فتكون الشهادتان ماموراً بهما، لتحقيق الايمان، وماموراً بهما، لكون سائر العبادات لاتصح بدونهما.
وذلك يقاس على المحدث يؤمر بالصلاة بيان ذلك:
انه كما ان المحدث وهو فى حال حدثه ونجاسته يؤمر بالصلاة بشرط تقديم الوضوء كذلك الكافر، وهو فى حال كفره، يؤمر بالصلاة وغيرها من العبادات السابقة الذكر بشرط تقديم الشهادتين، ولا فرق بينهما بجامع: ان كلا منهما لا يصح منه العمل وهو فى حالته تلك.
فاذا امر المسلم بالصلاة وهو محدث فانه يكون ماموروا بالشيئ الذى يتحقق صحة تلك الصلاة المامور بها وهو :الطهارة من باب ما لايتم الواجب الا به فهو واجب.
كذلك الكافر يؤمر بالصلاة والزكاة وغيرهما من فروع الشريعة ، ومعروف انه لا تتحقق صحة الصلاة والزكاة وغيرهما الا بتقديم الشهادتين،اذاً هو من باب ما لا يتم الواجب الا به فهو واجب.
او تقول فى هذا الدليل بعبارة اخرى:لولم يوجد فى الكافر اكثر من فقد شرط العبادة فان فقد شرط العباده مع القدر عليه لا يمنع توجه الخطاب بها.
الدليل على ذلك:المحدث فانه فقد فيه شرط الصلاه ولم يمنع ذلك وجوب الصلاة عليه لما كان قادرا على تحصيل الشرط كذلك الكافر فانه قادر على تحصيل شرط العبادة وهو الايمان (الالمام فى مسألة تكليف الكفار بفروع الاسلام "دراسة نظرية تطبيقية" للدكتور: عبدالكريم بن على بن محمد النملة "الاستاذ المسارك بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، كلية الشريعة بالرياض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ، ص ۱۳۴، ۱۳۵ ، العدد الثامن:رجب ۱۴۱۳ھ)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (بخاری)[1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں، جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم نہ کرلیں، اور زکاۃ ادا نہ کریں۔

پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ میری طرف سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، مگر جو اسلام کا حق ہو (مثلاً کسی نے قتل کیا ہو، وہ معاف نہ ہوگا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

فائدہ: مذکورہ حدیث میں کافروں سے قتال کرنے کا اس وقت تک حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ توحید ورسالت کے ساتھ نماز اور زکاۃ کو قائم نہ کریں، جس سے کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔[2]

پینسٹھواں مستدل...... إِنْ يَّنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٢٥، كتاب الايمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم.

[2] وفى الحديث السابع والخمسين " :أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا، لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة وقد تقدم الكلام فى هذا .وفى هذا دليل على أن الكفار مخاطبون بالفروع، لأنهم يقاتلون على ذلك (كشف المشكل من حديث الصحيحين لابن جوزى، ج٢، ص ٥١٤، كشف المشكل من مسند أبى عبد الرحمن، عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنهما)

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (سورة الانفال، رقم الآية ۳۸)

ترجمہ: کہہ دیجئے ان لوگوں سے، جنہوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آ جائیں، تو مغفرت کردی جائے گی ان کے لئے ان چیزوں کی جو گزر چکیں (انفال)

مطلب یہ ہے کہ کافر کے کفر سے بعض آنے یعنی اسلام قبول کرنے پر، اس کے اسلام لانے سے پہلے کا کفر اور دوسرے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ کفار فروع کے مکلّف ہیں، اسی وجہ سے ان کے گناہوں کی معافی کا حکم لگایا گیا۔ [1]

احادیث میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم) [2]

ترجمہ: بے شک اسلام اپنے سے پہلے، گناہوں کو منہدم کردیتا ہے (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَمَّا أَلْقَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ قَلْبِيْ اَلْإِسْلَامَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَنِيْ، فَبَسَطَ يَدَهُ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: لَا أُبَايِعُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَتّٰى تَغْفِرَ لِيْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِيْ، قَالَ: فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَمْرُو أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْهِجْرَةَ تَجُبُّ مَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ، يَا عَمْرُو أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ مِنَ

---

[1] قوله سبحانه وتعالى :قل يعنى قل يا محمد للذين كفروا إن ينتهوا يعنى عن الشرك يغفر لهم ما قد سلف يعنى ما قد مضى من كفرهم وذنوبهم قبل الإسلام(لباب التأويل فى معانى التنزيل، المعروف بالخازن، ج۲، ص۳۱۲، سورة الانفال)

[2] رقم الحديث ۱۲۱ "۱۹۲" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج.

الذُّنُوبِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٨٢٧) [1]

ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا، تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت تک آپ سے بیعت نہیں کروں گا، جب تک میرے گذشتہ گناہ معاف نہیں ہوجائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہ مٹا دیتی ہے؟ اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْخٌ كَبِيرٌ يَدَّعِمُ عَلٰى عَصًا لَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ لِيْ غَدَرَاتٍ وَفَجَرَاتٍ، فَهَلْ يُغْفَرُ لِيْ؟ قَالَ: أَلَسْتَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ: بَلٰى، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ: قَدْ غُفِرَ لَكَ غَدَرَاتُكَ وَفَجَرَاتُكَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٤٣٢) [2]

ترجمہ: ایک بہت بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے دھوکے دیئے ہیں اور

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح بشواهده، وهذا الإسناد فيه مكحول -وهو الشامي -كثيرُ الإرسال، ولا يُعرف له سماعٌ من عمرو بن عَبَسة، وقد عنعن. وبقية رجاله ثقات غير نوح بن قيس -وهو ابن رباح الأزدي -فصدوق. أشعث بن جابر: هو أشعث بن عبد الله بن جابر، نُسب إلى جده (حاشية مسند احمد)

فسق وفجور کیے ہیں، کیا میرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس بات کی گواہی نہیں دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ بالکل دی ہے، اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے دھوکے اور فسق وفجور سب معاف کر دیے گئے (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں، جن میں اسلام لانے کے بعد گزشتہ گناہوں کی معافی کا ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] عبد الرحمن بن جبير، عن أبى طويل شطب الممدود، أنه أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال " :أرأيت رجلا، عمل الذنوب كلها، فلم يبق منها شيئا، وهو فى ذلک، لم يترک حاجة ولا داجة، إلا اقتلعها بيمينه، فهل لذلک من توبة؟ قال :هل أسلم، فقال : أما أنا، فأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريک له، وأنک رسوله، قال :نعم، تعمل الخيرات، وتسبر السيئات، يجعلهن الله لک خيرا كلهن (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۳۲۴۴، باب الإقلاع عن الذنوب)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانى والبزار بنحوه، ورجال البزار رجال الصحيح غير محمد بن هارون أبى نشيط، وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۶، باب الإسلام يجب ما قبله)

وقال ابن حجر:

هذا حديث حسن صحيح غريب،أخرجه البغوى فى معجم الصحابة والبزار فى مسنده وابن أبى عاصم فى الوحدان وعلى بن سعيد العسكرى فى الصحابة كلهم عن أبى نشيط محمد بن هارون عن أبى المغيرة(الامالى المطلقة ، ص ۱۴۵)

عن محمد بن سيرين، عن الجارود العبدى قال :أتيت النبى صلى الله عليه وسلم أبايعه، فقلت له :على أنى إن تركت دينى ودخلت فى دينک لا يعذبنى الله فى الآخرة؟ قال : نعم (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۹۱۸)

قال حسين سليم أسد الدارانى: رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

عن أنس، قال :جاء رجل النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله، ما تركت حاجة ولا داجة إلا قد أتيت .قال :أليس تشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله؟ ثلاث مرات قال :نعم، قال :ذاک يأتى على ذلک (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۳۴۳۳)

قال حسين سليم أسد الدارانى: إسناده صحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے بعد کفر کی حالت والے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ کافر، کفر کی حالت میں فروعِ اسلام والے گناہوں کا مکلّف ومخاطب ہوتا ہے، اسی لیے وہ گناہ اسلام لانے سے معاف ہوتے ہیں، جو کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کی دلیل ہے۔ [2]

اور مذکورہ احادیث میں گناہوں کو ترکِ عقیدہ پر محمول کرنا، ظاہر کے خلاف ہونے کی وجہ سے راجح معلوم نہیں ہوتا۔ [3]

---

[1] الإسلام يهدم ما كان قبله مطلقا، مظلمة كانت أو غير مظلمة، كبيرة كانت أو صغيرة (شرح المشكاة للطيبى، ج۲، ص ۴۸۲، كتاب الايمان)

(أن الإسلام يهدم ما كان قبله) من الكفر والمعاصى أى يسقط ويمحو أثره ويرفع خبره (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۵۹۷)

(الإسلام يجب) أى يقطع وفى رواية يهدم (ما كان قبله) من كفر وعصيان يترتب عليهما من حقوق الله أما حقوق عباده فلا تسقط إجماعا ولو كان المسلم ذميا والحق ماليا وظاهر الخبر أن مجرد الإسلام مكفر للسوابق هبه أساء وأحسن بعد وأما خبر من أحسن فى الإسلام لم يؤاخذ بما عمل فى الجاهلية ومن أساء فى الإسلام أخذ بالأول والآخر فوارد على منهج التحذير (ابن سعد) فى الطبقات (عن الزبير) بن العوام (وعن جبير بن مطعم) قضية صنيع المصنف أنه لم يره مخرجا لأحد من المشاهير الذين وضع لهم الرموز مع أن الطبرانى خرجه باللفظ المزبور (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۰۶۴)

[2] ولم نك نطعم المسكين ما يجب اعطائهم فيه دليل على ان الكفار مخاطبون بفروع الأعمال لاجل المؤاخذة فى الاخرة وانما سقط عنهم الخطاب فى الدنيا لفقد شرط ادائه وهو الايمان ولا وجه بسقوط التكليف فان الكفر موجب للتشديد دون التخفيف لكن حقوق الله تعالى من العبادات والعقوبات تسقط بالإسلام فلا يوخذ من اسلم على ما فات عنه فى حالة الكفر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإسلام يهدم ما كان قبله (التفسير المظهرى، ج۱۰، ص ۱۳۲، سورة المدثر)

[3] علامہ ابنِ نجیم نے الاشباہ والنظائر میں اسلام کے اپنے سے پہلے کے حقوق اللہ معاف ہونے اور حقوق العباد معاف نہ ہونے کا حکم لگایا ہے، پھر اس کے بعد چند چیزوں کا استثناء کیا ہے۔

تنبيه :الإسلام يجب ما قبله من حقوق الله تعالى دون حقوق الآدميين، كالقصاص وضمان الأموال إلا فى مسائل :لو أجنب الكافر ثم أسلم لم تسقط ومنها لو زنى ثم أسلم وكان زناه ثابتا ببينة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کسی دوسرے کو راجح معلوم ہو، تو وہ اس کا معاملہ ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسلمین لم یسقط الحد بإسلامه وإلا سقط(الاشباه والنظائر،ص ۲۸۱،الفن الثالث من الأشباه والنظائر وهو فن الجمع والفرق،أحكام الذمی)

مگر علامہ حموی نے اس پر یہ شبہ کیا ہے کہ اسلام کے اپنے سے پہلے حقوق اللہ کے معاف ہونے کا حکم، اس قول پر متفرع ہوتا ہے، جس کے مطابق کافر کو فروعِ شریعت کا مکلّف قرار دیا جائے، اور اگر کفار کو فروع کا مکلّف قرار نہ دیا جائے، جو کہ صحیح قول ہے، تو اس پر یہ قول متفرع نہیں ہوتا، مگر اس صورت میں کہ یہ کہا جائے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ جو اعتقاد ترک کرنے پر گناہ لازم آیا، وہ اسلام لانے سے معاف ہو جاتا ہے۔

قوله :الإسلام یجب ما قبله من حقوق الله تعالى .

أقول :إنما یتم هذا على القول بأن الكافر مكلف بفروع الشریعة فلا یجب علیه قضاء الصلاة والصوم والزكاة إذا أسلم ، وأما على القول بأنه غیر مكلف بها وهو الصحیح فلا ، اللهم إلا أن یقال المراد یجب ما قبله من الإثم على ترک اعتقادها .

قوله :دون حقوق الآدمیین كالقصاص وضمان الأموال .

یعنی فلا یجب بالإسلام ، وهذا فی الذمی إذا أسلم وأما الحربی إذا أسلم وقد كان أصاب من دمائنا وأموالنا فلا یؤاخذ بذلک كما فی البحر .

قوله :إلا فی مسائل . استثناء من قوله یجب ما قبله من حقوق الله فكان حقه أن یذكر بعده ثم إن المذكور مسألتان لا مسائل ، فكان حقه أن یقول :إلا فی مسألتین ، وقد ذكروا أن الجزیة تسقط بالإسلام فیما لو كان علیه جزیة متكررة لم یدفعها حال كفره لأنها عقوبة على الكفر ، وعقوبة الكفر تسقط بالإسلام ولا فرق فی المسقط بین أن یكون بعد تمام السنة أو فی بعضها .

بقی أن یقال :هذا الاستثناء إنما یتأتى على القول الضعیف وهو أن الكفار مكلفون بفروع الشریعة ، أما على القول الصحیح وهو أنهم لیسوا بمكلفین بفروع الشریعة فلا والمصنف قد نقل المستثنى منه وبعض المستثنى من كتب الشافعیة القائلین بأن الكفار مكلفون بفروع الشریعة(غمز عیون البصائر فی شرح الاشباه، ج۶، ص ۳۸۰، الفن الثالث وهو فن الجمع والفرق،أحكام الذمی)

مگر علامہ حموی کی ان دونوں باتوں سے اتفاق مشکل ہے، کیونکہ اوّلاً تو متعدد احادیث میں، گناہوں والے اعمال کی تصریح پائی جاتی ہے، جن کو ترکِ عقیدے پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے، دوسرے اس حدیث کو حنفیہ کے صحیح مذہب کے خلاف سمجھنا بھی بظاہر راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ فقہائے حنفیہ نے اس حدیث سے گناہوں کی معافی پر متعدد مسائل میں استدلال کیا ہے، نیز اصحابِ مذہب سے کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کے مسئلہ میں تصریح منقول نہیں، اور یہ مشائخِ حنفیہ میں مختلف فیہ مسئلہ ہے، اور متعدد حنفیہ نے تو کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

اس لئے ہمیں مذکورہ مسئلہ میں علامہ حموی کے بجائے، علامہ ابن نجیم کی رائے سے اتفاق ہے۔ محمد رضوان۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ متعدد نصوص کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں کفار کو اوامر کے ترک اور نواہی کے ارتکاب کی وجہ سے بھی عذاب دیا جائے گا، اور یہ عذاب ترکِ عقیدہ اور ترکِ ایمان سے اضافی ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ کفار کے مطلقاً مکلّف ومخاطَب بالفروع ہونے کے قول کی تائید متعدد نصوص کے ظاہر سے ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] المسألة الثانية: مذهب الجمهور من أصحابنا ومن المعتزلة أنه لا يشترط فی التكليف بالفعل أن يكون شرطه حاصلا حالة التكليف، بل لا مانع من ورود التكليف بالمشروط وتقديم شرطه عليه، وهو جائز عقلا وواقع سمعا.
خلافا لأكثر أصحاب الرأى وأبى حامد الإسفراييني من أصحابنا، وذلك كتكليف الكفار بفروع الإسلام حالة كفرهم.
ودليل الجواز العقلی أنه لو خاطب الشارع الكافر المتمكن من فهم الخطاب وقال له: "أوجبت عليك العبادات الخمس المشروط صحتها بالإيمان، وأوجبت عليك الإتيان بالإيمان مقدما عليها" لم يلزم منه لذاته محال عقلا ولا معنى للجواز العقلی سوى هذا.
فإن قيل: التكليف بالفروع المشروطة بالإيمان إما أن تكون حالة وجود الإيمان أو حالة عدمه.
فإن كان الأول فلا تكليف قبل الإيمان، وهو المطلوب.
وإن كان حالة عدمه فهو تكليف بما هو غير جائز عقلا.
وأيضا فإن التكليف بالفروع غير ممكن الامتثال؛ لاستحالة أدائها حالة الكفر، وامتناع أدائها بعد الإيمان، لكونه مسقطا لها بالإجماع.
وما لا يمكن امتثاله فالتكليف به تكليف بما لا يطاق ولم يقل به قائل فی هذه المسألة.
قلنا: أما الإشكال الأول فإنما يلزم منه التكليف بما لا يطاق بتقدير تكليفه بالفروع حالة الكفر أن لو كان تكليفه بمعنى إلزامه الإتيان بها مع الكفر، وليس كذلك، بل بمعنى أنه لو أصر على الكفر حتى مات ولم يأت بها مع الإيمان فإنه يعاقب فی الدار الآخرة ولا إحالة فيه.
وبهذا الحرف يندفع ما ذكروه من الإشكال الثانی أيضا.
كيف وأن الامتثال بعد الإسلام غير ممتنع أن الشارع أسقطه ترغيبا فی الدخول فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہی قول جمہور علماء وفقہاء کا ہے، اور متعدد حنفیہ نے اسی قول کو راجح ومعتمد قرار دیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسلام بقوله عليه السلام " :الإسلام يجب ما قبله "وهذا بخلاف المرتد، حيث إنه أوجب عليه فعل ما فاته فى حال ردته ليكون ذلك مانعا من الردة .

وأما الوقوع شرعا فيدل عليه النص والحكم.

أما النص فمن وجوه الأول قوله تعالى :(لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب والمشركين) إلى قوله تعالى :(وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة) والضمير فى قوله :(وما أمروا) عائد إلى المذكورين أولا وهو صريح فى الباب.

وأيضا قوله تعالى :(فلا صدق ولا صلى -ولكن كذب وتولى) ذم على ترك الجميع، ولو لم يكن مكلفا بالكل لما ذم عليه.

وأيضا قوله تعالى :(والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التى حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما -يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا) حكم بمضاعفة العذاب على مجموع المذكور والزنى من جملته.

ولولا أنه محرم عليه ومنهى عنه لما أثمه به، وهذه حجة على من نفى التكليف بالأمر والنهى دون من جوز التكليف بالنهى دون الأمر .

وأيضا قوله تعالى :(ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا) والكافر داخل فيه لكونه من الناس.

وأيضا قوله تعالى :(وويل للمشركين الذين لا يؤتون الزكاة) لكن قال المفسرون : المراد بالزكاة فى هذه الآية إنما هو قول :(لا إله إلا الله)

وأيضا قوله تعالى :(ما سلككم فى سقر -قالوا لم نك من المصلين -ولم نك نطعم المسكين) ولو لم يكونوا قد كلفوا بالصلاة لما عوقبوا عليها.

فإن قيل :هذه حكاية قول الكفار، ولا حجة فيها، وإن كانت حجة لكن أمكن أن يكون المراد من قولهم :(لم نك من المصلين) أى من المؤمنين.

ومنه قوله عليه السلام " :نهيت عن قتل المصلين "وأراد به المؤمنين، وإن كان المراد الصلاة الشرعية حقيقة، غير أن العذاب إنما كان لتكذيبهم بيوم الدين، غير أنه غلط بإضافة ترك الطاعات إليه وإن كان ذلك مضافا إلى الصلاة لكن لا إلى تركها، بل إلى إخراجهم أنفسهم عن العلم بقبح تركها بترك الإيمان وإن كان ذلك على ترك الصلاة لكن أمكن أن يكون ذلك إخبارا عن جماعة من المرتدين تركوا الصلاة حالة ردتهم وذلك محل الوفاق.

والجواب عن قولهم إنه حكاية قول الكفار أن علماء الأمة من السلف وغيرهم أجمعوا على أن المراد بذلك إنما هو تصديقهم فيما قالوه والتحذير لغيرهم من ذلك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کے برخلاف اقوال دلائل کے لحاظ سے قوی ثابت نہیں ہو سکے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویدل علی ذلک تعذیبهم بالتکذیب بیوم الدین، وقد عطف علی ما قبله.
والأصل اشتراک المعطوف والمعطوف علیه فی أصل الحکم.
وعن حمل لفظ المصلین علی المؤمنین أنه ترک للظاهر من غیر دلیل، وإن أمکن تأویل لفظ الصلاة فبماذا نتأول قوله :(ولم نک نطعم المسکین) فإن المراد به إنما هو الإطعام الواجب لاستحالة -التعذیب علی ترک إطعام لیس بواجب.
وعن قولهم بتغلیظ عذاب التکذیب بإضافة ترک الطاعات إلیه أنها لو کانت مباحة لما غلظ العذاب بها.
وعن قولهم بالتعذیب بإخراج أنفسهم عن العلم بقبح ترک الصلاة أنه ترک للظاهر من غیر دلیل، وأنه یوجب التسویة بین کافر ارتکب جمیع المحرمات وبین من لم یباشر شیئا منها لاستوائهما فیما قیل، وهو خلاف الإجماع.
وعن الحمل علی صلاة المرتدین أن الآیة بلفظها عامة فی کل المجرمین المذکورین فی قوله :(یتساء لون -عن المجرمین) وهو عام فی المرتدین وغیرهم فلا یجوز تخصیصها من غیر دلیل.
هذا من جهة النصوص.
وأما من جهة الإلزام، فهو أنه لو امتنع التکلیف بالفعل مع عدم شرط الفعل - لامتنع التکلیف بالصلاة مع عدم الطهارة، ولکان من ترک الطهارة والصلاة أبدا لا یعاقب ولا یذم إلا علی ترک الطهارة، بل ما لا تتم الطهارة إلا به.
وذلک خلاف إجماع الأمة(الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی، ج ۱ ص ۱۴۴ الیٰ ۱۴۷، القاعدة الاولیٰ، القسم الثالث، الأصل الثالث فی المحکوم فیه وهو الأفعال المکلف بها،المسألة الثانیة لا یشترط فی التکلیف بالفعل أن یکون شرطه حاصلا حالة التکلیف)

[1] بعد ان عرفنا تلک المذاهب فی تکلیف الکفار بالفروع، وعرفنا ادلة کل مذهب یمکننا ان نجزم بان المذهب الاول هو الاجح وهو ان الکفار مکلفون بالفروع مطلقا ای: هم مکلفون بالاوامر والنواهی ، ولا فرق بین الکافر الاصلی ولا غیره، ولا بین الحربی ولا غیره، کل من یطلق علیه انه کافر فهو مکلف بالفروع وقد رجحت هذا للامور التالیة :
الاول: قوة الادلة علی ان الکفار مکلفون بالفروع مطلقا وضعف ما وجه الیها من اعتراضات کما سبق.
الثانی: ضعف المذاهب الاخری بسبب ضعف ادلتها وقد اتضح لک ذلک من خلال الاعتراضات والاجوبة عن تلک الادلة (الالمام فی مسألة تکلیف الکفار بفروع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ کے اصحابِ مذہب سے اس سلسلہ میں کوئی تصریح منقول نہیں، اور جن مشائخ نے اصحابِ مذہب کے مسائل سے کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے مسئلہ کو مستنبط کیا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاسلام "دراسة نظرية تطبيقية" للدكتور: عبدالكريم بن على بن محمد النملة "الاستاذ المسارك بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، كلية الشريعة بالرياض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، ص١٦٦، العدد الثامن: رجب ١٤١٣هـ)

(لم نک من المصلين)، ولم نک نطعم المسكين، وكنا نخوض مع الخائضين، وكنا نكذب بيوم الدين) الكفار هذه الأمور هى الموقعة لهم فى العذاب، فدل ذلک على أنهم أمروا بالصلاة فلم يفعلوها فعذبوا عليها، ولا معنى عن هذا بقوله :هذا قول الكفار، والكافر لا حجة فى قوله، لأن الله سبحانه أخبر بذلک عنهم تحذيرا للمؤمنين أن (يفعلوا) فيما وقعوا فيه من الموبقات، فلو كانت هذه أكاذيب لم يصح التحذير بها، ولا كذبهم البارء سبحانه فى كذبهم، ولا أنكر عليهم، كما أنكر عليهم ما ذكروه عن أنفسهم من هذه الموبقات.

وكذلک إن قيل المراد بهذا :لم يكن من المصدقين للصلاة، وذلک يرجع إلى التكذيب بالإيمان لم يصح هذا التأويل، لأن تسمية المصدق بالصلاة مصليا مجاز، والكلام محمول على الحقائق، لا يصرف عنها إلا بدليل، وهكذا طريقة الاستدلال بقوله سبحانه :(ويل للمشركين *الذين لا يؤتون الزكاة) لأن هذا ذم ...لا أن الزكاة منعوها بعد أمرهم بها لما نصوا عليها وقد قيل :إن هذا نعت لهن، فلا يستدل به، فيقال: وإن كان نعتا فالقصد (به) الذم، فبقصد الذم استدلالنا لا بمجرد النعتية.

وقد ذكر ابن فورک معنى فى تخصيص الزكاة دون غيرها من العبادات فقال (إن) الزكاة يحمل على منعها البخل والشح، وكانت العرب تأنف من أن يرمز إليها بالشح والبخل، وترى ذلک من المعرات التى تتقيها، اختصت الزكاة بهذا المعنى الذى يُتقى أن يشار إليها به، خصت، بالذكر دون غيرها من العبادات.

وكذلک يستدل أصحاب هذا المذهب بقوله تعالى :(وما تفرق الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما جاء تهم البينة *وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة) فنص فى هذه الآية على أن أهل الكتاب أمروا بالصلاة والزكاة، وإن سلكوا فى المدافعة عنها ...)) ما قدمنا دفعناهم بنحو ما تقدم، وحملنا الكلام على حقائقه، وقد قال تعالى فى المنافقين :(وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى) فذمهم على التكاسل عن الصلاة، فلولا أنهم مخاطبون بها ما ذموا عليها(إيضاح المحصول من برهان الأصول،لمحمد بن على بن عمر المازرى،ص٨٢،فصل خطاب الكفار بالفروع)

وہ استنباط راجح نہیں ہے، اور اس کے خلاف کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے استنباط بھی پائے جاتے ہیں، اس لئے کفار کے مخاطَب بالفروع نہ ہونے کے موقف کو حنفیہ کا مسلک ومذہب قرار دینا بھی بظاہر راجح ثابت نہیں ہوسکا۔

لہٰذا کفار کے مخاطَب بالفروع ہونے کے موقف کو حنفیہ کے مذہب کے خلاف یا صرف امام شافعی کا مذہب سمجھنا راجح نہیں ہے، بلکہ اس کو حنفیہ کا بھی مسلک قرار دینا چاہئے۔

اور اسی بناء پر مثلاً جو کفار سود خوری کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کا عذاب ان کفار سے زیادہ شدید ہوگا، جو سود خوری نہیں کرتے۔

اسی طرح جو کفار بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور غریبوں، یتیموں اور مسکینوں وغیرہ کی مدد نہیں کرتے، ان کا عذاب ان کفار سے زیادہ شدید ہوگا، جو اس کے بجائے ضرورت مندوں، یتیموں، غریبوں، متاثروں اور بیماروں وغیرہ کی مدد کرتے ہیں۔

اسی طرح جو کفار زنا یا ہم جنس پرستی کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کا عذاب ان کفار سے زیادہ شدید ہوگا، جو زنا وہم جنس پرستی سے اجتناب کرتے ہیں۔

اسی طرح جو کفار ناحق قتل وقتال کرتے ہیں، ان کا عذاب ان کفار سے زیادہ شدید ہوگا، جو ناحق قتل اور خون ریزی سے اجتناب کرتے ہیں۔

اسی طرح جو کفار دھوکہ دہی، معاہدہ شکنی، جھوٹ اور مکر وفریب وغیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کا گناہ ان کفار سے زیادہ شدید ہوگا، جو اس قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

اور اسی طرح سے دوسرے گناہوں کا بھی معاملہ ہوگا۔

آج کل کفار بلکہ ان کے مختلف مذاہب کی جماعتوں کے مابین اس طرح کے گناہوں میں فرق کا عام طور پر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

عقل وقیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب طرح کے کفار کا عذاب یکساں نہ ہونا چاہیے، بلکہ ان کی بداعمالیوں کی کثرت وقلت کے مناسب ہونا چاہیے۔

جس طرح مومن کو ایمان کے علاوہ اوامر کی ادائیگی اور نواہی سے اجتناب پر ثواب دیا جائے گا، اسی طرح سے کافر کو اوامر کے ترک اور نواہی کے ارتکاب پر کفر کے علاوہ بھی عقاب وعذاب ہونا چاہیے، کیونکہ کافر عاقل وبالغ ہونے اور مامور بہ کے ارتکاب اور منہی عنہ کے اجتناب کا اہل ومکلّف ہے، جس طرح سے کہ وہ ایمان کا مکلّف ہے، لہٰذا اس کو فروعِ اسلام کا بھی مکلّف ومخاطَب ہونا چاہیے۔ [1]

البتہ اس بات میں شبہ نہیں کہ آخرت میں نجات اور اچھے اعمال پر آخرت میں اجر وانعام حاصل ہونے کے لیے بنیادی طور پر ایمان شرط ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

محمد رضوان

14/محرم الحرام/1438ھ 16/اکتوبر/2016ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

---

[1] ان المومن يثاب عند الله على امتثاله للاوامر واجتنابه النواهى زيادة له على ثواب ايمانه فكذلک الكافر يعاقبت على ارتكاب النواهى وترک الاوامر زيادة على عقابه لترک الايمان.

ان الكافر اهل للتكليف ، لانه عاقل بالغ متمكن من فعل المامور به، ولهذا كان مكلفا بالايمان فيصح ان يكون مكلفا بالفروع، بحصول الاهلية ، وعدم حصول الايمان حال الامر غير مانع من التكليف بها وان كان حصوله شرطا لصحة فعلها ، لكون الاتيان به اولا ممكنا (الالمام فى مسألة تكليف الكفار بفروع الاسلام "دراسة نظرية تطبيقية" للدكتور: عبدالكريم بن على بن محمد النملة "الاستاذ المسارک بجامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية، كلية الشريعة بالرياض، قسم اصول الفقه، مشمولة: مجلة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ، ص١٦٧ ، العدد الثامن: رجب ١٤١٣هـ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم

مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، نذر لغیر اللہ وتقرب لغیر اللہ کی تشریح وتوضیح اور متعلّقہ پہلوؤں پر علمی وتحقیقی کلام

غیرُ اللہ کے نام پر اور غیرُ اللہ کا تقرُّب حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرنے کا حکم

غیرُ اللہ کے نام پر یا غیرُ اللہ کے قُرب کے لئے زندہ جانور کو مخصّص ونامزد کرنے کا حکم

غیرُ اللہ کے قُرب کے لئے جانور کے علاوہ دوسری چیزوں کی نذر ونیاز کا حکم

بیماری، آفت یا مصیبت وحادثہ کے وقت مخصوص بکرا ذبح وصدقہ کرنے کا حکم

قربانی اور ذبح کی نذر ومنت ماننے سے متعلق چند اہم مسائل

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	236
غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم	241
(فصل نمبر1) مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اورذبح لغیر اللہ کی حُرمت	//
قرآن مجید میں مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی حُرمت کا ذکر	//
''إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ '' کا استثناء اور''مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ''	243
لفظِ ''أُهِلَّ'' کے معنیٰ کی تحقیق	247
''أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' اور'' ذُبِحَ عَلَى النُّصُب''میں فرق	256
''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی علتِ حرمت	258
اللہ کا نام لے کر غیرُ اللہ کے قُرب کے لئے ذبح کرنے کا حکم	262
مذکورہ بحث کا خلاصہ	281

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

ہندوستان و پاکستان کے کئی علاقوں میں ہندو مذہب کے لوگوں کی موجودگی، اور ان کے ساتھ سادہ لوح اور کم علم مسلمانوں کی بود و باش، اور معاملات و معاشرت کے وابستہ ہونے یا ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والوں کے بعد میں مسلمان ہوجانے اور ہندو مذہب کے کچھ اثرات باقی رہ جانے کی وجہ سے ہندو مذہب کی کئی چیزیں مسلمانوں کے یہاں رائج رہیں، اور کئی رسمیں پائی گئیں، جن میں سے یہ بھی ہے کہ اس خطہ میں بسنے والے ہندواوران کے مذہبی اثرات کے نتیجہ میں کئی سادہ لوح مسلمان، غیرُ اللہ (مثلاً بتوں یا ولیوں و بزرگوں کی قبروں وغیرہ پر) یا مختلف ہستیوں کے ناموں پر مختلف منذور وغیر منذور (نذر مان کر یا نذر مانے بغیر) جانور چھوڑ یا ذبح کر دیتے ہیں، بعض اوقات جنات یا جادو وغیرہ کے شر سے بچنے کے لئے مخصوص جگہ زندہ جانور چھوڑنے کا رواج ہے، پھر بعض اوقات اس طرح کے جانو کو ذبح کر دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات کوئی دوسرا شخص اس طرح کے زندہ جانور کو اپنی تحویل میں لے لیتا ہے، اور اس سے مختلف صورتوں میں استفادہ کرتا ہے، اور بعض اوقات دوسرے لوگوں کو ایسے جانور کا گوشت کھانے یا اس طرح کے جانور خرید و فروخت کرنے کی بھی نوبت آتی ہے۔

بعض اوقات جانوروں کے علاوہ مختلف چیزوں (مثلاً پختہ کھانا، غلہ جات ودیگر اشیاء) کا انتخاب کیا جاتا ہے، جن میں بعض اوقات پہلے سے غیرُ اللہ کے نام کی منذور (یعنی نذر مانی ہوئی) اشیاء ہوتی ہیں، اور بعض اوقات غیر منذور اشیاء ہوتی ہیں، جن کو غیرُ اللہ (یعنی کسی بُت یا فوت شدہ ولی و بزرگ) کے تقرُّب یا اس کو نفع و نقصان کا مالک و مختار وغیرہ سمجھ کر یا کسی مزار یا دوسرے مقام کی مخصوص تاثیر کا نظریہ رکھ کر یا تو مخصوص مقام (مثلاً کسی زیارت وآستانہ) پر رکھ دیا، یا بھیج دیا جاتا ہے، یا غریبوں اور عامۃُ الناس کو کھلایا پلایا جاتا ہے، اور

بعض اوقات اس طرح کے عقیدہ کے بغیر محض دن وتاریخ کی تخصیص کی بدعت شامل کر کے اس طرح کے اُمور کو انجام دیا جاتا ہے، جیسا کہ تیجہ وچالیسواں وغیرہ کی رسمیں، اور مختلف بزرگوں اور ولیوں کے ناموں پر اس طرح کے نظریات کی بنیاد پر گیارہویں کے عنوان سے تیار کئے جانے والے کھانے، اسی طرح مثلاً محرم اور بطورِ خاص دس محرم کو شہدائے کربلا کے نام سے کھانے پینے کی اشیاء، یا رجب کے کونڈوں کے عنوان سے دوسروں اور ضرورت مندوں کو کھلائے پلائے جانے والے کھانے ومشروبات۔

ہندوپاکستان کے بہت سے مشہور مزارات پر اس طرح کے کھانے کھلانے اور وہاں پر نقدی، کپڑے وغیرہ پیش کرنے کا بہت رواج ہے، جس کو بہت سے امیر اور غریب غرباء (محنت ومزدوری کرنے والے لوگ) استعمال کرتے ہیں، اور مشہور مزارات اور زیارت گاہوں سے بڑی مقدار میں نقدی وغیرہ کی صورت میں آمدنی ہوتی ہے، جس کو محکمہ اوقاف وغیرہ مختلف مساجد وغیرہ کی تعمیر ومرمت اور اسی طرح کے دوسرے اُمور میں خرچ کرتا ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں ہندو مذہب کے لوگ اپنے ہولی، دیوالی اور میلوں وغیرہ کے تہواروں پر مذہبی عبادت واعانت کے طور پر اس طرح کی مٹھائیاں اور بعض دوسری اشیاء (مثلاً بتاشے، کھیلیں، برتن وغیرہ) مسلمانوں کے گھروں میں بھیج دیتے ہیں، اور کسی حادثہ ومصیبت وغیرہ کے موقع پر بکرا ذبح کرنے کا بھی بہت سے علاقوں میں رواج ہے۔

اس حیثیت سے یہ موضوع کثیرُ الوقوع اور ایک طرح سے ابتلائے عام کے قبیل سے بنتا جارہا ہے، اور مذکورہ حالات کے پیشِ نظر اس طرح کے سوالات بکثرت سامنے آتے ہیں کہ قطع نظر اس طرح کی رسوم انجام دینے کے عمل کے حرام وناجائز وغیرہ ہونے کے، اگر اس قسم کے کھانوں، دوسری اشیاء اور نقدی وغیرہ کو ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل کر کے بالکلیہ مردار کی طرح حرام قرار دیدیا جائے، اور کسی حیثیت سے بھی استعمال کی اجازت نہ دی جائے، تو ان کھانوں واشیاء اور نقدی سب چیزوں کو ضائع کردینا ضروری ہے، اور امیر وغریب کو کسی بھی طرح سے ان سے استفادہ کرنا جائز نہیں، جس میں عوامُ الناس کے لئے بڑا حرج اور ان پر

حرام خوری کا حکم لگانا لازم آتا ہے، ورنہ بصورتِ دیگر بہت بڑے کھانے کی مقدار اور اشیاء ونقدی وغیرہ کی اضاعت بھی لازم آتی ہے۔

پھر یہ ضرورت یا حرج تو اپنی جگہ ہے، لیکن شرعی دلائل کا تقاضا کیا ہے؟

آیا شرعی دلائل کے پیشِ نظر اس قسم کے کھانے، اشیاء اور نقدی وغیرہ کا فی نفسہٖ ’’ما اھل لغیر اللہ بہ‘‘ کی طرح حرام ہونا راجح ہے، یا حلال ہونا، اور فی نفسہٖ حلال ہونے کی صورت میں ان کو استعمال کرنے میں کسی گناہ کا تعاون کرنا لازم آتا ہے، یا نہیں؟

اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات کی رائے اور ان کی تعلیل کی رو سے غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے پیش کردہ اس طرح کی تمام اشیاء، نقدی، کھانا، کپڑا وغیرہ فی نفسہٖ مردار کی طرح ما اھل لغیر اللہ بہ میں داخل ہو کر حرام ہیں، اور ہم پہلے اپنے بعض رسائل وفتاویٰ میں اس طرح کے بعض احکام دیگر اُردو یا عربی کتب سے اجمالاً نقل اور بیان کرتے رہے ہیں، لیکن اب جبکہ اس مسئلہ کی مالہٗ وما علیہ کے ساتھ تحقیق کی نوبت آئی، تو ہمیں اپنے سابقہ نقل کردہ موقف کے بعض پہلوؤں پر اطمینان نہ رہا۔

اور فقہی ومجتہَد فیہ مسائل میں اس طرح راجح، مرجوح قرار دینا اور کسی سابق موقف سے رجوع یا اختلاف اہلِ علم حضرات کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔ [1]

اس مسئلہ کی تحقیق کرنے کے دوران معلوم ہوا کہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا اس موضوع پر بزبانِ عربی ایک علمی، وتحقیقی رسالہ ’’**البذر للخیر فی النذر للغیر**‘‘ کے نام سے موسوم ہے، اس رسالہ کا ذکر خود علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ’’ما اھل لغیر اللہ بہ‘‘ کی تفسیر کے ضمن میں متعدد مرتبہ اپنے سابقہ موقف سے رجوع فرمایا، اور ان پر اس کی تفسیر کی تعیین میں مختلف ادوار گزرے، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ:

اس مسئلہ کے متعلق میری رائے پر تین دور گزرے ہیں (جواہرُ الفقہ، جدید، ج۶، صفحہ ۲۴۳، توضیح کلام اہل اللہ)

[2] چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اپنے اس رسالہ کا ذکر اعلاء السنن میں اس طرح فرماتے ہیں کہ:

و قد بسطت الکلام فی ھذا الباب فی رسالۃ ’’البذر للخیر فی النذر للغیر‘‘ و قد انطبعت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا رسالہ ''البذر للخیر فی النذر للغیر'' کے عنوان سے دراصل ایک دوسرے رسالہ '' الشفاء'' کا حصہ بن کر ''النور'' کے سلسلہ جمادی الاولیٰ، شعبان، رمضان اور ذیقعدہ 1345 ہجری میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حیات میں قسط وار، قصبہ تھانہ بھون، ہندوستان سے شائع ہوا تھا، مگر اس کے بعد تا حال دوبارہ اس مضمون کی اشاعت نہ ہوسکی، اس موضوع پر تحقیق کا دائرہ بڑھانے کے لئے مذکورہ رسالہ کی جستجو کرنے پر بحمد اللہ تعالیٰ ہمیں دار العلوم کراچی کے کتب خانہ سے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (دارالعلوم، کراچی) کی وساطت سے علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ رسالہ کی نقل موصول ہوئی، اور اس کے ساتھ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے درجِ ذیل مکتوب بھی موصول ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت مفتی محمد رضوان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ نے جس رسالہ بنام ''البذر للخیر فی النذر للغیر'' کو طلب فرمایا ہے، وہ دراصل ماہنامہ النور میں ایک سلسلہ بنام ''الشفا'' کے ضمن میں قسط وار شائع ہوا ہے، یہ رسالہ آپ کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

و شاعت فی ''مجلة النور ''فی المجلد السابع منها، فليراجع (اعلاء السنن ج۱۷، ص ۹۰، کتاب الذبائح، باب ذبيحة اهل الكتاب)

اور احکامُ القرآن میں فرماتے ہیں کہ:

و قد بسطت الكلام فی هذه المسئلة فی رسالتی ''البذر للخير فی النذر للغير'' و هو جزء من الرسالة المسماة ''بالشفاء'' فليراجع (احكام القرآن للعلامة الشيخ ظفر احمد العثمانی، ج ۱، ص ۱۷۱)

اور حضرت مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ اس رسالہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

و قد بسط الكلام فی هذه المسئلة شيخنا ''العثمانی رحمه الله تعالیٰ فی رسالته ''البذر للخير فی النذر للغير'' و قد طبعت و شاعت فی مجلة النور فی المجلد السابع منها، فليراجع (احكام القرآن للشيخ السيد عبد الشكور الترمذی، ج۲، ص ۱۲۲، تحت سورة المائدة)

ارسال کیا جارہا ہے، النور کے جس شمارے میں یہ رسالہ مکمل ہوا ہے، اس کے بعد ایک شمارہ چھوڑ کر اھلال لغیر اللہ وغیرہ سے متعلق مزید بحث فرمائی گئی ہے، تتمیماً للفائدۃ اس حصے کو بھی بمعہ درمیان کے شمارے کے ارسال کیا جارہا ہے۔ فقط، والسلام

(حضرت مولانا مفتی) محمد تقی عثمانی (صاحب دامت برکاتہم)

(بقلم شاکر صدیق جکھورا) ۱۳ صفر ۱۴۳۴ھ۔ جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی، پاکستان

فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

ہم نے علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے اس مکمل رسالہ اور اس کے بعد ایک شمارہ چھوڑ کر اہلال لغیر اللہ وغیرہ سے متعلق مزید بحث کو بھی کتابت کرا کر اہلِ علم حضرات کے فائدہ کے لئے اپنے اس مضمون کا حصہ و جزو بنادیا۔

اور اب اس مضمون کی ''غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم'' کے عنوان سے مستقل علمی و تحقیقی سلسلہ میں بصورتِ رسالہ اشاعت کی جارہی ہے، جس میں مجموعی طور پر پانچ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور ذبح لغیر اللہ کی حُرمت'' سے متعلق ہے، دوسری فصل ''زندہ جانور چھوڑنے یا سائبہ وغیرہ بنانے'' سے متعلق ہے، تیسری فصل ''غیرُ اللہ کی نذر و نیاز کی ممانعت و حُرمت'' سے متعلق ہے، چوتھی فصل ''غیرُ اللہ کے تقرب اور نذر والی چیز کی اباحت و حُرمت'' سے متعلق ہے، اور آخر میں ضمیمہ کے طور پر ایک مستقل مضمون ''بکرے کے ذبح و صدقہ کے مروَّجہ طریقہ'' کو اس موضوع کی مناسبت سے ساتھ میں شامل کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل کی بحث کے بعض پہلوؤں پر دلائل اور فقہی عبارات کے پیشِ نظر ہمیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے موقف سے اختلاف ہوا ہے، جس کا تفصیلی ذکر اس فصل میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور تاحیات اس پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین

فقط۔ محمد رضوان

14 / ربیع الاول / 1439 ہجری۔ 03 / دسمبر / 2017ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیرُ اللہ کی نذرونیازوذبح کاحکم

(فصل نمبر1)

مَا أُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اورذبح لغیر اللہ کی حُرمت

جس جانور کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر یا اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام بطور تقرب کے لے کر ذبح کیا جائے، تو وہ قرآن مجید میں مذکور ''ما اہل بہ لغیر اللہ'' میں داخل ہو کر حرام ہے۔

اسی طرح جس جانور کو ذبح تو اللہ کا نام لے کر کیا جائے، لیکن اس جانور کو ذبح کرنے سے مقصود غیرُ اللہ کا تقرب اور رضا حاصل کرنا اور ایک طرح سے اس غیرُ اللہ کی عبادت کرنا ہو، تو وہ بھی فقہائے کرام کی تحقیق کے مطابق اس حکم میں شامل ہو کر حرام ہے۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں مَا أُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حُرمت کا ذکر

پہلے قرآن مجید کی چند آیات بمع ترجمہ وضروری فوائد کے ذکر کی جاتی ہیں، جن میں مَـا أُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حرمت کا ذکر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّـمَـا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا أُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۷۳)

ترجمہ: بس (اللہ نے) تم پر حرام کردیا، مُردار کو، اور خون کو، اور خنزیر کے گوشت کو،

اور اُس جانور کو جو ذبح کیا گیا ہو، غیرُ اللہ کے لئے (سورہ بقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ایک مُردار کو، دوسرے خون کو، تیسرے خنزیر کے گوشت کو، چوتھے "مَا أُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" کے ذریعہ سے، اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کئے ہوئے جانور کو، جس کی تفصیل وتشریح آگے آتی ہے۔

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَّا أَجِدُ فِیْ مَا أُوْحِیَ إِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ إِلَّا أَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً أَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَإِنَّہٗ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۱۴۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ جو وحی میری طرف آئی ہے، اس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جو کھانے والے پر کھانا حرام کی گئی ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ رِجس (وناپاک) ہے، یا فسق ہو، جس کو ذبح کیا گیا ہو، غیرُ اللہ کے لئے (سورہ انعام)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ایک مُردار کو، دوسرے بہتے ہوئے خون کو، تیسرے خنزیر کے گوشت کو، جس کو رِجس وناپاک بھی فرمایا، چوتھے "مَا أُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ" اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو، جس کو فسق بھی قرار دیا، اور اس کی مزید تفصیل وتشریح آگے آتی ہے۔[1]

---

[1] أو فسقا أھل لغیر اللہ بہ الجملۃ صفۃ لفسقا وھو معطوف علی لحم خنزیر وقولہ فانہ رجس معترض بین المعطوف والمعطوف علیہ سمی اللہ سبحانہ ما ذبح علی اسم الصنم فسقا لتوغلہ فی الفسق وجاز ان یکون فسقا مفعولا لہ لاھل والجملۃ معطوفۃ علی یکون والمستکن فیہ راجع الی ما رجع الیہ المستکن فی یکون (التفسیر المظھری، سورۃ الانعام، تحت رقم الآیۃ ۱۴۵)

وأصل الإھلال رفع الصوت .والمراد الذبح علی اسم الأصنام .إنما سمی ذلک فسقا لتوغلہ فی الفسق .وجوز أن یکون فسقا مفعولا لہ لأھل وھو عطف علی یکون وبہ قائم مقام الفاعل .والضمیر راجع إلی ما رجع إلیہ المستکن فی یکون .قال أبو حیان :وھذا إعراب متکلف جدا والنظم علیہ خارج عن الفصاحۃ وغیر جائز علی قراءۃ من قرأ إلا أن یکون میتۃ بالرفع لأن ضمیر بہ لیس لہ ما یعود علیہ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة النحل، رقم الآية ۱۱۵)

ترجمہ: بس (اللہ نے) تم پر حرام کردیا، مُردار کو، اور خون کو، اور خنزیر کے گوشت کو، اور اُس جانور کو جو ذبح کیا گیا ہو، غیرُ اللہ کے لئے، پس جو شخص (ان میں سے کوئی چیز کھانے) پر مضطر (ومجبور) ہوجائے، بشرطیکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانے والا ہو تو بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے (سورہ نحل)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ایک مُردار کو، دوسرے خون کو، تیسرے خنزیر کے گوشت کو، چوتھے ”مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ“ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح کئے ہوئے جانور کو، جس کی مزید تفصیل وتشریح آگے آتی ہے۔

”إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ“ کا استثناء اور ”مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ“

قرآن مجید کی مذکورہ آیات میں ”مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ“ یا ”مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ“ کی حُرمت کا ذکر پایا جاتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر ”مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ“ کی حُرمت اور دیگر کئی جانوروں کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يجوز أن يتكلف له موصوف محذوف يعود عليه الضمير أى شىء أهل لغير الله به لأن مثل هذا لا يجوز إلا فى ضرورة الشعر اه .وعنى بذلک -كما قال الحلبى -أنه لا يحذف الموصوف والصفة جملة إلا إذا كان فى الكلام -من -التبعيضية نحو منا أقام ومنا ظعن أى فريق أقام وفريق ظعن فإن لم يكن فيه -من -كان ضرورة كقوله:ترمى بكفى كان من أرمى البشر أراد بكفى رجل كان إلخ. وهذا -كما حقق فى موضعه -رأى بعض، وأما غيره فيقول :متى دل دليل على الموصوف حذف مطلقا فيجوز أن يرى المجوز هذا الرأى ومنعه من حيث رفع الميتة -كما قال السفاقسى -فيه نظر لأن الضمير يعود على ما يعود عليه بتقدير النصب والرفع لا يمنع من ذلک، نعم الإعراب الأول أولى كما لا يخفى (روح المعانى، سورة الانعام، تحت رقم الآية ۱۴۵)

حرمت کے بعد ''إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ '' کے ذریعہ سے استثناء اور اس کے ساتھ ماذُبح علی النصب کی حُرمت کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (سورة المائدة، رقم الآية ٣)

ترجمہ: حرام کردیا گیا تم پر مُردار، اور خون، اور خنزیر کا گوشت، اور اُس جانور کو جو ذبح کیا گیا ہو، غیرُ اللہ کے لئے، اور جس کا گلا گھٹ گیا ہو، اور جس پر ضرب لگائی گئی ہو، اور جو گر گیا ہو، اور جس کو سینگ مارا گیا ہو، اور جس کو درندوں نے کھالیا ہو، مگر وہ کہ جس کو تم ذبح کرلو، اور جو بتوں پر ذبح کیا گیا ہو (سورہ مائدہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دس چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ایک مُردار کو، دوسرے خون کو، تیسرے خنزیر کے گوشت کو، چوتھے '' مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ '' کو، جس کی مزید تفصیل وتشریح آگے آتی ہے، پانچویں گلا گھٹے ہوئے کو، چھٹے ضرب لگے ہوئے کو، ساتویں گرے ہوئے کو، آٹھویں سینگ مارے ہوئے کو، نویں جس کو درندے نے کھالیا ہو، اِلَّا یہ کہ جس جانور کو اللہ کے نام پر زندہ حالت میں شرعی طریقہ پر ذبح کرلیا جائے، اور دسویں ماذبح علی النصب کو، جس سے مراد بتوں پر ذبح کیا ہوا جانور ہے۔

ملحوظ رہے کہ مذکورہ تمام آیات میں حرام جانور یا جانور کی حرام اشیاء واعضاء کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ان آیات سے اصل مقصود حرام جانور یا ان کی حرام اشیاء کو بیان کرنا ہے۔

سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت میں چند چیزوں کی حُرمت کے بعد '' إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ'' کے ذریعہ شرعی طریقہ پر ذبح کیے جانے والے جانور کو حُرمت سے مستثنیٰ کر کے حلال کہا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذکورہ جانوروں میں سے کوئی جانور زندہ حالت میں شرعی طریقہ

پر ذبح کرلیا جائے، تو وہ حلال ہوجاتا ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذبح کرنے کا یہ استثناء اپنے سے پہلے کن چیزوں سے کیا گیا ہے؟

تو اس سلسلہ میں جمہور مفسّرین نے فرمایا کہ یہ استثناء اپنے سے پہلے تمام چیزوں سے نہیں ہے، بلکہ بعض چیزوں سے استثناء ہے، اور وہ چیزیں وہی ہیں، جو اس استثناء سے پہلے قریب میں واقع ہیں، اور وہ درج ذیل جملوں میں بیان ہوئی ہیں:

”وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ“

اور مطلب یہ ہے کہ جس جانور کا گلا گھٹ گیا ہو، یا اُس کو ضرب لگی ہو، یا گر گیا ہو، یا اُسے کسی جانور نے سینگ مارا ہو، یا اُسے درندوں نے چیرا پھاڑا ہو، اور اس کی ان وجوہات کی بناء پر موت واقع ہوگئی ہو، تو وہ حرام ہے، لیکن اگر ان میں سے کسی جانور کو زندہ حالت میں شرعی طریقہ پر ذبح کرلیا جائے، تو وہ حلال ہوجاتا ہے۔

اور اس استثناء کو اس سے پہلے مذکور تمام چیزوں کی طرف لوٹانا درست نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے مُردار اور خون اور خنزیر کے گوشت اور مَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا ذکر پایا جاتا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ چیزیں ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتیں۔

اور ہمارے نزدیک دلیل کی رُو سے جمہور مفسرین کی یہی مذکورہ تفسیر راجح ہے۔ [1]

---

[1] وأما قوله تعالى إلا ما ذكيتم فإنه معلوم أن الاستثناء راجع إلى بعض المذكور دون جميعه لأن قوله حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به لا خلاف أن الاستثناء غير راجع إليه وإن ذلك لا يجوز أن تلحقه الزكاة وقد كان حكم الاستثناء أن يرجع إلى ما يليه وقد ثبت أنه لم يعد إلى ما قبل المنخنقة فكان حكم العموم فيه قائما وكان الاستثناء عائد إلى المذكور من عند قوله والمنخنقة لما روى ذلك عن علي وابن عباس والحسن وقتادة وقالوا كلهم إن أدركت ذكاته بأن توجد له عين تطرف أو ذنب يتحرك فأكله جائز وحكي عن بعضهم أنه قال الاستثناء عائدا إلى قوله وما أكل السبع دون ما تقدم لأنه يليه وليس هذا بشيء لاتفاق السلف على خلافه ولأنه لا خلاف أن سبعا لو أخذ قطعة من لحم البهيمة فأكلها أو تردى شاة من جبل ولم يشف بها ذلك على الموت فذكاها صاحبها أن ذلك جائز مباح الأكل وكذلك النطيحة وما ذكر معها فثبت أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس استثناء کے سلسلہ میں اور بھی اقوال ہیں، جوزیادہ معروف ومشہور نہیں ہیں۔ [1]

اور بعض مفسِّرین نے اس استثناء کو مَـا أُهِـلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اوراس کے مابعد والی چیزوں سے متعلق مانا ہے۔

اس تفسیر کے مطابق اس استثناء کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر مااہل لغیر اللہ بہ کو اللہ کے نام پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاستثناء راجع إلى جميع المذكور من عند قوله والمنخنقة وإنما قوله إلا ما ذكيتم فإنه استثناء منقطع بمنزلة قوله لكن ما ذكيتم كقوله فلولا كانت قرية آمنت فنفعها إيمانها إلا قوم يونس ومعناه لكن قوم يونس وقوله طه ما أنزلنا عليك القرآن لتشقى إلا تذكرة لمن يخشى ومعناه لكن تذكرة لمن يخشى ونظائره فى القرآن كثيرة (احكام القرآن للجصاص، سورة المائدة، تحت رقم الآية:٣)

(مسئلة:) فاذا جرح السبع او أكل شيئا منه وأدركته حيا فذبحته يحل أكله وهو المراد بقوله تعالى الا ما ذكيتم واماما صار بجرح السبع الى حالة المذبوح فهو فى حكم الميتة فلا يكون حلالا وان ذبحته وكذلک المتردية والنطيحة والموقوذة إذا أدركتها حية قبل ان يصير الى حالة المذبوح فذبحتها يكون حلالا والاستثناء إذا وقع بعد امور متعاطفة يرجع الى الاخيرة فقط عند ابى حنيفة رح وانما عرف حكم ما أدركته حيا بعد الخنق والوقذ والنطح والتردى وذبحته بالمقايسة ولا يمكن إرجاع الاستثناء الى الجميع لان المنخنقة اسم لما مات بالخنق وكذا أخواتها فلا يشتمل ذلک ما أدركته حيا وذبحته فلا يجوز الاستثناء (التفسير المظهرى، سورة المائدة، تحت رقم الآية٣)

إلا ما ذكيتم: قال على، وابن عباس، والحسن، وقتادة، وابراهيم، وطاووس، وعبيد بن عمير، والضحاک، وابن زيد، والجمهور :هو راجع إلى المذكورات. أى من قوله :والمنخنقة إلى وما أكل السبع .فما أدرک منها بطرف بعض، أو بضرب برجل، أو يحرک ذنبا .وبالجملة ما تيقنت فيه حياة ذكى وأكل (تفسير البحر المحيط، سورة المائدة، تحت رقم الآية: ٣)

[1] إذا عرفت هذا الأصل فنقول :الاستثناء المذكور فى قوله إلا ما ذكيتم فيه أقوال:

الأول:أنه استثناء من جميع ما تقدم من قوله والمنخنقة إلى قوله وما أكل السبع وهو قول على وابن عباس والحسن وقتادة، فعلى هذا إنک إن أدركت ذكاته بأن وجدت له عينا تطرف أو ذنبا يتحرک أو رجلا تركض فاذبح فإنه حلال، فإنه لولا بقاء الحياة فيه لما حصلت هذه الأحوال، فلما وجدتها مع هذه الأحوال دل على أن الحياة بتمامها حاصلة فيه.

والقول الثانى :أن هذا الاستثناء مختص بقوله وما أكل السبع.

والقول الثالث :أنه استثناء منقطع كأنه قيل :لكن ما ذكيتم من غير هذا فهو حلال.

والقول الرابع :أنه استثناء من التحريم لا من المحرمات، يعنى حرم عليكم ما مضى إلا ما ذكيتم فإنه لكم حلال .وعلى هذا التقدير يكون الاستثناء منقطعا أيضا (تفسير الرازى، سورة المائدة، تحت رقم الآية: ٣)

شرعی طریقہ پر ذبح کرلیا جائے، تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔[1]

ایسی صورت میں ''مَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ '' کا ترجمہ ''ماذبح لغیر اللہ بہ'' کے بجائے ''ماسمی لغیر اللہ بہ'' یعنی جس جانور کو غیرُ اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو کے ساتھ کیا جائے گا، اور جس زندہ جانور کو غیرُ اللہ کے نامزد کر دیا جائے، اگرچہ اسے ابھی تک ذبح نہ کیا گیا ہو، اُسے بھی مَا اُهِلَّ لِغَیْـرِ اللّٰہِ بِہٖ میں داخل مانا جائے گا، اور ایسے جانور کو اگر بعد میں اللہ کے نام پر شرعی طریقہ سے ذبح کرلیا جائے، تو وہ حلال شمار ہوگا، ورنہ نہیں۔

مگر دلیل کی رُو سے یہ تفسیر راجح نہیں ہے، کیونکہ اس میں اصل معنیٰ سے عدول پایا جاتا ہے، اور حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اس کا مطلب درست نہیں بنتا، کیونکہ جس کو غیرُ اللہ کا نام لے کر جب ایک مرتبہ ذبح کر دیا گیا، تو دوبارہ ''الا ماذکیتم'' کا تحقق نہیں ہوسکتا، اس لیے راجح تفسیر جمہور مفسرین کی ہی ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

لفظِ ''اُهِلَّ'' کے معنیٰ کی تحقیق

لفظ ''اُهِلَّ'' عربی کے لفظِ ''اھلال'' سے بنا ہے، اور ''اھلال'' لغت میں درحقیقت بلند آواز سے تکبیر کہنے کو کہا جاتا ہے، اور اہلِ عرب کی عادت تھی کہ وہ چاند دیکھتے وقت بآوازِ بلند تکبیر کہتے تھے، اس وجہ سے چاند دیکھنے کو رؤیتِ ہلال بھی کہا جانے لگا، اور بچہ کی پیدائش کے

---

[1] قال أبو جعفر :وأولى القولين فى ذلک عندنا بالصواب، القول الأول، وهو أن قوله":إلا ما ذكيتم "استثناء من قوله":وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع "، لأن كل ذلک مستحق الصفة التى هو بها قبل حال موته فيقال لما قرَّب المشركون لآلهتهم فسموه لهم":هو ما أهل لغير الله به "، بمعنى سمى قربانًا لغير الله .وكذلک"المنخنقة"، إذا انخنقت وإن لم تمت، فهى منخنقة .وكذلک سائر ما حرمه الله جل وعز بعد قوله":وما أهل لغير الله به "، إلابالتذكية، فإنه يوصف بالصفة التى هو بها قبل موته، فحرمه الله على عباده إلا بالتذكية المحللة، دون الموت بالسبب الذى كان به موصوفًا .فإذ كان ذلک كذلک، فتأويل الآية :وحرم عليكم ما أهل لغير الله به والمنخنقة وكذا وكذا وكذا، إلا ما ذكيتم من ذلک(تفسير الطبرى، سورة المائدة، تحت رقم الآية: ٣، ج٩، ص٥٠٢)

وقت بچہ کے آواز نکالنے کو بھی عربی میں اہلال کہا جاتا ہے۔

اور یہاں پر مراد جانور کے ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام پکارنا ہے، خواہ بلند آواز سے پکارا جائے، یا آہستہ آواز سے، اور غیرُ اللہ میں اللہ کے علاوہ ہر چیز داخل ہے، اور بت بھی داخل ہیں، جیسا کہ مشرکین کی عادت تھی کہ وہ غیر اللہ یعنی اپنے معبودانِ باطلہ اور بتوں کے نام پر ان کی عبادت وتقرب کے لئے جانوروں کو ذبح کیا کرتے تھے، اس طرح کے ذبح کئے ہوئے جانور "ما اہل بہ لغیر اللہ" میں داخل ہیں۔ [1]

---

[1] والذی یظهر من الآیة تحریم ما ذبح لغیر الله، فیندرج فی لفظ غیر الله الصنم والمسیح والفخر واللعب، وسمی ذلک إهلالا، لأنهم یرفعون أصواتهم باسم المذبوح له عند الذبیحة، ثم توسع فیه وکثر حتی صار اسما لکل ذبیحة جهر علیها أو لم یجهر، کالإهلال بالتلبیة صار علما لکل محرم رفع صوته أو لم یرفعه .ومن حمل ذلک علی ما ذبح علی النصب، وهی الأوثان، أجاز ذبیحة النصرانی، إذا سمی علیها باسم المسیح .وإلی هذا ذهب عطاء ومکحول والحسن والشعبی وابن المسیب والأوزاعی واللیث .وقال أبو حنیفة وأبو یوسف ومحمد وزفر ومالک والشافعی: لا تؤکل ذبائحهم إذا سموا علیها اسم المسیح، وهو ظاهر قوله :لغیر الله کما ذکرناه، لأن الإهلال لغیر الله، هو إظهار غیر اسم الله، ولم یفرق بین اسم المسیح واسم غیره (تفسیر البحرالمحیط، ج۲ص۱۱۵، سورة البقرة، تحت رقم الآیة ۱۷۳)

وما أهل لغیر الله به أی رفع الصوت لغیر الله تعالی عند ذبحه، والمراد بالإهلال هنا ذکر ما یذبح له– کاللات والعزی–(روح المعانی للآلوسی، ج۳ص۲۳۱، سورة المائدة، تحت آیة ۳)

وما أهل به لغیر الله أی ما وقع متلبسا به أی بذبحه الصوت لغیر الله تعالی، وأصل الإهلال عند کثیر من أهل اللغة رؤیة الهلال لکن لما جرت العادة أن یرفع الصوت بالتکبیر إذا رئی سمی بذلک إهلالا، ثم قیل لرفع الصوت وإن کان بغیره، والمراد -بغیر الله -تعالی الصنم وغیره کما هو الظاهر (تفسیر روح المعانی، ج۱ص۴۴۰، سورة البقرة، تحت رقم الآیة ۱۷۳)

وقوله :وما أهل به لغیر الله قال الأصمعی :الإهلال أصله رفع الصوت فکل رافع صوته فهو مهل، وقال ابن أحمر: یهل بالفدفد رکبانها ...کما یهل الراکب المعتمر

هذا معنی الإهلال فی اللغة، ثم قیل للمحرم مهل لرفعه الصوت بالتلبیة عند الإحرام، هذا معنی الإهلال، یقال :أهل فلان بحجة أو عمرة أی أحرم بها، وذلک لأنه یرفع الصوت بالتلبیة عند الإحرام، والذابح مهل، لأن العرب کانوا یسمعون الأوثان عند الذبح، ویرفعون أصواتهم بذکرها ومنه :استهل الصبی، فمعنی قوله :وما أهل به لغیر الله یعنی ما ذبح للأصنام، وهو قول مجاهد، والضحاک وقتادة، وقال الربیع بن أنس وابن زید :یعنی ما ذکر علیه غیر اسم الله، وهذا القول أولی، لأنه أشد مطابقة للفظ، قال العلماء :لو أن مسلما ذبح ذبیحة، وقصد بذبحها التقرب إلی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اُهِلَّ'' سے یہاں مراد ''ذُبِحَ'' ہے، اور مراد یہ ہے کہ جو جانور غیرُ اللہ کے لئے ذبح کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابو طفیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ سِوٰى كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مَا فِيْ قِرَابِ هٰذَا السَّيْفِ صَحِيْفَةٌ صَغِيْرَةٌ، قَالَ: فَوَجَدْنَا فِيْهَا: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَهَلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَوَلّٰى لِغَيْرِ مَوَالِيْهِ

(صحيح ابنِ حبان) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غير الله صار مرتدا وذبيحته ذبيحة مرتد، وهذا الحكم فى غير ذبائح أهل الكتاب، أما ذبائح/ أهل الكتاب، فتحل لنا لقوله تعالى :وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم (التفسير الكبير لفخر الدين الرازى، ج۵ص۱۹۲، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۱۷۳)

وقوله وما أهل لغير الله به أى ما ذبح فذكر عليه اسم غير الله فهو حرام لأن الله تعالى أوجب أن تذبح مخلوقاته على اسمه العظيم، فمتى عدل بها عن ذلك وذكر عليها اسم غيره من صنم أو طاغوت أو وثن أو غير ذلك من سائر المخلوقات فإنها حرام بالإجماع (تفسير ابنِ كثير، ج۳ص۱۳، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۳)

قوله مهل أهل المدينة وقوله أهل الهلال وقوله الإهلال واستهل الشهر أصل الاستهلال رفع الصوت وأصل الإهلال قول لا إله إلا الله ثم إطلق على رفع الصوت بالتلبية قوله يتهلل وجهه أى يشرق حتى كأنه الهلال وفى الأصل يقال أهل تكلم به واستهللنا الهلال واستهل المطر من السحاب واستهل الصبى كله من الظهور قوله وما أهل به لغير الله أى ما ذبح لغيره وأصله رفع الذابح صوته بذكر من ذبح له (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱ص۲۰۲، كتاب الاعتصام، الفصل الخامس فى سياق ما فى الكتاب من الالفاظ الغريبة على ترتيب الحروف، فصل ن أ)

أصل الإهلال رفع الصوت لأن رفع الصوت يقع بذكر الشيء عند ظهوره قوله وما أهل لغير الله به وهو من استهلال الصبى أى أنه من رفع الصوت بذلك فاستهل الصبى أى رفع صوته بالصياح إذا خرج من بطن أمه وأهل به لغير الله أى رفع الصوت به عند الذبح للأصنام ومنه استهلال المطر والدمع وهو صوت وقعه بالأرض ومن لازم ذلك الظهور غالبا (فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص۴۱۵، قوله باب كيف تهل الحائض والنفساء)

[1] رقم الحديث ۵۸۹۶، كتاب الذبائح، ذكر لعن المصطفى صلى الله عليه وسلم المهل لغير الله.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کے پاس اللہ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، مگر اس تلوار کی نیام میں ایک چھوٹا سا صحیفہ (ومکتوب) ہے، حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ ہم نے اس صحیفہ (ومکتوب) میں یہ لکھا ہوا پایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو (کسی جانور کو) غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے، اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اپنے غیر مولیٰ (یعنی اپنے مالک وآقا کے علاوہ کسی اور) کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے (ابنِ حبان)

اس حدیث میں ''اھل'' سے مراد ذبح ہے، جس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوطفیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ عَلِیٌّ، أَخَصَّکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَیْءٍ؟ فَقَالَ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَیْءٍ لَمْ یَعُمَّ بِہِ النَّاسَ کَافَّۃً، إِلَّا مَا کَانَ فِیْ قِرَابِ سَیْفِیْ ھٰذَا، قَالَ: فَأَخْرَجَ صَحِیْفَۃً مَکْتُوْبٌ فِیْھَا: لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ الخ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی خاص چیز بتائی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص چیز نہیں بتائی، جس میں دوسرے سب لوگ شامل نہ ہوں، مگر وہ چیزیں جو ہماری اس تلوار کی نیام میں (لکھی ہوئی) ہیں۔

حضرت ابوطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنی نیام سے) ایک صحیفہ (ومکتوب) نکالا، جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو، جو غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے (مسلم)

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۷۸ ''۴۵''کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالی ولعن فاعلہ.

اس روایت میں ''اَھَلَّ'' کی جگہ صاف طور پر ''ذَبَحَ'' کے الفاظ ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ ''اھل لغیر اللہ'' کے معنیٰ ''ذبح لغیر اللہ'' یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے کے ہیں۔ [1]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰه

(مسند احمد، رقم الحديث ٢٨١٦) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [3]

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید میں مذکور ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' یا ما اھل لغیر اللہ بہ'' سے مراد، جانور کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بطور تقرب وعبادت کے ذبح کرنا راجح ہے۔

اور ذبح کئے بغیر کسی جانور کو غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے مختص ونامزد کرنا اور اسی طرح جانور کے علاوہ دیگر اشیاء جو تقرب لغیر اللہ کے طور پر نذر مان کر یا نذر مانے بغیر مختص کی گئی ہوں، وہ

---

[1] (ولعن الله من ذبح) وفى رواية لمسلم بدله من أهل وهو بمعناه (لغير الله) بأن يذبح باسم غير الله كصنم أو صليب بل أو لموسى أو عيسى أو الكعبة فكله حرام ولا تحل ذبيحته بل إن قصد به تعظيم المذبوح له وعبادته كفر قال ابن العربى :وفيه أن آكد ما فى الأضحية إخلاص النية لله العظيم بها (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٢٨٢)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد(حاشية مسند احمد)

[3] عن طارق ، عن ابن سابط ، قال :لعن النبى صلى الله عليه وسلم أربعة :من أهل لغير الله ، ومن آوى محدثا ، ومن عق والديه ، ومن سرق المنار ، قال :قلت :وما المنار ؟ قال :الرجل يأخذ من أرض صاحبه فى أرضه (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٢٢٣٥١)

عن طلحة، عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من ادعى لغير أبيه، أو انتمى إلى غير مواليه رغبة عنهم، فعليه لعنة الله، ومن سب والديه أو والده فكذلك، ومن أهل لغير الله فكذلك، ومن استحل شيئا من حدود مكة فكذلك (مسند أبى يعلى، رقم الحديث ٢٠٧١)

سب اس سے خارج ہیں، جن کا ذکر اگلی فصلوں میں آتا ہے۔ [1]

پھر کسی جانور کو غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے کی ایک صورت تو بالکل واضح ہے، وہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت غیرُ اللہ کا قُرب حاصل کرنے اور اس کی ایک طرح سے عبادت کرنے کے لئے غیرُ اللہ کا نام لے، مثلاً یہ کہے کہ میں اس جانور کو فلاں نبی یا ولی وغیرہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں۔

اور اگر کوئی ذبح کے وقت اللہ کا بھی نام لے، اور غیر اللہ کے نام کو بھی اس کا قُرب اور رضا حاصل کرنے اور اس کو ایک طرح سے اس ذبح کی عبادت میں شریک کرنے کے لئے ساتھ

---

[1] باب تحريم ما أهل به لغير الله:قال الله تعالى: (إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله) ولا خلاف بين المسلمين أن المراد به الذبيحة إذا أهل بها لغير الله عند الذبح (أحكام القرآن للجصاص، ج ۱ ص ۱۵۳، أحكام سورة البقرة، باب تحريم ما أهل به لغير الله)

وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ والإهلال رفع الصوت وهو قولهم عند الذبح باسم اللّات والعزّى عن ابى الطفيل قال سئل على رضى الله عنه هل خصكم رسول الله صلى الله عليه وسلم بشىء قال ما خصنا بشىء لم يعم به الناس الا ما فى قراب سيفى هذا فاخرج صحيفة فيها لعن الله من ذبح لغير الله ولعن الله من سرق منار الأرض وفى رواية بلفظ من غيّر منار الأرض ولعن الله من لعن والده ولعن الله من آوى محدثا رواه مسلم (التفسير المظهرى، ج۳، ص ۲۰، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۳)

(وما أهل به لغير الله) أى ذبح على اسم غيره والإهلال رفع الصوت وكانوا يرفعونه عند الذبح لآلهتهم (تفسير الجلالين، ج ۱ ص ۳۵، سورة البقرة)

وقوله تعالى :وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ يعنى ما ذكر على ذبحه غير اسم الله وذلك أن العرب فى الجاهلية كانوا يذكرون أسماء أصنامهم عند الذبح فحرم الله بهذه الآية (تفسير الخازن، ج ۲ ص ۷، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۳)

فمعنى قوله :وما أهل به لغير الله يعنى ما ذبح للأصنام، وهو قول مجاهد، والضحاک وقتادة، وقال الربيع بن أنس وابن زيد : يعنى ما ذكر عليه غير اسم الله، وهذا القول أولى، لأنه أشد مطابقة للفظ (التفسير الكبير، لفخر الدين الرازى، ج۵ ص ۱۹۲، تتمة سورة البقرة)

أو فسقا أهل لغير الله به وهو ما ذبح على غير اسم الله تعالى(تفسير البغوى، ج ۲،ص ۱۶۶، سورة الانعام)

فللاهلال، معنيان. احدهما: رفع الصوت للغير بلاقصد التقرب اليه. وثانيهما: رفع الصوت للغير بقصد التقرب والتعظيم. فالمعنى الاول، وان كان لايوجب التحريم فى المهل به ولكن المعنى الثانى وجب البتة، وهذا المعنى الثانى هو المراد فى الآية، كماقال فى الصراح. فالمراد من قوله تعالى: "وما اهل" اى رفع به الصوت لتعظيم غيرالله والتقرب اليه (احكام القرآن للتهانوى، سورة المائدة، صفحه ۱۲۲)

شامل کرے، مثلاً یہ کہ **بسم اللہ وباسم محمد او باسم الولی** (یعنی میں اس جانور کو اللہ اور نبی یا ولی کے نام سے) ذبح کرتا ہوں، تب بھی کیونکہ اس میں غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے کی شرکت پائی جاتی ہے، اس لئے یہ صورت بھی ما اہل لغیر اللہ بہ یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے میں داخل ہے، اور اس طرح سے ذبح کیا ہوا جانور بھی حرام ہے۔ [1]

اور اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی غیرُ اللہ کا نام تقرُّب کے طور پر تو شامل نہ کیا جائے، بلکہ قربانی وغیرہ کرتے وقت اس کو ثواب پہنچانے یا کسی کی طرف سے عقیقہ یا حج کی قربانی، یا کفارہ ادا کرنے کے لئے اس کا نام لیا جائے، مثلاً بسم اللہ، اللہ اکبر، فلاں کی طرف سے، یا صرف برکت وتبرک کے طور پر (نہ کہ اس کا تقرب حاصل کرنے اور اس کی عبادت کے طور پر) کسی غیرُ اللہ کا نام لیا جائے، تو بھی ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ غیرُ اللہ کا نام شامل کرنا ممانعت وکراہت سے خالی نہیں، اگرچہ اس صورت میں بعض

---

[1] یکره ان یذکر مع اسم الله عند الذبح شيئا غيره موصولا لا معطوفا مثل ان يقول عند الذبح بسم الله اللهم تقبل من فلان لكن لا يحرم ونظيره بسم الله محمد رسول الله بالرفع وان ذكر موصولا على وجه العطف والشركة نحو ان يقول بسم الله واسم فلان او بسم الله ومحمد رسول الله بالجر يحرم الذبيحة لانه اهل بها لغير الله (التفسير المظهری، ج۳ص ۲۰، سورة المائدة)

الشريطة (الخامسة) - من شرائط الذابح -ألا يهل لغير الله بالذبح .والمقصود هو تعظيم غير الله سواء أكان برفع الصوت أم لا، وسواء أكان معه تعظيم الله تعالى أم لا، وقد كان المشركون يرفعون أصواتهم عند الذبح بأسماء الآلهة متقربين إليها بذبائحهم وهي شريطة متفق عليها لتصريح القرآن الكريم بها، إلا أن المالكية يستثنون الكتابي في بعض أحواله كما تقدم في الشريطة الثانية من شرائط الذابح .

وللإهلال لغير الله صور:

الصورة الأولى :ذكر اسم غير الله عند الذبح على وجه التعظيم سواء أذكر معه اسم الله أم لا، فمن ذلك أن يقول الذابح :بسم الله واسم الرسول فهذا لا يحل؛ لقوله تعالى :(وما أهل لغير الله به)ولأن المشركين يذكرون مع الله غيره فتجب مخالفتهم بالتجريد.

ولو قال الذابح -بسم الله -محمد رسول الله فإن قال :ومحمد -بالجر -لا يحل، لأنه أشرك في اسم الله اسم غيره .وإن قال :ومحمد -بالرفع -يحل؛ لأنه لم يعطفه بل استأنف فلم يوجد الإشراك، إلا أنه يكره لوجود الوصل من حيث الصورة فيتصور بصورة الحرام فيكره، هذا ما صرح به الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱، ص۱۹۳، مادة ''ذبائح'')

فقہائے کرام کے نزدیک ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، اوراس کا گوشت حلال ہوجاتا ہے۔ ل

اوراس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اِن فقہائے کرام نے فرمایا کہ جانور ذبح کرنا ایسا ہے، جیسا کہ سجدہ کرنا، اور یہ دونوں ایسی تعظیم اورعبادت کی چیزیں ہیں، کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اوراللہ ہی اصل عبادت کا مستحق ہے۔

پس جس نے غیرُ اللہ مثلاً بُت کے لئے تعظیم وعبادت کے طور پر جانورکوذبح کیا، تواس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، اوراس کا یہ فعل کفر ہوگا، جیسا کہ غیرُ اللہ کو تعظیم وعبادت کے طور پر سجدہ کرنے کا معاملہ ہے، کہ اس سے بھی کفرلازم آجاتا ہے۔

اوراگرکسی نے غیرُ اللہ کے لئے تعظیم وعبادت کے طور پر ذبح نہیں کیا، مثلاً کعبہ کے لئے اس

ل قال :(ویکرہ أن یذکر مع اسم اللہ -تعالی -اسم غیرہ، وأن یقول :اللھم تقبل من فلان) ; لأن الشرط ھو الذکر الخالص، لقول ابن مسعود :جردوا التسمیة، فإذا ذکر اسم غیر اللہ -تعالی -مع اسم اللہ -تعالی -فأما إن ذکرہ موصولا بہ أو مفصولا، فإن فصل فلا بأس بأن ذکرہ قبل التسمیة أو قبل الإضجاع أو بعد الذبیحة ;لأنہ لا مدخل لہ فی الذبیحة .وروی أنہ -صلی اللہ علیہ وسلم -قال بعد الذبح " :اللھم تقبل ھذہ من أمة محمد ممن شھد لک بالوحدانیة ولی بالبلاغ ، وإن ذکرہ موصولا، فأما إن کان معطوفا أو لم یکن، فإن کان معطوفا حرمت ;لأنہ أھل بہ لغیر اللہ بأن یقول :باسم اللہ واسم فلان، أو باسم اللہ وفلان، أو باسم اللہ ومحمد رسول اللہ بکسر الدال، ولو رفعھا لا یحرم لأنہ کلام مستأنف غیر متعلق بالذبیحة، وإن کان موصولا غیر معطوف بأن قال : باسم اللہ محمد رسول اللہ لا یحرم لأنہ لما لم یعطف لم توجد الشرکة فیقع الذبح خالصا للہ -تعالی -إلا أنہ یکرہ ;لأنہ صورة المحرم من حیث القران فی الذکر (الاختیار لتعلیل المختار، ج۵، ص۱۰، ۱۱، کتاب الذبائح)

وصرح الشافعیة بأنہ لو قال :بسم اللہ واسم محمد، فإن قصد التشریک کفر وحرمت الذبیحة، وإن قصد أذبح باسم اللہ وأتبرک باسم محمد کان القول مکروھا والذبیحة حلالا، وإن أطلق کان القول محرما لإبھامہ التشریک وکانت الذبیحة حلالا (الموسوعة الفقھیة الکویتیة، ج۲۱، ص۱۹۳، مادة "ذبائح")

ولا یجوز أن یقول الذابح والصائد :باسم محمد ولا باسم اللہ واسم محمد، بل من حق اللہ تعالی أن یجعل الذبح باسمہ، والیمین باسمہ، والسجود لہ، ولا یشارکہ فی ذلک مخلوق .وذکر فی الوسیط :أنہ لا یجوز أن یقول :باسم اللہ ومحمد رسول اللہ؛ لأنہ تشریک .قال :ولو قال :بسم اللہ ومحمد رسول اللہ، بالرفع، فلا بأس (روضة الطالبین وعمدة المفتین،لأبی زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی، ج۳،ص۲۰۵، کتاب الضحایا،فصل فی سنن الذبح وآدابہ)

کی برکت یا تعظیم کے طور پر ذبح کیا، تو اگرچہ ایسا فعل ممنوع ومکروہ ہے، مگر اس صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے مثلاً اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے، مگر اسی کے ساتھ جنات کے شر کو دفع کرنے کے لئے (نہ کہ ان کی عبادت کے طور پر) ذبح کیا، تو بھی ذبیحہ حلال ہے۔ [1]

---

[1] قال الرافعي واعلم أن الذبح للمعبود وباسمه نازل منزلة السجود وكل واحد منهما من أنواع التعظيم والعبادة المخصوصة بالله تعالى الذى هو المستحق للعبادة فمن ذبح لغيره من حيوان أو جماد كالصنم على وجه التعظيم والعبادة لم تحل ذبيحته وكان فعله كفرا كمن يسجد لغير الله تعالى سجدة عبادة فكذا لو ذبح له أو لغيره على هذا الوجه (فأما) إذا ذبح لغيره لا على هذا الوجه بأن ضحى أو ذبح للكعبة تعظيما لها لكونها بيت الله تعالى أو لرسول الله صلى الله عليه وسلم لكونه رسول الله فهو لا يجوز أن يمنع حل الذبيحة وإلى هذا المعنى يرجع قول القائل أهديت للحرم أو الكعبة ومن هذا القبيل الذبح عند استقبال السلطان لأنه استبشار بقدومه نازل منزلة ذبح العقيقة لولادة المولود ومثل هذا لا يوجب الكفر وكذا السجود للغير تذللا وخضوعا لا يوجب الكفر وإن كان ممنوعا.

وعلى هذا فإذا قال الذابح باسم الله واسم محمد وأراد أذبح باسم الله وأتبرك باسم محمد فينبغي أن لا يحرم وقول من قال لا يجوز ذلك يمكن حمله على أن اللفظة مكروهة لأن المكروه يصح نفى الجواز والإباحة المطلقة عنه.

قال ووقعت منازعة بين جماعة ممن لقيناهم من فقهاء قزوين فى أن من ذبح باسم الله واسم رسوله هل تحرم ذبيحته وهل يكفر بذلك وأفضت تلك المنازعة إلى فتنة قال والصواب ما بيناه هذا كلام الرافعي.

وقد أتقن رحمه الله هذا الفصل ومما يؤيد ما قاله واختاره ما ذكره إبراهيم المروروذى فى تعليقه قال حكى صاحب التقريب عن الشافعي رحمه الله أن النصراني إذا سمى غير الله تعالى كالمسيح لم تحل ذبيحته.

قال صاحب التقريب معناه أن يذبحها له فأما إن ذكر المسيح على معنى الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فجائز قال وقال الحليمي تحل مطلقا وإن سمى المسيح والله أعلم.

(فرع) قال ابن كج من ذبح شاة وقال أذبح لرضاء فلان حلت الذبيحة لأنه يتقرب إليه بذلك بخلاف من ذبح للصنم.

وذكر الروياني أن من ذبح للجن وقصد به التقريب إلى الله تعالى ليصرف شرهم عنه فهو حلال وإن قصد الذبح لهم فحرام(المجموع شرح المهذب، ج٨،ص ٤١٠،باب الأضحية)

قال الفقيه أبو جعفر رحمه الله :من قبل الأرض بين يدى السلطان أو أمير، أو سجد له، فإن كان على وجه التحية لا يكفر، ولكن يصير آثماً مرتكباً الكبيرة، أما لا يكفر؛ لأن السجدة على وجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ“ اور ”ذُبِحَ عَلَى النُّصُب“ میں فرق

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اھل لغیر اللہ کے معنیٰ ذبح لغیر اللہ کے ساتھ کئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ التحية نفسها ليس بكفر، ألا ترى أن السجدة لغير الله تعالى على سبيل التحية كانت مباحة فى الابتداء، والكفر لم يبح فى زمان، والدليل على صحة ما قلنا أن الله تعالى أمر الملائكة بسجدة آدم عليه السلام، ولا يجوز أن يكون الكفر مأموراً به(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۵ص ۳۹۵ ۵۹۶، كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل الثلاثون)

يحتسب على من سجد لغير الله تعالى أو انحنى له أو قبل الأرض بين يديه قَالَ :الفقيه أبو جعفر من قبل الأرض بين يدى السلطان والأمير وسجد له فإن كان على وجه التحية لا يكفر ولكن يصير آثما مرتكبا للكبيرة وإن سجد بنية العبادة للسلطان ولم تحضره النية فقد كفر وفى الملتقط الناصرى وإذَا سجد لغير الله تعالى حقيقة كفر (نِصَابُ الِاحْتِسَابِ،ص۳۱۷،لعمر بن محمد بن عوض السَّنَامى الحنفى،الْبَابُ الثامن والأربعون فى الاحتساب على المفرط فى التواضع للناس)

(ولا يجوز أن يقول الذابح) والصائد كما صرح به فى الروضة (باسم محمد، ولا باسم الله واسم محمد) ، ولا بسم الله ومحمد رسول الله بالجر كما صرح به الأصل (للتشريك فإن قصد التبرك) باسم محمد (فينبغى أن لا يحرم) ذلك ويحمل إطلاق من نفى الجواز عنه على أنه مكروه؛ لأن المكروه يصح نفى الجواز المطلق عنه ذكره الأصل (كقوله باسم الله ومحمد رسول الله برفع محمد) فإنه لا يحرم بل، ولا يكره فيما يظهر لعدم إيهامه التشريك قال الزركشى، وهذا ظاهر فى النحوى، أما غيره فلا يتجه فيه ذلك.

(ولا تحل ذبيحة كتابى للمسيح) أو غيره مما سوى الله تعالى موسى -عليه السلام -(ولا) ذبيحة (مسلم لمحمد) - صلى الله عليه وسلم -(أو للكعبة) أو غيرهما مما سوى الله؛ لأنه مما أهل به لغير الله بل إن ذبح لذلك تعظيما وعبادة كفر كما لو سجد له كذلك صرح به الأصل، ولو قال المصنف، ولا تحل ذبيحة مسلم أو غيره لغير الله كان أعم وأخصر وأقرب إلى كلام الأصل.

(فإن ذبح للكعبة أو للرسل تعظيما لكونها بيت الله أو لكونهم رسل الله جاز) قال فى الأصل وإلى هذا المعنى يرجع قول القائل :أهديت للحرم أو للكعبة (وتحرم الذبيحة) إذا ذبحت (تقربا إلى السلطان) أو غيره عند لقائه لما مر (فإن قصد الاستبشار بقدومه فلا بأس أو ليرضى غضبانا جاز كالذبح للولادة) أى كذبح العقيقة لولادة المولود؛ ولأنه لا يتقرب به إلى الغضبان فى صورته بخلاف الذبح للصنم، ولو ترك قوله فلا بأس كان أولى وأخصر (فإن ذبح للجن حرم إلا إن قصد بما ذبحه (التقرب إلى الله ليكفيه شرهم) فلا يحرم (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج۱، ص۵۴۰، كتاب الضحايا،فصل فى سنن الذبح)

قال ابن كج: من ذبح شاة، وقال :أذبح لرضى فلان، حلت الذبيحة؛ لأنه لا يتقرب إليه، بخلاف من تقرب بالذبح إلى الصنم .وذكر الرويانى :أن من ذبح للجن وقصد به التقرب إلى الله تعالى ليصرف شرهم عنه، فهو حلال، وإن قصد الذبح لهم فحرام (روضة الطالبين وعمدة المفتين، لأبى زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى، ج۳،ص۲۲۷، كتاب الضحايا،فصل فى مسائل منثورة)

جائیں، تو سورہ مائدہ کی آیت میں ما اھل لغیر اللہ کے بعد و ماذبح علی النصب سے کیا مراد ہوگا، اور ان دونوں میں کیا فرق ہوگا، یا یہ دونوں ایک ہی چیز کہلائیں گی؟

تو اس سلسلہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، اور غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے اور بتوں پر ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ ماذبح علی النصب، درحقیقت ما اھل بہ لغیر اللہ کا جزء ہے، جس کا ذکر اس وجہ سے مستقل طور پر کیا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جانوروں کو بتوں کے قریب لے جا کر ان پر ذبح کرنے کا رواج تھا، اور ما اھل بہ لغیر اللہ کی یہ شکل زیادہ مشہور و معروف تھی۔

لہٰذا بتوں وغیرہ کے پاس لے جا کر جو جانور اس کے تقرُّب کے طور پر ذبح کیا جائے، وہ بھی ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔

اور دلائل کی رُو سے ہمیں یہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور غیرُ اللہ کے لئے ذبح کئے جانے والے جانور کی حرمت کو بیان کرنے کے بعد بتوں پر ذبح کئے جانے والے جانور کی حرمت کو مستقل اور علیٰحدہ طور پر بیان کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ بعض اوقات ظاہری شکل وصورت خود ما اھل لغیر اللہ بہ یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کرنے میں داخل کر دیتی ہے، جیسا کہ بتوں کے سامنے لے جا کر جانور کو ذبح کرنا۔

کیونکہ اس طرح جانور کو وہاں ذبح کرنا اس بات کی علامت وقرینہ ہے کہ اس ذبح سے مقصود غیرُ اللہ کا قُرب حاصل کرنا ہے، اور اس طرح یہ بھی ما اھل لغیر اللہ بہ میں داخل ہے۔ [1]

---

[1] قال ابن زید :ما ذبح علی النصب، وما أهل به لغیر الله شیء واحد .وقال ابن عطیة :ما ذبح علی النصب جزء مما أهل به لغیر الله، لکن خص بالذکر بعد جنسه لشهرة الأمر وشرف الموضع وتعظیم النفوس له .وقد یقال للصنم أیضا :نصب، لأنه ینصب انتهی(البحر المحیط فی التفسیر، لأبی حیان الأثیر، سورة المائدة، تحت رقم الآیة ۳، ج۴ص ۱۷۲)

وقیل: علی بمعنی اللام، أی لأجلها، قال قطرب قال ابن زید :ما ذبح علی النصب وما أهل به لغیر الله شی واحد. قال ابن عطیة :ما ذبح علی النصب جزء مما أهل به لغیر الله، ولکن خص بالذکر بعد جنسه لشهرة الأمر وشرف الموضع وتعظیم النفوس له (تفسیر القرطبی، ج۶ ص۵۷، سورة المائدة، تحت رقم الآیة ۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ“ کی علتِ حرمت

رہا یہ سوال کہ ”ما اھل بہ لغیر اللہ“ یا ”ما ذبح علی النصب“ کے حرام ہونے کی اصل علت اور وجہ کیا ہے؟

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جانور میں اصل حرام ہونا ہے، اور اس کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا جائے، اور شرعی طریقہ پر ذبح کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے، اور قصداً وعمداً اللہ کے نام کو ترک نہ کیا جائے۔

چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۲۱)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وما ذبح على النصب داخل فيما أهل به لغير الله (روح المعانى للآلوسى، ج۷ص ۴۸۰، سورة النّحل، تحت رقم الآية ۱۱۶)

واعلم أن (ما) فى قوله وما ذبح فى محل الرفع لأنه عطف على قوله حرمت عليكم الميتة إلى قوله وما أكل السبع.

واعلم أن قوله وما ذبح على النصب فيه وجهان :أحدهما :وما ذبح على اعتقاد تعظيم النصب، والثانى :وما ذبح للنصب، و (اللام) و (على) يتعاقبان، قال تعالى :فسلام لک من أصحاب اليمين أى فسلام عليک منهم، وقال وإن أسأتم فلها أى فعليها (تفسير الرازى، ج۱۱ ص ۲۸۵، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۳)

حكم الذبح على النصب :الذبح على النصب كان عادة من عادات أهل الجاهلية، ينصبون الأحجار ويقدسونها ويتقربون إليها بالذبائح .وقد بين الله تعالى أن هذه الذبائح لا تحل .قال الله تعالى : (حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع إلا ما ذكيتم وما ذبح على النصب) قال ابن جريج : المعنى : والنية فيها تعظيم النصب.

وقال ابن زيد: ما ذبح على النصب وما أهل به لغير الله شيء واحد.

وقال ابن عطية : ما ذبح على النصب جزء مما أهل به لغير الله، ولكن خص بالذكر بعد جنسه لشهرة الأمر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷،ص۸،مادة ” أنصاب “)

ترجمہ: اور تم اس (جانور) کو مت کھاؤ، جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بے شک یہ فسق (یعنی سخت گناہ) ہے (سورہ انعام)

اس آیت سے اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کئے ہوئے جانور کا کھانا یا بالفاظِ دیگر ایسے گوشت کا حرام ہونا معلوم ہوا، اور اس کو فسق اور گناہ قرار دیا گیا۔

لیکن مسلمان سے بھول کر اللہ کا نام رہ جائے، تو یہ فسق اور گناہ نہیں، لہٰذا ایسا ذبیحہ حلال ہوگا۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرُ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ) وَالنَّاسِيُ لَا يُسَمّٰى فَاسِقًا (بخاری، کتاب الذبائح والصید)

ترجمہ: یہ بیان ہے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کا، اور جو شخص (ذبح کرتے وقت) جان بوجھ کر اللہ کا نام چھوڑ دے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو اللہ کا نام بھول جائے، اس میں کوئی حرج نہیں، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اور نہ کھاؤ تم اس کو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، کیونکہ یہ عمل فسق ہے''

اور بھول جانے والے کو فاسق قرار نہیں دیا جاتا (بخاری)

لہٰذا جب کسی جانور پر ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام لیا جائے، تو جانور کے شرعی طریقہ پر ذبح ہونے کی جو ایک بنیادی شرط ہے، یعنی اللہ کا نام لینا، وہ شرط فوت ہو جاتی ہے، اس لئے وہ مردار کی طرح حرام ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] وقوله وما أهل لغير الله به أى ما ذبح فذكر عليه اسم غير الله فهو حرام لأن الله تعالى أوجب أن تذبح مخلوقاته على اسمه العظيم، فمتى عدل بها عن ذلك وذكر عليها اسم غيره من صنم أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جس جانور کی جان کو اللہ کے سوا کسی بت یا کسی نبی یا ولی کی روح کے لئے نذر کر دیا جائے، اور ان کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کو ذبح کیا جائے، تو اس جانور کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طاغوت أو وثن أو غير ذلک من سائر المخلوقات فإنها حرام بالإجماع(تفسیرابن کثیر، ج۳، ص۱۳، سورة المائدة، ج۳ص۱۳)

واما الذبح لغير الله فالمراد به أن يذبح باسم غير الله تعالى كمن ذبح للصنم أو الصليب أو لموسى أولعيسى صلى الله عليهما أو للكعبة ونحو ذلک فكل هذا حرام ولاتحل هذه الذبيحة سواء كان الذابح مسلما أو نصرانيا أو يهوديا نص عليه الشافعي واتفق عليه أصحابنا فإن قصد مع ذلک تعظيم المذبوح له غير الله تعالى والعبادة له كان ذلک كفرا فإن كان الذابح مسلما قبل ذلک صار بالذبح مرتدا وذكر الشيخ ابراهيم المروزى من أصحابنا أن مايذبح عند استقبال السلطان تقربا إليه أفتى أهل بخارة بتحريمه لأنه مما أهل به لغير الله تعالى قال الرافعى هذا إنما يذبحونه استبشارا بقدومه فهو كذبح العقيقة لولادة المولود ومثل هذا لايوجب التحريم والله أعلم (شرح النووى على مسلم، ج۱۳ص ۱۴۱، كتاب الاضاحى، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى ولعن فاعله)

وأما لعن مَن ذَبَح لغير الله ؛ فإن كان كافرًا يذبحُ للأصنام فلا خفاءَ بحاله ، وهى التى أُهِلَّ بها لغير الله ، والتى قال الله تعالى فيها :(وَلا تأكُلُوا مما لم يذكر اسم الله عليه) ، على ما تقدَّم .وأما إن كان مسلمًا فيتناوله عمومُ هذا اللعن ، ثم لا تَحِل ذبيحتُه ؛ لأنه لم يقصد بها الإباحة الشرعية ، وقد تقدَّم أنها شرط فى الذكاة .ويُتَصوَّر ذبح المسلم لغير الله فيما إذا ذبح عابثًا ، أو مُجرِّبًا لآلةِ الذبح، أو للَّهوِ ، ولم يقصد الإباحة ، وما أشبه هذا (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبى، ج۱۶ص ۱۴۲، كتاب الصيد، ومن باب لعن من ذبح لغير الله)

قوله: (لعن الله من ذبح لغير الله المراد به أن يذبح لغير الله تعالى كمن ذبح للصنم أو الصليب أو لموسى أو لعيسى -عليهما السلام -أو للكعبة ونحو ذلک فكل هذا حرام ولا تحل هذه الذبيحة سواء كان الذابح مسلما أو كافرا) وإليه ذهب الشافعى وأصحابه، فإن قصد مع ذلک تعظيم المذبوح له غير الله تعالى والعبادة له كان ذلک كفرا، فإن كان الذابح مسلما قبل ذلک صار بالذبح مرتدا .وذكر الشيخ إبراهيم المروزى من أصحاب الشافعى أن ما يذبح عند استقبال السلطان تقربا إليه أفتى أهل بخارى بتحريمه لأنه مما أهل به لغير الله .قال الرافعى :هذا إنما يذبحونه استبشارا بقدومه فهو كذبح العقيقة لولادة النبى -صلى الله عليه وسلم (نيل الاوطار للشوكانى، ج۸ص۱۵۸، ابواب الصيد، باب الذبح وما يجب له وما يستحب)

قال الله تعالى : (إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله) ولا خلاف بين المسلمين أن المراد به الذبيحة إذا أهل بها لغير الله عند الذبح، فمن الناس من يزعم أن المراد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کھانا حرام ہے، اگر چہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو، اس لئے کہ جانور کی جان صرف اللہ کی مِلک ہے، آدمی کی مِلک نہیں کہ دوسرے کو بخش دے (معارف القرآن کاندھلوی، ج ا ص ۳۴۴، تحت سورۃ البقرہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بـذلک ذبـائح عبدة الأوثان الذين كانوا يذبحون لأوثانهم ;كـقوله تعالى :(ومـا ذبح على النصب) وأجـازوا ذبيـحة الـنـصـرانـى إذا سـمى عليها باسم المسيح، وهو مذهب عطاء ومكحول والحسن والشعبى وسعيد بن المسيب، وقالوا :إن الـلـه تـعـالى قد أباح أكل ذبائحهم مع علمه بأنهم يهلون بـاسـم المسيح على ذبائحهم .وهـو مـذهب الأوزاعي والليث بن سعد أيضا .وقـال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وزفر ومالک والشافعي" :لا تؤكل ذبائحهم إذا سموا عليها باسم المسيح ."

وظاهـر قوله تعالى :(ومـا أهـل به لغير الله) يـوجـب تـحـريمها إذا سمى عليها باسم غير الله ;لأن الإهـلال بـه لـغير الله هو إظهار غير اسم الله، ولم تفرق الآية بين تسمية المسيح وبين تسمية غيره بـعـد أن يـكون الإهلال به لغير الله .وقـوله فى آية أخرى :(ومـا ذبـح على النصب) (الـمائدة3 :) وعـادة الـعـرب فى الذبائح للأوثان غير مانع اعتبار عموم الآية فيما اقتضاه من تحريم ما سمى عليه غيـر الـلـه تعالى .وقـد روى عـطـاء بـن السـائـب عن زاذان وميسرة، أن عليا عليه السلام قال" :إذا سـمـعـتـم اليهود والنصارى يهلون لغير الله فلا تأكلوا، وإذا لم تسمعوهم فإن الله قد أحل ذبائحهم" وهو يعلم ما يقولون.

وأمـا ما احتج به القائلون بإباحة ذلک لإباحة الله طعام أهل الكتاب مع علمه بما يقولون، فليس فيه دلالة عـلى ما ذكروا ;لأن إبـاحـة طـعـام أهـل الكتاب معقودة بشريطة أن لا يهلوا لغير الله ;إذ كان الـواجب علينا استعمال الآيتين بمجموعهما، فكأنه قال :وطـعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم ما لم يهلوا به لغير الله.

فـإن قال قائل :إن الـنـصـرانـى إذا سـمـى الـلـه فـإنما يريد به المسيح عليه السلام، فإذا كان إرادته كـذلک ولم تمنع صحة ذبيحته وهو مع ذلک مهل به لغير الله، كذلک ينبغى أن يكون حكمه إذا أظهر ما يضمره عند ذكر الله تعالى فى إرادته المسيح .قيل له :لا يجب ذلک ;لأن الله تعالى إنما كـلفنا حكم الظاهر ;لأن الإهـلال هـو إظهـار القول، فإذا أظهر اسم غير الله لم تحل ذبيحته لقوله : (ومـا أهل به لغير الله) وإذا أظهـر اسـم الـلـه فغير جائز لنا حمله على اسم المسيح عنده ;لأن حكم الأسـمـاء أن تـكـون مـحمولة على حقائقها ولا تحمل على ما لا يقع الاسم عليه عندنا ولا يستحقه . ومـع ذلک فـليس يمتنع أن تكون العبادة علينا فى اعتبار إظهار الاسم دون الضمير، ألا ترى أن من أظهـر الـقول بالتوحيد وتصديق الرسول صلى الله عليه وسلم كان حكمه حكم المسلمين مع جواز اعتقاده للتشبيه المضاد للتوحيد؟ وكذلک قال عليه السلام" :أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوها عصموا منى دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله "وقد أعلمه الله أن فى القوم منافقين يعتقدون غير ما يظهرون، ولم يجرهم مع ذلک مجرى سائر المشركين بل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت سے جانور کو غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کی ممانعت کی ایک عمدہ حکمت وفلسفہ بھی معلوم ہوا۔

اللہ کا نام لے کر غیرُ اللہ کے قُرب کے لئے ذبح کرنے کا حکم

اگر کسی نے جانور کو ذبح کرتے وقت نام تو اللہ کا لیا، مگر اس ذبح سے مقصود غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنا اور اس کے لئے ذبح کی عبادت کو انجام دینا ہے، تو تب بھی وہ جانور حلال نہیں ہوتا، بلکہ حرام رہ جاتا ہے، کیونکہ نیت میں اللہ کی عبادت نہ ہونے اور غیرُ اللہ کی عبادت مقصود ہونے کی وجہ سے ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہ ہے کہ جانور کا ذبح کرنا شرعاً عبادت ہے، اور عبادت میں نیت کا درجہ الفاظ سے زیادہ ہوا کرتا ہے، اسی وجہ سے اگر کوئی نماز پڑھتے وقت ظاہر میں اللہ کے لئے نماز کے الفاظ ادا کرے، لیکن دل میں غیرُ اللہ کے لئے نماز پڑھنے اور غیرُ اللہ کی عبادت کرنے کی نیت ہو، تو وہ نماز درست نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورة الانعام، رقم الآیة ۱۶۲)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میرا نسک (یعنی عبادت وقربانی وغیرہ) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے (سورہ انعام)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حکم لهم فيما يعاملون به من أحكام الدنيا بحكم سائر المسلمين على ما ظهر من أمورهم دون ما بطن من ضمائرهم .وكذلك جائز أن تكون صحة ذكاة النصراني متعلقة بإظهار اسم الله تعالى، وأنه متى أظهر اسم المسيح لم تصح ذكاته، كسائر المشركين إذا أظهروا على ذبائحهم أسماء أوثانهم والله أعلم (أحكام القرآن للجصاص، ج ا ص ۱۵۴ الیٰ ۱۵۶، أحكام سورة البقرة، باب تحريم ما أهل به لغير الله)

نُسک میں قربانی اور ذبح اور اس کے علاوہ دیگر عبادات سب داخل ہیں۔ [1]

احادیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ جانور کو اللہ ہی کے لئے ذبح کرنا چاہئے، اور جو جانور غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنے، یا اللہ کی عبادت کے علاوہ کسی اور غرض سے ذبح کیا جائے، وہ حرام اور مااہل لغیر اللہ بہ میں داخل ہے۔

چنانچہ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِذْبَحُوْا لِلّٰهِ فِيْ أَيِّ شَهْرٍ كَانَ، وَبَرُّوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطْعِمُوْا

(ابو داوٗد، رقم الحدیث ۲۸۳۰، کتاب الضحایا، باب فی العتیرۃ)

---

[1] قوله تعالى إن صلاتي يجوز أن يريد بها صلاة العيد ونسكي الأضحية لأنها تسمى نسكا وكذلك كل ذبيحة على وجه القربة إلى الله تعالى فهي نسك قال الله تعالى ففدية من صيام أو صدقة أو نسك.

وقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم النسك شاة.

وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في يوم النحر إن أول نسكنا في يومنا هذا الصلاة ثم الذبح.

فسمى الصلاة والذبح جميعا نسكا ولما قرن النسك إلى الصلاة دل على أن المراد صلاة العيد والأضحية وهذا يدل على وجوب الأضحية لقوله تعالى وبذلك أمرت والأمر يقتضي الوجوب قوله تعالى وأنا أول المسلمين قال الحسن وقتادة أول المسلمين من هذه الأمة.

قوله عز وجل ولا تكسب كل نفس إلا عليها يحتج به في امتناع جواز تصرف أحد على غيره إلا ما قامت دلالته لإخبار الله تعالى أن أحكام أفعال كل نفس متعلقة بها دون غيرها فيحتج بعمومه في امتناع جواز تزويج البكر الكبيرة بغير إذنها وفي بطلان الحجر على امتناع جواز بيع أملاكه عليه وفي جواز تصرف البالغ العاقل على نفسه وإن كان سفيها لإخبار الله تعالى باكتساب كل نفس على نفسه وفي نظائرها ذلك من المسائل وقوله تعالى ولا تزر وازرة وزر أخرى إخبار بأن الله تعالى لا يؤاخذ أحدا بذنب غيره وأنه لا يعذب الأبناء بذنب الآباء (احكام القرآن للجصاص، ج۴ص ۲۰۰، سورة الانعام، تحت رقم الآية ۱۶۴)

قوله تعالى :(قل إن صلاتي ونسكي) قد تقدم اشتقاق لفظ الصلاة .وقيل :المراد بها هنا صلاة الليل .وقيل :صلاة العيد .والنسك جمع نسيكة، وهي الذبيحة، وكذلك قال مجاهد والضحاك وسعيد بن جبير وغيرهم .والمعنى: ذبحي في الحج والعمرة. وقال الحسن :نسكي ديني .وقال الزجاج :عبادتي، ومنه الناسك الذي يتقرب إلى الله بالعبادة .وقال قوم: النسك في هذه الآية جميع أعمال البر والطاعات، من قولك نسك فلان فهو ناسك، إذا تعبد (تفسير القرطبي، ج۷ص ۱۵۲، سورة الانعام، تحت رقم الآية ۱۶۴)

ترجمہ: اللہ کے لیے جس مہینہ میں چاہو ذبح کرو، اور اللہ عزوجل کی اطاعت کرو اور (ضرورت مندوں کو) کھلاؤ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ جانور کو اللہ کے لئے ہی ذبح کرنا چاہیئے، کسی بُت یا غیرُ اللہ کے لئے ذبح نہیں کرنا چاہیئے، چاہے کسی وقت اور کسی زمانہ میں ذبح کیا جائے، اور پھر ایسے ذبح کیے ہوئے جانور کے گوشت کو خود بھی کھانا جائز ہے، اور دوسرے کو بھی کھلانا جائز ہے۔[1]

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَـذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُـوَانَةَ فَـأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُـوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَـانِ الْـجَـاهِـلِيَّةِ يُعْبَـدُ؟ قَـالُوْا: لَا، قَـالَ: هَلْ كَـانَ فِيْهَـا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَـادِهِـمْ؟، قَـالُـوا: لَا، قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّـهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۳۳۱۳، كتاب الايمان والنذور، باب ما يؤمر به من الوفاء بالنذر)

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نذر ومنت مانی کہ وہ بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرے گا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر ومنت

---

[1] (اذبحوا لله) أى اذبحوا الحيوان الذى يحل أكله إن شئتم واجعلوا الذبح لله (فى أى شهر كان) رجبا أو غيره (وبروا) بفتح الموحدة وشد الراء أى تعبدوا (لله وأطعموا) بهمزة قطع أى الفقراء وغيرهم كان الرجل منهم إذا بلغت إبله مئة نحر بكرا فى رجب لصنمه يسمونه الفرع فنهى المصطفى صلى الله عليه وسلم عن الذبح للصنم وأمر بالذبح لله والصحيح عند الإمام الشافعى ندب الفرع والعتيرة وهى ما يذبح فى رجب وخبر :ولا فرع ولا عتيرة :المراد به الوجوب أو نفى ما يذبح للصنم أما تفرقة اللحم للفقراء فبر وصدقة فى أى وقت كان (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۹۰۱)

مانی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہاں جاہلیت والوں کی کوئی عید ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی نذرومنت کو پورا کر لیجئے، پس اللہ کی نافرمانی کی نذر کو پورا کرنا (اسلام میں جائز) نہیں ہے، اور نہ ہی اس چیز کی نذر کو پورا کرنا (اسلام میں جائز) ہے جس کا ابنِ آدم مالک نہیں ہے

(ابوداؤد)

جس جگہ کوئی شرک والی بات پائی جاتی ہو، یا مشرکوں کا کوئی مذہبی تہوار منایا جاتا ہو، وہاں جانور ذبح کرنے کی نذرومنت کو پورا کرنے سے اس لئے منع کیا گیا تاکہ مشرکوں کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے، اور وہ جانور ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' اور ''ماذبح علی النصب'' میں داخل نہ ہوجائے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۸۲۰، کتاب الضحايا، باب ماجاء فی اکل المعاقرة الاعراب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے باہم مقابلہ کے طور پر ذبح

---

[1] (وعن ثابت بن الضحاک) : وهو ممن بايع تحت الشجرة (قال :نذر رجل على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أى :فى زمانه (أن ينحر إبلا ببوانة) : بضم الموحدة الثانية وتخفيف الواو، اسم موضع فى أسفل مكة دون يلملم، وقد جاء بحذف التاء أيضا .قال الجوهرى :ببوانة بالضم اسم موضع، وأما الذى ببلاد فارس هو شعب بوان فبالفتح والتشديد، (فأتى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أى :فجاء ہ الرجل (فأخبره) أى :فأعلمه بنذره (فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أى :لأصحابه (هل كان فيها) أى :فى بوانة (وثن) : بفتحتين أى :صنم (من أوثان الجاهلية يعبد؟) أى :بالألوهية (فقالوا :لا .قال " :فهل كان فيها عيد ") أى :إظهار سرور (من أعيادهم؟) وهذا كله احتراز من التشبيه بالكفار فى أفعالهم (مرقاة المفاتيح، ج٦، ص ۲۲۵۱، كتاب العتق، باب فى النذور)

کرنے سے منع فرمایا (ابوداؤد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَأْكُلُوْا مِنْ تَعَاقُرِ الْأَعْرَابِ، فَإِنِّيْ لَا آمَنُ أَنْ يَكُوْنَ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ (تاريخ أصبهان، ج٢ص ٢١٠، تحت ترجمة محمد بن إبراهيم بن نصر بن شبيب الصفار أبى بكر، رقم الترجمة ١٤٨٣)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیہاتیوں کے باہم مقابلہ میں ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت مت کھاؤ، کیونکہ مجھے اس بات پر اطمینان نہیں ہے (یعنی مجھے اس بات کا خوف ہے) کہ وہ ''اھل لغیر اللہ'' (یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا) ہو (تاریخ اصبہان)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ، فَنَهٰى أَنْ يَّتَبَارَى الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يُجَادِلُ صَاحِبَهٗ فَيَعْقِرَ هٰذَا عَدَدًا مِّنَ الْإِبِلِ، وَيَعْقِرَ صَاحِبَهٗ فَأَيُّهُمَا كَانَ أَكْثَرَ عَقْرًا غَلَبَ صَاحِبَهٗ، فَكَرِهَ لُحُوْمَهَا لِئَلَّا تَكُوْنَ مِمَّا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (السنن الصغير للبيهقى، رقم الحديث ١٨٥٢، باب فى الفرع والعتيرة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے باہم مقابلہ میں جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا، پس اس بات سے منع فرمایا کہ دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کریں، ایک اُن میں سے دوسرے سے جدل ومقابلہ کرے، پھر یہ اونٹ (وغیرہ) مخصوص تعداد میں ذبح کرے، اور دوسرا بھی ذبح کرے، پس اُن میں سے جو بھی زیادہ (تعداد میں) ذبح کرے، وہ دوسرے ساتھی پر غالب آجائے، پس اس کے گوشت کو ناپسند فرمایا، تاکہ یہ ''مااھل لغیر اللہ بہ'' (یعنی غیرُ اللہ کے

لئے ذبح کیے ہوئے جانور) میں سے نہ ہو جائے (سنن صغیر بیہقی)

اور حضرت جارود کی سند سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي رَبَاحٍ يُقَالُ لَهُ اِبْنُ أُثَالٍ وَكَانَ شَاعِرًا أَتَى الْفَرَزْدَقَ بِمَاءٍ بِظَهْرِ الْكُوْفَةِ عَلٰى أَنْ يَّعْقِرَ هٰذَا مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَهٰذَا مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ إِذَا وَرَدَتِ الْمَاءَ فَلَمَّا وَرَدَتْ قَامَا إِلَيْهَا بِالسُّيُوْفِ يَكْتَسِعَانِ عَرَاقِيْبَهَا فَخَرَجَ النَّاسُ عَلَى الْحُمُرَاتِ وَالْبِغَالِ يُرِيْدُوْنَ اللَّحْمَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْكُوْفَةِ فَخَرَجَ عَلٰى بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَاءِ وَهُوَ يُنَادِيْ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَأْكُلُوْا مِنْ لُّحُوْمِهَا فَإِنَّهُ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى (المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية للعسقلانی، ج۱۰ ص ۶۲۱، رقم الرواية ۲۳۵۶، ابواب الذبائح، باب النهی عن أكل الطعام الذی يصنع للمباهاة،، المحلىٰ بالآثار لابن حزم، ج۶، ص ۹۴، كتاب الاطعمة، مسألة أكل ما ذبح أو نحر فخرا أو مباهاة) [1]

ترجمہ: بنی رباح کے ایک آدمی کو ابنِ اثال کہا جاتا تھا، اور وہ شاعر تھا، جو فرزدق (نام کے شاعر) کے پاس ایک پانی کے قریب کوفہ کی پُشت پر آیا، تاکہ وہ یہاں سو اونٹ ذبح کرے، اور یہ (فرزدق شاعر) بھی سو اونٹ ذبح کرے، جب وہ اونٹ پانی کے پاس (پانی پینے کے لئے) آئیں، پس جب وہ اونٹ (وہاں) آئے، تو یہ دونوں اپنی تلوار تان کر ان کی طرف کھڑے ہوگئے، اور اُن کو کاٹنے لگے، پھر لوگ اپنے گدھوں اور خچروں پر آنے لگے، تاکہ وہ (ان اونٹوں کا)

---

[1] قال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:
الأثر بهذا الإسناد حسن، من أجل حال: " ربعی بن عبد الله"، فإنه صدوق.
ويشهد له حديث ابن عباس رضی الله عنه قال: " نهی رسول الله –صلى الله عليه وسلم– عن معاقرة الأعراب "(حاشية المطالب العالية، ج۱۰ ص ۶۲۲، رقم الرواية ۲۳۵۶، ابواب الذبائح، باب النهی عن أكل الطعام الذی يصنع للمباهاة)

گوشت حاصل کریں، اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ میں تھے، تو وہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر تشریف لائے، اور انہوں نے یہ اعلان کرنا شروع کیا، کہ اے لوگو! تم اس گوشت کو مت کھاؤ، کیونکہ یہ ’’اھل لغیر اللہ تعالیٰ‘‘ (یعنی غیرُ اللہ کے لئے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت) ہے

(مطالب العالیہ، وابن حزم)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابنِ حزم نے فرمایا کہ:

وَعَنْ عِكْرِمَةَ لَا تُؤْكَلُ ذَبِيْحَةٌ ذَبَحَهَا الشُّعَرَاءُ فَخْرًا وَرِيَاءً، وَلَا مَا ذَبَحَهُ الْأَعْرَابُ عَلٰى قُبُوْرِهِمْ، وَلَا يُعْلَمُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ هٰذَا مُخَالِفٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (المحلیٰ بالآثار لابن حزم، ج٦، ص٩٤، کتاب الاطعمة، مسألة أكل ما ذبح أو نحر فخرا أو مباهاة)

ترجمہ: اور حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ شاعروں کے فخر اور ریاء کاری کے طور پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جائے گا، اور نہ دیہاتیوں کے قبروں پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھایا جائے گا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی مخالفت ثابت نہیں

(ابن حزم)

ملحوظ رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو بعض حضرات نے سند کے اعتبار سے فی نفسہٖ غریب قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس کی تائید حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] وقال ابن أبی حاتم أیضا :حدثنا أبی، حدثنا أحمد بن یونس، حدثنا ربعی عن عبد الله، قال: سمعت الجارود بن أبی سبرة، قال:هو جدی، قال :کان رجل من بنی رباح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا عَقْرَ فِی الْإِسْلَامِ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: کَانُوْا یَعْقِرُوْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَۃً أَوْ شَاۃً (أبوداود، رقم الحديث ٣٢٢٢، كتاب الجنائز، باب كراهية الذبح عند القبر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں ''عقر'' نہیں ہے، امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ (عقر سے مراد یہ ہے کہ) زمانۂ جاہلیت میں لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری کو ذبح کیا کرتے تھے (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

عرب میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر وتفاخر کے طور پر اور اسی طرح، بتوں یا بزرگوں کی قبروں کے پاس جانور ذبح کرنے کا رواج تھا، اس کو مذکورہ حدیث میں منع کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ کی رضا مقصود نہ ہونے، یا غیرُ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے مقصود ہونے کی وجہ سے وہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقال له ابن وثيل، وكان شاعرا، نافر غالبا أبا الفرزدق بماء بظهر الكوفة على أن يعقر هذا مائة من إبله وهذا مائة من إبله إذا وردت الماء، فلما وردت الماء قاما إليها بسيفيهما فجعلا يكسفان عراقيبها، قال: فخرج الناس على الحمرات والبغال يريدون اللحم، قال: وعلى بالكوفة، قال: فخرج على على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم البيضاء وهو ينادى: يا أيها الناس لا تأكلوا من لحومها، فإنها أهل بها لغير الله، هذا أثر غريب، ويشهد له بالصحة ما رواه أبو داود: حدثنا هارون بن عبد الله، حدثنا ابن حماد بن مسعدة عن عوف، عن أبى ريحانة، عن ابن عباس، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن معاقرة الأعراب (تفسير ابن كثير، ج٣، ص١٤، سورة المائدة)

[1] عن ثابت، عن أنس، قال: أخذ النبى صلى الله عليه وسلم على النساء حين بايعهن أن لا ينحن، فقلن: يا رسول الله، إن نساء أسعدننا فى الجاهلية أفنسعدهن فى الإسلام؟ فقال النبى صلى الله عليه وسلم ": لا إسعاد فى الإسلام، ولا شغار، ولا عقر فى الإسلام، ولا جلب فى الإسلام، ولا جنب، ومن انتهب فليس منا" (مسند احمد، رقم الحديث ١٣٠٣٢)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

''مااھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو جاتا ہے۔ [1]

قبروں وغیرہ پر ذبح کرنے سے عموماً مقصود غیرُ اللہ کا تقرُّب حاصل کرنا اور ایک طرح سے صاحبِ قبر کی عبادت کرنا ہوتا ہے، اس لئے وہ ''مااھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہے، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخروتفاخر کے طور پر جانور ذبح کرنے میں اس کے گوشت کو کھانا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے وہ بھی شریعت کی نظر میں عبث کے طور پر ذبح کرنے کی وجہ سے ''مااھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہے، جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ إِنْسَانٍ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا إِلَّا سَأَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ يَذْبَحُهَا فَيَأْكُلُهَا وَلَا يَقْطَعُ رَأْسَهَا يَرْمِيْ بِهَا (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو انسان کسی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے جانور کو بغیر اس کے حق کے قتل کرے گا، تو اللہ عزوجل اس سے اس کے بارے میں باز پرس فرمائے گا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول اس کا حق کیا ہے؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ذبح کرلے، اور کھالے

---

[1] عن معمر، عن ثابت، عن أنس رضى الله عنه ,أن النبى صلى الله عليه وسلم قال : لا عقر فى الإسلام ."قال أبو زكريا :العقر يعنى الأعراب عند الماء يعقر هذا ويعقر هذا ,فيأكلون لغير الله ورسوله .وقال أبو سليمان الخطابى فيما بلغنى عنه :معاقرة الأعراب أن يتبارى الرجلان كل واحد منهما يجادل صاحبه ,فيعقر هذا عددا من إبله , ويعقر صاحبه ,فأيهما كان أكثر عقرا غلب صاحبه، وكره لحومها لئلا يكون مما أهل به لغير الله (السنن الكبرى، للبيهقى، رقم الحديث ١٩٣٥١ ، باب ما جاء فى معاقرة الأعراب وذبائح الجن)

[2] رقم الحديث ۴۳۴۹، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة أكل العصافير،، السنن الكبرىٰ للنسائى،رقم الحديث ۴۸۴۱، باب إباحة أكل العصافير.

(یعنی اس کو ذبح کرنے سے مقصود گوشت کھانا ہو) اور اس کے سر کو (اس لئے) نہ کاٹے کہ (پھر) اس کو یونہی پھینک دے (نسائی)

پس جب کسی جانور کو ذبح کرنے سے مقصود غیرُ اللہ (مثلاً بادشاہ، یا کسی ولی غیرہ) کی تعظیم وعبادت ہو، یا اس کے گوشت کو کھانے واستعمال کرنے کے لئے مباح وجائز کرنا مقصود نہ ہو، تو وہ ''مااھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو کر حرام ہو جاتا ہے۔ [1]

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''البذر للخير في النذر للغير'' میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، جو اہلِ علم حضرات کے لئے فائدہ سے خالی نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

اَقُوْلُ: قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْبَكْرِ الْجَصَّاصُ الرَّازِيُّ فِيْ اَحْكَامِ الْقُرْآنِ لَهٗ فِيْ مَعْنٰى قَوْلِهٖ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مَانَصُّهٗ.

وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الذَّبِيْحَةُ إِذَا أَهَلَّ بِهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ عِنْدَ الذِّبْحِ (احكام القرآن للجصاص، جلد ا، صفحة ١٢٥، باب تحريم ما أهل به لغير الله)

يَعْنِيْ فَحُرْمَةُ مِثْلِ هٰذِهِ الذَّبِيْحَةِ قَطْعِيَّةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهَا.

---

[1] قال الإمام: فيه كراهية ذبح الحيوان لغير الأكل، وقد روى عن ابن عباس، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن معاقرة الأعراب، وأراد بمعاقرة الأعراب: أن يتبارى الرجلان، فيعقر هذا عدد من إبله، ويعقر صاحبه، فأيهما كان أكثر عقرا، غلب صاحبه، كره لحومها لئلا يكون مما أهل به لغير الله سبحانه وتعالى.

قال الخطابى رحمه الله: وفى معناه ما جرت به عادة الناس من ذبح الحيوان عند قدوم المملوك والرؤساء، وأوان حدوث نعمة تتجدد لهم فى نحو ذلك من الأمور (شرح السنة للبغوى، ج ١١ ص ٢٢٦، كتاب الصيد والذبائح، باب كراهية ذبح الحيوان لغير الأكل)

(لا عقر فى الإسلام) قال ابن الأثير :هذا نفى للعادة الجاهلية وتحذير منها كانوا فى الجاهلية يعقرون الإبل أى ينحرونها على قبور الموتى ويقولون صاحب القبر كان يعقرها للأضياف فى حياته فيكافأ بصنيعه بعد موته .قال المجد ابن تيمية :وكره الإمام أحمد أكل لحمه قال :قال أصحابنا وفى معناه ما يفعله كثير من التصدق عند القبر بنحو خبز اه وأصل العقر ضرب قوائم البعير والشاة بالسيف وهو قائم (د عن أنس) بن مالك سنده رمز المصنف لحسنه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٩٩٠٩)

وَقَالَ فِی الدُّرِّ:

(ذُبِحَ لِقُدُوْمِ الْأَمِيْرِ)وَنَحْوِهٖ كَوَاحِدٍ مِّنَ الْعُظَمَاءِ (يَحْرُمُ)لِأَنَّهٗ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (وَلَوْ)وَصْلِيَّةٌ (ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى) (وَلَوْ)ذُبِحَ (لِلضَّيْفِ) (لَا) يَحْرُمُ لِأَنَّهٗ سُنَّةُ الْخَلِيْلِ وَإِكْرَامُ الضَّيْفِ إِكْرَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى. اھـ.

قال الشامی:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ ابْتِدَاءِ الذِّبْحِ فَلَا يَلْزَمُ أَنَّهٗ لَوْ قَدَّمَ لِلضَّيْفِ غَيْرَهَا أَنْ لَّا تَحِلَّ لِأَنَّهٗ حِيْنَ الذِّبْحِ لَمْ يَقْصِدْ تَعْظِيْمَهٗ بَلْ إِكْرَامَهٗ بِالْأَكْلِ مِنْهَا وَإِنْ قَدَّمَ إِلَيْهِ غَيْرَهَا، وَيَظْهَرُ ذٰلِكَ أَيْضًا فِيْمَا لَوْ ضَافَهٗ أَمِيْرٌ فَذَبَحَ عِنْدَ قُدُوْمِهٖ، فَإِنْ قَصَدَ التَّعْظِيْمَ لَا تَحِلُّ وَإِنْ أَضَافَهٗ بِهَا وَإِنْ قَصَدَ الْإِكْرَامَ تَحِلُّ وَإِنْ أَطْعَمَهٗ غَيْرَهَا تَأَمَّلْ (ردالمحتار، جلد۶، صفحة ۳۱۰، کتاب الذبائح)

قُلْتُ: وَالظَّاهِرُ اَنَّ اِدْخَالَهَا فِیْ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰه مَعَ كَوْنِهَا مَذْبُوْحَةً عَلٰى اِسْمَ اللّٰهِ بِالدَّلَالَةِ.

وَفِیْ نَيْلِ الْاَوْطَارِ:

وَذَكَرَ الشَّيْخُ إِبْرَاهِيْمُ الْمَرْوَزِیُّ مِنْ أَصْحَابِ الشَّافِعِیِّ أَنَّ مَا يُذْبَحُ عِنْدَ اِسْتِقْبَالِ السُّلْطَانِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِ أَفْتٰى أَهْلُ بُخَارٰی بِتَحْرِيْمِهٖ لِأَنَّهٗ مِمَّا أُهِّلَ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ. ا ھـ.

وَقَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ:

(لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَلْمُرَادُ بِهٖ أَنْ يَّذْبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَمَنْ ذَبَحَ لِلصَّنَمِ أَوِ الصَّلِيْبِ أَوْ لِمُوْسٰى أَوْ لِعِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَوْ لِلْكَعْبَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ فَكُلُّ هٰذَا حَرَامٌ وَلَا تَحِلُّ هٰذِهِ الذَّبِيْحَةُ سَوَاءٌ كَانَ الذَّابِحُ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا) وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِیُّ وَأَصْحَابُهٗ (نیل الاوطار، جلد۸، صفحة ۲۶۰، باب الذبح وما یجب له وما یستحب)

وَقَالَ الْعَلَّامَةُ اِبْنُ تَيْمِيَّةَ فِیْ اِقْتِضَاءِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ:

وَلَقَدْ سَأَلَ سَعْدُ الْمُعَافِرِیُّ مَالِكًا عَنِ الطَّعَامِ الَّذِیْ تَصْنَعُهُ النَّصَارٰى لِمَوْتَاهُمْ يَتَصَدَّقُوْنَ بِهٖ عَنْهُمْ: أَيَأْكُلُ مِنْهُ الْمُسْلِمُ؟ فَقَالَ: لَا يَنْبَغِیْ لَا يَأْخُذَهٗ مِنْهُمْ؛ لِأَنَّهٗ

إِنَّـمَا يُعْمَلُ تَعْظِيْمًا لِلشِّرْكِ فَهُوَ كَالذَّبَائِحِ لِلْأَعْيَادِ وَالْكَنَائِسِ (اقتضاء الصراط المستقيم، صفحة ١١٠)

وَفِيْهِ اَيْضًا:

وَأَمَّا قُبُوْلُ الْهَدِيَةِ مِنْهُمْ يَوْمَ عِيْدِهِمْ، فَقَدَ قَدَّمْنَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أُتٰى بِهَدِيَّةِ النَّيْرُوْزِ فَقَبَّلَهَا. وَرُوِىَ اِبْنُ أَبِىْ شَيْبَةَ فِى الْمُصَنَّفِ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ قَابُوْسَ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ اِمْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: إِنَّ لَنَا أَظَارًا مِنَ الْمَجُوْسِ وَإِنَّهُمْ يَكُوْنُ لَهُمَ الْعِيْدُ فَيُهْدُوْنَ لَنَا، فَقَالَتْ: أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذٰلِكَ الْيَوْمِ فَلَا تَأْكُلُوْا وَلٰكِنْ كُلُوْا مِنْ أَشْجَارِهِمْ. وَقَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، قَالَ: حدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَكِيْمٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أَبِىْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ كَانَ لَهُ سُكَّانٌ مَجُوْسٌ فَكَانُوْا يُهْدُوْنَ لَهُ فِى النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ فَيَقُوْلُ لِأَهْلِهِ: مَا كَانَ مِنْ فَاكِهَةٍ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَرُدُّوْهُ.

فَهٰذَا كُلُّهُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ لَا تَأْثِيْرَ لِلْعِيْدِ فِى الْمَنْعِ مِنْ قُبُوْلِ هَدِيَّتِهِمْ، بَلْ حُكْمُهَا فِى الْعِيْدِ وَغَيْرِهِ سَوَاءٌ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِىْ ذٰلِكَ إِعَانَةٌ لَهُمْ عَلٰى شَعَائِرِ كُفْرِهِمْ، لٰكِنْ قُبُوْلَ هَدِيَّةِ الْكُفَّارِ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَأَهْلِ الذِّمَّةِ مَسْأَلَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ بِنَفْسِهَا؛ فِيْهَا خِلَافٌ وَّتَفْصِيْلٌ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُهُ، وَإِنَّمَا يَجُوْزُ أَنْ يُّؤْكَلَ مِنْ طَعَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ فِىْ عِيْدِهِمْ، بِابْتِيَاعٍ أَوْ هَدِيَّةٍ، أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يَذْبَحُوْهُ لِلْعِيْدِ، فَأَمَّا ذَبَائِحُ الْمَجُوْسِ، فَالْحُكْمُ فِيْهَا مَعْلُوْمٌ، فَإِنَّهَا حَرَامٌ عِنْدَ الْعَامَّةِ.

فَأَمَّا مَا ذَبَحَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ لِأَعْيَادِهِمْ، وَمَا يَتَقَرَّبُوْنَ بِذَبْحِهِ إِلٰى غَيْرِ اللّٰهِ، نَظِيْرُ مَا يَذْبَحُ الْمُسْلِمُوْنَ هَدَايَاهُمْ وَضَحَايَاهُمْ مُتَقَرِّبِيْنَ بِهَا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَذٰلِكَ مِثْلُ مَا يَذْبَحُوْنَ لِلْمَسِيْحِ وَالزُّهْرَةِ، فَعَنْ أَحْمَدَ رِوَايَتَانِ: أَشْهُرُهُمَا فِىْ نُصُوْصِهِ أَنَّهُ لَا يُبَاحُ أَكْلُهُ، وَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ عَلَيْهِ غَيْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى. اھ (اقتضاء الصراط المستقيم، صفحة ١٢٠)

وَفِيْهِ اَيْضًا:

وَمَقْصُوْدُ الْخَلَّالِ: أَنَّ نَهْىَ أَحْمَدَ لَمْ يَكُنْ لِأَجْلِ تَرْكِ التَّسْمِيَّةِ فَقَطْ؛ فَإِنَّ ذٰلِكَ عِنْدَهُ لَا يَحْرُمُ، وَإِنَّمَا كَانَ لِأَنَّهُمْ ذَبَحُوْا لِغَيْرِ اللّٰهِ، سَوَاءٌ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ

غَيْرَ اللّٰهِ أَوْ لَا يُسَمُّوْنَ اللّٰهَ وَلَا غَيْرَهُ. اهـ (اقتضاء الصراط المستقيم، صفحة ۱۲۱)

وَفِيْهِ اَيْضًا:

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الْآمِدِيُّ: مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ مِثْلِ الْكَنَائِسِ وَالزُّهْرَةِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، فَقَالَ أَحْمَدُ: مِمَّا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ أَكْرَهُهُ، كُلُّ ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَالْكَنَائِسِ، وَمَا ذَبَحُوْا فِيْ أَعْيَادِهِمْ، أَكْرَهُهُ؛ فَأَمَّا مَا ذَبَحَ أَهْلُ الْكِتَابِ عَلٰى مَعْنَى الذَّكَاةِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ.

وَكَذٰلِكَ مَذْهَبُ مَالِكٍ، يَكْرَهُ مَا ذَبَحَهُ النَّصَارٰى لِكَنَائِسِهِمْ، أَوْ ذَبَحُوْا عَلٰى اِسْمِ الْمَسِيْحِ، أَوِ الصَّلِيْبِ، أَوْ أَسْمَاءِ مَنْ مَضٰى مِنْ أَحْبَارِهِمْ وَرُهْبَانِهِمْ.

وَفِي الْمُدَوَّنَةِ: وَكَرِهَ مَالِكٌ أَكْلَ مَا ذَبَحَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ لِكَنَائِسِهِمْ (اَیْ وَلَوْ عَلٰى اِسْمَ اللّٰهِ، اِلٰى اَنْ قَالَ بَعْدَ ذِكْرِ الْاِخْتِلَافِ فِيْهِ)

وَوَجْهُ الْاِخْتِلَافِ أَنَّ هٰذَا قَدْ دَخَلَ فِيْ عُمُوْمِ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ (وَطَعَامُ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ) وَفِيْ عُمُوْمِ قَوْلِهٖ (وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) لِأَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ تَعُمُّ كُلَّ مَا نُطِقَ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، يُقَالُ: أَهْلَلْتُ بِكَذَا، إِذَا تَكَلَّمْتَ بِهٖ وَإِنْ كَانَ أَصْلُهُ الْكَلَامُ الرَّفِيْعُ، فَإِنَّ الْحُكْمَ لَا يَخْتَلِفُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ وَخَفْضِهٖ، وَإِنَّمَا لَمَّا كَانَتْ عَادَتُهُمْ رَفْعَ الصَّوْتِ فِي الْأَصْلِ، خَرَجَ الْكَلَامُ عَلٰى ذٰلِكَ، فَيَكُوْنُ الْمَعْنٰى: وَمَا تُكُلِّمَ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَمَا نُطِقَ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ مَا حَرَمَ: أَنْ يَّجْعَلَ غَيْرَ اللّٰهِ مُسَمًّى، فَكَذٰلِكَ مَنْوِيًّا، إِذْ هٰذَا مِثْلَ النِّيَّاتِ فِي الْعِبَادَاتِ، فَإِنَّ اللَّفْظَ بِهَا وَإِنْ كَانَ أَبْلَغَ، لٰكِنَّ الْأَصْلَ الْقَصْدُ، أَلَا تَرٰى أَنَّ الْمُتَقَرِّبَ بِالْهَدَايَا وَالضَّحَايَا سَوَاءٌ قَالَ: أَذْبَحُهُ لِلّٰهِ، أَوْ سَكَتَ، فَإِنَّ الْعِبْرَةَ بِالنِّيَّةِ؟

وَتَسْمِيَّةُ اللّٰهِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ، غَيْرُ ذِبْحِهَا لِلّٰهِ، فَإِنَّهُ يُسَمّٰى عَلٰى مَا يُقْصَدُ بِهٖ اللَّحْمُ، وَأَمَّا الْقُرْبَانُ فَيُذْبَحُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ، وَلِهٰذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُرْبَانِهٖ: اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، بَعْدَ قَوْلِهٖ: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اِتِّبَاعًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

وَالْكَافِرُوْنَ يَصْنَعُوْنَ بِآلِهَتِهِمْ كَذٰلِكَ فَتَارَةً يُسَمُّوْنَ آلِهَتَهُمْ عَلَى الذَّبَائِحِ، وَتَارَةً يَذْبَحُوْنَهَا قُرْبَانًا إِلَيْهِمْ، وَتَارَةً يَجْمَعُوْنَ بَيْنَهُمَا، وَكُلُّ ذٰلِكَ-وَاللّٰهُ

أَعْلَمُ-يَدْخُلُ فِيْمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ، فَإِنَّ مَنْ سَمّٰى غَيْرَ اللّٰهِ فَقَدْ أَهَلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، فَقَوْلُهٗ (بِاسْمِ كَذَا) اِسْتِعَانَةً بِهٖ، وَقَوْلُهٗ (لِكَذَا) عِبَادَةً لَهٗ.اھ (اقتضاء الصراط المستقيم، صفحة ۱۲۲)

وَفِيْهِ اَيْضًا:

فَإِنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى(وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) ظَاهِرُهٗ:أَنَّهٗ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مِثْلَ أَنْ يُّقَالَ:هٰذَا ذَبِيْحَةٌ لِكَذَا، وَإِذَا كَانَ هٰذَا هُوَ الْمَقْصُوْدَ:فَسَوَاءٌ لَفَّظَ بِهٖ أَوْ لَمْ يَلَفِّظْ، وَتَحْرِيْمُ هٰذَا أَظْهَرُ مِنْ تَحْرِيْمِ مَا ذَبَحَهٗ لِلَّحْمِ، وَقَالَ فِيْهِ:بِاسْمِ الْمَسِيْحِ، وَنَحْوِهٖ، كَمَا أَنَّ مَا ذَبَحْنَاهُ نَحْنُ مُتَقَرِّبِيْنَ بِهٖ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ كَانَ أَزْكٰى وَأَعْظَمَ مِمَّا ذَبَحْنَاهُ لِلَّحْمِ، وَقُلْنَا عَلَيْهِ:بِاسْمِ اللّٰهِ، فَإِنَّ عِبَادَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ بِالصَّلَاةِ لَهٗ وَالنُّسُكَ لَهٗ أَعْظَمُ مِنَ الْاِسْتِعَانَةِ بِاسْمِهٖ فِيْ فَوَاتِحِ الْأُمُوْرِ، فَكَذٰلِكَ الشِّرْكُ بِالصَّلَاةِ لِغَيْرِهٖ وَالنُّسُكُ لِغَيْرِهٖ أَعْظَمُ مِنَ الْاِسْتِعَانَةِ بِاسْمِهٖ فِيْ فَوَاتِحِ الْأُمُوْرِ، فَإِذَا حَرُمَ مَا قِيْلَ فِيْهِ:بِاسْمِ الْمَسِيْحِ، أَوِ الزُّهْرَةِ؛ فَلَأَنْ يَحْرُمُ مَا قِيْلَ فِيْهِ:لِأَجْلِ الْمَسِيْحِ وَالزُّهْرَةِ أَوْ قَصَدَ بِهٖ ذٰلِكَ، أَوْلٰى.

وَهٰذَا يُبَيِّنُ لَكَ ضُعْفَ قَوْلِ مَنْ حَرَّمَ مَا ذُبِحَ بِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُحَرِّمْ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، كَمَا قَالَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا وَغَيْرِهِمْ، بَلْ لَوْ قِيْلَ بِالْعَكْسِ لَكَانَ أَوْجَهَ، فَإِنَّ الْعِبَادَةَ لِغَيْرِ اللّٰهِ أَعْظَمُ كُفْرًا مِّنَ الْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِ اللّٰهِ.

وَعَلٰى هٰذَا:فَلَوْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ مُتَقَرِّبًا بِهٖ إِلَيْهِ لَحَرُمَ وَإِنْ قَالَ فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ، كَمَا يَفْعَلُهٗ طَائِفَةٌ مِنْ مُنَافِقِيْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِيْنَ يَتَقَرَّبُوْنَ إِلَى الْكَوَاكِبِ بِالذِّبْحِ وَالْبُخُوْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَإِنْ كَانَ هٰؤُلَآءِ مُرْتَدِّيْنَ لَا تُبَاحُ ذَبِيْحَتُهُمْ بِحَالٍ، لٰكِنْ يَجْتَمِعُ فِي الذَّبِيْحَةِ مَانِعَانِ.

وَمِنْ هٰذَا الْبَابِ:مَا قَدْ يَفْعَلُهُ الْجَاهِلُوْنَ بِمَكَّةَ -شَرَّفَهَا اللّٰهُ وَغَيْرِهَا مِنَ الذِّبْحِ لِلْجِنِّ وَلِهٰذَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ ذَبَائِحِ الْجِنِّ وَيَدُلُّ عَلَى الْمَسْأَلَةِ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الذِّبْحِ فِيْ مَوَاضِعِ الْأَصْنَامِ، وَمَوَاضِعِ أَعْيَادِ الْكُفَّارِ.

وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ أَيْضًا:مَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ فِيْ سُنَنِهٖ، حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ

اللّٰہِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِیْ رَیْحَانَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ. اھ (اقتضاء الصراط المستقیم، صفحة ۱۲۵)

وَفِیْ عَوْنِ الْمَعْبُوْدِ عَنِ النِّھَایَةِ:

(عَنْ أَکْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ) قَالَ فِی النِّھَایَةِ ھُوَ عَقْرُھُمُ الْإِبِلَ کَانَ یَتَبَارَی الرَّجُلَانِ فِی الْجَوْدِ وَالسِّخَاءِ فَیَعْقَرُ ھٰذَا إِبِلاً وَھٰذَا إِبِلاً حَتّٰی یَعْجَزَ أَحَدُھُمَا الآخَرَ وَکَانُوْا یَفْعَلُوْنَهُ رِیَاءً وَسَمْعَةً وَتَفَاخُرًا وَلَا یَقْصُدُوْنَ وَجْهَ اللّٰہِ.

فَشَبَّهَ بِمَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ اِنْتَھٰی.

وَمِثْلُهُ فِیْ مَعَالِمِ السُّنَنِ لِلْخَطَابِیِّ.

وَفِیْهِ أَیْضًا: وَفِیْ مَعْنَاهُ مَا جَرَتْ بِهٖ عَادَةُ النَّاسِ مِنْ ذِبْحِ الْحَیْوَانِ بِحَضْرَةِ الْمُلُوْکِ وَالرُّؤَسَاءِ عِنْدَ قُدُوْمِھِمِ الْبُلْدَانَ وَأَوَانِ حُدُوْثِ نِعْمَةٍ تَتَجَدَّدُ لَھُمْ فِیْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ الْأُمُوْرِ اِنْتَھٰی (معالم السنن، ج۴ص۲۷۸، باب ما جاء فی أکل معاقرة الأعراب)

وَرَوٰی أَبُوْإِسْحَاقَ إِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ دَحِیْمٌ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ حَدَّثَنَا أَبِیْ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِیٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْجَارُوْدِ قَالَ سَمِعْتُ الْجَارُوْدَ ھُوَ بْنُ أَبِیْ سَبْرَةَ قَالَ کَانَ مِنْ بَنِیْ رَبَاحٍ رَجُلٌ یُقَالُ لَهُ بْنُ وَثِیْلٍ شَاعِرًا نَافِرًا بِالْفَرَزْدَقِ الشَّاعِرِ بِمَاءٍ بِظَھْرِ الْکُوْفَةِ عَلٰی أَنْ یَّعْقِرَ ھٰذَا مِائَةً مِّنْ إِبِلِهٖ وَھٰذَا مِائَةً مِّنْ إِبِلِهٖ إِذَا وَرَدَتِ الْمَاءَ فَلَمَّا وَرَدَتِ الْإِبِلُ الْمَاءَ قَامَا إِلَیْھَا بِأَسْیَافِھِمَا فَجَعَلَا یَکْشِفَانِ عَرَاقِیْبَھَا فَخَرَجَ النَّاسُ عَلَی الْحَمِیْرِ وَالْبِغَالِ یُرِیْدُوْنَ اللَّحْمَ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ بِالْکُوْفَةِ فَخَرَجَ عَلٰی بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْضَاءِ وَھُوَ یُنَادِیْ یَا أَیُّھَا النَّاسُ لَا تَأْکُلُوْا مِنْ لُحُوْمِھَا فَإِنَّھَا أُھِلَّ بِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ.

قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ فَھٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةُ قَدْ فَسَّرُوْا مَا قُصِدَ بِذَبْحِهٖ غَیْرَ اللّٰہِ دَاخِلًا فِیْمَا أُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَعَلِمْتَ أَنَّ الْآیَةَ لَمْ یَقْتَصِرْ بِھَا عَلَی اللَّفْظِ بِاِسْمِ غَیْرِ اللّٰہِ بَلْ مَا قُصِدَ بِهِ التَّقَرُّبَ إِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ فَھُوَ کَذٰلِکَ. اھ (عون المعبود، جلد۴،

صفحة ٦٠، باب ما جاء فی أکل معاقرة الأعراب)

قَالَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِیْ كِتَابِهِ الْمَذْكُوْرِ:

فَإِنْ قِيْلَ: فَقَدْ نَقَلَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَمَّا يَقْرُبُ لِآلِهَتِهِمْ يَذْبَحُهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِهٖ.

قِيْلَ: إِنَّمَا قَالَ أَحْمَدُ ذٰلِكَ؛ لِأَنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا ذَبَحَهٗ سَمَّى اللّٰهَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَقْصُدْ ذَبْحَهٗ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَا يُسَمِّیْ غَيْرَهٗ، بَلْ يَقْصُدُ ضِدَّ مَا قَصَدَهٗ صَاحِبُ الشَّاةِ، فَتَصِيْرُ نِيَّةُ صَاحِبِ الشَّاةِ لَا أَثَرَ لَهَا، وَالذَّابِحُ هُوَ الْمُؤَثِّرُ فِی الذَّبْحِ، بِدَلِيْلِ أَنَّ الْمُسْلِمَ لَوْ وَكَّلَ كِتَابِيًّا فِیْ ذَبِيْحَةٍ، فَسَمَّى عَلَيْهَا غَيْرَ اللّٰهِ لَمْ تُبَحْ.

اھ (اقتضاء الصراط المستقیم، صفحة ١٢٥)

هٰذَا، وَقَدْ فَسَّرَ الْإِهْلَالَ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِالذَّبْحِ عَلٰى اِسْمِ غَيْرِهٖ تَعَالٰى فِی الْجَلَالَيْنِ (صفحه ٢٢)

وَفِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ:

أَخْرَجَ اِبْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ قَالَ: ذُبِحَ، وَأَخْرَجَ اِبْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ يَعْنِیْ مَا أُهِلَّ لِلطَّوَاغِيْتِ.

وَأَخْرَجَ اِبْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ قَالَ: مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَأَخْرَجَ اِبْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ عَنْ أَبِی الْعَالِيَةِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: مَا ذُكِرَ عَلَيْهِ اِسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ. اھ (الدرالمنثور، جلد ا، صفحة ١٦٨)

وَبِهٖ فَسَّرَهٗ صَاحِبُ الْكَشَّافِ قَالَ:

وَأَصْلُ الْإِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِذِكْرِ آلِهَتِهِمْ إِذَا ذَبَحُوْا لَهَا فَجَرٰى ذٰلِكَ مَجْرٰى أَمْرِهِمْ وَحَالِهِمْ حَتّٰى قِيْلَ لِكُلِّ "ذَابِحٍ مُهِلٍّ" وَإِنْ لَّمْ يَجْهَرْ بِالتَّسْمِيَّةِ. اھ (جلد ا، صفحة ١٠٥) [1]

وَبِهٖ فَسَّرَهٗ فِی الْمَدَارِكِ وَالْخَازِنِ وَغَيْرِهَا.

فَالْحَقُّ اَنَّ الْاَصْلَ فِی التَّحْرِيْمِ هُوَ مَا ذُكِرَ اِسْمُ غَيْرِ اللّٰهِ عَلَيْهِ عِنْدَ

---

[1] وهذه العبارة فی تفسیر الخازن، ولم نجدها فی الکشاف.

الـذّبح والُحِقَ بِہٖ دَلَالَۃً مَاذُبِحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ وَاِنْ لَّمْ یُسَمَّ عَلَیْہِ اِسْمُ الْغَیْرِ بَـلْ وَلَوْ ذُبِحَ بِاِسْمِ اللّٰہِ ("البـذر لـلـخیـرفی النذر للغیر"، سلسلہ النور، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، صفحہ ۱۶ تا ۱۸، وشعبان، صفحہ ۲۳ تا ۲۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کی بیان کردہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل میں تو ''مااھل لغیر اللہ بہ'' کے پیشِ نظر حرام وہ جانور ہے کہ جس کو غیرُ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، لیکن دلالۃً اس حکم میں وہ جانور بھی داخل ہے کہ جس پر ذبح کے وقت غیرُ اللہ کا نام تو نہ لیا جائے، بلکہ اللہ کا ہی نام لیا جائے، لیکن اس ذبح کرنے کا مقصد غیرُ اللہ کا قرب حاصل کرنا اور غیرُ اللہ کی عبادت کرنا ہو۔

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

مَـا اُھِـلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ۔کی تفسیر صحیح تو یہی ہے کہ جو غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا، کہ جو جانور غیرُ اللہ کی تعظیم (وعبادت) کے لئے خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، وہ حلال ہو جائے، کیونکہ ظاہر ہے کہ عبادت میں نیت کا اعتبار لفظ سے زیادہ ہے، اسی لئے نماز وزکاۃ وغیرہ میں نیتِ قلب معتبر ہے، لفظوں سے نیت کرنا ضروری نہیں، اور اگر لفظوں میں غلطی ہو جائے، مگر نیت درست ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی، جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ جب اس آیت میں غیرُ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے حیوانِ مذبوح کو حرام کر دیا گیا، تو اگر دل میں خدا تعالیٰ کے لئے ذبح کرنے کی نیت نہ ہو، بلکہ غیرُ اللہ کی تعظیم (وعبادت) کے لئے ذبح کرنا مقصود ہو تو یہ ذبیحہ کیونکر حلال ہو سکتا ہے، گو لفظوں میں خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، کیونکہ نیت، لفظ سے اقویٰ (یعنی زیادہ قوی) ہے، پس اس آیت سے ایسے ذبیحہ کی حرمت پر بدرجہ اولیٰ دلالت ہے۔

دوسرے سورۂ مائدہ میں وَمَـا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے بعد وما ذبح علی النصب بھی

مذکور ہے، جس سے صاف معلوم ہوا کہ جس ذبح سے تقرب و تعظیم غیرُ اللہ مقصود ہو، وہ حرام ہو جاتا ہے، گو غیرُ اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، کیونکہ اگر ماذبح علی النصب کی تفسیر بھی ماذبح علی اسم النصب سے کی گئی، تو اس صورت میں یہ جملہ مکرر ہوگا، اور اس میں اور ما اہل بہ لغیر اللہ میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

تیسرے احادیث میں ذبائح جن اور ذبح فی اعیاد المشرکین (یعنی جن کے ذبیحہ اور مشرکین کی عیدوں کے موقع پر ذبیحوں) سے صراحۃً ممانعت وارد ہے، جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ سب دلالۃً ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہیں، جس کی تفصیل عبارتِ عربیہ میں گزر چکی ہے، پس سلاطین (یعنی بادشاہوں) وامراء کی آمد کے موقع پر جو اُن کی تعظیم (وتقرب) کے لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں، وہ حرام ہیں، گو اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۱۵، و ۱۶، مطبوعہ: تھانہ بھون)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں، اور ہمارا کام کردیں، اور ان کو متصرف فی التکوین (یعنی حاجت برآری میں مؤثر) سمجھے، اور ان سے تقرب کے لئے ذبح کرے، اور ذبح سے وہی مقصود ہوں، چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے، تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے، اگرچہ وقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جاوے، وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ، اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دے کر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخش دیا، یہ جائز اور حلال ہے، فقط ۵ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ (امداد الفتاویٰ، ج۲، ص ۵۵۳، کتاب النذر)

اور معارفُ القرآن میں ہے کہ:

کسی جانور کو غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے، اور بوقتِ ذبح اسی غیرُ اللہ کا نام لیا جائے، یہ صورت باتفاق وباجماعِ امت حرام ہے، اور یہ جانور میتہ ہے، اس کے کسی جزء سے انتفاع جائز نہیں، کیونکہ یہ صورت، آیت ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ '' کا مدلولِ صریح ہے، جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الیٰ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے، یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الیٰ غیر اللہ مقصود ہو، لیکن بوقتِ ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے، جیسے بہت سے ناواقف مسلمان، بزرگوں، پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بکرے، مرغے، وغیرہ ذبح کرتے ہیں، لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں، یہ صورت بھی باتفاقِ فقہاء حرام اور مذبوحہ مردار ہے۔

مگر تخریجِ دلیل میں کچھ اختلاف ہے، بعض حضرات مفسرین وفقہاء نے اس کو بھی ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ '' کا مدلول صریح قرار دیا ہے............اور بعض حضرات نے اس صورت کو ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ '' کا مدلولِ صریح تو نہیں بنایا، کیونکہ وہ بحیثیتِ عربیت تکلف سے خالی نہیں، مگر بوجہ اشتراکِ علت یعنی تقرب الیٰ غیر اللہ کی نیت کے اس کو بھی ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ '' کے ساتھ ملحق کر کے حرام قرار دیا ہے، احقر کے نزدیک یہی وجہ احوط واسلم ہے۔

نیز اس صورت کی حرمت کے لئے ایک مستقل آیت بھی دلیل ہے، یعنی ''وما ذبح علی النصب'' نصب ان تمام چیزوں کو کہا جاتا ہے، جن کی باطل طور پر پرستش کی جاتی ہے، معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جانور جس کو معبوداتِ باطلہ کے لئے ذبح کیا گیا ہے، اس سے پہلے ''وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ '' کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ما اہل'' کا مدلولِ صریح تو وہی جانور ہے، جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا،

اور ''ذبح علی النصب'' اس کے بالمقابل آیا ہے، جس میں غیراللہ کے نام لینے کا ذکر نہیں، صرف بتوں وغیرہ کی خوشنودی کی نیت سے ذبح کرنا مراد ہے، اس میں وہ جانور بھی داخل ہیں، جن کو ذبح تو کیا گیا ہے غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے، مگر بوقتِ ذبح اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے (افادہ شیخی حکیم الامت) (معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲، ملخصاً)

مذکورہ بحث کا خلاصہ

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ جو جانور، اللہ کے نام کے بجائے، غیرُ اللہ کے نام پر، یا اللہ کے نام کے ساتھ غیراللہ کا نام لے کر، اُس غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنے، یا اُس کی عبادت کے طور پر ذبح کیا جائے، وہ ما اہل لغیر اللہ بہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔

اور اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت زبان سے غیرُ اللہ کے نام کو بطور تقرب ادا نہ کرے، بلکہ اللہ ہی کا نام لے، لیکن اس ذبح سے مقصود غیرُ اللہ کا قُرب اور اس کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنا اور مختصر یہ کہ اس کی عبادت کرنا ہو، جیسا کہ مشرک لوگ بعض اوقات کسی جانور کو بت والے مقام پر لے جا کر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، لیکن اُس جانور کو ذبح کرنے کا مقصد اس بُت وغیرہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کو حاصل کرنا اور اس کی عبادت کرنا ہوتا ہے، وہ بھی فقہائے کرام کے نزدیک اس حکم میں داخل ہو کر حرام ہے۔

کیونکہ جانور حلال ہونے کی جو شرط تھی، وہ مفقود ہو گئی۔

لیکن اس میں اتنی بات ضرور ہے کہ اس کا تعلق عقیدہ ونظریہ کے ساتھ ہے، جس کا علم، اللہ کو اور ذبح کرنے والے کو ہی ہوتا ہے، لہٰذا ذبح کرنے والا اگر مسلمان ہو، تو دوسرے کو جب تک اس عقیدہ ونظریہ کا علم نہ ہو، یا کسی قرینہ وعلامت سے پتہ نہ چلے، اس وقت تک دوسرا اس کا مکلّف نہیں، کہ اس ذبیحہ کو حرام سمجھے۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان جانور کو کسی نبی یا ولی وغیرہ کے مزار پر لے جا کر یا بادشاہ وغیرہ کی آمد پر ذبح کرے، اور ظاہری طور پر زبان سے ذبح کے وقت اللہ کا نام لے، لیکن اس جانور کو ذبح کرنے کا مقصد اس نبی یا ولی یا بادشاہ وغیرہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کو حاصل کرنا اور اس کی ایک طرح سے عبادت کرنا ہو، مثلاً اس کے نتیجہ میں اس نبی یا ولی کے خوش اور راضی ہو کر رزق یا اولاد یا صحت وغیرہ دینے کا نظریہ موجود ہو، تو ایسا جانور بھی ''مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ'' یا ماذبح علی النصب میں داخل ہو کر حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں بھی جانور کو ذبح کرنے کی اصل علت اور وجہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہے، جس کی وجہ سے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا معتبر نہیں ہوتا، اور جانور کے شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کی شرط نہیں پائی جاتی۔

اور اگر کسی بزرگ یا مہمان کی آمد پر، یا کسی مزار پر ذبح کرنے سے اصل مقصد تو اللہ کی رضا اور اللہ کی عبادت وقرب کو حاصل کرنا ہو، اور وہ اس مہمان یا بزرگ کی صرف محبت واکرام کی خاطر یا وہاں پر ضرورت مندوں کو گوشت کھلانے کی غرض سے جانور ذبح کرے، اور اس سے مقصود اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا ہو، تو پھر بھی قبر ومزار پر لے جا کر ذبح کرنا گناہ ومنع ہے، اسی طرح اگر کوئی مسلمان ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی نبی یا بزرگ کا نام بطور تبرُّک کے شامل کرے، تو یہ بھی اہلِ شرک کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے گناہ ومنع ہے، لیکن ان مذکورہ دونوں صورتوں میں بعض حضرات نے اس طرح کے ذبیحہ کے گوشت کو حرام قرار نہیں دیا۔ [1]

---

[1] الصورة الثانية :أن يقصد الذابح التقرب لغير الله تعالى بالذبح وإن ذكر اسم الله وحده على الذبيحة ومن ذلك أن يذبح لقدوم أمير ونحوه.

وفي الدر المختار وحاشية ابن عابدين عليه ما خلاصته :لو ذبح لقدوم الأمير ونحوه من العظماء (تعظيما له) حرمت ذبيحته، ولو أفرد اسم الله تعالى بالذكر؛ لأنه أهل بها لغير الله.

ولو ذبح للضيف لم تحرم ذبيحته لأنه سنة الخليل عليه السلام، وإكرام الضيف تعظيم لشرع الله تعالى، ومثل ذلك ما لو ذبح للوليمة أو للبيع.

والفرق بين ما يحل وما يحرم :إن قصد تعظيم غير الله عند الذبح يحرم، وقصد الإكرام ونحوه لا يحرم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح اگر کوئی ریاء کاری اور فخر وتفاخر کے طور پر دوسروں کو کھانا کھلانے کے لئے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی حاشية البجيرمی على الإقناع أفتى أهل بخارى بتحريم ما يذبح عند لقاء السلطان تقربا إليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۱، ص۱۹۴، مادة "ذبائح")

(ذبح لقدوم الأمير) ونحوه كواحد من العظماء (يحرم) لأنه أهل به لغير الله (ولو) وصلية (ذكر اسم الله تعالى) (ولو) ذبح (للضيف) (لا) يحرم لأنه سنة الخليل وإكرام الضيف إكرام الله تعالى. والفارق أنه إن قدمها ليأكل منها كان الذبح لله والمنفعة للضيف أو للوليمة أو للربح، وإن لم يقدمها ليأكل منها بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله فتحرم، وهل يكفر؟ قولان بزازية وشرح وهبانية.

قلت :وفی صيد المنية أنه يكره ولا يكفر لأنا لا نسیء الظن بالمسلم أنه يتقرب إلى الآدمی بهذا النحر، ونحوه فی شرح الوهبانية عن الذخيرة، ونظمه فقال:

وفاعله جمهورهم قال كافر ...وفضلی وإسماعيل ليس يكفر (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶، ص۳۰۹، و۳۱۰، كتاب الذبائح)

(قوله لا يحرم إلخ) قال البزازی :ومن ظن أنه لا يحل لأنه ذبح لإكرام ابن آدم فيكون أهل به لغير الله تعالى، فقد خالف القرآن والحديث والعقل فإنه لا ريب أن القصاب يذبح للربح، ولو علم أنه نجس لا يذبح فيلزم هذا الجاهل أن لا يأكل ما ذبحه القصاب وما ذبح للولائم والأعراس والعقيقة (قوله والفارق) أی بين ما أهل به لغير الله بسبب تعظيم المخلوق وبين غيره، وعلى هذا فالذبح عند وضع الجدار أو عروض مرض أو شفاء منه لا شك فی حله لأن القصد منه التصدق حموی، ومثله النذر بقربان معلقا بسلامته من بحر مثلا فيلزمه التصدق به على الفقراء فقط كما فی فتاوى الشلبی. (قوله وإن لم يقدمها ليأكل منها) هذا مناط الفرق لا مجرد دفعها لغيره :أی غير من ذبحت لأجله أو غير الذابح فإن الذابح قد يتركها أو يأخذها كلها أو بعضها فافهم.

واعلم أن المدار على القصد عند ابتداء الذبح فلا يلزم أنه لو قدم للضيف غيرها أن لا تحل لأنه حين الذبح لم يقصد تعظيمه بل إكرامه بالأكل منها وإن قدم إليه غيرها، ويظهر ذلك أيضا فيما لو ضافه أمير فذبح عند قدومه، فإن قصد التعظيم لا تحل وإن أضافه بها وإن قصد الإكرام تحل وإن أطعمه غيرها تأمل (قوله وهل يكفر) أی فيما بينه وبين الله تعالى، إذ لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه أو فعله على محمل حسن أو كان فی كفره خلاف.

(قوله أنه يتقرب إلى الآدمی) أی على وجه العبادة لأنه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم، فالظاهر أنه قصد الدنيا أو القبول عنده بإظهار المحبة بذبح فداء عنه، لكن لما كان فی ذلك تعظيم له لم تكن التسمية مجردة لله تعالى حكما كما لو قال بسم الله واسم فلان حرمت، ولا ملازمة بين الحرمة والكفر كما قدمناه عن المقدسی فافهم (قوله وفضلی وإسماعيلی) أی قالا ليس يكفر، والمراد بهما الإمام الفضلی وغير اسمه للضرورة والإمام إسماعيل الزاهد (ردالمحتار، ج۶، ص۳۰۹، و۳۱۰، كتاب الذبائح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جانور شرعی طریقہ پر ذبح کرے، لیکن جانور کو اللہ ہی کے لئے اور اللہ کے نام پر ذبح کرے، تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واعلم أن الذبح للمعبود أو باسمه كالسجود له فمن ذبح لغير الله تعالى أو له ولغيره على وجه التعظيم والعبادة لم تحل ذبيحته وكفر بذلك كمن سجد لغيره سجدة عبادة وإن كان على غير هذا الوجه كأن ذبح للكعبة تعظيما لها؛ لأنها بيت الله تعالى أو للنبى -صلى الله عليه وسلم -؛ لأنه رسول الله أو استبشارا لقدوم السلطان حلت ولا يكفر بذلك كما لا يكفر بالسجود لغير الله تذللا وخضوعا وإن حرم وعلى هذا لو .قال بسم الله واسم محمد وأراد أذبح بسم الله وأتبرك باسم محمد فينبغى أن لا يحرم، ويحمل إطلاق من نفى الجواز عنه على أنه مكروه؛ لأن المكروه يصح نفى الجواز عنه (الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية لزكريا بن محمد بن أحمد بن زكريا الأنصارى، ج۵، ص۱۵۶، باب الذكاة)

وإذا علمت ذلك فما يذبح عند لقاء السلطان، أو عند قبور الصالحين، أو غير ذلك، فإن كان قصد به ذلك السلطان، أو ذلك الصالح كسيدى أحمد البدوى حرم، وصار ميتة، لأنه مما أهل لغير الله.بل إن ذبح بقصد التعظيم والعبادة لمن ذكر كان ذلك كفرا.

وإن كان قصد بذلك التقرب إلى الله تعالى، ثم التصدق بلحمه عن ذلك الصالح مثلا، فإنه لا يضر.كما يقع من الزائرين فإنهم يقصدون الذبح لله، ويتصدقون به كرامة ومحبة لذلك المزور، دون تعظيمه وعبادته.

(قوله : اللهم صل وسلم على سيدنا محمد) أى ويقول ندبا مع البسملة اللهم صل وسلم على محمد.لأنه محل يشرع فيه ذكر الله، فشرع فيه ذكر نبيه كالأذان، والصلاة.

(تنبيه) لا يقول باسم الله، واسم محمد فلو قال ذلك حرمت ذبيحته وكفر إن قصد التشريك فإن أطلق حلت الذبيحة وأثم بذلك.

وإن قصد أذبح باسم الله وأتبرك باسم محمد، كره، وحلت الذبيحة فالأقسام ثلاثة :الحرمة مع حل الذبيحة فى صورة الإطلاق.

الكفر مع حرمة الذبيحة فى صورة قصد التشريك.

الكراهة مع حل الذبيحة فى صورة قصد التبرك باسم محمد(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج۲، ص۳۹۴، باب الحج)

(فرع) لا تحل ذبيحة المسلم أو غيره لغير الله كمحمد أو موسى أو عيسى -صلى الله عليه وسلم -أو الكعبة أو السلطان تقربا إليه عند لقائه أو للجن بل إن ذبح لذلك تعظيما أو عبادة كفر نعم إن ذبح للرسل أو الكعبة تعظيما لكونها بيت الله أو لكونهم رسل الله أو قصد نحو الاستبشار بقدوم السلطان أو نحوه أو ليرضى غضبانا أو للجن بقصد التقرب إلى الله ليكفيه من شرهم لم يحرم لانتفاء القصد لغير الله تعالى فى الجميع كذا فى حج.

وأقول تضمن هذا الكلام أن للحرمة صورتين إحداهما يكفر فيها فليحرر فصل إحدى الصورتين من الأخرى ويمكن أن يقال يجمعهما أن يكون الحامل على الذبح هو الكعبة مثلا على وجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگرچہ اس صورت میں ریاء کاری کا گناہ ہوگا، لیکن ایسے گوشت کا کھانا فی نفسہٖ حرام شمار نہیں ہوتا۔ [1]

اور گزشتہ تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ ''ما اہل لغیر اللہ بہ'' کی حرمت جانور کے ساتھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

استحقاقها ذلک ثم الاستحقاق تارة على وجه كون الفعل عبادة وتعظيما وتارة لا على هذا الوجه فالأول صورة الكفر والثانى صورة مجرد التحريم ثم رأيت الطبلاوى وافق على ذلک فليحرر جدا فإنه محل تأمل اهـ سم وما نسبه لحج مذكور فى الروض وشرحه(حاشية الجمل علىٰ شرح المنهج، ج۵، ص ۲۳۶، ۲۳۷، كتاب الصيد والذبائح)

ما يحرم فعله عند القبور :الذبح والنحر عند القبر، فإن كان الذبح لله فهو بدعة منكرة، والذبيحة حلال، وإن كان الذبح للميت فهو شرک أكبر، وأكل المذبوح حرام وفسق؛ لأنه لم يذكر اسم الله عليه(موسوعة الفقه الإسلامى،لمحمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجرى، ج۲،ص۷۸۹، كتاب الجنائز،زيارة القبور)

الذبح عند القبر ونقل الطعام إليه :ذهب الحنفية والمالكية والشافعية فيما استظهره الهيتمى والحنابلة إلى أن الذبح عند القبر ونقل الطعام إليه من البدع المكروهة، وذلک لأنه من فعل الجاهلية ومخالف لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا عقر فى الإسلام ، قال العلماء :العقر: الذبح على القبر .ولما فيه من الرياء والسمعة والمباهاة والفخر لأن السنة فى أفعال القرب الإسرار بها دون الجهر.

وقال ابن تيمية :يحرم الذبح والتضحية عند القبر، ولو نذره ناذر لم يف به، ولو شرطه واقف فشرطه فاسد.

وقال الحنابلة :ومن المنكر وضع طعام أو شراب على القبر ليأخذه الناس، وإخراج الصدقة مع الجنازة بدعة مكروهة لم يفعلها السلف، هذا إذا لم يكن فى الورثة محجور عليه أو غائب وإلا فحرام إن كان ذلک من التركة.

وفى معنى ذلک الصدقة عند القبر، فإنها محدثة، الأولى تركها؛ لأنه قد يشوبها رياء ، وتوقف أحمد فيها، ونقل أبو طالب عنه:لم أسمع فيه بشىء ، وأكره أن أنهى عن الصدقة للميت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۴، ص ۱۱، مادة''وضيمة'')

[1] نعم قول صاحب البذل : و كذا كل طعام صنع رياء و مفاخرة لا يجوز اكله اهـ. فى محل النذر فانه ليس مما اهل به لغير الله ، فان الطعام لا يصنع الا للاطعام و ليس ذلک من الاهلال لغير الله فى شىء لكونه مخصوصاً بالذبح، نعم يكره اكله لما روى ابو داود عن ابن عباس''ان النبى صلى الله عليه وسلم نها عن طعام المتباريين ان يوكل (۴:۳۴۷) فهذا غير معاقرة الاعراب لانها تكون فى الذبح ، و هذا فى الطعام و الاطعام، فافهم(اعلاء السنن ج۱۷، ص۸۷،كتاب الذبائح، باب كراهة الذبح رياء و صنعة،قبيل باب ذبيحة اهل الكتاب)

خاص ہے، وہ بھی اس وقت جبکہ ذبح کے وقت تقرب لغیر اللہ کی یہ علت پائی جائے، لہٰذا بعض اہلِ علم حضرات کا تقرب لغیر اللہ کی علت نکال کر غیر حیوان (مثلاً شیئِ منذور لغیر اللہ) کو بھی ما اہل لغیر اللہ بہ میں داخل ماننا اور اس کو بھی میتہ و مردار کی طرح حرام قرار دینا ہمارے نزدیک راجح نہیں، جس کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آتی ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

[1] اور بعض حضرات کا ''ما اھل'' میں مذکور لفظِ ''ما'' سے، غیر حیوان کے عموم پر استدلال کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہاں لفظِ ''ما'' حیوان ہی کا حکم بیان کرنے کے لئے ہے، کیونکہ حیوان غیر ذوی العقول میں داخل ہے، یہی وجہ ہے کہ سورہ انعام میں آگے ''الا ما ذکیتم'' کے الفاظ سے جو استثناء کیا گیا ہے، اس میں بھی لفظِ ''ما'' استعمال کیا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ تذکیہ حیوان کا ہوا کرتا ہے، نہ کہ غیر حیوان کا، اور عموم مراد لینے کی صورت میں یہ استثناء بھی درست نہیں بنتا۔

فإن "من "لا يكون لغير بني آدم، وإنما يكون مكانها لغير بني آدم "ما "، فلا تكون الآية كما تلونا، فتكون " :وما دخله كان آمنا "، وحاشا لله عز وجل أن يكون كذلك فأما ما في كتاب الله عز وجل من إثبات "ما "لغير بني آدم فيما موضعها لبني آدم "من "، فكقول الله عز وجل :(وما أكل السبع إلا ما ذكيتم) ، ولم يقل عز وجل " :إلا من ذكيتم "، وكقوله عز وجل :(وما ذبح على النصب) ، ولم يقل عز وجل " :ومن ذبح على النصب "، وكقوله عز وجل : (ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه) ، ولم يقل جل وعز " :ممن لم يذكر اسم الله عليه "، في نظائر لذلك كثيرة، فنستغني بما ذكرنا منها عن بقيتها (أحكام القرآن ،للطحاوي، ج ۲ ص ۳۱۴، كتاب الحج والمناسك،تأويل قوله تعالى ومن دخله كان آمنا.الآية)

(فصل نمبر2)

زندہ جانور چھوڑنا یا سائبہ وغیرہ بنانا

گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوچکی کہ''ماا ھل لغیر اللہ بہ '' جانور کے ساتھ خاص ہے، اور اس غرض ونیت سے جانور ذبح کرنے سے پہلے''ما اھل لغیر اللہ بہ'' یا میتۃ میں داخل نہیں ہوتا۔

بعض لوگ ذبح کیے بغیر جانور کو کسی بُت یا بزرگ یا صاحبِ قبر ومزار کے نام پر ان کی تعظیم وتقرب اور عبادت کے طور پر یا اور کسی غرض سے کسی بھی مقام پر چھوڑ دیتے ہیں، تو اس جانور کا کیا حکم ہے؟ اور کیا اس طرح جانور چھوڑنے سے وہ حرام ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

تو قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہ عمل کر لینے سے وہ جانور''ما اھل لغیر اللہ بہ''میں داخل نہیں ہوتا، البتہ زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کی رسوم جاری تھیں، اور اس طرح کے جانور کو''سائبۃ''اور''بحیرۃ''وغیرہ کا نام دیا جاتا تھا، جس سے شریعت نے منع کیا ہے، اور اس عمل کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيْلَةٍ وَلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ۱۰۳)

ترجمہ: اللہ نے نہ بحیرہ کا حکم دیا ہے اور نہ سائبہ کا اور نہ وصیلہ کا اور نہ حام کا، لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے (سورہ مائدہ)

سائبہ اس جانور یا غلام کو کہا جاتا ہے، جس کو کسی غیرُ اللہ کے نام پر نذر مان کر یا نذر مانے بغیر علامت لگا کر یا علامت لگائے بغیر چھوڑ دیا جائے، اور اس کو استعمال نہ کیا جائے، اور اس سے کام کاج نہ لیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کے جانوروں اور غلاموں کو بتوں وغیرہ کے نام پر چھوڑنے کا رواج تھا، جن میں سے بعض جانوروں کو ذبح کرنے کا بھی قصد ہوتا تھا، اور بعض کو ذبح کرنے کا قصد نہیں ہوتا تھا، جس سے قرآن مجید میں منع کیا گیا۔ [1]

زمانۂ جاہلیت میں بتوں وغیرہ کے تقرُّب اور خوشنودی وغیرہ کے لئے حیوان کے ساتھ دیگر اشیاء چھوڑنے کا بھی رواج تھا، جن کو بتوں وغیرہ کے خدام اور مجاوروں کے حوالہ کیا جاتا تھا،

---

[1] قوله تعالى ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام روى الزهرى عن سعيد بن المسيب قال البحيرة من الإبل يمنع درها للطواغيت والسائبة من الإبل كانوا يسيبونها لطواغيتهم والوصيلة كانت الناقة تبكر بالأنثى ثم تثنى بالأنثى فيسمونها الوصيلة يقولون وصلت اثنتين ليس بينهما ذكر فكانوا يذبحونها لطواغيتهم والحامى الفحل من الإبل كان يضرب الضراب المعدود فإذا بلغ ذلک يقال حمى ظهره فيترک فيسمونه الحامى وقال أهل اللغة البحيرة الناقة التى تشق أذنها يقال بحرت أذن الناقة أبحرها بحرا والناقة مبحورة وبحيرة إذا شققتها واسعا ومنه البحر لسعته قال وكان أهل الجاهلية يحرمون البحيرة وهى أن تنتج خمسة أبطن يكون آخرها ذكرا بحروا أذنها وحرموها وامتنعوا من ركوبها ونحرها ولم تطرد عن ماء ولم تمنع عن مرعى وإذا لقيها المعيى لم يركبها قال والسائبة المخلاة وهى المسيبة وكانوا فى الجاهلية إذا نذر الرجل لقدوم من سفر أو برء من مرض أو ما أشبه ذلک قال ناقتى سائبة فكانت كالبحيرة فى التحريم والتخلية وكان الرجل إذا عتق عبدا فقال هو سائبة لم يكن بينهما عقل ولا ولاء ولا ميراث فأما الوصيلة فإن بعض أهل اللغة ذكر أنها الأنثى من الغنم إذا ولدت مع ذكر قالوا وصلت أخاها فلم يذبحوها وقال بعضهم كانت الشاة إذا ولدت أنثى فهى لهم وإذا ولدت ذكرا ذبحوه لآلهتهم فى زعمهم وإذا ولدت ذكرا وأنثى قالوا وصلت أخاها فلم يذبحوه لآلهتهم وقالوا الحامى الفحل من الإبل إذا نتجت من صلبه عشرة أبطن قالوا حمى ظهره فلا يحتمل عليه ولا يمنع من ماء ولا مرعى وإخبار الله تعالى بأن ما اعتقده أهل الجاهلية فى البحيرة والسائبة وما ذكر فى الآية يدل على بطلان عتق السائبة على ما يذهب إليه القائلون بأن من أعتق عبده سائبة فلا ولاء له منه وولاؤه جماعة المسلمين أن لأهل الجاهلية قد كانوا يعتقدون ذلک فأبطله الله تعالى بقوله ولا سائبة.

وقول النبى صلى الله عليه وسلم الولاء لمن أعتق يؤكد ذلک أيضا ونبينه (أحكام القرآن، للجصاص، ج۴، ص ۱۵۳، ۱۵۴، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۱۰۳)

اوران جانوروں واشیاء سے مختلف شکلوں میں استفادہ بھی کیا جاتا تھا، ہرطرح کے استعمال کو حرام نہیں سمجھا جاتا تھا، وفیہ اقوال أُخر.[1]

---

[1] وأما السائبة فكان الرجل يسيب من ماله ما يشاء من الحيوان وغيره فيجيء به إلى السدنة والسدنة خزنة آلهتهم فيدفعه إليهم فيقبضونه منه فيطعمون منه أبناء السبيل الرجال دون النساء ويطعمون منه لآلهتهم الذكور دون الإناث حتى يموت إن كان حيوانا فإذا مات اشترك فيه الرجال والنساء(تنوير المقباس من تفسير ابن عباس،ص ۱۰۲، سورة المائدة، تحت رقم الآية ۱۰۳)

وقال الفراء اختلف فی السائبة فقيل كان الرجل يسيب من ماله ما شاء يذهب به إلى السدنة وهم الذين يقومون على الأصنام وقيل السائبة الناقة إذا ولدت عشرة أبطن كلهن إناث سيبت فلم تركب ولم يجز لها وبر ولم يشرب لها لبن وإذا ولدت بنتها بحرت أی شقت أذنها فالبحيرة ابنة السائبة وهی بمنزلة أمها (فتح الباری شرح صحيح البخاری للعسقلانی، ج۸ص ۲۸۵، كتاب التفسير، قوله باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام)

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام كلمة من زائدة يعنی ما شرع هذه الأشياء ووضع لها احكاما قال ابن عباس البحيرة الناقة التی ولدت خمسة ابطن كانوا بحروا اذنها ای شقوها وتركوا الحمل عليها ولم يركبوها ولم يجزوا وبرها ولم يمنعوها الماء والكلاء فان كان خامس ولدها ذكرا نحروه وأكله الرجال والنساء وان كان أنثى بحروا اذنها ای شقوها .قال ابو عبيدة السائبة البعير الذی يسيب وذلک ان الرجل من اهل الجاهلية إذا مرض او غاب له قريب نذر فقال ان شفانی الله او شفی مريضی أورد غائبی فناقتی هذه سائبة ثم تسيب فلا تحبس عن رعی وماء ولا يركبها أحد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة إذا نتجت ثنتی عشرة إناثا سيبت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف فما نتجت بعد ذلک شق اذنها ثم خلی مع أمها فهی البحيرة بنت السائبة فعل بها كما فعل بامها وقال علقمة العبد يسيب على ان لا ولاء عليه ولا عقل ولا ميراث وقال عليه السلام الولاء لمن أعتق والسائبة الفاعلة بمعنى المفعولة وهی المسيبة نحو عيشة راضية ای مرضية(التفسير المظهری، ج۳ص ۱۹۳، ۱۹۴، سورة المائدة)

المسألة الثالثة: أنه تعالى ذكر هاهنا أربعة أشياء:

أولها: البحيرة: وهی فعيلة من البحر وهو الشق، يقال:بحر ناقته إذا شق أذنها، وهی بمعنى المفعول، قال أبو عبيدة والزجاج: الناقة إذا نتجت خمسة أبطن، وكان آخرها ذكرا شقوا أذن الناقة وامتنعوا من ركوبها وذبحها وسيبوها لآلهتهم، ولا يجز لها وبر، ولا يحمل على ظهرها، ولا تطرد عن ماء ، ولا تمنع عن مرعی، ولا ينتفع بها وإذا لقيها المعيی لم يركبها تحريجا.

وأما السائبة :فهی فاعلة من ساب إذا جرى على وجه الأرض يقال :ساب الماء وسابت الحية، فالسائبة هی التی تركت حتى تسيب إلى حيث شاء ت، وهی المسيبة كعيشة راضية بمعنى مرضية، وذكروا فيها وجوها:

أحدها :ما ذكره أبو عبيدة، وهو أن الرجل كان إذا مرض أو قدم من سفر أو نذر نذرا أو شكر نعمة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں فرماتے ہیں کہ:

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی، یہ سب زمانۂ جاہلیت کے رسوم وشعائر سے متعلق ہیں، مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت اختلاف کیا ہے، ممکن ہے ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو (معارف القرآن، جلد۳، صفحہ۲۴۶)

اور مفسرین کے کلام اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں سائبہ، بحیرہ وغیرہ کی مختلف شکلیں رائج تھیں، لیکن وہ سب خودساختہ اور منگھڑت تھیں، جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں تھا۔ [1]

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ سيب بعيرا، فكان بمنزلة البحيرة فى جميع ما حكموا لها، وثانيها: قال الفراء: إذا ولدت الناقة عشرة أبطن كلهن إناث، سيبت فلم تركب ولم تحلب ولم يجز لها وبر، ولم يشرب لبنها إلا ولد أو ضيف، وثالثها :قال ابن عباس :السائبة هى التى تسيب للأصنام أى تعتق لها، وكان الرجل يسيب من ماله ما يشاء ، فيجىء به إلى السدنة وهم خدم آلهتهم فيطعمون من لبنها أبناء السبيل، ورابعها :السائبة هو العبد يعتق على أن لا يكون عليه ولاء ولا عقل ولا ميراث.

وأما الوصيلة :فقال المفسرون :إذا ولدت الشاة أنثى فهى لهم وإن ولدت ذكرا فهو لآلهتهم، وإن ولدت ذكرا وأنثى قالوا :وصلت أخاها، فلم يذبحوا الذكر لآلهتهم، فالوصيلة بمعنى الموصولة كأنها وصلت بغيرها، ويجوز أن تكون بمعنى الواصلة لأنها وصلت أخاها.

وأما الحام فيقال :حماه يحميه إذا حفظه وفيه وجوه:

أحدها :الفحل إذا ركب ولد ولده .قيل :حمى ظهره أى حفظه عن الركوب فلا يركب ولا يحمل عليه ولا يمنع من ماء ولا مرعى إلى أن يموت فحينئذ تأكله الرجال والنساء .وثانيها :إذا نتجت الناقة عشرة أبطن قالوا حمت ظهرها حكاه أبو مسلم .وثالثها :الحام هو الفحل الذى يضرب فى الإبل عشر سنين فيخلى، وهو من الأنعام التى حرمت ظهورها، وهو قول السدى (التفسير الكبير لفخر الدين الرازى، ج۱۲ ص ۴۶،۲۴۷، سورة المائدة)

[1] ولعل اختلاف التفسير راجع إلى اختلاف مذاهب العرب، كما سبق أن ذكرنا.

وقد أبطل الإسلام ذلك، فقال :ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب وأكثرهم لا يعقلون. كما أبطل عقيدتهم فى تحريم إناث الأنعام حينا وذكورها حينا، وقد سبق أن ذكرنا ذلك فى باب الجدل (من بلاغة القرآن لأحمد أحمد عبد الله البيلى البدوى، ج ۱، ص۲۸۷، الكتاب الثانى، بعض صور الحياة الجاهلية)

تَعۡبُدُوۡنَ. إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ. اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَ

(سورة النحل، رقم الآية ۱۱۴، ۱۱۵، و۱۱٦)

ترجمہ: پس کھاؤ اس رزق میں سے جو تم کو اللہ نے عطا فرمایا حلال طیب، اور تم شکر کرو اللہ کی نعمت کا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ بس (اللہ نے) تم پر حرام کر دیا، مُردار کو، اور خون کو، اور خنزیر کے گوشت کو، اور اُس جانور کو جو ذبح کیا گیا ہو، غیرُ اللہ کے لئے، پس جو شخص (ان میں سے کوئی چیز کھانے) پر مضطر (و مجبور) ہو جائے، بشرطیکہ وہ نہ تو باغی ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھانے والا ہو تو بے شک اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔ اور تم اپنی زبانوں سے جھوٹ گھڑ کر یہ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، کہ تم اللہ پر جھوٹ بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، وہ کامیاب نہیں ہوں گے (سورہ نحل)

مذکورہ تین آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال، طیب رزق کھانے اور اس پر شکر کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس کے بعد اگلی آیت میں چند حرام چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا بھی ذکر فرمایا، اور پھر اس کے بعد تیسری آیت میں اپنی طرف سے زبان کے ذریعہ جھوٹ گھڑ کر کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

مفسرین نے فرمایا کہ اپنی طرف سے حلال یا حرام قرار دینے میں سائبہ، بحیرہ وغیرہ بھی داخل ہیں کہ خود سے زبان سے کہہ دینے یا نیت کر لینے کے ذریعہ کسی حلال چیز میں حرام کا اور حرام چیز میں حلال کا حکم نہیں آتا، اور اس میں ہر وہ چیز داخل ہے کہ جس کی شریعت کی طرف سے حلال یا حرام کی کوئی بنیاد نہ ہو، اس میں صرف اپنی رائے اور تشبیہ دینے یا نیت کر لینے سے

حلال یا حرام کا حکم قائم نہیں ہوتا۔ [1]

اور سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ. وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (سورة الانعام، رقم الآيات ۱۳۸، و ۱۳۹)

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی ممنوع ہیں، ان کو کوئی نہیں کھا سکتا، سوائے اس کے جس کو ہم چاہیں، ان کے اپنے گمان کے مطابق، اور (یہ بھی کہتے ہیں کہ) کچھ جانور وہ ہیں، کہ جن کی پُشت (یعنی سواری) کو حرام کر دیا گیا ہے، اور کچھ جانور وہ ہیں کہ جن پر (ذبح کے وقت) یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء باندھتے ہوئے، عنقریب اللہ ان کو بدلہ دے گا، ان چیزوں پر جن کے بارے میں یہ افتراء پردازی کرتے رہے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مَرد حضرات کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے، لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہوتے ہیں۔

عنقریب اللہ ان کو ان کی گھڑی ہوئی باتوں کا بدلہ دے گا، بے شک وہ حکیم ہے، علیم ہے (سورہ انعام)

---

[1] ثم نهى تعالى عن سلوك سبيل المشركين الذين حللوا وحرموا بمجرد ما وصفوه واصطلحوا عليه من الأسماء بآرائهم من البحيرة والسائبة والوصيلة والحام وغير ذلک، مما كان شرعا لهم ابتدعوه فى جاهليتهم، فقال :ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ويدخل فى هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعى، أو حلل شيئا مما حرم الله، أو حرم شيئا مما أباح الله بمجرد رأيه وتشهيه (تفسير ابن كثير، ج۴ص ۵۲۳، سورة النحل تحت رقم الآية ۱۱۶)

یعنی مشرکین بعض جانوروں اور جانوروں کے علاوہ دوسری چیزوں مثلاً غلّہ جات کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ ان کا مخصوص لوگوں مثلاً بتوں کے خدام اور مجاوروں کے علاوہ کسی اور کو کھانا جائز نہیں، یا بعض جانوروں کی پُشت پر سواری کرنا حرام ہے، اور جن جانوروں پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، ان کا کھانا حلال ہے، اور بعض جانوروں کے بارے میں اس طرح کہتے تھے، کہ یہ ہمارے مَرد حضرات کے لئے حلال ہے، اور عورتوں کے لئے حلال نہیں، اور اگر وہ جانور فوت شدہ ہوتا، تو اس میں سب شریک ہوتے تھے، اور اس کو کھا لیتے تھے، یہ سب ان کے اللہ کی طرف منسوب کئے ہوئے جھوٹے بہتان تھے، جن کو انہوں نے سائبہ اور بحیرہ وغیرہ کا نام دے رکھا تھا۔ [1]

---

[1] (وقالوا هذه أنعام وحرث حجر) حرام (لا يطعمها إلا من نشاء) من خدمة الأوثان وغيرهم (بزعمهم) أى لا حجة لهم فيه (وأنعام حرمت ظهورها) فلا تركب كالسوائب والحوامى (وأنعام لا يذكرون اسم الله عليها) عند ذبحها بل يذكرون اسم أصنامهم ونسبوا ذلك إلى الله (افتراء عليه سيجزيهم بما كانوا يفترون) عليه(وقالوا ما فى بطون هذه الأنعام) المحرمة وهى السوائب والبحائر (خالصة) حلال (لذكورنا ومحرم على أزواجنا) أى النساء (وإن تكن ميتة) بالرفع والنصب مع تأنيث الفعل وتذكيره (فهم فيه شركاء سيجزيهم) الله (وصفهم) ذلك بالتحليل والتحريم أى جزاءه (إنه حكيم) فى صنعه (عليم) بخلقه (تفسير الجلالين، سورة الانعام، رقم الآيات ١٣٨، و ١٣٩)

وقالوا يعنى المشركين هذه يعنى ما جعلوه لله ولالهتهم من الحرث والانعام على ما مر أنعام وحرث حجر اى حرام مصدر بمعنى المفعول يستوى فيه الواحد والجمع والذكر والأنثى وقال مجاهد يعنى بالانعام البحيرة والسائبة والوصيلة والحام لا يطعمها إلا من نشاء يعنون خدم الأوثان والرجال دون النساء بزعمهم من غير حجة وأنعام حرمت ظهورها يعنى البحائر والسوائب والحوامى وأنعام لا يذكرون اسم الله عليها فى الذبح وانما يذكرون اسماء الأصنام وقال ابو وائل معناه لا يحجون عليها ولا يركبون لفعل الخير لانه لما جرت العادة بذكر اسم الله على فعل الخير عبر عن فعل الخير بذكر الله افتراء عليه نصب على المصدر من قالوا لان ما قالوه تقولوا على الله والجار والمجرور متعلق لقالوا او بمحذوف هو صفة له يعنى افتراء واقعا عليه او منصوب على الحال يعنى قالوا ذلك مفترين او على العلية يعنى للافتراء والجار والمجرور متعلق به او بالمحذوف سيجزيهم بما كانوا يفترون اى بسبب افترائهم او بمقابلة.

وقالوا ما فى بطون هذه الأنعام يعنى اجنة البحائر والسوائب ما ولد منها حيا خالصة الخالص ما لا شوب فيه والهاء فيه للتاكيد والمبالغة وقال الكسائى خالص وخالصة واحد مثل وعظ وموعظة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا، تو آپ نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی، اور آپ نے اس دوران جہنم کی بعض چیزوں اور حالات کا مشاہدہ کیا، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۲۱۲، ابواب العمل فی الصلاۃ، باب إذا انفلتت الدابۃ فی الصلاۃ)

ترجمہ: اور میں نے اس میں عمرو بن لحی (نامی شخص) کو دیکھا، اور یہ وہ شخص تھا جس نے سائبہ بنانے کی رسم کو اختیار کیا تھا (بخاری)

اس طرح کا مضمون اور حدیثوں میں بھی آیا ہے۔ [1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ أَهْلَ الْإِسْلَامِ لَا يُسَيِّبُونَ، وَإِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُسَيِّبُونَ

(بخاری، رقم الحدیث ۶۷۵۳، کتاب الفرائض، باب میراث السائبۃ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال الفراء ادخلت الهاء لتانيث الانعام لان ما فى بطونها مثلها وقيل نظرا الى المعنى فان معنى ما فى بطونها الاجنة والمراد به حلال خاصة لذكورنا ومحرم على أزواجنا اى نسائنا وإن يكن ميتة قرأ ابن عامر وابو جعفر وابن كثير ميتة بالرفع على الفاعلية على ان يكون تامة لكن المكى قرأ يكن بالياء التحتانية والآخران بالتاء الفوقانية لان الفاعل مؤنث غير حقيقى او لان الميتة لفظه مؤنث ومعناه يعم الذكر والأنثى فجاز التذكير على التغليب والتأنيث على اللفظ والباقون ميتة بالنصب على الخبرية غير ان أبا بكر عن عاصم قرأ تكن بالتاء الفوقانية مع ان الضمير راجع الى الموصول نظرا الى تأنيث الخبر او الى المعنى فان ما فى بطونها هى الاجنة والباقون بالتحتانية نظرا الى لفظ الموصول فهم اى الذكر والأنثى فيه اى فى الميتة وذكر الضمير لانه يعم الذكر والأنثى شركاء (التفسير المظهرى، ج۳ص ۲۹۳، سورة الانعام، تحت رقم الآيات ۱۳۸، و ۱۳۹)

[1] عن عروة، أن عائشة رضى الله عنها، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : رأيت جهنم يحطم بعضها بعضا، ورأيت عمرا يجر قصبه، وهو أول من سيب السوائب (بخارى، رقم الحديث ۴۶۲۴)

عن ابن شهاب، قال :سمعت سعيد بن المسيب، يقول :إن البحيرة التى يمنع درها للطواغيت، فلا يحلبها أحد من الناس، وأما السائبة التى كانوا يسيبونها لآلهتهم، فلا يحمل عليها شىء ، وقال ابن المسيب :قال أبو هريرة :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :رأيت عمرو بن عامر الخزاعى يجر قصبه فى النار، وكان أول من سيب السيوب (مسلم، رقم الحديث ۲۸۵۶" ۵۱")

ترجمہ: اہلِ اسلام سائبہ بنانے کی رسم کو اختیار نہیں کرتے، اور اہلِ جاہلیت سائبہ بنانے کی رسم کو اختیار کرتے تھے (بخاری)

یعنی زمانۂ جاہلیت میں جانوروں، غلاموں یا دیگر اشیاء کو جو سائبہ بنایا جاتا تھا، اور ان کو چھوڑ دیا جاتا تھا، جن سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا، اور ان کو اپنے استعمال میں نہیں لایا جاتا تھا، یا مخصوص استعمال کو ضروری اور دوسرے طریقہ سے استعمال کو ممنوع یا حرام سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اس طرح کی خودساختہ جاہلانہ رسموں سے منع کر دیا۔ [1]

اور حضرت عامر شعبی کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا أَهْلُهَا أَنْ يَّعْلِفُوْهَا فَسَيَّبُوْهَا، فَأَخَذَهَا فَأَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ (سنن أبى داود، رقم الحديث ٣٥٢٤، كتاب البيوع، ابواب الاجارة، باب فيمن أحيا حسيرا)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی جانور پایا، جس کو کھلانے پلانے سے اس کے مالک عاجز آ چکے تھے، اور انہوں نے اس کو سائبہ

---

[1] (س ى ب) قوله أول من سيب السوائب وفى الرواية الأخرى السيوب وإن أهل الإسلام لا يسيبون السوائب من قوله تعالى) ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة.
(كانوا فى الجاهلية إذا نذر وأنذرا قال ناقتى سائبة تسرح ولا تمنع من مرعى ولا ماء وقيل لا ينتفع بها وقيل كانت الناقة إذا تابعت اثنتى عشرة أنثى ليس فيها ذكر سيبت ولم تركب ولم يجزو برها وما نتجت بعد ذلك فهى البحيرة(مشارق الأنوار على صحاح الآثار، ج٢ ص ٢٣٢، فصل الاختلاف والوهم، السين مع الياء)
بتسييب السوائب، وهو أن يترك الدابة فتسير حيث شاء ت، فلا ترد عن حوض وعلف، ولا يتعرض لها بركوب ولا حمل، وكانوا يسيبون العبيد أيضا بأن يعتقوهم، ولا يكون الولاء للمعتق، ولا على المعتق حجر فى ماله، فيضعه حيث شاء ، وقد قال له :إنه سائبة .("يجر ") أى :يجذب (" قصبه ") بضم قاف فسكون صاد مهملة أى :أمعاء ه ("فى النار ") ، وقيل :لعل النبى -صلى الله تعالى عليه وسلم -كوشف من سائر ما كان يعاقب به فى النار بجر قصبه فى النار ;لأنه استخرج من باطنه بدعة جر بها الجريرة إلى قومه الجريمة، ("وكان أول من سيب السوائب ") ، أى :وضع تحريم السوائب، جمع سائبة، وهى ناقة يسيبها الرجل عند برئه من المرض، أو قدومه من السفر، فيقول :ناقتى سائبة فلا تمنع من المراعى، ولا ترد عن حوض، ولا عن علف، ولا يحمل عليها، ولا يركب عليها، ولا تحلب، وكان ذلك تقربا منهم إلى أصنامهم، وقيل :ناقة ولدت عشر إناث على التوالى ذكره ابن الملك (مرقاة المفاتيح، ج٨ ص ٣٣٤٥، كتاب الرقاق، باب البكاء والخوف)

بنادیا تھا (یعنی آزاد چھوڑ دیا تھا) پھر اس نے ایسے جانور کو پکڑ لیا، اور اس کو (کھلا پلا کر) زندہ رکھا، تو یہ جانور اسی (زندہ رکھنے والے) کا ہو جائے گا (ابوداؤد)

خلاصہ یہ کہ کسی جانور یا دوسری مملوک چیز کو سائبہ بنانا اسلام میں جائز نہیں، اور سائبہ کا عام حالات میں اصل حکم تو یہی ہے کہ وہ مالک کی مِلک ہی رہتا ہے، اور سائبہ بنانے سے اس کی ملکیت سے نہیں نکلتا، البتہ اگر مالک نے دوسروں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی ہو، تو دوسروں کو استعمال کرنا جائز ہو جاتا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''البذر للخیر فی النذر للغیر'' میں سائبہ کی تفصیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

وَاَمَّا مَاسُیِّبَ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِقَصْدِ الذِّبْحِ اَوْ بِغَیْرِہٖ فَفِعْلُ التَّسَیُّبِ حَرَامٌ هُنَاکَ وَلَایَحْرُمُ بِهَا الْمُسَیَّبُ مَالَمْ یُذْبَحْ عَلٰی هٰذِهِ النِّیَّةِ فَاِنْ ذَبَحَهُ الْمُسَیِّبُ بَعْدَ مَاغَیَّرَ نِیَّتَهٗ وَتَابَ عَنْهَا اَوْ ذَبَحَهٗ غَیْرُهٗ لِلّٰہِ وَبِاسْمِ اللّٰہِ وَاِنْ لَّمْ یُغَیِّرِ الْمَالِکُ نِیَّتَهٗ فَلَاحُرْمَةَ فِیْهَا کَمَایَدُلُّ عَلَیْهِ قَوْلُ اَحْمَدَ فِیْمَا یُقَرَّبُ لِآلِهَتِهِمْ یَذْبَحُهٗ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ فَقَالَ لَابَاْسَ بِهٖ وَعَلَّلَهُ اِبْنُ تَیْمِیَّةَ بِاَنَّ الذَّابِحَ هُوَ الْمُؤَثِّرُ لَاالنَّاوِیُّ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

وَفِی الزَّوَاجِرِ لِابْنِ حَجَرِ الْهَیْثَمِیِّ:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی(مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ)وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:لَیْسَ مِنَّا مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ .

تَنْبِیهٌ:عَدُّ هٰذَا کَبِیْرَةً ظَاهِرٌ وَإِنْ لَمْ أَرَهُ لِمَا فِیْهِ مِنَ التَّشَبُّهِ بِالْجَاهِلِیَّةِ الْمُقْتَضِیْ لِشِدَّةِ الْوَعِیْدِ . اھ (الزواجر عن اقتراف الکبائر لابن حجر الهیثمی، جلد ۱، صفحه ۱۷۸، الکبیرة الثامنة والستون بعد المائة تسییب السوائب)

وَفِیْ رَحْمَةِ الْاُمَّةِ:

وَلَوْ کَانَ فِیْ مِلْکِهٖ صَیْدٌ فَاَرْسَلَهٗ وَخَلَّاهُ فَالْاَصَحُّ الْمَنْصُوْصُ مِنْ مَذْهَبِ

الشَّافِعِیِّ اَنَّـهٗ لَایَزُوْلُ مِلْكُهٗ عَنْهُ.

وَفِی الْـحَـاوِیِّ اِنْ قَـصَـدَ التَّـقَـرُّبَ اِلَـی الـلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بِاِرْسَالِهٖ زَالَ مِلْكُهٗ عَنْهُ كَالْعِتْقِ وَاِنْ لَّمْ يَقْصُدِ التَّقَرُّبَ فَفِیْ زَوَالِ مِلْكِهٖ وَجْهَانِ كَمَا لَوْ اَرْسَلَ بَعِيْرَهٗ اَوْ فَـرَسَـهٗ وَالْاَصَـحُّ اَنَّ ذٰلِكَ لَايَـجُـوْزُ لِاَنَّـهٗ يَشْبَهُ سَوَائِبَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَلَايَزُوْلُ مِـلْـكُـهٗ عَـنْـهُ وَالثَّانِیْ يَزُوْلُ، فَاِنْ قُلْنَا يَزُوْلُ عَادَ مُبَاحًا وَاِلَّا فَـلَا، وَاِنْ قَالَ عِنْدَ الْاِرْسَـالِ اَبَـحْتُـهٗ لِـمَنْ اَخَذَهٗ حَصَلَتِ الْاِبَاحَةُ وَلَاضَمَانَ عَلٰی مَنْ اَكَلَهٗ، لٰـكِنْ لَايَـنْـفُـذُ تَـصَرُّفُهٗ فِيْهِ (اَیْ بِالْبَيْعِ وَغَيْرِهٖ) وَاِنْ قُلْنَا بِزَوَالِ الْمِلْكِ فَالْاَصَحُّ فِی الـرَّوْضَةِ حَـلَّ اِصْـطِيَـادُهٗ لِرُجُوْعِهٖ اِلَی الْاِبَاحَةِ وَلِئَـلَّا يَصِيْرَ فِیْ مَعْنٰی سَوَائِبِ الْجَاهِلِيَّةِ. اھـ (صفحة ۱٦۳)

قُلْتُ وَالتَّسْيِيْبُ حَرَامٌ عِنْدَنَا اَيْضًا وَلَايَخْرُجُ بِهٖ عَنْ مِلْكِ الْمُسَيِّبِ اِلَّا فِیْ رِوَايَةٍ اِذَا قَـالَ اَبَـحْتُـهٗ لِمَنْ اَخَذَهٗ، وَفِیْ رِوَايَةٍ لَايَخْرُجُ بِهٰذِهِ الْاِبَـاحَةِ اَيْـضًـا لِـكَـوْنِهَا اِبَاحَةٌ لِلْمَجْهُوْلِيْنَ، وَلٰـكِنْ لَمْ يَقُلْ اَحَدٌ مِّنَ الشَّـافِعِيَّةِ وَالْـحَـنَفِيَّةِ بِحُرْمَةِ اَكْلِهٖ لِاَجْلِ هٰذَا التَّسْيِيْبِ بَلْ صَرَّحُوْا بِحُرْمَةِ الْفِعْلِ فَقَطْ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

وَقَالَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِیْ كِتَابِ الْمَذْكُوْرِ اَيْضًا:

فَـاِنَّـهٗ ذُكِرَ تَحْرِيْمُ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ، وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ؛ وَقَدْ دَخَلَ فِيْمَا أُهِـلَّ بِـهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ مَا أَهَلَّ بِهٖ أَهْلُ الْكِتَابِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا ذُبِحَ عَلَی الـنُّـصُبِ، فَإِذَا ذَبَحَ الْكِتَابِیُّ عَلٰی مَا قَدْ نَصَبُوْهُ مِنَ التَّمَاثِيْلِ فِی الْكَنَائِسِ، فَهُوَ مَـذْبُـوْحٌ عَـلَـی الـنُّـصُـبِ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ حُكْمَ ذٰلِكَ لَا يَخْتَلِفُ بِحُضُوْرِ الْوَثَنِ وَغِيْبَتِـهٖ، فَـإِنَّـمَـا حُـرِمَ لِأَنَّـهٗ قُـصِـدَ بِـذِبْحِهٖ عِبَادَةُ الْوَثَنِ وَتَعْظِيْمُهٗ (......اِلٰی اَنْ قَالَ......) وَفِیْ قَوْلِهٖ (وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ) قَوْلَانِ:

أَحَـدُهُـمَـا: أَنَّ نَـفْـسَ الـذِّبْحِ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيْهَا، كَمَا ذَكَرْنَاهُ، فَيَكُوْنُ ذِبْحُهُمْ عَـلَيْهَـا تَـقَـرُّبًا إِلَی الْأَصْنَامِ، وَهٰذَا عَلٰی قَوْلِ مَنْ يَّجْعَلُهَا غَيْرَ الْأَصْنَامِ، فَيَكُوْنُ الـذِّبْـحُ عَـلَيْهَـا لِأَجْلِ أَنَّ الْـمَـذْبُـوْحَ عَلَيْهَا مَذْبُوْحٌ لِلْأَصْنَامِ، أَوْ مَذْبُوْحٌ لَهَا،

وَذٰلِکَ يَقْتَضِيْ تَحْرِيْمَ كُلِّ مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلِأَنَّ الذِّبْحَ فِي الْبُقْعَةِ لَا تَأْثِيْرَ لَهُ إِلَّا مِنْ جِهَةِ الذِّبْحِ لِغَيْرِ اللّٰهِ، كَمَا كَرِهَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الذِّبْحِ فِيْ مَوَاضِعِ أَصْنَامِ الْمُشْرِكِيْنَ، وَمَوْضِعِ أَعْيَادِهِمْ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ الْمَذْبُوْحُ فِي الْبُقْعَةِ الْمُعَيَّنَةِ؛ لِكَوْنِهَا مَحَلَّ شِرْكٍ، فَإِذَا وَقَعَ الذِّبْحُ حَقِيْقَةً لِغَيْرِ اللّٰهِ؛ كَانَتْ حَقِيْقَةُ التَّحْرِيْمِ قَدْ وُجِدَتْ فِيْهِ.

وَالْقَوْلُ الثَّانِيُّ: أَنَّ الذِّبْحَ عَلَى النُّصُبِ، أَيْ:لِأَجْلِ النُّصُبِ، كَمَا قِيْلَ:أَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ بِخُبْزٍ وَّلَحْمٍ (......اِلٰى اَنْ قَالَ......) وَفِي الْحَقِيْقَةِ:مَآلُ الْقَوْلَيْنِ إِلٰى شَيْءٍ وَّاحِدٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى(وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ) كَمَا قَدْ أَوْمَأْنَا إِلَيْهِ.

وَفِيْهَا قَوْلٌ ثَالِثٌ ضَعِيْفٌ:أَنَّ الْمَعْنٰى عَلٰى اِسْمَ النُّصُبِ وَهٰذَا ضَعِيْفٌ؛ لِأَنَّ هٰذَا الْمَعْنٰى حَاصِلٌ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) فَيَكُوْنُ تَكْرِيْرًا . لٰكِنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُ . اھ (اقتضاء الصراط المستقيم، صفحة ۱۲۵)

قَالَ الشَّيْخُ وَعَلٰى هٰذَا فَكُلُّ مَاذُبِحَ لِقُدُوْمِ سُلْطَانٍ وَاَمِيْرٍ وَلَوْ سَمَّى اللّٰهَ عَلَيْهِ دَاخِلٌ فِيْمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَلَا حَاجَةَ اِلٰى اِدْخَالِهٖ فِيْمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ دَلَالَةً وَحُرْمَةً مِثْلَ هٰذَا الْمَذْبُوْحِ قَطْعِيَّةً وَلٰكِنْ لَايُكْفَرُ مُسْتَحِلُّهُ لِمَجَالِ الشُّبْهَةِ وَبَقِيَ الْكَلَامُ فِيْ دَابَّةٍ تُسَيَّبَ عَلٰى اِسْمِ صَنَمٍ اَوْ عَلٰى اِسْمِ رَجُلٍ صَالِحٍ فَهٰذَا عَلٰى قِسْمَيْنِ:

اَلْاَوَّلُ اَنْ يُّسَيِّبَهَا بِقَصْدِ الذِّبْحِ لَهُ فَهٰذَا قَدْ مَرَّ حُكْمُهُ مِنْ اَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ لٰكِنَّهَا لَايَحْرُمُ اَكْلُهَا مَالَمْ يَذْبَحْهَا الْمُسَيِّبُ عَلٰى هٰذِهِ النِّيَّةِ وَاِنْ ذَبَحَهَا بَعْدَ تَبْدِيْلِ النِّيَّةِ لِلّٰهِ وَعَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ تَحِلُّ اَوْ ذَبَحَهَا غَيْرُهُ لِلّٰهِ وَبِاِسْمِ اللّٰهِ وَاِنْ لَّمْ يَبْدِلِ الْمُسَيِّبُ نِيَّتَهُ فَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ تَوْكِيْلٍ مِّنْهُ اِمَّا بِغَصَبٍ اَوْ رِضَاهُ مِنْ غَيْرِ اَمْرٍ تَحِلُّ عَلٰى قَوْلِ اَحْمَدَ كَمَا مَرَّ فِيْمَا يُقَرَّبُ لِآلِهَتِهِمْ فَاِنَّهُ ظَاهِرٌ فِيْمَا يُرَادُ ذِبْحُهُ تَقَرُّبًا اِلَيْهَا لَافِيْمَا يُسَيَّبُ عَلٰى اِسْمِهَا كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا اَىْ ذَبَحَهَا ذَبِيْحَةً

لِلتَّقَرُّبِ وَاِنْ كَانَ بِتَوْكِيْلٍ مِّنَ الْمُسَيِّبِ وَنَوَى الذَّابِحُ ذِبْحَهٗ لِلّٰهِ وَذَبَحَهٗ بِاسْمِ اللّٰهِ فَكَذٰلِكَ لِاَنَّ فِعْلَ الْوَكِيْلِ وَاِنْ كَانَ رَاجِعًا اِلَى الْمُؤَكِّلِ فِى النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ وَالذِّبْحِ وَنَحْوِهَا وَلٰكِنَّهٗ يَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الْحِسِّيِّ دُوْنَ الْقَلْبِيِّ فَالْوَكِيْلُ فِى الذِّبْحِ اِنَّمَا يَكُوْنُ وَكِيْلًا وَنَائِبًا عَنِ الْآمِرِ فِىْ اِمْرَارِ السِّكِّيْنِ عَلٰى رَقْبَتِهَا وَلِذَا لَايَضْمُنُ الدَّابَّةَ وَلٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِوَكِيْلٍ عَنْهُ فِىْ نِيَّةِ التَّقَرُّبِ لِغَيْرِ اللّٰهِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِمَحَلِّ التَّوْكِيْلِ وَلَوْ سَلَّمْنَا فَقَدْ خَالَفَ فِيْهَا الْوَكِيْلُ مُوَكِّلَهٗ فَلَا يُضَافُ فِعْلُهٗ اِلَى الْآمِرِ وَاِنْ نَوَى الذَّابِحُ ذِبْحَهَا لِمَا نَوٰى مُؤَكِّلُهٗ فَلَا شَكَّ فِىْ حُرْمَتِهَا وَاِنْ ذَبَحَهَا بِاسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

وَالثَّانِىْ اَنْ يُّسَيِّبَهَا لَابِقَصْدِ الذِّبْحِ بَلْ يُرْسِلُهَا عَلٰى اِسْمِ الصَّنَمِ اَوْ عَلٰى اِسْمِ وَلِيٍّ اَوْ يَهْدِيْهَا نَذْرًا لِقَبْرِ وَلِيٍّ فَلَاشَكَّ فِىْ حُرْمَةِ هٰذَا الْفِعْلِ وَكَوْنِهٖ مِنَ الشِّرْكِ وَهَلْ يَحْرُمُ الْحَيْوَانُ الَّذِىْ سَيَّبَهٗ كَذٰلِكَ بِمُجَرَّدَ التَّسْيِيْبِ عَلٰى اِسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَالظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ اَنْ لَّا بَلْ مَدَارُ الْحُرْمَةِ عَلٰى نِيَّةِ الذَّابِحِ كَمَا مَرَّ فَلَوْ ذَبَحَهُ الْمُسَيِّبُ لِلّٰهِ وَبِاسْمِ اللّٰهِ يَحِلُّ وَكَانَ ذَبْحُهٗ لِلّٰهِ تَبْدِيْلًا لِنِيَّةِ التَّسْيِيْبِ وَكَذَا لَوْ ذَبَحَهٗ غَيْرُهٗ لِلّٰهِ وَبِاسْمِ اللّٰهِ وَلَوْلَمْ يُبَدِّلِ الْمُسَيِّبُ نِيَّتَهٗ فَاِنَّ الْمُعْتَبَرَ فِعْلُ الذَّابِحِ وَقَصْدُهٗ لَاغَيْرُ ("البذر للخیرفی النذر للغیر"، سلسله النور، شعبان، صفحه ۲۵، تا صفحه ۲۶، ورمضان صفحه ۲۱، تا ۲۲ صفحه، مطبوعه: تهانه بهون)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ جو جانور بادشاہ وغیرہ کی آمد پراس کی تعظیم وعبادت کے طور پر ذبح کیا جائے، اگر چہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے، وہ حرام ہے، لیکن اس عمل کے مرتکب کو کافر ومشرک قرار دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

جہاں تک جانور کو زندہ حالت میں سائبہ بنانے اور کسی غیرُ اللہ کے تقرب وغیرہ کے لئے چھوڑ دینے کا تعلق ہے، تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے، لیکن صرف سائبہ بنانے کی وجہ سے اس کا گوشت حرام نہیں ہو جاتا، اور حکم کے اعتبار سے اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اسے غیرُ اللہ کی رضا وعبادت کے طور پر ذبح بھی کرنا مقصود ہو تو اس کا گوشت اس وقت تک حرام اور مااھل لغیر اللہ میں داخل نہیں ہوتا، جب تک اسی نیت کے ساتھ اسے ذبح نہ کر دیا جائے، اور اگر اس نے اپنی نیت کی اصلاح کر لی، اور اللہ کی رضا کی نیت کر لی، پھر اللہ کے نام پر ذبح کیا، تو وہ حلال ہو جاتا ہے، یا کسی اور نے اللہ کے نام پر ذبح کیا، تو تب بھی حلال ہو جاتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اسے ذبح کی نیت سے سائبہ نہ بنایا جائے، بلکہ یوں ہی کسی بُت یا ولی وغیرہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے، تو خود یہ فعل تو حرام ہے، لیکن صرف اس فعل کی وجہ سے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا، لہٰذا اگر اس کو شرعی طریقہ پر اللہ کے نام پر ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہو جاتا ہے۔

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں مزید توضیح فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

> رہا وہ جانور جو غیرُ اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو، خواہ کسی بت کے نام پر، جیسے مشرکین سانڈ وغیرہ چھوڑتے ہیں، یا کسی ولی کے نام پر جیسے بعض جہلاءِ مسلمین شیخ سدو وغیرہ کے نام پر بکرا چھوڑتے ہیں، سو اس کے حکم میں تفصیل ہے، اس میں تو شک نہیں کہ یہ فعل حرام ہے، بلکہ شرک ہے، بت کے نام پر جانور چھوڑنا تو کھلا ہوا شرک ہے، جو مسلمان سے کبھی صادر نہیں ہوسکتا، اور ولی کے نام پر جانور چھوڑنا بھی شرک ہے، گو اس سے کم درجہ میں ہو، اگر یہ شخص اُس ولی کو مؤثر نہیں سمجھتا، ورنہ اسی کے برابر ہے، اور اگر بت یا ولی کے نام پر بھی نہ چھوڑا جائے، جب بھی

جانور کو ویسے ہی چھوڑ دینا حرام ہے، کیونکہ تسییبِ جاہلیت کے مشابہ ہے۔

رہا یہ کہ جس جانور کو بت یا ولی کے نام پر چھوڑا گیا ہے، اس کو ذبح کر کے کھانا کیسا ہے، تو اگر اس کو ذبح کی نیت سے چھوڑا گیا ہے، کہ اس کو بت یا ولی کی رضا وتقرب کے لئے ذبح کیا جائے گا، اور چھوڑنے والے نے اسی نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ حرام اور مردار ہے، خواہ خدا کا نام لے کر ذبح کیا ہو، یا غیرِ خدا کا نام لیا ہو، یا کسی کا نام نہ لیا ہو(کیونکہ یہ مَا اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہے)

اور اگر چھوڑنے والے نے ذبح نہیں کیا، بلکہ دوسرے شخص نے ذبح کیا ہے، جو مسلمان ہے، تو اگر اُس نے وکالۃً اسی نیت سے ذبح کیا ہے، جس نیت سے مالک نے چھوڑا تھا، جب بھی یہ ذبیحہ حرام ومیتہ ہے، جس کا کھانا جائز نہیں۔

اور اگر دوسرے شخص نے جو مسلمان ہے، وکالۃً ذبح نہیں کیا، بلکہ غصب کے طور پر ذبح کیا ہے، تو اس صورت میں ذبیحہ حلال ہے، مگر غصب کی وجہ سے کراہت ہوگی، اور جب تک مالک کو اس جانور کی قیمت ادا نہ کر دی جاوے، اس وقت تک اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، اور اگر غصب کے طور پر ذبح نہیں کیا، بلکہ مالک کی اجازت سے ذبح کیا ہے، اور اس نیت سے ذبح نہیں کیا، جس نیت سے اُس نے چھوڑا تھا، بلکہ ذبح کرنے والے نے صحیح نیت سے اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے، تو اس صورت میں یہ ذبیحہ بالکل حلال ہے، گو چھوڑنے والے نے ابھی تک اپنی نیت کو نہ بدلا ہو۔

اور اگر جانور کو غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے نہیں چھوڑا، بلکہ ویسے زندہ رکھنے کے لئے چھوڑا گیا ہے، جیسا کہ مشرکین بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، اور بعض جہلاء مسلمین کسی (فوت شدہ بزرگ اور) ولی کے لئے جانور چھوڑتے ہیں، اور ذبح کرنے کی نیت نہیں ہوتی، تو اس فعل کی حرمت میں تو شک نہیں، مگر اس فعل

سے جانور میں حرمت نہ آئے گی، بلکہ مدار نیتِ مستانفہ ذابح (یعنی ذبح کرنے والے کی مستقل نیت) پر ہے، پس اگر یہ چھوڑنے والا ذبح کے وقت اللہ کے لئے ذبح کرنے کی نیت کرے، اور اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، اور ذابح مسلمان ہو تو ذبیحہ حلال ہوگا، اور اس کا ذبح کے وقت اللہ کے لئے ذبح کی نیت کرنا پہلی نیت کو بدل دے گا، اور اگر چھوڑنے والے نے خود ذبح نہیں کیا، بلکہ دوسرے شخص نے جو مسلمان ہے، اُس کے اذن (واجازت) سے اللہ کے واسطے اللہ کا نام لے کر ذبح کردیا، تب بھی ذبیحہ حلال ہے، گو مالک نے اپنی نیت کو نہ بدلا ہو، اور اگر اُس کی اجازت سے ذبح نہیں کیا، مگر ذابح نے اللہ کے واسطے ذبح کرنے کی نیت کی ہے، اور اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے، تو اس صورت میں ذبیحہ تو حلال ہے، مگر غصب کی وجہ سے کراہت ہوگی، جیسا کہ اوپر گزرا (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۱۶، وربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۳، و۴، مطبوعہ: قصبہ تھانہ بھون، انڈیا)

اور معارفُ القرآن میں ہے کہ:

کسی جانور کو کان کاٹ کر یا کوئی دوسری علامت لگا کر تقرب الیٰ غیر اللہ اور تعظیمِ غیر اللہ کے لئے چھوڑ دیا جائے، نہ اس سے کام لے، اور نہ اس کے ذبح کرنے کا قصد ہو، بلکہ اس کے ذبح کرنے کو حرام جانے، یہ جانور ''ما اہل بہ لغیر اللہ'' اور ''ماذبح علی النصب'' دونوں میں داخل نہیں، بلکہ اس قسم کے جانور کو ''بحیرہ'' یا ''سائبہ'' کہا جاتا ہے، اور حکم ان کا یہ ہے کہ یہ فعل تو بنصِ قرآن حرام ہے، جیسا کہ آیت ''ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ'' میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

مگر ان کے اس حرام عمل سے اور اس جانور کو حرام سمجھنے کے عقیدہ سے یہ جانور حرام نہیں ہوجاتا، بلکہ اس کو حرام سمجھنے میں ان کے عقیدۂ باطلہ کی تائید وتقویت ہوتی ہے، اس لئے یہ جانور عام جانوروں کی طرح حلال ہے۔

مگر شرعی اصول کے مطابق یہ جانور اپنے مالک کی مِلک سے خارج نہیں ہوا، اسی کا مملوک ہے، اگر چہ وہ اپنے غلط عقیدہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میری مِلک سے نکل کر غیر اللہ کے لئے وقف ہو گیا، مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے، وہ جانور بدستور اس کی مِلک میں ہے۔

اب اگر وہ شخص خود اس جانور کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دے، یا ہبہ کر دے، تو اس کے لئے یہ جانور حلال ہے، جیسا بکثرت ہندو اپنے دیوتاؤں کے نام پر بکری یا گائے وغیرہ کو اپنے نزدیک وقف کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اور مندروں کے پجاریوں، جوگیوں کو اختیار دیتے ہیں، وہ جو چاہیں کریں، یہ مندروں کے پجاری ان کو مسلمانوں کے ہاتھ بھی فروخت کر دیتے ہیں۔

یا اسی طرح بعض جاہل مسلمان بھی بعض مزارات پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں کہ بکرا یا مرغا چھوڑ دیتے ہیں، اور مزارات کے مجاورین کو اختیار دیتے ہیں، وہ ان کو فروخت کر دیتے ہیں، تو جو لوگ ان جانوروں کو ان لوگوں سے خرید لیں، جن کو اصل مالک نے اختیار دیا ہے، ان کے لئے ان کا خریدنا اور ذبح کر کے کھانا اور فروخت کرنا سب حلال ہے (معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۴۲۳، ۴۲۴)

خلاصہ یہ کہ کسی جانور وغیرہ کو اللہ یا کسی بُت یا صاحبِ قبر وغیرہ کے نام پر مختص کر کے چھوڑ دینا اسلام میں عبادت نہیں، پھر غیرُ اللہ کے نام پر اگر اس غیرُ اللہ کی تعظیم وعبادت کے طور پر چھوڑا جائے، تو یہ سخت گناہ اور شرک یا اس کے قریب ہے، کیونکہ یہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے، اور اس میں جانور یا مال کو ضائع کرنا لازم آتا ہے، اور جو اس طرح کے جانور کا مالک ہو، شرعاً اس پر اس جانور کے کھانے پینے وغیرہ کے اخراجات واجب ہیں۔ [1]

---

[1] تسييب الدواب: الأصل أن تضييع المال حرام، وقد أبطل الله سبحانه وتعالى ما كان يفعله أهل الجاهلية من تسييب دوابهم وتحريم الانتفاع بها وجعلها لآلهتهم، وعاب عليهم ذلك، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جس نے اپنے مملوک جانور وغیرہ کو اس طرح سائبہ بنا کر چھوڑ دیا، تو اس سے مالک کی ملکیت ختم نہیں ہو جاتی۔

پھر اگر اس طرح چھوڑے ہوئے جانور کو کسی انسان نے پکڑ لیا، اور اس کی اصلاح کر لی، پھر اس کا مالک آ گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ سائبہ بنانے والے مالک نے اس جانور کو کسی بھی پکڑنے والے کو مالک بننے کی اجازت دے دی ہو، اس صورت میں تو اس جانور کو پکڑنے والا مالک ہو جاتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے کسی کو مالک بننے کی اجازت نہ دی ہو، اس صورت میں وہ جانور اصل مالک کی ملکیت رہتا ہے، اور اس کو اپنے جانور کو واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الله تعالى :(ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب وأكثرهم لا يعقلون) ، وروى مسلم عن أبى هريرة رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :رأيت عمرو بن عامر الخزاعى يجر قصبه (أمعاءه) فى النار وكان أول من سيب السوائب.

وذهب جمهور الفقهاء إلى أن تسييب البهائم بمعنى تخليتها ورفع المالك يده عنها حرام؛ لما فيه من تضييع المال والتشبه بأهل الجاهلية، والواجب على من ملك بهيمة أن ينفق عليها ما تحتاجه من علف وسقى، أو إقامة من يرعاها، أو تخليتها لترعى حيث تجد ما يكفيها، لما روى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :دخلت امرأة النار فى هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشاش الأرض .فإن امتنع من علفها أجبره الحاكم على ذلك، فإن أبى أو عجز أجبر على بيعها أو ذبحها إن كانت مما تؤكل، وهذا عند جمهور الفقهاء .

وفى ظاهر الرواية عند الحنفية يجبر على الإنفاق ديانة ولا يجبر قضاء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۱۱۱، مادة "سائبة")

[1] ومن سيب دابته فلا يزول ملكه عنها .وهذا فى الجملة .ومن سيب دابته فأخذها إنسان فأصلحها ثم جاء صاحبها .قال الحنفية :هذا على وجهين :أحدهما أن يقول عند التسييب :جعلتها لمن أخذها، فحينئذ لا سبيل لصاحبها عليها لأنه أباح التملك، وفى القياس تكون لصاحبها.

والثانى :إن كان سيبها ولم يقل شيئا، فإن صاحبها له أن يأخذها ممن أصلحها؛ لأنه لو جاز تملك من وجدها وأصلحها من غير قول المالك هى لمن أخذها، لجاز ذلك فى الجارية والعبد يتركه مريضا فى أرض مهلكة، فيأخذه رجل فينفق عليه فيبرأ فيصير ملكا له، ويطأ الجارية ويعتق العبد بلا شراء ولا هبة ولا إرث ولا صدقة، وهذا أمر قبيح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۱۱۱، مادة "سائبة")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر ایسے جانور کا مالک معلوم نہ ہو، تو اس جانور کا غریب کو لینا واستعمال کرنا جائز ہوتا ہے۔ [1]

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ [2]

صرف سائبہ بنانے سے مالک کی ملکیت ختم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں کسی چیز کے ملکیت سے اس طرح نکلنے کی کوئی حیثیت نہیں کہ اس کا کوئی مالک بھی نہ بنے، بخلاف الاعتاق او المسجد۔ [3]

اور جانور کو سائبہ بنانے کے عمل یا کسی جانور کے متعلق غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وفی کراهة مختارات النوازل :سیب دابته فأخذها آخر وأصلحها فلا سبیل للمالک علیها إن قال فی تسییبها هی لمن أخذها وإن قال لا حاجة لی بها فله أخذها، والقول له بیمینه .اهـ (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص۵۷۴، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

وفی المختارات سیب دابته وقال هی لمن أخذها لم یأخذها ممن أخذها ومر فی الحج (الدرالمختار مع رد المحتار، ج۶، ص۴۰۱، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع)

ولو سیب دابته فأخذها إنسان فأصلحها ثم جاء صاحبها فإن کان قال عند التسییب جعلتها لمن أخذها فلا سبیل لصاحبها علیها لأنه أباح التملیک وإن لم یقل ذلک أن یأخذها وکذلک من أرسل صیدا له هکذا اختاره بعض مشایخنا فإن اختلفا فالقول قول صاحبها مع یمینه أنه لم یقل هو لمن أخذها لأنه ینکر إباحة التملک وإن برهن الآخذ أو نکل المالک عن الیمین سلمت للآخذ (البحرالرائق، ج۵، ۱۶۵، کتاب اللقطة)

[1] (وینتفع بها إن کان فقیرا) کغیره من الفقراء ، ویعطیها أهله إن کانوا فقراء لما مر(الاختیار لتعلیل المختار، ج۳ص ۳۲، کتاب اللقطة)

(قوله وینتفع بها لو فقیرا وإلا تصدق علی أجنبی ولأبویه وزوجته وولده لو فقیرا) أی ینتفع الملتقط باللقطة بأن یتملکها بشرط کونه فقیرا نظرا من الجانبین کما جاز الدفع إلی فقیر آخر(البحرالرائق، ج۵ص ۱۶۷، کتاب اللقطة)

[2] وقال الحنابلة :من ترک دابته بمهلکة فأخذها إنسان فأطعمها وسقاها وخلصها ملکها، وبهذا قال اللیث وإسحاق، وذلک لما روی الشعبی مرفوعا أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :من وجد دابة قد عجز عنها أهلها أن یعلفوها فسیبوها فأخذها فأحیاها فهی له.

قال الحنابلة :وهذا إذا لم یترکها لیرجع إلیها أو ضلت منه، فحینئذ لا یملکها آخذها وتکون لربها (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۴، ص۱۱۱، مادة" سائبة")

[3] وهذا لأن خروج الملک لا إلی مالک غیر مشروع ألا تری أن الله تعالی نهانا عن السائبة وهی التی یسیبها مالکها ویخرجها عن ملکه بزعمهم ولا یتناول منها إلا الفقراء أو الضیوف بخلاف الإعتاق أو المسجد (تبیین الحقائق، ج۳، ص۳۲۵، کتاب الوقف)

کرلینے یا جانور کے متعلق غیرُ اللہ کے لئے نذر مان لینے کی وجہ سے جانور میں حرمت منتقل نہیں ہوتی، اوراس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلق غیرُ اللہ کی نذر مان لینے یا غیرُ اللہ کے تقرب کی نیت کرلینے کی وجہ سے وہ چیز بذاتِ خود حرام نہیں ہوجاتی، کیونکہ ایک حلال چیز کو حرام سمجھ لینا بھی سخت بڑا ہے، جس کی تفصیل آگے چوتھی فصل میں آتی ہے۔ [۲]

البتہ کسی جانور کو اسی غیرُ اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کیا جائے، تو پھر وہ ایک طرح سے مااھل لغیر اللہ بہ میں داخل ہوجاتا ہے، اور ذبح کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے اور اللہ کی تعظیم وعبادت کے طور پر ذبح کے مختص ہونے کی وجہ سے شرعاً حلال ہونے کی شرط فوت ہوجاتی ہے، اور جانوروں کے گوشت میں اصل حرام ہونا ہے، لہٰذا اس شرط کے فوت ہونے سے وہ اپنی اصل یعنی حرمت پر باقی رہتا ہے، اور اگراس جانور کو غیرُ اللہ کے تقرب وعبادت کے طور پر ذبح نہ کیا جائے، بلکہ اللہ کا نام لے کر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جائے، تو پھر اس ذبیحہ کا گوشت حلال ہوجاتا ہے، کیونکہ جمہور مفسرین کی راجح تفسیر کے مطابق مااھل بہ لغیر اللہ سے مراد، ماذبح بہ لغیر اللہ ہے، اور اس طرح ذبح لغیر اللہ کا عمل پائے جانے سے پہلے جانور مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں ہوتا، اور حیوان کے علاوہ میں ذبح وتزکیہ کا وجود نہیں، اس لئے وہ پہلے سے مااھل بہ لغیر اللہ سے خارج ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزرا، اور آگے چوتھی فصل میں بھی آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[۲] وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (سورة الاعراف، رقم الآيات، ۳۱، ۳۲)

يقول تعالى ردا على من حرم شيئا من المآكل أو المشارب أو الملابس من تلقاء نفسه من غير شرع من الله قل يا محمد لهؤلاء المشركين، الذين يحرمون ما يحرمون بآرائهم الفاسدة وابتداعهم من حرم زينة الله التى أخرج لعباده الآية، أى هى مخلوقة لمن آمن بالله وعبده فى الحياة الدنيا، وإن شركهم فيها الكفار حبا فى الدنيا فهى لهم خاصة يوم القيامة، ولا يشركهم فيها أحد من الكفار، فإن الجنة محرمة على الكافرين(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص۳۶۷،سورة الاعراف)

(فصل نمبر 3)

غیرُ اللہ کی نذر و نیاز کی ممانعت و حُرمت

جس طرح جانور کا ذبح کرنا، اللہ کے ساتھ خاص ہے، اور کسی غیرُ اللہ کے لئے تقرب و عبادت کے طور پر جانور ذبح کرنا جائز نہیں، اسی طرح غیرُ اللہ کے لئے نذر و منت بھی جائز نہیں، کیونکہ نذر و منت بھی عبادت ہے، اور عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

اور نذر و منت، قسم کی طرح ہے، جس طرح غیرُ اللہ کی قسم منعقد نہیں ہوتی، اسی طرح غیرُ اللہ کی نذر و منت بھی منعقد نہیں ہوتی، اور جس طرح گناہ کے کام کی قسم کھانا جائز نہیں، اسی طرح گناہ کے کام کی نذر و منت ماننا بھی جائز نہیں، آگے اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

گناہ کے کام کی نذر و منت کی ممانعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت (وفرمانبرداری یعنی عبادت کے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس اطاعت (وعبادت) کو کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی (یعنی گناہ) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس نافرمانی (یعنی گناہ کے کام) کو نہ کرے (بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْمَا

---

[1] رقم الحديث ٦٦٩٦، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فى الطاعة.

لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (سنن النسائی)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی والے (یعنی گناہ کے) کام میں نذرومنت نہیں ہے، اور نہ اس چیز میں جس کا ابنِ آدم مالک نہ ہو (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ وَلَا يَمِيْنَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، وَلَا فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ (سنن ابی داود، رقم الحديث ۳۲۷۴، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين فى قطيعة الرحم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نذرومنت اور قسم ان چیزوں میں نہیں ہے، جن کا ابنِ آدم مالک نہیں ہے، اور نہ اللہ کی نافرمانی میں اور نہ قطع رحمی میں (ابوداؤد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کی نذرومنت ماننا جائز نہیں۔

گناہ کی نذرومنت کو پورا نہ کیا جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۱۴۱۶۷)[2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی والے (یعنی گناہ کے) کام کی نذرومنت کو پورا نہیں کیا جائے گا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کی نذرومنت کو پورا نہیں کیا جائے گا۔[3]

---

[1] رقم الحديث ۳۸۱۲، كتاب الأيمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[3] (من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعص الله فلا يعصه) أى من نذر طاعة الله وجب عليه الوفاء بنذره ومن نذر معصية حرم عليه الوفاء به لأن النذر مفهومه الشرعى إيجاب قربة وذا إنما يتحقق فى الطاعة ويتصور نذر الواجب بأن يوقته وينقلب المندوب بالنذر واجبا (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۹۰۵۲)

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَـذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُـوَانَةَ فَـأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّیْ نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُـوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّـهُ لَا وَفَـاءَ لِنَـذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (سنن ابی داود، رقم الحديث ۳۳۱۳، كتاب الأيمان والنذور، باب ما يؤمر به من الوفاء بالنذر)

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ نذر و منت مانی کہ وہ بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرے گا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر و منت مانی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہاں جاہلیت والوں کی کوئی عید ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی اس نذر و منت کو پورا کر لیجئے، پس اللہ کی نافرمانی کی نذر کو تو پورا کرنا (جائز) نہیں ہے، اور نہ ہی اس چیز کی نذر کو پورا کرنا (لازم) ہے جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے (ابوداود)

جس جگہ کوئی شرک والی بات پائی جاتی ہو، یا مشرکوں کا کوئی مذہبی تہوار منایا جاتا ہو، وہاں ذبح کرنے کی نذر و منت سے اس لئے منع کیا گیا ہے، تاکہ مشرکوں اور ’’**ما اھل لغیر اللہ بہ**‘‘ کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کی نذر و منت کو پورا

نہیں کیا جائے گا۔ [1]

گناہ کی نذرو منت پر قسم کا کفارہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ (سنن أبي داود) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کے کام کی نذرو منت جائز نہیں، اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (ابوداؤد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [3]

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ وَفِيْهِ الْوَفَاءُ، وَمَا كَانَ مِنْ نَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ، وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ (سنن النسائي، رقم الحديث ۳۸۴۵، كتاب الأيمان والنذور، كفارة النذر)

---

[1] (وعن ثابت بن الضحاك) : وهو ممن بايع تحت الشجرة (قال :نذر رجل على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أي :في زمانه (أن ينحر إبلا ببوانة) بضم الموحدة الثانية وتخفيف الواو، اسم موضع في أسفل مكة دون يلملم، وقد جاء بحذف التاء أيضا .قال الجوهري :ببوانة بالضم اسم موضع، وأما الذي ببلاد فارس هو شعب بوان فبالفتح والتشديد، (فأتى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أي :فجاء ه الرجل (فأخبره) أي :فأعلمه بنذره (فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -) أي :لأصحابه (هل كان فيها ") أي :في بوانة ("وثن ") : بفتحتين أي :صنم ("من أوثان الجاهلية يعبد؟ ") أي :بالألوهية (فقالوا :لا .قال " :فهل كان فيها عيد ") أي :إظهار سرور (من أعيادهم؟) وهذا كله احتراز من التشبيه بالكفار في أفعالهم(مرقاة المفاتيح ،ج۶، ص ۲۲۵۱، كتاب العتق، باب في النذور)

[2] رقم الحديث ۳۲۹۰، كتاب الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية.

[3] عن عمران بن حصين، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا نذر في معصية، وكفارته كفارة يمين(سنن النسائي، رقم الحديث ۳۸۴۰)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے فرمایا کہ نذرومنت دوطرح کی ہے، ایک تو وہ جواللہ کی اطاعت (وعبادت) والے کام کی ہو، تو یہ تو اللہ کے لئے ہوتی ہے، اور اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، اور دوسری وہ نذرومنت جوکہ اللہ کی نافرمانی والے (یعنی گناہ کے) کام کی ہو، تو یہ شیطان کے لئے ہے، اوراس کو پورانہیں کیاجائے گا، اوراس کا کفارہ اسی چیز سے ادا کرے، جس سے قسم کا کفارہ ادا کرتا ہے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کے کام کی نذرومنت، شیطان کے لئے ہوتی ہے، اوراس پر بعض صورتوں میں قسم کا کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

نذراورقسم میں مشابہت ومماثلت

نذرومنت کاحکم کئی چیزوں میں قسم وحلف کی طرح ہے، اورنذرومنت کوقسم وحلف کے ساتھ مشابہت ومماثلت حاصل ہے۔ [1]

اسی لئے اگرکسی نے گناہ کے کام کی نذرمانی، مثلاً یہ کہ نعوذ باللہ تعالیٰ، اللہ کے لئے اس پر آج شراب پینا واجب ہے، تو خلاف ورزی پر مذکورہ احادیث کی وجہ سے قسم والا کفارہ بھی واجب ہے۔ [2]

---

[1] النذر فيه معنى اليمين؛ لأن النذر وضع لإيجاب الفعل مقصودا تعظيما لله تعالى، وفي اليمين وجوب الفعل المحلوف عليه (بدائع الصنائع، ج۵، ص۹۲، كتاب النذر، فصل فى حكم النذر)

النذر قربة مقصودة لذاتها كاليمين (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۴ص۲۵۵۵، القسم الاول، الباب السادس، الفصل الثانى، شروط المنذور به)

والصحيح فى المذهب أن النذر كاليمين (المبدع فى شرح المقنع لابن مفلح، ج۸، ص۱۲۱، كتاب الأيمان، باب النذر، تعريف النذر ودليل مشروعيته)

النذر كاليمين، ويشبه اليمين (المغنى لابن قدامة، ج۱۰، ص۲۴، كتاب النذور، فصل قال لله على صوم يوم يقدم فلان أبدا)

[2] (مسئلة) من نذر نذرا لا يمكنه وفائه اما بان لا يطيقه كحج ماشيا وصوم الدهر او كان النذر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراحادیث میں غیرُ اللہ کے نام کی قسم اُٹھانے کی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قسم اٹھائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی قسم اٹھائے، یا خاموش رہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اوّلاً تو بلاضرورت قسم نہ اُٹھائی جائے، اور اگر قسم اُٹھانے کی ضرورت ہو، تو اللہ کی ذات یا اس کی صفات کی قسم اُٹھائی جائے؛ کسی مخلوق کی قسم نہ اُٹھائی جائے، کیونکہ جس چیز کی قسم اُٹھائی جاتی ہے، اس سے اُس چیز کی مخصوص تعظیم کا اظہار ہوتا ہے، اور حقیقی تعظیم رب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بمعصية يكفر عنه كفارة يمين لان النذر إيجاب شيء على نفسه وإيجاب شيء يقتضى تحريم ضده والتحريم يمين واللام المستعمل فى النذر فى قوله لله علىّ كذا يجئى بمعنى القسم قال الله تعالى لعمرك وفى الباب حديث عائشة لا نذر فى معصية وكفارته كفارة اليمين رواه احمد وابو داؤد والترمذى والنسائى (التفسير المظهرى، ج٣،ص ١٧٠،سورة المائدة)

إذا نذر لله سبحانه وتعالى بما هو قربة وطاعة يجب عليه الوفاء به ولم يجب عليه غير ذلك
وإن كان مباحا لا يجب عليه شيء
وإن كان معصية لم يجب عليه الوفاء به وعليه كفارة اليمين إذا فعله
وأصله قوله عليه السلام من نذر نذرا أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصى الله فلا يعصه وقال عليه السلام النذر يمين وكفارته كفارة يمين(تحفة الفقهاء، للسمرقندى،ج ٢،ص ٣٣٩، كتاب الأيمان،باب النذر)

وإن نذر بما هو معصية لا يصح فإن فعله يلزمه الكفارة (الفتاوى الهندية، ج ٢،ص ٦٥، كتاب الأيمان،الفصل الثانى فى الكفارة)

ونذر المعصية أن يقول لله على أن أشرب الخمر أو أقتل النفس المحرمة أو ما أشبهه فلا يفعل ذلك ويكفر كفارة يمين وإذا قال لله على أن أسكن دارى أو أركب دابتى أو ألبس أحسن ثيابى وما أشبهه لم يكن هذا نذر طاعة ولا معصية فإن لم يفعله كفر كفارة يمين لأن النذر كاليمين (مختصر الخرقى ، المعروف بـ متن الخرقى على مذهب ابى عبد الله أحمد بن حنبل، ص ١٥٣، كتاب النذور)

[1] رقم الحديث ٢٦٧٩،كتاب الشهادات،باب كيف يستحلف.

تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا اس مخصوص تعظیم میں کسی دوسرے کو حصہ دار نہیں بنانا چاہئے، خواہ وہ دوسری چیز نبی ہو، یا ولی ہو، یا فرشتہ ہو، یا کوئی اور چیز۔

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا جو یہ کہہ رہا تھا کہ ''ہر گز نہیں، کعبہ کی قسم'' اس پر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کی قسم نہیں اٹھائی جاتی، پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا

(ترمذی، ابن حبان)

اگر کسی نے غیرُ اللہ کی قسم اس عقیدے کے ساتھ اُٹھائی کہ اس نے غیرُ اللہ کو اللہ کی تعظیم میں شریک کرلیا، تو یہ کھلا ہوا شرک ہے؛ اور اگر اس عقیدے کے ساتھ نہ ہو، تو پھر شرک کے مشابہ ہے، کیونکہ یہ عمل اُن لوگوں کا طریقہ ہے، جو غیرُ اللہ کو اللہ کی ذات یا صفات میں شریک کرتے ہیں، اس لئے یہ مشرکوں والا عمل ہے، جس سے مسلمان کو بچنا چاہئے، مگر غیرُ اللہ کے نام کی قسم

---

[1] رقم الحدیث ۱۵۳۵، ابواب النذور والأیمان، باب ما جاء فی کراهیة الحلف بغیر الله، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۳۵۸.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن وفسر هذا الحدیث عند بعض أهل العلم: أن قوله فقد کفر أو أشرک علی التغلیظ، والحجة فی ذلک حدیث ابن عمر، أن النبی صلی الله علیه وسلم سمع عمر یقول: وأبی وأبی، فقال: ألا إن الله ینهاکم أن تحلفوا بآبائکم، وحدیث أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال " :من قال فی حلفه واللات، والعزی فلیقل: لا إله إلا الله :"هذا مثل ما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: إن الریاء شرک وقد فسر بعض أهل العلم هذه الآیة: (فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا) الآیة، قال: لا یرائی (حواله بالا)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط مسلم (حاشیة ابن حبان)

بہرحال منعقد نہیں ہوتی۔ [1]

اور جو حکم قسم کا ہے، وہی حکم نذر و منت کا ہے، کہ نذر بھی غیرُ اللہ کی ماننا جائز نہیں، اور غیرُ اللہ کے لئے مانی ہوئی نذر و منت بھی منعقد نہیں ہوتی۔

شرک و بدعت اور گناہ والی نذر و منت کا حکم

اب شرک و بدعت یا گناہ و معصیت والی نذر کے متعلق فقہاء و علماء کی چند عبارات مع ترجمہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(1)......الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے کہ:

نَذْرُ الْمَعْصِيَةِ حَرَامٌ بِاتِّفَاقٍ، فَمَنْ قَالَ: لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ أَشْرَبَ الْخَمْرَ، أَوْ أَقْتُلَ فُلَانًا، فَإِنَّ هٰذَا الْإِلْتِزَامَ حَرَامٌ فِيْ ذَاتِهٖ، وَأَيْضًا يَحْرُمُ الْوَفَاءُ بِهٖ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ وَفِيْ وُجُوْبِ الْكَفَّارَةِ خِلَافٌ.

وَكَذٰلِكَ الْيَمِيْنُ عَلٰى فِعْلٍ مُحَرَّمٍ، فَمَنْ حَلَفَ عَلٰى تَرْكِ وَاجِبٍ أَوْ فِعْلِ حَرَامٍ، فَقَدْ عَصٰى بِيَمِيْنِهٖ، وَلَزِمَهُ الْحِنْثُ وَالْكَفَّارَةُ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص١٦٥، مادة"التزام" حكم الوفاء بالالتزام وما يتعلق به)

ترجمہ: گناہ کی نذر بالاتفاق حرام ہے، پس جس نے یہ کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر شراب پینا، یا فلاں کو قتل کرنا واجب ہے، تو یہ اپنی ذات میں حرام چیز کو لازم کرنا

---

[1] (من حلف بغير الله)أى معتقدا تعظيم ذلك الغير ("فقد أشرك ") أى إشراكا جليا أو خفيا لأنه أشرك المحلوف به مع الله تعالى فى التعظيم المخصوص به، قيل :معناه من أشرك به غيره فى التعظيم البليغ، فكأنه مشرك إشراكا جليا فيكون زجرا بطريق المبالغة .قال ابن الهمام رحمه الله :من حلف بغير الله كالنبى والكعبة لم يكن حالفا لقوله -صلى الله عليه وسلم " :-من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت(مرقاة المفاتيح،ج٦، ص٢٢٤٢، كتاب العتق، باب الايمان والنذور)

ہے، نیز اس کو پورا کرنا بھی حرام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی وجہ سے کہ جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی، تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے، اور کفارہ واجب ہونے میں اختلاف ہے، اور اسی طریقہ سے حرام کام پر قسم اُٹھانا بھی (بالاتفاق) حرام ہے، پس جس نے کسی واجب کو چھوڑنے یا حرام کام کو کرنے کی قسم اُٹھائی، تو اس نے گناہ والی قسم اُٹھائی، جس کی وجہ سے اس کی قسم ٹوٹ گئی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا (الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ)

(2)......فقہ حنفی کی کتاب ''درِمختار'' میں ہے کہ:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَکْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ مَا لَمْ یَقْصِدُوْا صَرْفَهَا لِفُقَرَاءِ الْأَنَامِ وَقَدْ ابْتُلِیَ النَّاسُ بِذٰلِکَ، وَلَا سِیَّمَا فِیْ هٰذِهِ الْأَعْصَارِ

(الدرالمختار مع شرحہ ردالمحتار) [1]

ترجمہ: یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جو نذر و منت اکثر عوام کی طرف سے مُردوں کے لئے مانی جایا کرتی ہے، اور جو روپے پیسے، اور چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں کے لئے اُن کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے لیا جاتا ہے، تو وہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے، اِلّا یہ کہ مقصد غریب عوام پر خرچ کرنا ہو، اور لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں (درمختار)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ اور اولیائے کرام کے لئے نذر و منت ماننا گناہ و حرام ہے، اور اس طرح کی نذر و منت منعقد بھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ باطل ہے۔

(3)......الدرالمختار کی شرح ردُّ المحتار میں ہے کہ:

---

[1] ج۲ص ۴۳۹، ۴۴۰، کتاب الصوم، دارالفکر، بیروت.

(قَوْلُهُ تَقَرُّبًا إلَيْهِمْ) كَأَنْ يَقُوْلَ يَا سَيِّدِيْ فُلَانٌ إنْ رُدَّ غَائِبِيْ أَوْ عُوْفِيَ مَرِيْضِيْ أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِيْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا بَحْرٌ (قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوْهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا يَجُوْزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ. وَمِنْهُ أَنَّهُ إنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ (رد المحتار علی الدر المختار)[1]

ترجمہ: بزرگوں کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے، جیسا کہ یہ کہے کہ اے میرے فلاں آقا و سرکار! اگر میرا فلاں بھاگا ہوا شخص واپس آجائے، یا میرے مریض کو تندرستی حاصل ہوجائے، یا میری حاجت پوری ہوجائے، تو آپ کے لئے اس طرح سونا، چاندی (روپیہ پیسہ) یا کھانا یا چراغ یا تیل وغیرہ ہے، بحر کتاب میں اسی طرح ہے۔

اور یہ (نذر و منت) باطل اور حرام ہے، جس کی کئی وجہ ہیں، ایک یہ کہ اس نے مخلوق کے لئے نذر و منت مانی ہے، اور مخلوق کے لئے نذر و منت جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے (مال پیش کرنے و دینے کی) منت مانی گئی ہے، وہ میت ہے، اور میت (اس نذر مانے ہوئے مال اور چیز کی) مالک نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا نظریہ یہ ہے کہ میت، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں معاملات میں تصرف کرتی ہے، تو ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے (رد المحتار)

(4)......حنفیہ کی کتاب ''البحر الرائق'' میں ہے کہ:

---

[1] ج ۲ ص ۴۳۹، ۴۴۰، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من أکثر العوام من شمع أو زیت أو نحوہ، دار الفکر، بیروت.

لِلْاِجْمَاعِ عَلٰی حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا تَشْتَغِلُ الذِّمَّةُ بِهٖ (البحر الرائق، ج۲،ص ۳۲۱، کتاب الصوم،فصل ما يوجبه العبد على نفسه)

ترجمہ: اس بات پر اجماع منعقد ہونے کی وجہ سے کہ مخلوق کے لئے نذر ماننا حرام ہے، اور نہ تو یہ نذر منعقد ہوتی، اور نہ اس کی وجہ سے اپنے ذمہ کچھ لازم ہوتا (بحر)

اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے لئے نذر ماننے کے حرام ہونے اور اس طرح کی نذر کے منعقد نہ ہونے اور اس کی وجہ سے ذمہ میں کچھ لازم نہ ہونے پر اجماع ہے۔

(5)......فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

وَالنَّذْرُ الَّذِیْ يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَّأْتِیَ إِلٰی قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ وَيَرْفَعَ سِتْرَهٗ قَائِلًا يَا سَيِّدِیْ فُلَانٌ إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِیْ فَلَکَ مِنِّیْ مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا بَاطِلٌ إِجْمَاعًا نَعَمْ لَوْ قَالَ يَا اَللّٰهُ إِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ إِنْ شَفَيْتَ مَرِيْضِیْ أَوْ نَحْوَهٗ أَنْ أُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ الَّذِيْنَ بِبَابِ السَّيِّدَةِ نَفِيْسَةَ أَوْ نَحْوَهَا أَوْ أَشْتَرِیَ حَصِيْرًا لِمَسْجِدِهَا أَوْ زَيْتًا لِوَقُوْدِهَا أَوْ دَرَاهِمَ لِمَنْ يَّقُوْمُ بِشَعَائِرِهَا مِمَّا يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعُ الْفُقَرَاءِ، وَالنَّذْرُ لِلّٰهِ

(الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۶، کتاب الصوم، الباب الاول)

ترجمہ: اور وہ نذر و منت جو اکثر عوام کی طرف سے اس طرح سے واقع ہوتی ہے کہ وہ بعض نیک لوگوں کی قبر کی طرف آتے ہیں، اور کپڑے کو اُٹھا کر کہتے ہیں کہ اے میرے فلاں سرکار! اگر آپ میری فلاں ضرورت پوری کر دیں، تو آپ کے لئے میری طرف سے مثلاً اتنا سونا (یا اتنا کھانا) ہوگا، یہ نذر بالاجماع باطل ہے (یعنی یہ نذر منعقد نہیں ہوتی، اور گناہ بھی لازم آتا ہے) البتہ اگر یہ کہے کہ اے اللہ! میں آپ کے لئے یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر آپ میرے مریض کو شفاء عطا فرمادیں، یا اسی طرح کا کوئی جملہ کہے، تو میں اُن غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا، جو کہ

(مثلاً) سیدہ نفیسہ یا کسی اور کے دروازے (وآستانے یا مزار) پر ہیں، یا میں اُن کی مسجد کے لئے چٹائی یا اس میں روشنی کے لئے تیل خریدوں گا، یا دراہم (وروپیہ پیسہ) دوں گا، اُن لوگوں کے لئے جو اس مسجد کے شعائر قائم کرتے ہیں، جس میں کہ غریبوں کا نفع ہو، اور نذر اللہ ہی کے لئے ہو (تو جائز ہے) (فتاویٰ ہندیہ)

معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لئے نذر ماننا باطل ہے، اس طرح کی نذر منعقد نہیں ہوتی، اور گناہ بھی لازم آتا ہے، البتہ اگر نذر اللہ کے لیے ہو، لیکن کھانا وغیرہ مخصوص مزار کے غرباء کو کھلانے وغیرہ کی نیت ہو، تو وہ منعقد ہو جاتی ہے۔

(6)......حنفیہ کی کتاب ''ردُالمحتار'' میں ایک مقام پر ہے کہ:

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ،رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ اھ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ :وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ، وَبَعْدَالْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ، وَاِتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِاَجْلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ، وَفِيْهَا مِنْ كِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ :وَاِنْ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اھ .وَاَطَالَ فِيْ ذَالِكَ الْمِعْرَاجُ، وَقَالَ:وَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَالِاَنَّهُمْ لَايُرِيْدُوْنَ بِهَا وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى اھ (ردالمحتار ج۲ص ۲۴۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة)

ترجمہ: اور میت کے گھر والوں کی طرف سے (لوگوں کی) کھانے کی ضیافت کا

انتظام کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے، نہ کہ غمی کے موقع پر، اور یہ بدترین بدعت ہے، امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ہم میت کے گھر میں جمع ہونے کو اور ان کے کھانا بنانے کو (جسے آج کل بعض علاقوں میں کڑوی روٹی کہا جاتا ہے) نوحے میں (جو کہ حرام ہے) شمار کیا کرتے تھے، اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ فوتگی کے پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتے کے بعد (یا اسی طرح کسی اور مخصوص دن میں) کھانا بنانا اور کھانے کو مخصوص دنوں میں قبر پر لے جانا، اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قرّاء کا ختم کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، یا سورہ انعام کی یا سورہ اخلاص وغیرہ کی قرائت کے لئے جمع ہونا (بھی مکروہ ہے) اور خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی قراءت کے وقت کھانے کے لئے طعام کا انتظام کرنا مکروہ ہے، اور فتاویٰ بزازیہ ہی کی کتابُ الاستحسان میں ہے کہ اگر (بغیر کسی دن کی پابندی کے) غریبوں کے لئے کھانا بنایا جائے، تو اچھا ہے، اور معراج نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ تمام کام نام ونمود اور ریاکاری کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے بچنا چاہئے، کیونکہ لوگوں کا ان کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں ہوتا (ردالمحتار)

(7)...... مالکیہ کی کتاب ''الفواکہ الدوانی'' میں ہے کہ:

(وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ) سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى بِشَيْءٍ كَسَرِقَةٍ أَوْ زِنًا أَوْ قَتْلٍ (فَلَا يَعْصِهٖ) بِالْوَفَاءِ بِنَذْرِهٖ لِلْإِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ ارْتِكَابِ الْمَعَاصِي (الفواكه الدواني، ج ۱، ص ۴۱۵، باب في الأيمان والنذور)

ترجمہ: اور جس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کسی نافرمانی کی نذر مانی، جیسے چوری یا زنا یا قتل کرنے کی تو وہ اپنی نذر کو پورا کرنے میں اللہ کی نافرمانی نہ کرے، کیونکہ اس پر

اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ گناہوں کا ارتکاب حرام ہے (فواکہ الدوانی)

(8)......شیخ محمد بن ابراہیم تویجری فرماتے ہیں کہ:

اَلنَّذْرُ عِبَادَۃٌ مِنَ الْعِبَادَاتِ ، فَلا یَجُوْزُ صَرْفُہٗ لِغَیْرِ اللّٰہِ ؛ لِأَنَّہٗ یَتَضَمَّنُ تَعْظِیْمَ الْمَنْذُوْرِ لَہٗ ، وَالتَّقَرُّبَ إِلَیْہِ بِالْمَنْذُوْرِ ، فَمَنْ نَذَرَ لِغَیْرِ اللّٰہِ مِنْ قَبْرٍ ، أَوْ صَنَمٍ ، أَوْ مَلَکٍ ، أَوْ نَبِیٍّ ، أَوْ وَلِیٍّ ، فَقَدْ أَشْرَکَ بِاللّٰہِ الشِّرْکَ الْأَکْبَرَ، وَارْتَکَبَ مُحَرَّمًا عَظِیْمًا، وَوَضَعَ الْعِبَادَۃَ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِھَا، وَصَرَفَھَا لِغَیْرِ مُسْتَحِقِّھَا، وَھُوَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَلْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَۃِ وَحْدَہٗ.

وَھٰذَا النَّذْرُ بَاطِلٌ یَحْرُمُ الْوَفَاءُ بِہٖ، وَلَا یَنْعَقِدُ.

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی(قُلْ إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ) لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

(موسوعة الفقه الإسلامی، لمحمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجری، ج۵،ص ۲۸۰، أحكام النذر، حكم النذر لغير الله)

ترجمہ: نذر، عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے، جس کو غیرُ اللہ کے لئے اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں نذر مانی ہوئی شخصیت کی تعظیم پائی جاتی ہے، اور اس کی طرف نذر مان کر تقرُّب حاصل کرنا پایا جاتا ہے، پس جس نے غیرُ اللہ کے لئے مثلاً کسی قبر، یا بُت یا فرشتہ، یا نبی، یا ولی کے لئے (اس کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے) نذر مانی، تو اس نے اللہ کے ساتھ شرکِ اکبر کیا، اور عظیم حرام کام کا ارتکاب کیا، اور اس نے عبادت کو غیر محل میں رکھا، اور غیر مستحق کی عبادت اختیار کی، جبکہ عبادت کا مستحق صرف اور تنہا اللہ عزوجل ہے، اور یہ نذر باطل ہے، جس کو پورا کرنا حرام ہے، اور یہ منعقد بھی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''آپ کہہ

دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میرا نسک (یعنی ہر طرح کی عبادت) اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اور میں پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہوں'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کی نذر حرام ہے، اور وہ منعقد بھی نہیں ہوتی، اور بعض صورتوں میں شرک بھی لازم آ جاتا ہے۔

(9)......شافعیہ کی اسنی المطالب نامی کتاب میں ہے کہ:

وَأَمَّا الْمَنْذُوْرُ الْمُشَاهَدُ الَّذِىْ يُبْنٰى عَلٰى قَبْرِ وَلِيٍّ أَوْ نَحْوِهٖ فَإِنْ قَصَدَ النَّاذِرُ بِذٰلِكَ التَّنْوِيْرَ عَلٰى مَنْ يَّسْكُنُ الْبُقْعَةَ أَوْ يَرِدُ إِلَيْهَا فَهُوَ نَوْعُ قُرْبَةٍ وَحُكْمُهُ مَا ذُكِرَ أَىْ اَلصِّحَّةُ، وَإِنْ قَصَدَ بِهِ الْإِيْقَادَ عَلَى الْقَبْرِ، وَلَوْ مَعَ قَصْدِ التَّنْوِيْرِ فَلَا، وَإِنْ قَصَدَ بِهٖ، وَهُوَ الْغَالِبُ مِنَ الْعَامَّةِ تَعْظِيْمَ الْبُقْعَةِ أَوِ الْقَبْرِ أَوِ التَّقَرُّبَ إِلٰى مَنْ دُفِنَ فِيْهَا أَوْ نُسِبَتْ إِلَيْهِ فَهٰذَا نَذْرٌ بَاطِلٌ غَيْرُ مُنْعَقِدٍ فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ لِهٰذِهِ الْأَمَاكِنِ خُصُوْصِيَّاتٍ لِأَنْفُسِهِمْ وَيَرَوْنَ أَنَّ النَّذْرَ لَهَا مِمَّا يَنْدَفِعُ بِهِ الْبَلَاءُ (اسنی المطالب فی شرح روضۃ الطالب، ج ۱ ص ۵۹۰، کتاب النذر، فصل فی مسائل المنثورۃ فی النذر)

ترجمہ: اور جو (تیل یا چراغ وغیرہ کی) نذر اُن زیارتوں (وآستانوں) کے لئے مانی گئی، جو کسی ولی وغیرہ کی قبر پر قائم ہیں، تو اگر نذر ماننے والے کا ارادہ اس بقعہ میں رہائش پذیر لوگوں یا وہاں آنے جانے والے کو روشنی پہنچانا ہو تو یہ ایک طرح کی عبادت ہے، اور اس کا حکم وہی ہے، جو ذکر کیا گیا، یعنی ایسی نذر صحیح ہے، اور اگر اس کا مقصود قبر پر روشنی کرنا ہے، اگرچہ لوگوں کو بھی روشنی پہنچانا مقصد ہے، تو نذر صحیح نہیں ہوگی، اور اگر اس نے اس حصہ کی تعظیم کا قصد کیا یا قبر کی تعظیم کا قصد کیا،

یااس کے تقرب کا قصد کیا، جوقبر میں دفن ہے، یا نذر کی اس کی طرف نسبت کی، جیسا کہ عام طور پر غالب ہے، تو یہ نذر باطل ہے، جو منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ اُن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان مقامات کی اُن کی ذات کے لئے کچھ خصوصیات ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی نذر ماننے سے بلائیں دفع ہوتی ہیں (اسنی المطالب)

(10)......علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّاذِرَ إِنْ قَصَدَ تَعْظِيمَ الْبُقْعَةِ أَوِ الْقَبرِ أَوِ التَّقَرُّبَ إِلٰى مَنْ دُفِنَ فِيهَا أَوْ مَنْ تُنْسَبُ إِلَيْهِ وَهُوَ الْغَالِبُ مِنَ الْعَامَّةِ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ لِهٰذِهِ الْأَمَاكِنِ خُصُوصِيَّاتٍ لِأَنْفُسِهِمْ وَيَرَوْنَ أَنَّ النَّذْرَ لَهَا مِمَّا يَنْدَفِعُ بِهِ الْبَلَاءُ فَلَا يَصِحُّ النَّذْرُ فِيْ صُوْرَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الصُّوَرِ لِأَنَّهُ لَمْ يُقْصَدْ بِهِ التَّقَرُّبُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى بِخِلَافِ مَا إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّصَدُّقَ عَلٰى مَنْ يَّسْكُنُ تِلْكَ الْبُقْعَةَ أَوْ مَنْ يَّرِدُ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ يَصِحُّ لِأَنَّ هٰذَا نَوْعُ قُرْبَةٍ (الفتاویٰ الفقهية الكبرىٰ لابنِ حجر الهيتمى، ج۴ص۲۶۸، باب النذر)

ترجمہ: نذر ماننے والے نے اگر بقعہ یا قبر کی تعظیم یا قبر میں مدفون یا اس جگہ کی طرف منسوب شخصیت کے تقرب کا قصد کیا ہے، اور عام لوگوں کی اکثریت ایسی ہی ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان مقامات کی ان کے لئے کچھ خصوصیات ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان مقامات کے لئے نذر ماننا بلاؤں کے دفع کرنے کا باعث ہے، تو ان صورتوں میں سے کسی صورت میں نذر صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس نذر سے مقصود، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے تقرب حاصل کرنے کا قصد نہیں ہے۔

برخلاف اس صورت کے، کہ جب نذر ماننے والا اس بقعہ میں رہنے والوں پر صدقہ کا ارادہ کرے، یا جو وہاں آتے ہیں، تو نذر صحیح ہوجائے گی، کیونکہ یہ ایک طرح کی عبادت ہے (فتاویٰ فقہیہ)

(11)......علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَإِنْ نَذَرَ الذِّبْحَ بِمَوْضِعٍ بِهٖ صَنَمٌ، أَوْ شَيْءٌ مِّنْ أَمْرِ الْكُفْرِ أَوِ الْمَعَاصِي، كَبُيُوتِ النَّارِ، أَوِ الْكَنَائِسِ وَالْبِيَعِ، وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ، لَمْ يَصِحَّ نَذْرُهُ (المغني لابن قدامة، ج۳، ص ۴۷۰، باب الفدية وجزاء الصيد، فصل إذا نذر هديا وأطلق)

ترجمہ: اور اگر ایسی جگہ جانور ذبح کرنے کی نذر مانی، جہاں بُت ہیں، یا کفر یا گناہوں والی کوئی بات پائی جاتی ہے، جیسا کہ آتش پرستی کے گھر، یا کنائس، یا گرجے یا ان کے مثل تو اس کی نذر صحیح نہیں ہوگی (المغنی)

مذکورہ عبارات کی تشریح بھی وہی ہے، جو پیچھے فتاویٰ ہندیہ کی عبارت کے ذیل میں گزری۔

(12)......علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَصْلٌ: وَأَمَّا النَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِسُكَّانِ الْقُبُوْرِ أَوِ الْعَاكِفِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ سَوَاءٌ كَانَتْ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ أَوِ الصَّالِحِيْنَ فَهُوَ نَذْرٌ حَرَامٌ بَاطِلٌ يُشْبِهُ النَّذْرَ لِلْأَوْثَانِ سَوَاءٌ كَانَ نَذْرَ زَيْتٍ أَوْ شَمْعٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ، وَقَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، يُحَذِّرُ مَا فَعَلُوْا، وَقَالَ: إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ مِنْ بَعْدِيْ. [1]

[1] عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور .وفي الباب عن ابن عباس، وحسان بن ثابت :.هذا حديث حسن صحيح(سنن الترمذي، رقم الحديث ۱۰۵۶)

عن ابن عباس قال :لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور، والمتخذين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَقَدْ اِتَّفَقَ أَئِمَّةُ الدِّيْنِ عَلٰى أَنَّهُ لَا يُشْرَعُ بِنَاءُ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ، وَلَا أَنْ تُعَلَّقَ عَلَيْهَا السُّتُوْرُ، وَلَا أَنْ يُّنْذَرَ لَهَا النُّذُوْرُ، وَلَا أَنْ يُّوْضَعَ عِنْدَهَا الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ.

بَلْ حُكْمُ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ أَنْ تُصْرَفَ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا مُسْتَحِقٌّ مُعَيَّنٌ.

وَيَجِبُ هَدْمُ كُلِّ مَسْجِدٍ بُنِيَ عَلٰى قَبْرٍ كَائِنًا مَنْ كَانَ الْمَيِّتُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَكْبَرِ أَسْبَابِ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوْا كَثِيْراً.

وَقَالَ طَائِفَةٌ مِّنَ السَّلَفِ: هٰذِهِ أَسْمَاءُ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ لَمَّا مَاتُوْا عَكَفُوْا عَلٰى قُبُوْرِهِمْ ثُمَّ عَبَدُوْهُمْ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليها المساجد والسرج، وفى الباب عن أبى هريرة، وعائشة:حديث ابن عباس حديث حسن(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٢٠)

عائشة، وعبد الله بن عباس رضى الله عنهم، قالا :لما نزل برسول الله صلى الله عليه وسلم، طفق يطرح خميصة له على وجهه، فإذا اغتم كشفها عن وجهه، وهو كذلك يقول :لعنة الله على اليهود، والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا(بخارى، رقم الحديث ٤٤٤٣)

عن عبد الله بن الحارث النجرانى، قال :حدثنى جندب، قال :سمعت النبى صلى الله عليه وسلم قبل أن يموت بخمس، وهو يقول :إنى أبرأ إلى الله أن يكون لى منكم خليل، فإن الله تعالى قد اتخذنى خليلا، كما اتخذ إبراهيم خليلا، ولو كنت متخذا من أمتى خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا، ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد، إنى أنهاكم عن ذلك(مسلم ،رقم الحديث ٥٣٢ "٢٣")

عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم " :اللهم لا تجعل قبرى وثنا، لعن الله قوما اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "(مسند احمد، رقم الحديث ٧٣٥٨)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى(حاشية مسند احمد)

وَمَنْ نَذَرَ لَهَا نَذْرًا لَمْ يَجُزْ لَهُ الْوَفَاءُ لِمَا ثَبَتَ فِي الصِّحَاحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهُ وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ ،وَلِمَا رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَّةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ .

وَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ لَّا يُوْجِبُ عَلَيْهِ الْإِسْتِغْفَارَ وَالتَّوْبَةَ.

وَمِنَ الْحَسَنِ أَنْ يَّصْرِفَ مَا نَذَرَهُ فِيْ نَظِيْرٍ مِّنَ الْمَشْرُوْعِ مِثْلَ أَنْ يَّصْرِفَ الدُّهْنَ إِلٰى تَنْوِيْرِ الْمَسَاجِدِ وَالنَّفْقَةِ إِلٰى صَالِحَةِ فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ أَقَارِبِ الشَّيْخِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، وَهٰذَا الْحُكْمُ عَامٌّ فِيْ قَبْرِ نَفِيْسَةَ وَمَنْ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ نَفِيْسَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ مِثْلِ قَبْرِ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَغَيْرِهِمَا بِالْبَصْرَةِ وَقَبْرِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ وَغَيْرِهٖ بِالْعِرَاقِ وَالْمُشَاهَدِ الْمَنْسُوْبَةِ إِلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْحُسَيْنِ وَمُوْسٰى وَجَعْفَرَ وَقَبْرِ مِثْلِ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَغَيْرِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (مجموعة الرسائل والمسائل،لا بن تيمية، ج ١ ،ص ٥٣ الىٰ ٥٥،أهل الصفة وأباطيل بعض الصوفية المتصوفة فيهم وفى الأولياء وأصنافهم والدعاوى فيهم)

ترجمہ: فصل: اور قبروں کے لئے نذر ماننا یا قبروں پر رہائش پذیر لوگوں کے لئے یا قبروں پر مقیم لوگوں (یعنی مجاوِروں وغیرہ) کے لئے نذر ماننا، خواہ وہ نبیوں کی قبریں ہوں، یا صالحین کی قبریں ہوں، تو یہ نذر حرام ہے، باطل ہے، جو کہ بتوں کے لئے نذر ماننے کے مشابہ ہے، خواہ وہ نذر تیل کی ہو یا چراغ کی ہو، یا اس کے علاوہ (کسی اور چیز مثلاً چادر وغیرہ) کی ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو، قبر کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر، اور قبروں پر مساجد اور

چراغ قائم کرنے والوں پر، اور فرمایا کہ اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا، جو انہوں نے کیا، اس سے بچا جائے، اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مساجد بنایا کرتے تھے، تو تم قبروں کو مساجد نہ بنانا، پس بے شک میں نے تمہیں اس سے منع کردیا، اور فرمایا کہ اے اللہ! میری قبر کو بت مت بنانا، جس کی میرے بعد عبادت کی جائے۔

اور ائمۂ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں پر مساجد کی تعمیر مشروع و جائز نہیں، اور نہ یہ بات جائز ہے کہ ان پر کپڑے لٹکائے جائیں، اور نہ یہ بات جائز ہے کہ ان قبروں کے لئے نذریں و منتیں مانی جائیں، اور نہ یہ بات جائز ہے کہ ان کے پاس سونا اور چاندی رکھا جائے۔

بلکہ ان مالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو مصالحِ مسلمین میں خرچ کیا جائے، جبکہ ان کا کوئی متعین مستحق (مقرر) نہ (کیا گیا) ہو۔

اور جس میت کی قبر پر بھی کوئی مسجد بنائی گئی ہو، تو واجب ہے کہ اسے منہدم کیا جائے، خواہ وہ کسی کی بھی قبر ہو، کیونکہ یہ بتوں کی عبادت کے بڑے اسباب میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

انہوں نے (اپنے پیروکاروں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا ''وُدّ'' کو اور نہ ''سُواع'' کو اور نہ ''یغوث'' کو اور نہ ''یعوق'' کو اور نہ ''نسر'' کو، اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا۔

اور سلف کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ نیک صالح لوگوں کے نام تھے، جب وہ فوت ہوگئے، تو یہ (ان کے عقیدت مند) ان کی قبروں پر ٹھہر گئے، پھر ان کی عبادت کرنے لگے۔

اور جس نے ان قبروں کے لئے کوئی نذر مانی، تو اس کو اس نذر کا پورا کرنا جائز

نہیں، کیونکہ صحاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری (یعنی عبادت ونیک کام) کی نذر مانی، تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کو پورا کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی (وگناہ) کی نذر مانی، تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے، اور اس پر قسم کا کفارہ بھی واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں نذر ومنت نہیں ہے، اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔

اور بعض علماء اس پر استغفار اور توبہ کو واجب قرار نہیں دیتے (کیونکہ اس طرح کی نذر ان کے نزدیک باطل ہے، اور اس کی طرف سے کفارہ کافی ہے)

اور مستحسن یہ ہے کہ جس مال کی نذر مانی، اسے مشروع مصارف میں خرچ کردے مثلاً تیل کو مساجد میں روشنی کے لئے خرچ کردے، اور مومن صالح فقیروں کے اخراجات میں خرچ کردے، اگرچہ وہ شیخ کے رشتہ دار ہوں، اور اس کے مثل کسی اور کارِ خیر (مثلاً مسلمانوں کی مصلحت والے کاموں) میں صرف کردے، اور یہ حکم عام ہے ہر قبر کے بارے میں چاہے وہ نفیسہ، یا اس سے بھی اعلیٰ کوئی اور ہو، اور کسی صحابی کی مثلاً حضرت طلحہ اور زبیر وغیرہ کی بصرہ میں قبر، اور سلمان فارسی وغیرہ کی عراق میں قبر، اور وہ مشاہد (وزیارت گاہیں) جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین اور موسیٰ اور جعفر کی طرف منسوب ہیں، اور مثلاً معروف کرخی اور احمد بن حنبل وغیرہ رضی اللہ عنہم کی قبریں (مجموعہ رسائل ومسائل ابنِ تیمیہ)

معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ اور صاحبِ قبر کے لئے منت ماننا حرام اور باطل ہے۔

(13)......علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

فَصلٌ: وَكَذٰلِكَ النَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ أَوْ لِلشَّيْخِ فُلَانٍ، أَوْ فُلَانٍ، أَوْ فُلَانٍ، أَوْ لِبَعْضِ

أَهْلِ الْبَيْتِ، أَوْ غَيْرِهِمْ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجِبُ الْوَفَاءُ بِهٖ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّيْنِ بَلْ وَلَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ، فَإِنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ، وَفِي السُّنَنِ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ . فَقَدْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّبْنِيْ عَلَى الْقُبُوْرِ الْمَسَاجِدَ وَيُسْرِجُ فِيْهَا السُّرُجَ، كَالْقَنَادِيْلِ، وَالشَّمْعِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَإِذَا كَانَ هٰذَا مَلْعُوْنًا فَالَّذِيْ يَضَعُ فِيْهَا قَنَادِيْلَ الذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَشَمْعِدَانَ الذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْقُبُوْرِ أَوْلٰى بِاللَّعْنَةِ، فَمَنْ نَذَرَ زَيْتًا أَوْ شَمْعًا، أَوْ ذَهَبًا، أَوْ فِضَّةً، أَوْ سِتْرًا، أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ لِيَجْعَلَ عِنْدَ قَبْرِ نَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، أَوْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ، أَوِ الْقَرَابَةِ، أَوِ الْمَشَايِخِ، فَهُوَ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَهَلْ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ فِيْهِ قَوْلَانِ لِلْعُلَمَاءِ، وَإِنْ تَصَدَّقَ بِمَا نَذَرَهٗ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ الْفُقَرَاءِ الصَّالِحِيْنَ، كَانَ خَيْرًا لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعَ لَهٗ (الفتاوی الکبری لابن تیمیة، ج ۲، ص ۴۴۸، فصل الأشجار والأحجار والعیون التی ینذر لها بعض العامة)

ترجمہ: فصل: اوراسی طریقہ سے قبروں کے لئے نذر ماننا، یا قبر والوں میں سے کسی کے لئے نذر ماننا، جیسے ابراہیم خلیل یا فلاں شیخ یا فلاں فلاں کے لئے نذر ماننا، یا بعض اہلِ بیت (مثلاً ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کے لئے نذر ماننا، یا ان کے علاوہ کسی اور کے لئے نذر ماننا، یہ نذرِ معصیت ہے، جس کا پورا کرنا ائمۂ دین کے اتفاق سے واجب نہیں، بلکہ اس نذر کو پورا کرنا

جائز بھی نہیں ہے، کیونکہ صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت (وعبادت) کی نذر مانی، تو اسے چاہئے کہ اطاعت کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی (وگناہ) کی نذر مانی، تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے، اور سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر، اور ان پر مساجد اور چراغ نصب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر مساجد بنانے والے پر اور ان پر چراغ جلانے والے پر جیسا کہ قندیلیں اور شمعیں اور ان کے علاوہ (دوسری چیزیں نصب کرنے والوں) پر لعنت فرمائی، اور جب یہ ملعون عمل ہے، تو جو قبروں میں سونے اور چاندی کی قندیلیں رکھے، اور سونے اور چاندی کے شمع دان رکھے، اور ان چیزوں کو قبروں کے قریب رکھے، تو وہ بدرجۂ اولیٰ لعنت کا مستحق ہے، پس جس نے تیل کی یا شمع کی یا سونے کی یا چاندی کی یا کپڑے کی، یا اس کے علاوہ کی نذر مانی کہ وہ نبیوں میں سے کسی نبی کی قبر کے قریب رکھے گا، یا کسی صحابی یا کسی عزیز یا بزرگوں میں سے کسی بزرگ کی قبر کے قریب رکھے گا، تو یہ نذرِ معصیت ہے، جس کو پورا کرنا جائز نہیں، اور کیا اس پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا، اس میں علماء کے دو قول ہیں، اور اگر نذر مانے ہوئے مال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور دوسرے نیک صالح فقرائے مستحقین پر خرچ کردے، تو یہ اس کے لئے عنداللہ خیر اور زیادہ نفع کا باعث ہے (الفتاویٰ الکبریٰ)

معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ، نبی، ولی و بزرگ وغیرہ کے لئے منت ماننا حرام اور گناہ ہے۔

(14)......ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَمِثْلُ مَا يَنْذُرُ الْجُهَّالُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِعَيْنِ مَاءٍ أَوْ بِئْرٍ مِنَ الْآبَارِ أَوْ قَنَاةٍ

مَاءٍ أَوْ مَغَارَةٍ أَوْ حَجرٍ أَوْ شَجرَةٍ مِّنَ الْأَشْجَارِ أَوْ قَبْرٍ مِّنَ الْقُبُوْرِ وَإِنْ كَانَ قَبْرَ نَبِيّ أَوْ رَجُلٍ صَالِحٍ، أَوْ يَنْذُرُوْنَ زَيْتًا أَوْ شَمْعًا أَوْ كِسْوَةً أَوْ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً لِبَعْضِ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ،فَإِنَّ هٰذَا كُلَّهُ نَذْرُ مَعْصِيَّةٍ لَا يُوَفّٰى بِهٖ،لٰكِنْ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ يَّقُوْلُ:عَلٰى صَاحِبِهٖ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ، لِمَا رَوٰى أَهْلُ السُّنَنِ عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَّةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ،وَفِي الصَّحِيْحِ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ.

وَإِذَا صُرِفَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَنْذُوْرِ شَيْءٌ فِيْ قُرْبَةٍ مِّنَ الْقُرُبَاتِ الْمَشْرُوْعَةِ كَانَ حَسَنًا، مِثْلَ أَنْ يَّصْرِفَ الدُّهْنَ إِلٰى تَنْوِيْرِ بُيُوْتِ اللّٰه، وَيَصْرِفَ الْمَالَ وَالْكِسْوَةَ إِلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ آلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَفِيْ سَائِرِ الْمَصَالِحِ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا وَرَسُوْلُهُ (جامع المسائل،لابن تيمية،ج٣،ص١٠٩،لايجوز الوفاء بنذر المعصية)

ترجمہ: اوراسی کے مثل وہ نذر ہے، جو مسلمان جہلاء پانی کے چشمہ یا کنویں یا پانی کے کسی سیل، یا کسی غار یا پتھر یا درختوں میں سے کسی درخت یا قبروں میں سے کسی قبر کے لئے ،خواہ وہ نبی کی قبر ہو، یا نیک صالح آدمی کی قبر ہو، کے لئے مانتے ہیں، یا وہ تیل کی یا چراغ کی یا کپڑے کی، یا سونے کی یا چاندی کی، ان میں سے کسی چیز کے لئے نذر مانتے ہیں، تو یہ سب نذرِ معصیت (یعنی گناہ والی نذریں) ہیں، جنہیں پورا نہیں کیا جائے گا، لیکن بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ایسی نذر ماننے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہے، کیونکہ اہلِ سنن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ گناہ میں نذر نہیں ہے، اوراس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اور صحیح میں یہ روایت ہے کہ نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

اور اگر اس نذر مانے ہوئے مال میں سے کوئی چیز مشروع قربتوں (یعنی شریعت کے بتلائے ہوئے راستوں) میں سے کسی قربت میں خرچ کردی جائے، تو یہ مستحسن ہے، مثلاً یہ کہ تیل کو اللہ کے گھروں (مساجد) کی روشنی کے لئے خرچ کرے، اور مال اور کپڑے کو مسلمان مستحقین کی طرف خرچ کرے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہوں، اور تمام مومنین میں سے، اور ان تمام مصالح میں خرچ کرے، جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے (جامع المسائل)

(15)......علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا نَذَرَ طَعَامًا مِّنَ الْخُبْزِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلْحِيْتَانِ الَّتِىْ فِىْ تِلْكَ الْعَيْنِ، أَوِ الْبِئْرِ وَكَذٰلِكَ إِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلسَّدَنَةِ، أَوِ الْمُجَاوِرِيْنَ الْعَاكِفِيْنَ بِتِلْكَ الْبُقْعَةِ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ السَّدَنَةَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ السَّدَنَةِ الَّتِىْ كَانَتْ لِلَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةٍ، يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمُجَاوِرُوْنَ هُنَاكَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ الْعَاكِفِيْنَ الَّذِيْن قَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ إِمَامُ الْحُنَفَاءِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِىْ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ)وَقَالَ (أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ،أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُوْنَ ،فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ)وَالَّذِيْنَ أَتَى عَلَيْهِمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْمُهٗ كَمَا قَالَ تَعَالٰى(وَجَاوَزْنَا بِبَنِىْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ) فَالنَّذْرُ لِأُولٰئِكَ السَّدَنَةِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ فِىْ هٰذِهِ الْبُقَاعِ الَّتِىْ لَا فَضْلَ فِى الشَّرِيْعَةِ لِلْمُجَاوِرِ بِهَا، نَذْرُ مَعْصِيَةٍ، وَفِيْهِ شِبْهٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَةِ الصِّلْبَانِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا، أَوْ لِسَدَنَةِ الْأَنْدَادِ الَّتِىْ بِالْهِنْدِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا (اقتضاء الصراط المستقيم -لابن

تیمیة، ج ۲، ص ۱۵۸، ۱۵۹، فصل فی أنواع الأعیاد المکانیة، النوع الأول مکان لا خصوص له فی الشریعة)

ترجمہ: اور جب روٹی یا دوسرے کسی کھانے کی نذر مانی، مچھلیوں کے لئے جو اس چشمہ یا کنویں میں ہیں، اور اسی طریقہ سے جب کسی مال نقدی وغیرہ کی نذر، خدام کے لئے یا ان مجاوروں کے لئے مانی جو اس جگہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں، کیونکہ ان خدام (ومجاوِروں) کو ان خدام سے مشابہت حاصل ہے، جو لات اور عُزّٰی اور منات (نام کے بتوں) کے لئے تھے، جو لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے تھے، اور اللہ کے راستہ سے روکتے تھے، اور اس حصہ میں جو مجاوِر ہیں، انہیں ان عاکفین سے مشابہت حاصل ہے، جن کو ابراہیم خلیل ''حنفاء'' کے امام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''یہ بت کیا ہیں، جن کے لئے تم ٹھہرے ہوئے ہو'' اور فرمایا تھا کہ ''کیا تم کو کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو، تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے ربُّ العالمین کے'' اور وہ لوگ جن کے پاس موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم آئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرادیا، پھر وہ ایک قوم کے پاس آئے، جو اپنے بتوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے'' پس ان خدّام اور ان مقامات پر مجاوروں کے لئے نذر ماننا، کہ شریعت میں اس طرح کا مجاور بننے کی کوئی فضیلت نہیں، یہ نذرِ معصیت ہے، اور اس میں صلیبیوں کے خدّام اور ان کے مجاوروں کے ساتھ یا اُن بتوں کے خدّام کے پاس، جو ہند میں ہیں، اور ان کے مجاوروں کے لئے نذر ماننے کے ساتھ مشابہت ہے (اقتضاء)

علامہ ابنِ تیمیہ کی اس مدلّل عبارت سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لئے نذر ماننا حرام ہے۔

(16)......شیخ محمد بن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَنَذْرُهٗ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَنَذْرِهٖ لِشَيْخٍ مُعَيَّنٍ حَيٍّ لِلِاسْتِعَانَةِ وَقَضَاءِ الْحَاجَةِ مِنْهُ كَحَلِفِهٖ بِغَيْرِهٖ، وَقَالَ غَيْرُهٗ: هُوَ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ (كتاب الفروع، لمحمد بن مفلح، ج ١١، ص ٧٨، كتاب الأيمان)

ترجمہ: اور غیرُ اللّٰہ تعالیٰ کے لئے نذر ماننا، جیسا کہ کسی زندہ معیَّن شیخ (وبزرگ) کے لئے نذر ماننا، اس سے استعانت حاصل کرنے، اور اس سے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے اس طرح ہے، جیسا کہ غیرُ اللہ کی قسم کھانا، اور بعض نے فرمایا کہ یہ نذرِ معصیت ہے (کتاب الفروع)

معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کی نذر گناہ ہے، اور اس طرح کی نذر میں کفارہ واجب ہونے نہ ہونے میں دو قول ہیں، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

(17)......شیخ محمد بن صالح عثیمین فرماتے ہیں کہ:

اَلنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ مِثْلُ أَنْ يَّقُوْلَ: لِفُلَانٍ عَلَيَّ نَذْرٌ، أَوْ لِهٰذَا الْقَبْرِ عَلَيَّ نَذْرٌ، أَوْ لِجِبْرِيْلَ عَلَيَّ نَذْرٌ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ التَّقَرُّبَ إِلَيْهِمْ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ.

وَالْفَرْقُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَعْصِيَةِ: أَنَّ النَّذْرَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَيْسَ لِلّٰهِ أَصْلًا، وَنَذْرُ الْمَعْصِيَةِ لِلّٰهِ، وَلٰكِنَّهٗ عَلٰى مَعْصِيَةٍ مِّنْ مَعَاصِيْهِ، مِثْلُ أَنْ يَّقُوْلَ: لِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌ أَنْ أَفْعَلَ كَذَا وَكَذَا مِنْ مَعَاصِي اللّٰهِ؛ فَيَكُوْنُ النَّذْرُ وَالْمَنْذُوْرُ مَعْصِيَةً، وَنَظِيْرُ هٰذَا الْحَلْفُ بِاللّٰهِ عَلٰى شَيْءٍ مُّحَرَّمٍ، وَالْحَلْفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ؛ فَالْحَلْفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ مِثْلِ: وَالنَّبِيِّ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا، وَنَظِيْرُهٗ اَلنَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَالْحَلْفُ بِاللّٰهِ عَلٰى مُحَرَّمٍ؛ مِثْلِ: وَاللّٰهِ؛ لَأَسْرِقَنَّ، وَنَظِيْرُهٗ نَذْرُ الْمَعْصِيَةِ، وَحُكْمُ النَّذْرِ لِغَيْرِ اللّٰهِ شِرْكٌ؛ لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ لِلْمَنْذُوْرِ لَهٗ، وَإِذَا كَانَ عِبَادَةً؛ فَقَدْ صَرَفَهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ فَيَكُوْنُ مُشْرِكًا.

وَهٰذَا النَّذْرُ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَا يَنْعَقِدُ إِطْلَاقًا ، وَلَا تَجِبُ فِيْهِ كَفَّارَةٌ ، بَلْ هُوَ شِرْكٌ تَجِبُ التَّوْبَةُ مِنْهُ ؛ كَالْحَلْفِ بِغَيْرِ اللّٰهِ ؛ فَلَا يَنْعَقِدُ ، وَلَيْسَ فِيْهِ كَفَّارَةٌ .

وَأَمَّا نَذْرُ الْمَعْصِيَةِ ؛ فَيَنْعَقِدُ ، لٰكِنْ لَّا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ ، وَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ ؛ كَالْحَلْفِ بِاللّٰهِ عَلَى الْمُحَرَّمِ يَنْعَقِدُ، وَفِيْهِ كَفَّارَةٌ (مجموع فتاوی ورسائل فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثیمین، ج۹،ص۲۳۸، کتاب التوحید)

ترجمہ: غیرُ اللہ کے لئے نذر ماننا مثلاً اس طرح کہنا کہ فلانے (بزرگ وغیرہ) کے لئے مجھ پرنذر ہے، یااس قبر(یاصاحبِ قبر) کے لئے مجھ پرنذر ہے، یاجبریل کے لئے مجھ پرنذر ہے، جس سے اس کا ارادہ ان شخصیات کی طرف تقرب حاصل کرنا ہو، اوراس جیسی کوئی غرض ہو۔

اوراس طرح کی نذر اور معصیت کے درمیان فرق یہ ہے کہ غیرُ اللہ کے لئے نذر بالکل بھی اللہ کے لئے نہیں ہوتی، اورنذرِ معصیت اللہ کے لئے ہوتی ہے، لیکن وہ گناہوں میں سے کسی گناہ کے طریقہ پرہوتی ہے، مثلاً کوئی یہ کہے کہ اللہ کے لئے مجھ پرنذر ہے اگر میں اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں سے فلاں فلاں کام کروں، تو نذر ماننا اور منذور(یعنی نذر مانا ہوا کام کرنا) معصیت (وگناہ) ہوگا، اوراس کی نظیر کسی حرام چیز پراللہ کی قسم کھانا اورغیرُ اللہ کی قسم کھانا ہے، پس غیرُ اللہ کی قسم تو یہ ہے کہ مثلاً نبی کی قسم میں ضرور ایسا ویسا کروں گا، اسی طرح غیرُ اللہ کی نذر ماننا ہے، اورحرام کام پراللہ کی قسم اٹھانا مثلاً اللہ کی قسم میں ضرور چوری کروں گا، اسی طرح نذرِ معصیت ہے، اورغیرُ اللہ کی نذر کا حکم شرک ہے، کیونکہ یہ منذور لہٗ کی عبادت ہے، اور جب یہ عبادت ہے، تو اس نے اس کو غیرُ اللہ کے لئے پھیر دیا، تو وہ مشرک ہوگا۔

اورغیرُ اللہ کی یہ نذر بالکل بھی منعقدنہیں ہوتی، اوراس میں کوئی کفارہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ یہ شرک ہے، جس سے توبہ واجب ہے، جیسا کہ غیرُ اللہ کی قسم اٹھانا، پس یہ قسم منعقدنہیں ہوتی، اوراس میں کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

جہاں تک نذرِ معصیت (یعنی گناہ والی نذر) کا تعلق ہے، پس وہ منعقدتو ہوجاتی ہے، لیکن اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہوتا، اوراس پرقسم کا کفارہ ہوتا ہے، جیسا کہ حرام کام پراللہ کی قسم اٹھانا، جوکہ منعقد ہوجاتی ہے، اوراس میں کفارہ واجب ہوتا ہے

(مجموع فتاویٰ ورسائل)

اس سے معلوم ہوا کہ اگراللہ کے بجائے غیرُ اللہ کے لئے نذر مانی جائے، تو وہ حرام اور باطل ہے، اوراس پرکوئی کفارہ وغیرہ واجب نہیں۔

مثلاً کوئی اس طرح کی نذرومنت مانے کہ وہ فلاں نبی یا ولی یا مزار کے مجاور کوخوش کرنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرے گا یا کھانا تیار کرے گا، تو یہ نذرومنت ماننا ہی بذاتِ خود گناہ اورایک طرح سے غیرُ اللہ کی عبادت کرنا ہے۔

اوراگرکوئی اپنے عقیدہ سے غیراللہ کوعبادت کا مستحق سمجھے، یا اس نیت کے ساتھ غیراللہ کے لئے عبادت کرے، تو یہ کفروشرک ہے۔

مگر چونکہ اس قسم کے افعال کرنے والوں کے افعال واقوال میں تاویلیں ہوسکتی ہیں، اس لئے ان سب کو (علی الاطلاق اور علی العموم) صریح کافر نہ کہا جاوے گا، مگراس میں شک نہیں کہ خوف اندیشۂ کفر کا ہے (امداد المفتین، ص179، کتاب السنۃ والبدعۃ) [1]

---

[1] امداد الاحکام میں ہے کہ:

مشرکینِ عرب جواصنام کی عبادت کرتے تھے، اورقبر پرست مسلمان، جوقبروں اورتعزیوں کوسجدہ کرتے ہیں، دونوں میں فرق ہے، مشرکینِ عرب ان کوشریک فی الالوہیت کرتے تھے، اورزبان سے بھی ان کوشریکِ خدائی کہتے تھے" دل علیہ قولہ تعالیٰ: وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا . وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ . وقال تعالیٰ: ویجعلون لہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی یہ نذر و منت مانے کہ وہ فلاں نبی یا ولی کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی یا صدقہ وخیرات کرے گا، صدقہ وخیرات کے لیے کسی مزار وغیرہ کے غرباء وفقراء کو کھلائے گا، تو اس طرح کی نذر و منت ماننا معتبر ہے، کیونکہ اس صورت میں قربانی یا صدقہ وخیرات کی عبادت اصل اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہے، اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچانا مقصود ہے، بشرطیکہ غیرُ اللہ کا تقرب پیشِ نظر نہ ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

انـدادا ’’ وغیر ذلک من الایات، اور گو وہ لوگ اس میں تاویلیں کرتے تھے، مگر اسی کے ساتھ کلمۂ توحید سے متوحش بھی ہوتے تھے، اور کہتے تھے کہ’’ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ‘‘ اور طواف میں کہتے تھے ’’لَبَّيْکَ لَا شَرِيکَ لَکَ، إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَکَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَکَ (صحیح مسلم) ‘‘اور قبر پرست یا تعزیہ پرست ایسے نہیں ہیں، نہ وہ کلمۂ توحید کے منکر ہیں، اور نہ وہ اس سے متوحش ہیں، بلکہ بلا استثناء خدا تعالیٰ کو معبودِ واحد کہتے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، اور ہنود اپنے دیوتاؤں کو شریکِ الوہیت مانتے ہیں، اور کلمۂ توحید سے منکر ومتوحش ہیں، جیسا کہ مشرکینِ عرب کی حالت اوپر معلوم ہوئی ہے، پس دونوں میں فرق یہ ہے کہ قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا شرک عملی ہے، جب تک کہ وہ اپنے کو مسلم وموحد کہتے رہیں، اور ہنود کا شرک اعتقادی وعملی دونوں سے مرکب ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ سجدہ غیرُ اللہ کو کرنا مطلقاً شرک نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں امارتِ شرک ہے، باقی حقیقتِ شرک وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوئی...... باقی قبروں اور تعزیوں کو سجدہ کرنا یہ علامت تکذیبِ شرع نہیں، کیونکہ کفار میں ان کی عبادات رائج نہیں، ہاں جس چیز کی عبادت کفار میں رائج ہے، اس کو سجدہ کرنا قضاء اَحکمِ کفر کو مستلزم ہوگا (امداد الاحکام، ج 1 ص 120، کتاب الایمان والعقائد، مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع دوم)

قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں میں جو لوگ اہلِ قبور یا تعزیہ کی نسبت تاثیرِ غیبی کے معتقد ہیں، وہ مشرک ہیں، اور جو محض ظاہری تعظیم کے طور پر ان کو سجدہ وغیرہ کرتے ہیں، اور ان کی تاثیر کے معتقد نہیں، وہ شرکِ عملی کی وجہ سے فاسق ہیں، کافر نہیں، اور حضرت شیخ نے اعتقادِ تاثیر وعدمِ اعتقاد تاثیر کے معیار کا یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اُس کی مقرب ہے، کچھ قدرتِ مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اُس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع یا ضرر پہنچانا مشیتِ جزئیۂ حق پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے پھر قدرتِ حق ہی غالب ہے، جیسے سلاطین اپنے نائبینِ حکام کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتے ہیں کہ اُن کا اجر اُس وقت سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا، گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا، سو یہ عقیدہ تو اعتقادِ تاثیر ہے، اور مشرکینِ عرب کا اپنے الٰہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا، اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرتِ مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں، مگر بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی نذر و منت تو اللہ ہی کے لئے مانے، لیکن گناہ کے کام کی نذر مانے، مثلاً اللہ کی رضا کے لئے قبر پر چراغ جلانے اور چادر چڑھانے کی یا اسی طرح کی کسی اور بدعت کی، تو ایسی نذر و منت ''نذرِ معصیت'' یعنی گناہ کے کام کی نذر و منت کہلاتی ہے، جس کو پورا کرنا جائز نہیں ہوتا، البتہ بعض حضرات کے نزدیک اس کی خلاف ورزی پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ذبح بھی عبادت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے نذر مان کر کوئی جانور مختص کر دے، اور پھر غیر اللہ کا نام لے کر ذبح بھی کر دے، یا ذبح تو اللہ کے نام پر کرے، مگر نیت وہی غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی ہو تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا، کیونکہ جانور کو جب تک شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا جائے، اس وقت تک وہ حلال نہیں ہوتا، اور شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے لئے شرط

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ یہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں، پھر اُس سفارش کے بعد بھی ان کو نفع وضرر کا اختیار نہیں دیا جاتا، بلکہ حق تعالیٰ ہی نفع وضرر پہنچاتے ہیں، لیکن اس سفارش کے قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اس سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بالواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں، یہ عقیدۂ اعتقادِ تاثیر نہیں ہے، لیکن بلا دلیلِ شرعی بلکہ خلافِ دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیتِ اعتقادیہ ہے، اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیتِ عملیہ ہے، اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقاتِ شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے'' قال الشیخ اشرف علی: ھٰذا ما سنح لی. واللہ اعلم، ومن ھھنا لم یکفر مشائخنا واکابرنا عابدی القبور والساجدین لھا وامثالھم لحملھم حالتھم علی الصورۃ الثانیۃ دون الاولیٰ، وقرینتہٗ دعویٰ ھؤلاء الاسلام والتوحید والتبری من الشرک بخلاف مشرکی العرب والھند، فانھم یتوحشون من التوحید ومن نفی القدرۃ المستقلۃ عن الھتھم وقالوا جعل الالھۃ الھا واحد. واللہ اعلم''
13/صفر/1348ھ (امداد الاحکام، ج1ص122، 123)

مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے، اور تصرف بالاذن کا قائل ہونا شرکِ اکبر نہیں ہے (امداد الاحکام، ج1ص123)

وہ (یعنی حقیقی مشرکین) ایسے ہی اختیارات وتصرفات کے قائل تھے، جو کہ مقید بالاذن نہ ہوں (امداد الاحکام، ج1ص132)

ہے کہ اس کو مسلمان یا اہلِ کتاب، اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، اور جب اللہ کا نام نہیں لیا گیا، بلکہ غیر اللہ کا نام لیا گیا، تو یہ شرط نہیں پائی گئی، اور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے جانور ذبح کرنے میں نیت عبادت کی نہ رہنے کی وجہ سے ذبیحہ حلال نہیں کہلاتا، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

البتہ غیر اللہ کے نام پر اس طرح زندہ جانور کو نذرومنت مان کر صرف مختص کر دینے کی وجہ سے وہ جانور بذاتِ خود حرام نہیں ہوتا، لہٰذا اگر اس جانور کو وہی شخص اپنی گناہ والی نذر سے توبہ کر کے یا کوئی دوسرا مسلمان اللہ کے تقرب کے طور پر اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، تو یہ جانور حلال ہو جائے گا، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اگر جانور کے علاوہ کسی دوسری چیز مثلاً روپیہ پیسہ، کھانے وغیرہ کی غیرُ اللہ کے لئے نذر ہو، تو چونکہ یہ نذر منعقد و معتبر نہیں ہوتی، اور وہ چیز اپنی سابقہ حالت پر برقرار رہتی ہے، جس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس طرح جانور کے علاوہ کسی اور چیز کی غیرُ اللہ کے لئے نذرومنت ماننے کی وجہ سے وہ چیز بذاتِ خود حرام نہیں ہو جاتی، اور ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے، اگرچہ بعض حضرات اس صورت میں اس چیز کی حرمت کے قائل ہیں، جس کی تفصیل اگلی فصل میں آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مزار کے مجاوروں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر ماننا اور مزار کے غرباء پر خیرات وصدقہ کی نذر ماننا الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں، پہلی نذر باطل اور دوسری درست ہے، بشرطیکہ غیرُ اللہ کا تقرب پیشِ نظر نہ ہو۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 4)

غیرُ اللہ کے تقرب اور نذر والی چیز کی اباحت و حرمت

اگر جانور کے علاوہ کوئی دوسری چیز مثلاً کھانا، کپڑا، نقدی وغیرہ، غیرُ اللہ کے نام کی نذر و نیاز کے طور پر ہو، یا نذر مانے بغیر اس سے مقصود غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہو، نہ کہ کسی کو ایصالِ ثواب کرنا، تو کیا وہ چیز، کھانا، کپڑا وغیرہ بھی، غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نذر و منت ماننے یا کسی چیز کو اس نیت کے ساتھ کسی بت یا صاحبِ قبر کے نام کر دینے وغیرہ کے عمل سے ''ما اہل بہ لغیر اللہ'' کی طرح حرام ہو جاتی ہے؟ یا وہ چیز تو حرام نہیں ہوتی، بلکہ صرف ایسا فعل حرام ہوتا ہے، اس کی تحقیق ضروری ہے۔

کیونکہ آج کل یہ مسائل کثرت سے پیش آتے ہیں کہ مثلاً بہت سے ہندو اپنے عید و تہوار یا میلوں اور مندروں و گُردواروں کی مختلف عبادات کے مواقع پر لوگوں کو مختلف کھانے پینے کی اشیاء بھیجتے یا تقسیم کرتے یا لوگوں کو کھلاتے پلاتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس سے ان کا مقصود اپنے معبودانِ باطلہ اور بتوں کو خوش کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح بتوں کے نام پر مختلف اشیاء اور رقوم کا چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اور پھر یہ اشیاء وہاں کے مجاوِر اور پنڈت وغیرہ دوسرے لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں، یا استعمال کرنے کے لئے دے دیتے ہیں۔

اسی طرح بہت سے مزاروں پر مسلمان جہلاء چادریں اور دوسری اشیاء چڑھاتے ہیں، اور وہاں روپیہ، پیسہ بھی پیش کرتے ہیں، اور اس غرض کے لئے مختلف مزاروں پر پیسے ڈالنے کے لئے غلّے نصب ہوتے ہیں، پھر وہاں کے مجاور اور منتظمین ان اشیاء کو وہاں کے غریب غرباء، یا ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، یا وہاں کے خدمت گاروں کو معاوضہ میں دے دیتے

ہیں، یا خود استعمال کر لیتے ہیں، یا مزاروں وغیرہ کی تعمیر و مرمت وغیرہ پر خرچ کر دیتے ہیں، یا وہاں زائرین کی سہولیات کے لئے مختلف انتظامی امور پر صرَف کر دیتے ہیں، غرضیکہ اس رقم و اشیاء سے مختلف قسم کے معاملات و تصرفات کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں، جو مزارات پر کھانے تیار کراتے ہیں، یا مختلف کھانے تیار کر کے وہاں لے جاتے ہیں، اور ان مزارات پر بہت سے غریب غرباء اور مزدور لوگ وہ کھانا یا اشیاء استعمال کرتے ہیں۔

نیز بہت سے لوگ گیارہویں کے عنوان یا دس محرم یا بائیس رجب کو یا اسی طرح دوسرے مخصوص دنوں میں بزرگوں کی نذر و نیاز کے طور پر کھانے تیار کر کے لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں، اور اس طرح کے کھانوں کو بہت سے عوام کھاتے ہیں۔

اب اگر اس طرح کے سب کھانوں اور اشیاء و نقدی وغیرہ کو مُردار کی طرح حرام قرار دیا جائے، تو کھانے اور نقدی و دیگر اشیاء کا بہت بڑا حصہ ضائع کرنا لازم آتا ہے، ورنہ پھر بہت سے لوگوں کا حرام استعمال کرنا اور اس کے نتیجہ میں بے شمار معاملات و تصرفات کا فاسد بلکہ باطل ہونا لازم آتا ہے۔

اس لئے یہ مسائل اس دور کے کثیرُ الوقوع مسائل ہیں۔

اور ہم نے اس سے قبل اپنے بعض رسائل و مضامین میں بعض اہلِ علم حضرات کی عبارات کے پیشِ نظر اس طرح کے کھانے، مال و اشیاء کو ''مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ'' میں داخل مان کر مُردار کی طرح حرام قرار دیا تھا، جس کا امیر و غریب کسی کو بھی استعمال جائز نہیں۔

غیرُ اللہ کے تقرب اور نذر والی چیز کا بذاتِ خود حرام نہ ہونا

مگر اب دلائل میں غور کرنے سے اس موقف کا مرجوح ہونا معلوم ہوا، اور راجح یہ معلوم ہوا کہ اس طرح کی اشیاء سائبہ جانور کی طرح ہیں کہ وہ ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو کر حرام نہیں

ہوتیں، اور وہ بدستور مالک کی ملکیت میں رہتی ہیں، پھر اگر وہ ان چیزوں کو کارِ خیر میں صرف کردے، تو نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے، اور اگر وہ کسی متعین یا اُٹھانے والے شخص کو مالک بنادے، تو بھی وہ مالک ہوجاتا ہے، اور اگر مالک معلوم نہ ہو، اور وہ کسی کو مالک بھی نہ بنائے، تو اس کا مصرف غرباء وفقراء وغیرہ ہیں، جیسا کہ سائبہ کے بارے میں گزرا، البتہ جس طرزِ عمل سے غیرُ اللہ کی نذرونیاز میں تعاون لازم آتا ہو، تو وہ طرزِ عمل گناہ پر تعاون کی وجہ سے گناہ ہوگا، اور اگر اس طرح غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے غیرُ اللہ کے نام کی نذرومنت مانی جائے، تو وہ نذر منعقد ومعتبر نہیں ہوتی، اور اس کی خلاف ورزی پر گناہ بھی لازم نہیں آتا، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

(1)...... علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَصْلٌ: وَأَمَّا النَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِسُكَّانِ الْقُبُوْرِ أَوِ الْعَاكِفِيْنَ عَلَى الْقُبُوْرِ سَوَاءٌ كَانَتْ قُبُوْرُ الْأَنْبِيَاءِ أَوِ الصَّالِحِيْنَ فَهُوَ نَذْرٌ حَرَامٌ بَاطِلٌ (......وَبَعْدَ اسْطُرٍ......) **بَلْ حُكْمُ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ أَنْ تُصْرَفَ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا مُسْتَحِقٌّ مُعَيَّنٌ** (مجموعة الرسائل والمسائل، لابن تيمية، ج ۱، ص۵۳ الیٰ ۵۵، ملخصاً، أهل الصفة وأباطيل بعض الصوفية المتصوفة فيهم وفى الأولياء وأصنافهم والدعاوى فيهم)

ترجمہ: فصل: اور قبروں کے لئے نذر ماننا یا قبروں پر رہائش پذیر لوگوں کے لئے یا قبروں پر مقیم لوگوں (یعنی مجاوِروں وغیرہ) کے لئے نذر ماننا، خواہ وہ نبیوں کی قبریں ہوں، یا صالحین (ونیک لوگوں اور بزرگوں) کی قبریں ہوں، تو یہ نذر حرام ہے، باطل ہے (......اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ......) بلکہ ان (نذر مانے ہوئے) مالوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو مصالحِ مسلمین میں خرچ کیا جائے، جبکہ ان کا کوئی متعین مستحق نہ ہو (مجموعہ رسائل ومسائل ابنِ تیمیہ)

علامہ ابنِ تیمیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے لئے نذر ماننا حرام ہے، اور ایسی نذر باطل ہے، جو کہ منعقد نہیں ہوتی، اور اس طرح کی نذر ماننے کی وجہ سے وہ نذر مانا ہوا مال یعنی نذرانہ بذاتِ خود حرام نہیں ہو جاتا، اور اگر اس طرح کے مال کے مالک یا اس کے متعین کردہ مستحق معلوم نہ ہوں، تو اس مال کو مصالحِ مسلمین یعنی مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے۔

اور مصالحِ مسلمین پر خرچ کرنے کی اجازت سے معلوم ہوا کہ اس طرح کی نذر کا مال بذاتِ خود ''مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی طرح حرام نہیں ہو جاتا۔

(2)...... نیز علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَصْلٌ: وَكَذٰلِكَ النَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَحَدٍ مِّنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ أَوْ لِلشَّيْخِ فُلَانٍ، أَوْ فُلَانٍ، أَوْ فُلَانٍ، أَوْ لِبَعْضِ أَهْلِ الْبَيْتِ، أَوْ غَيْرِهِمْ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجِبُ الْوَفَاءُ بِهٖ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّيْنِ بَلْ وَلَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ(......وَبَعْدَ اَسْطُرٍ......) وَإِنْ تَصَدَّقَ بِمَا نَذَرَهٗ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ الْفُقَرَاءِ الصَّالِحِيْنَ، كَانَ خَيْرًا لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعَ لَهٗ (الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج ٢، ص ٤٤٧، ٤٤٨، ملخصاً، كتاب الذكر والدعاء، فصل الأشجار والأحجار والعيون التى ينذر لها بعض العامة)

ترجمہ: فصل: اور اسی طریقہ سے قبروں کے لئے نذر ماننا، یا قبر والوں میں سے کسی کے لئے نذر ماننا، جیسے ابراہیم خلیل یا فلاں شیخ یا فلاں فلاں کے لئے نذر ماننا، یا بعض اہلِ بیت (مثلاً ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہم) کے لئے نذر ماننا، یا ان کے علاوہ کسی اور (بزرگ) کے لئے نذر ماننا، یہ نذرِ معصیت (یعنی گناہ والی نذر) ہے، جس کا پورا کرنا ائمۂ دین کے اتفاق سے

واجب نہیں، بلکہ اس نذر کو پورا کرنا جائز بھی نہیں ہے (......اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ......) اور اگر نذر مانے ہوئے مال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور دوسرے نیک صالح فقرائے مستحقین پر خرچ کردے، تو یہ اس کے لئے عنداللہ خیر اور زیادہ نفع کا باعث ہے (الفتاویٰ الکبریٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں اور ولیوں کی قبروں کے لئے نذر ومنت ماننا جائز نہیں، اور ایسی نذر ومنت منعقد نہیں ہوتی، اور ایسے نذر مانے ہوئے مال کو نیک صالح فقراء پر خرچ کرنا باعثِ خیر ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کسی مال وکھانے وغیرہ کی نذر ماننے سے وہ مال وکھانا وغیرہ بذاتِ خود حرام نہیں ہوجاتا۔

(3)...... اور ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ قبروں اور قبر والوں کے لئے نذر مانے ہوئے مال کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا صُرِفَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَنْذُوْرِ شَيْءٌ فِيْ قُرْبَةٍ مِّنَ الْقُرُبَاتِ الْمَشْرُوْعَةِ كَانَ حَسَنًا، مِثْلَ أَنْ يَّصْرِفَ الدُّهْنَ إِلٰى تَنْوِيْرِ بُيُوْتِ اللّٰهِ، وَيَصْرِفَ الْمَالَ وَالْكِسْوَةَ إِلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ آلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَفِيْ سَائِرِ الْمَصَالِحِ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا وَرَسُوْلُهٗ (جامع المسائل، لابن تيمية، ج٣، ص١٠٩، لايجوز الوفاء بنذر المعصية)

ترجمہ: اور اگر اس (صاحبِ قبر اور درخت وپتھر یا کسی مقام کے لئے) نذر مانے ہوئے مال میں سے کوئی چیز مشروع عبادتوں میں سے کسی کارِ خیر میں خرچ کردی جائے، تو یہ مستحسن (اور اچھا عمل) ہے، مثلاً یہ کہ تیل کو اللہ کے گھروں (مساجد) کی روشنی کے لئے خرچ کرے، اور مال اور کپڑے کو مسلمان مستحقین کی طرف خرچ کرے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہوں، اور تمام

مومنین میں سے ہوں، اوران تمام مصالح میں خرچ کرے، جن کا اللہ اوراس کے رسول نے حکم دیا ہے (جامع المسائل)

علامہ ابنِ تیمیہ کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مالِ منذورلغیر اللہ بذاتِ خود حرام نہیں ہوجاتا، اسی وجہ سے اسے کارِخیر میں خرچ کرنا مستحسن اوراچھا عمل ہے۔

(4)......اورعلامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا نَذَرَ طَعَامًا مِّنَ الْخُبْزِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلْحِيْتَانِ الَّتِيْ فِيْ تِلْكَ الْعَيْنِ، أَوِ الْبِئْرِ وَكَذٰلِكَ إِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلسَّدَنَةِ، أَوِ الْمُجَاوِرِيْنَ الْعَاكِفِيْنَ بِتِلْكَ الْبُقْعَةِ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ السَّدَنَةَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ السَّدَنَةِ الَّتِيْ كَانَتْ لِلَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةٍ، يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمُجَاوِرُوْنَ هُنَاكَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ الْعَاكِفِيْنَ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ إِمَامُ الْحُنَفَاءِ ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ)وَقَالَ (أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُوْنَ،فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ)وَالَّذِيْنَ أَتٰى عَلَيْهِمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْمُهٗ كَمَا قَالَ تَعَالٰى(وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ) فَالنَّذْرُ لِأُولٰئِكَ السَّدَنَةِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ فِيْ هٰذِهِ الْبُقَاعِ الَّتِيْ لَا فَضْلَ فِي الشَّرِيْعَةِ لِلْمُجَاوِرِ بِهَا، نَذْرُ مَعْصِيَةٍ، وَفِيْهِ شِبْهٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَةِ الصُّلْبَانِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا، أَوْ لِسَدَنَةِ الْأَنْدَادِ الَّتِيْ بِالْهِنْدِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا.

ثُمَّ هٰذَا الْمَالُ الْمَنْذُوْرُ، إِذَا صَرَفَهٗ فِيْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلُ أَنْ يَّصْرِفَهٗ فِيْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوْ لِلصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، الَّذِيْنَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِالْمَالِ عَلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا

شَرِیْکَ لَهٗ كَانَ حَسَنًا (اقتضاء الصراط المستقیم -لابن تیمیة، ج۲،ص۱۵۸،۱۵۹،فصل فی أنواع الأعیاد المكانیة،النوع الأول مكان لا خصوص له فی الشریعة)

ترجمہ: اور جب روٹی یا دوسرے کسی کھانے کی نذر (ومنت) مانی، مچھلیوں کے لئے جو اس چشمہ یا کنویں میں ہیں، اور اسی طریقہ سے جب کسی مال نقدی وغیرہ کی نذر (مزاروں وغیرہ کے) خدام کے لئے یا ان مجاوروں کے لئے مانی جو اس جگہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں، کیونکہ ان (مقامات کے) خادموں کو ان خادموں سے مشابہت حاصل ہے، جو لات اور عُزّٰی اور منات (نام کے بتوں) کے لئے تھے، جو لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے تھے، اور اللہ کے راستہ سے روکتے تھے، اور ان مقامات میں جو مجاوِر ہیں، انہیں ان عاکفین سے بھی مشابہت حاصل ہے، جن کو ابراہیم خلیل، حنفاء کے امام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''یہ بت کیا ہیں، جن کے لئے تم ٹھہرے ہوئے ہو'' اور فرمایا تھا کہ ''کیا تم کو کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو، تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے ربُّ العالمین کے'' اور وہ لوگ جن کے پاس موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم آئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرادیا، پھر وہ ایک قوم کے پاس آئے، جو اپنے بتوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے'' پس ان خدّام اور ان مقامات پر مجاوروں کے لئے نذر ماننا، کہ شریعت میں اس طرح کا مجاور بننے کی کوئی فضیلت نہیں، یہ نذرِ معصیت ہے، اور اس میں صلیبیوں کے خدّام اور ان کے مجاوروں کے ساتھ یا اُن بتوں کے خدّام کے پاس، جو ہند میں ہیں، اور ان کے مجاوروں کے لئے نذر ماننے کے ساتھ مشابہت ہے۔

پھر اس نذر مانے ہوئے مال کو، اگر مشروع عبادت کی جنس میں خرچ کردے، مثلاً اس کو مساجد کی عمارت میں خرچ کردے، یا مسلمان، نیک صالح فقیروں میں خرچ

کردے، جواس مال سے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت میں مدد حاصل کریں، تو یہ مستحسن ہے (اقتضاء)

اس عبارت میں علامہ ابن تیمیہ نے قبروں وغیرہ کے لئے نذر ماننے کو نذرِ معصیت (یعنی گناہ والی نذر) قرار دیا ہے، اور ایسے منذور مال کو وجوہِ خیر مثلاً تعمیرِ مساجد، صالح فقراءِ مسلمین وغیرہ پر خرچ کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مالِ منذور لغیر اللہ بذاتِ خود حرام نہیں ہو جاتا۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ، علامہ ابنِ تیمیہ کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اپنے رسالہ ''البذر للخیر فی النذر للغیر'' میں فرماتے ہیں کہ:

فَهٰذَا بِظَاهِرِهٖ يُشْعِرُ بِاَنَّ هٰذَا النَّذْرَ لَايَحْرُمُ الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ بَلْ هُوَ مَعْصِيَةٌ بِنَفْسِهٖ ("البذر للخیر فی النذر للغیر"، سلسلہ النور، رمضان صفحہ ۲۲، مطبوعہ: تھانہ بھون)

ترجمہ: پس (علامہ ابنِ تیمیہ کی) اس عبارت کا ظاہر اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ (غیرُ اللہ کے لئے) نذر، مالِ منذور کو حرام نہیں کرتی، بلکہ خود یہ نذر اپنی ذات میں معصیت (وگناہ) ہے (البذر للخیر)

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنی مذکورہ عبارت میں باطل طریقہ سے مال کھانے اور اللہ کے راستے سے روکنے والوں کے ساتھ مشابہت قرار دی ہے، اور باطل طریقہ سے مال کھانے کا ذکر احبار ورھبان کے بارے میں قرآن مجید میں بھی آیا ہے، جو باطل طریقہ سے اور رشوت کے طور پر لوگوں کا مال کھاتے تھے۔ [1]

---

[1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ ۳۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور وہ اس طرح کہ وہ لوگوں سے کنیسوں کے نام پر ٹیکس اور مقررہ حصے وصول کیا کرتے تھے، اور لوگوں کو غلط احکام بتلا کر اور گناہ میں مبتلا کر کے مال وصول کیا کرتے تھے۔[1]

قبروں اور مزارات کے مجاوِروں کا اس طرح غیرُ اللہ کے تقرب کے عنوان سے اور اصحابِ قبور کے نام سے نذر کی وجہ سے ان کے مسائل حل ہونے، اور ان نذروں کے پورا کرنے کے ضروری قرار دینے کی وجہ سے لوگوں سے مال کا وصول کرنا اور اس پر جبر کرنا ظاہر ہے کہ باطل طریقہ سے مال کھانے اور ایک طرح سے رشوت میں داخل ہے، جس کی مزید تفصیل فتاویٰ خیریہ کے حوالہ سے آگے آتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مالِ منذور کو حرام قرار نہیں دیا، بلکہ وجوہِ خیر مثلاً عماراتِ مساجد میں اور فقرائے مسلمین پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے، جس سے معلوم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ . لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (سورة المائدة، رقم الآيات ٦٢، ٦١)

[1] والأحبار علماء اليهود .والرهبان مجتهدو النصارى فى العبادة ".بالباطل "قيل :إنهم كانوا يأخذون من أموال أتباعهم ضرائب وفروضا باسم الكنائس والبيع وغير ذلك، مما يوهمونهم أن النفقة فيه من الشرع والتزلف إلى الله تعالى، وهم خلال ذلك يحجبون تلك الأموال، كالذى ذكره سلمان الفارسي عن الراهب الذى استخرج كنزه، ذكره ابن إسحاق فى السير .وقيل :كانوا يأخذون من غلاتهم وأموالهم ضرائب باسم حماية الدين والقيام بالشرع .وقيل :كانوا يرتشون في الأحكام، كما يفعله اليوم كثير من الولاة والحكام (تفسير القرطبى، تحت رقم الآية ٣٤، ج٨ص ١٢٢، ١٢٣، سورة التوبة)

وقوله: (وأكلهم أموال الناس بالباطل)يعنى: ما كانوا يأخذون من الرشا على الحكم , كما وصفهم الله به فى قوله: (وترى كثيرا منهم يسارعون فى الإثم والعدوان وأكلهم السحت لبئس ما كانوا يعملون)وكان من أكلهم أموال الناس بالباطل ما كانوا يأخذون من أثمان الكتب التى كانوا يكتبونها بأيديهم , ثم يقولون: هذا من عند الله , وما أشبه ذلك من المآكل الخسيسة الخبيثة , فعاقبهم الله على جميع ذلك بتحريمه ما حرم عليهم من الطيبات التى كانت لهم حلالا قبل ذلك , وإنما وصفهم الله بأنهم أكلوا ما أكلوا من أموال الناس كذلك بالباطل بأنهم أكلوه بغير استحقاق وأخذوا أموالهم منهم بغير استيجاب(تفسير الطبرى، ج٧ص٦٧٧،سورة النساء، تحت رقم الآية ١٥٩)

ہوا کہ مجاوروں اور خدام کے اس طرح نذر کا مال ہڑپ کرنے کے ناجائز ہونے کی وجہ، ما اھل لغیر اللہ بہ، میں سے ہونا نہیں ہے، اور حنفیہ کی عبارات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(5)...... علامہ موسیٰ بن احمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالنَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ وَالشَّيْخِ فُلَانٍ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ وَإِنْ تَصَدَّقَ بِمَا نَذَرَهٗ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ كَانَ خَيْرًا لَّهٗ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعَ (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل،لموسى بن أحمد، المقدسى، ج۴، ص۳۵۸، كتاب الأيمان و كفاراتها)

ترجمہ: اور قبروں یا قبر والوں کے لئے نذر ماننا، جیسا کہ ابراہیم خلیل اور فلاں شیخ کے لئے، یہ نذرِ معصیت ہے، جس کو پورا کرنا جائز نہیں، اور اگر نذر مانے ہوئے مال میں سے فقراء اور صالحین مستحق لوگوں پر خرچ کردے، تو یہ عنداللہ خیر اور زیادہ نفع کا باعث ہے (الاقناع)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لئے نذر ماننا گناہ و معصیت ہے، لیکن اس کی وجہ سے وہ مالِ منذور بذاتِ خود حرام نہیں ہوجاتا، اسی وجہ سے اس طرح کے نذر مانے ہوئے مال کو فقراء وغیرہ پر خرچ کرنے کو عنداللہ خیر اور زیادہ نفع کا باعث قرار دیا جارہا ہے۔

(6)...... اور حنابلہ کی کتاب مطالب اولی النہیٰ میں ہے کہ:

(اَلنَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ) عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَالشَّيْخِ فُلَانٍ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَإِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ) أَيْ: بِمَا نَذَرَهٗ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ؛ فَهُوَ (خَيْرٌ لَّهٗ) عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعُ، وَقَالَ: مَنْ نَذَرَ إِسْرَاجَ

بِئْرٍ أَوْ جَبَلٍ أَوْ شَجَرَةٍ أَوْ نَذَرَ لَهُ أَوْ لِسُكَّانِهِ أَوْ الْمُضَافِيْنَ إِلٰى ذٰلِكَ الْمَكَانِ (وَكَذَا النَّذْرُ لِلْمُقِيمِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِتَنْوِيْرِهِ وَتَبْخِيْرِهِ) لَمْ يَجُزْ، وَلَا يَجُوزُ الْوَفَاءُ بِهِ إِجْمَاعًا، وَيُصْرَفُ فِي الْمَصَالِحِ مَا لَمْ يُعْرَفْ رَبُّهُ، وَمِنَ الْحَسَنِ صَرْفُهُ فِيْ نَظِيْرِهِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ (مطالب أولى النهى فى شرح غاية المنتهى، لمصطفى بن سعد الرحيبانى الحنبلى، ج٦، ص٤٢٤، باب جامع الأيمان، باب النذر)

ترجمہ: قبروں کے لئے یا قبر والوں کے لئے نذر ماننا، جیسا کہ ابراہیم خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے نذر ماننا، اور فلاں شیخ کے لئے نذر ماننا، یہ نذرِ معصیت ہے، جس کو پورا کرنا جائز نہیں، اور اگر اس مانی ہوئی نذر میں سے کچھ مال فقیر اور صالح مستحقین پر خرچ کردے، تو یہ اس کے لئے عنداللہ بہتر اور زیادہ نفع کا باعث ہے، اور فرمایا کہ جس نے کسی کنویں یا پہاڑ، یا درخت پر چراغ جلانے کی نذر مانی، یا اس جگہ کے لئے یا وہاں کے باشندوں کے لئے یا اس مکان کی طرف منسوب لوگوں کے لئے نذر مانی، اور اسی طریقے سے قبر پر مقیم لوگوں کو روشنی اور اُن کو خوشبو پہنچانے کی نذر مانی تو جائز نہیں، اور اس کو پورا کرنا بالاجماع جائز نہیں، اور جب تک اُس مال کے مالک معلوم نہ ہوں، تو اُس کو مصالحِ عامہ میں خرچ کیا جائے گا، اور مستحسن اس کو مشروع چیزوں میں خرچ کرنا ہے (مطالب اولی النہی)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لئے مانی ہوئی نذر جائز نہیں، اور اس طرح کی مانی ہوئی نذر کے مال کو غریب مستحقین پر خرچ کرنا بہتر اور باعثِ ثواب ہے، اور اگر اس طرح کی نذر کے مال کا مالک معلوم نہ ہو، تو اس کو مصالحِ مسلمین میں خرچ کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کے لئے صرف نذر مان لینے سے وہ مال مالک کی ملکیت سے

نہیں نکلتا، اوراس میں ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کی طرح حُرمت پیدانہیں ہوتی، ورنہ اس کوغریب مستحقین اورمصالحِ مسلمین میں خرچ کرنا ناجائز ہوتا۔

اگرنذر، تو اللہ کی رضاوقرب حاصل کرنے کی ہو، اورکسی مزار کے غرباءکووہ نذروالا کھانا صدقہ کرنے کی نیت ہو، تو اس کا حکم الگ ہے، کیونکہ یہاں ''تہلیل لغیر اللہ'' کی علت نہیں پائی جاتی، البتہ جن حضرات نے مزار کے لوگوں کے لیے جن صورتوں کوتقرب بغیر اللہ میں داخل سمجھا، انہوں نے اس کوبھی ناجائزقراردیا ہے۔

(7)......اورشافعیہ کی کتاب مغنی المحتاج میں ہے کہ:

وَإِنْ قَصَدَ بِهِ وَهُوَ الْغَالِبُ مِنَ الْعَامَّةِ تَعْظِيمَ الْبُقْعَةِ أَوِ الْقَبْرِ، أَوِ التَّقَرُّبَ إلٰى مَنْ دُفِنَ فِيهَا، أَوْ نُسِبَتْ إلَيْهِ، فَهٰذَا نَذْرٌ بَاطِلٌ غَيْرُ مُنْعَقِدٍ، فَإِنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ لِهٰذِهِ الْأَمَاكِنِ خُصُوْصِيَّاتٌ لِأَنْفُسِهِمْ وَيَرَوْنَ أَنَّ النَّذْرَ لَهَا مِمَّا يُنْدَفِعُ بِهِ الْبَلَاءُ، قَالَ: وَحُكْمُ الْوَقْفِ كَالنَّذْرِ فِيمَا ذَكَرْنَا انْتَهٰى، فَإِنْ حَصَلَ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِکَ رُدَّ إلٰى مَالِكِهٖ وَإِلٰى وَارِثِهٖ بَعْدَهُ، فَإِنْ جُهِلَ صُرِفَ فِيْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ (مغنى المحتاج الىٰ معرفة الفاظ المنهاج، ج٦ ص ٢٥٦، كتاب النذر، فصل فيمن نذر حج أو عمرة أو هدى أو غيرها)

ترجمہ: اوراگراس کا مقصوداس قطعہ (وزمین کے حصہ) کی تعظیم یاقبر کی تعظیم، یااس (بزرگ شخصیت) کا تقرب ہے، جوقبر میں دفن ہے، یاجو (شخصیت) اس مقام کی طرف منسوب ہے، جیسا کہ عامۃُ الناس میں غالب ہے، تو یہ نذرباطل ہے، جومنعقدنہیں ہوتی، کیونکہ اُن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان مقامات کی اُن کی ذات کے لئے کچھ خصوصیات ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی نذرماننے سے بلائیں دفع ہوتی ہیں، فرمایا کہ وقف کا حکم مذکورہ مسائل میں نذرکی طرح ہے،

انتہیٰ۔ پھر اگر ان (نذرانوں) میں سے کوئی چیز حاصل ہوئی، تو وہ اس کے مالک کی طرف لوٹائی جائے گی، اور اس کے بعد اس کے وارثوں کی طرف لوٹائی جائے گی، پھر اگر (مالک اور اس کے وارث) معلوم نہ ہوں، تو مصالحِ مسلمین میں خرچ کی جائے گی (مغنی المحتاج)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ وصاحبِ قبر کے لئے نذر ماننا باطل ہے، اور یہ نذر منعقد نہیں ہوتی، اور اس طرح کی نذر مان لینے سے وہ مالِ منذور اصل مالک کی ملکیت سے نہیں نکلتا، البتہ اگر مالک نیز اس کا وارث معلوم نہ ہو تو مصالحِ مسلمین پر خرچ کرنے کا حکم ہے، جس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کی نذر ماننے سے وہ مالِ منذور بذاتِ خود ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کی طرح حرام نہیں ہو جاتا۔

(8)...... علامہ خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی رملی حنفی فتاویٰ خیریہ لنفع البریہ میں فرماتے ہیں کہ:

هٰذِهِ الْـمَسْئَلَةُ جَعَلَ فِيْهَا شَيْخُ الْاِسْلَامِ اَلشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْغَزِّيُّ رِسَالَةً حَاصِلُهَا...... (وَبَعْدَ اَسْطُرٍ) ......ثُمَّ قَالَ وَفِيْ شَرْحِ الدُّرَرِ لِلْعَلَّامَةِ قَاسِمٍ وَ اَمَّا الـنَّـذْرُ الَّـذِيْ يَنْذُرُوْنَهُ اَكْثَرُ الْعَوَامِ كَأَنْ يَّقُوْلَ يَا سَيِّدِيْ فُلَانٌ يَـعْـنِـيْ بِـهٖ وَلِيًّا مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِنْ رُدَّ غَائِبِيْ اَوْ عُوْفِيَ مَرِيْضِيْ اَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِيْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ اَوِ الْفِضَّةِ اَوِ الطَّعَامِ اَوِ الشَّـرَابِ اَوِ الـزَّيْـتِ كَـذَا فَهٰذَا بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهٗ نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَهُوَ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ اَيِ النَّذْرَ عِبَادَةٌ فَلَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ وَ الْمَنْذُوْرُ لَهٗ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ وَ اِنَّهٗ اِنْ ظَنَّ اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْاُمُوْرِ كُفْرٌ اِلَّا اَنْ قَالَ يَا اللّٰهُ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ اِنْ فَعَلْتَ مَعِيْ كَذَا اَنْ اُطْعِمَ الْـفُـقَـرَاءَ بِبَابِ السَّيِّدَةِ نَفِيْسَةَ اَوِ الْاِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَ نَحْوِهِمَا فَيَجُوْزُ

حَيْثُ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ اِذِ النَّذْرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ ذِكْرُ الشَّيْخِ لِمَحَلِّ الصَّرْفِ لِمُسْتَحَقِّيْهِ الْقَاطِنِيْنَ بِرِ بَاطِهٖ اَوْ مَسْجِدِهٖ فَيَجُوْزُ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ اِذْ مَصْرَفُ النَّذْرِ اَلْفُقَرَاءُ وَ قَدْ وُجِدَ وَ الْغَنِيُّ غَيْرُ مُحْتَاجٍ فَلَا يَجُوْزُ الصَّرْفُ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ ذَا نَسَبٍ بِذٰلِكَ الْوَلِيِّ مَا لَمْ يَكُنْ فَقِيْرًا وَلَمْ يَثْبُتْ فِى الشَّرْعِ جَوَازُ الصَّرْفِ لِلْاَغْنِيَاءِ لِلْاِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا لِخَادِمِ الشَّيْخِ اِنْ كَانَ غَنِيًّا فَاِذَا عَلِمْتَ هٰذَا فَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَ الشَّمْعِ وَ الزَّيْتِ وِ غَيْرِهَا فَيُنْقَلُ اِلٰى ضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا اِلَيْهِمْ لَا اِلَى اللّٰهِ فَحَرَامٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا لَمْ يَقْصُدُوْا الْفُقَرَاءَ الْاَحْيَاءَ قَوْلًا وَّاحِدًا وَ قَدْ عُلِمَ مِمَّا نَقَلْنَاهُ اِنَّ مَا يَنْذُرُهُ الْعَوَامُ لِلشَّيْخِ مَرْوَانَ وَ عَلِيِّ بْنِ عَلِيْلٍ وَ رُوْبَيْلَ لَا يَصِحُّ وَلَا يَلْزَمُ وَ لَيْسَ لِلْخَادِمِ اَخْذُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ نَذْرٌ صَحِيْحٌ اِلَّا اِذَا اَخَذَهٗ عَلٰى وَجْهِ الصَّدَقَةِ الْمُبْتَدَأَةِ وَكَانَ فَقِيْرًا وَعُلِمَ اَيْضًا اَنَّ غَيْرَ الْخَادِمِ لَوْ اَخَذَهٗ عَلٰى اَنَّهٗ صَدَقَةٌ لَّهٗ ذٰلِكَ وَ لَيْسَ لِلْخَادِمِ نَزْعُهٗ مِنْهُ لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاذِرُ عَيَّنَهٗ فِىْ نَذْرِهٖ وَ كَانَ فَقِيْرًا، خُلَاصَةُ كَلَامِ الشَّيْخِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْغُزِّيِّ التَّمَرْتَاشِيِّ الْحَنَفِيِّ بِتَارِيْخِ ذِى الْقَعْدَةِ الْحَرَامِ مِنْ شُهُوْرِ سَنَةَ ثَمَانِيَةً وَّسَبْعِيْنَ وَ تِسْعَمِائَةٍ.

(اَقُوْلُ) قَدْ اِسْتِبَاحَ هٰذَا الْمُحَرَّمَ الْمُجْمَعَ عَلٰى حُرْمَتِهٖ جَمَاعَةٌ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ مُّتَصَوِّفَةٌ يُقَالُ فِىْ حَقِّهِمْ قُدْوَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ مُرَبِّى الْمُرِيْدِيْنَ وَيُبَالِغُوْنَ فِىْ اَخْذِهٖ وَيُطَالِبُوْنَ النَّاذِرَ بِهٖ فَاِنِ امْتَنَعَ قَدَّمُوْهُ اِلٰى قُضَاةِ هٰذَا الزَّمَنِ فَيَحْكُمُوْنَ بِهٖ وَرُبَمَا اِسْتَعَانُوْا بِالشُّرْطَةِ وَ

حُکّامِ السِّیَاسِیَّةِ بَلْ یَفْعَلُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ ذٰلِکَ وَهُمْ اَنَّهُمْ یَسُوْمُ مِنْهُمُ الْمُتَصَدُّوْنَ لِجَمْعِ النَّوَاحِیِ الَّتِیْ تَقَعُ فِیْهَا هٰذِهِ النُّذُوْرُ فَیُقَاطِعُوْنَهُمْ وَ یَضْرِبُوْنَ عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ نَاحِیَةً بِمَبْلَغٍ مِّنَ الْمَالِ فِی الذِّمَّةِ یُؤْخَذُ مِنْهُمْ اِذَا انْتَهٰی الْاَجَلُ الْمَضْرُوْبُ فَیُدْفَعُ مَا هُوَ مَضْرُوْبٌ عَلَیْهِ وَ یَاْکُلُ مَا بَقِیَ وَ یَعُدُّ الْفَاضِلَ رِبْحًا حَصَلَ لَهٗ بِبَرَکَةِ الشَّیْخِ وَ یَرٰی اَنَّ مَنْ مَنَعَ ذٰلِکَ هَلَکَ وَاِنَّ سَبَبَ قَضَاءِ حَاجَتِهٖ هٰذَا النَّذْرُ وَ اِنَّ الشَّیْخَ رَدَّ غَائِبَهٗ اَوْ عَافٰی مَرِیْضَهٗ اَوْ قَضٰی حَاجَتَهٗ وَ یَزْعَمُوْنَ اَنَّهٗ لَا یُبَاحُ تَنَاوُلُهٗ لِغَیْرِهِمْ قَائِلِیْنَ هُوَ نَذْرُ جَدِّنَا فُلَانٍ وَهُمْ اَغْنِیَاءٌ مُتَمَوِّلُوْنَ وَ مَنْ تَنَاوَلَ شَیْئًا مِنْهُ عَاقَبُوْهُ وَ اَدَلُّوْا بِهٖ اِلَی الْحُکَّامِ مُعْتَقِدِیْنَ اَنَّهٗ اِرْتَکَبَ کَبِیْرَةً فِی الدِّیْنِ وَ بَاشَرَ شَنِیْعَةً بَیْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ رُبَمَا حَکَمَ لَهُمْ بِهٖ قُضَاةُ الْعَهْدِ وَ قَدْ صَرَّحَ فِی الْبَحْرِ اَنَّهٗ لَوْ رَفَعَ اِلَی الْقَاضِیِ لَا یَجْبِرُهُ الْقَاضِیُ عَلٰی وَفَائِهٖ وَلَنَا تَتِمَّةٌ عَلٰی رِسَالَةِ الشَّیْخِ مُحَمَّدٍ فِیْهَا مَا یَشْفِی الْغَلِیْلَ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی الْجَلِیْلِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ (الفتاوی الخیریة لنفع البریة، ص۱۷،و۱۸، کتاب الصوم، فصل فی النذر، قبیل کتاب الحج، مطبوعة: میر محمد کتب خانه، آرام باغ، کراچی)

ترجمہ: اس (غیرُ اللہ کی نذر کے) مسئلہ کے بارے میں شیخ الاسلام محمد (بن عبداللہ) غزی (تمرتاشی حنفی) نے رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ (چندسطور کے بعد فرماتے ہیں کہ) پھر (شیخ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی حنفی نے) فرمایا کہ اور علامہ قاسم کی شرح درر میں ہے کہ جہاں تک ان نذروں کا تعلق ہے، جو اکثر عوام نذریں مانتے ہیں، مثلاً یہ کہتے ہیں کہ اے میرے فلاں سرکار! جس

سے اولیاء میں سے کسی ولی کو یا انبیاء میں سے کسی نبی کو مراد لیتے ہیں، اگر میرا غائب واپس آ گیا یا میرے مریض کو عافیت حاصل ہوگئی، یا میری حاجت پوری ہوگئی، تو آپ کے لئے اتنا سونا، یا چاندی یا کھانا یا مشروب یا تیل ہے، تو یہ (نذر) بالاجماع باطل ہے، کیونکہ یہ نذر مخلوق کے لئے ہے، اور مخلوق کے لئے نذر جائز نہیں، کیونکہ وہ یعنی نذر عبادت ہے، جو کہ مخلوق کے لئے نہیں ہوتی، اور جس کے لئے نذر مانی گئی ہے (کہ آپ کے لئے اتنا مال ہوگا) وہ میت ہے، اور میت (اس مال کا) مالک بن نہیں سکتا، اور اگر وہ (نذر ماننے والا) یہ گمان کرے کہ میت، امور میں تصرف کرتی ہے، تو یہ کفر ہے، مگر یہ کہ وہ کہے کہ اے اللہ! میں آپ کے لئے یہ نذر مانتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ اس طرح مہربانی فرمادیں (اور میری فلاں ضرورت وحاجت پوری فرمادیں) تو میں سیدہ نفیسہ یا امام شافعی یا ان جیسے کسی بزرگ کے دروازہ پر موجود فقیروں (وغریبوں) کو جہاں کہ فقیروں (وغریبوں) کا فائدہ ہو، کھانا کھلاؤں گا، تو پھر جائز ہے، کیونکہ یہاں اصل نذر تو اللہ عزوجل کے لئے ہوئی ہے، اور شیخ کا ذکر (اس نذر کے مال کو) خرچ کرنے کے مقام کے لئے ہے، جس کے مستحق وہاں مزار پر، یا مسجد میں قیام کرنے والے (غریب لوگ) ہیں، تو اس اعتبار سے نذر جائز ہے، کیونکہ نذر کا مصرف فقراء (وغرباء) ہی ہیں، اور وہ (اس صورت میں) موجود ہیں، اور غنی (وامیر) محتاج نہیں ہوتا، لہٰذا غنی (وامیر) پر خرچ کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ اس ولی (وبزرگ) کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، جب تک کہ وہ فقیر (وغریب) نہ ہو، اور شریعت میں (نذر کے مال کا) غنی وامیروں کے لئے خرچ کرنا ثابت نہیں، مخلوق کے لئے نذر کے حرام ہونے پر اجماع کی وجہ سے، اور نہ شیخ کے خادم کے لئے (اس نذر کے مال کا خرچ کرنا) جائز ہے، اگر وہ غنی وامیر ہو۔

جب تم یہ بات جان چکے تو جو روپیہ، پیسہ اور چراغ اور تیل وغیرہ لے کر اولیاء کی قبروں کی طرف ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے، نہ کہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے منتقل کیا جاتا ہے، تو مسلمانوں کے اجماع کی رو سے حرام ہے، جب تک کہ وہ (نذر ماننے والے لوگ) زندہ فقیروں (وغریبوں) کا قصد نہ کریں، سب کا ایک یہی قول ہے، اور ہم نے جو بات نقل کی، اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو عوام، شیخ مروان اور علی بن علیل اور روبیل کے لئے نذر مانتے ہیں، وہ صحیح نہیں، اور نہ لازم ہوتی ہے، اور مزار کے خادم کے لئے اس کا اس طور پر لینا جائز نہیں کہ وہ نذرِ صحیح ہے، مگر جبکہ وہ (مزار کا) خادم ابتدائی صدقہ کے طور پر (اس نذر لغیر اللہ کے مال کو) لے اور وہ فقیر وغریب بھی ہو تو اس کو لینا جائز ہے، اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر خادم کے علاوہ (کوئی دوسرا غریب) اس (نذر لغیر اللہ کے مال) کو اس طور پر لے کہ وہ صدقہ ہے، تو اس کو اس کا لینا جائز ہے، اور خادم کو اس سے چھیننا جائز نہیں، اس لئے کہ اس (نذر کے مال) کا وہ خادم، مالک نہیں بنا، مگر یہ کہ نذر ماننے والے نے اپنی نذر میں اس (خادم) کی تعیین کردی ہو، اور وہ غریب بھی ہو (تو اس خادم کو دوسرے سے چھیننا جائز ہوگا) یہ خلاصہ تھا شیخ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی حنفی کے کلام کا، مورخہ ذی القعدۃ کے مہینہ سنہ نوسو اٹھتر کو۔ میں کہتا ہوں کہ اس حرام فعل کو جس کی حرمت پر اجماع ہے، ایک جماعت نے مباح قرار دے دیا ہے، جو اپنے آپ کو صوفیاء گمان کرتے ہیں، اور ان کو مسلمانوں کا مقتداء اور مریدین کا مربّی کہا جاتا ہے، اور وہ لوگ اس (غیرُ اللہ کی نذر کے مال کو) لینے میں مبالغہ کرتے ہیں، اور اس طرح کی نذر ماننے والے سے (وہ مال لینے کا) مطالبہ کرتے ہیں، پھر اگر وہ (ان کو یہ مال دینے سے) منع کرے، تو اس کو اس زمانہ کے قاضیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، پھر وہ

قاضی اس کے متعلق (ان ہی کے حق میں) فیصلہ کرتے ہیں، اور بسا اوقات وہ (نام نہاد صوفیاء) پولیس یا سیاسی حکام کی مدد بھی حاصل کرتے ہیں، بلکہ وہ اس سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں، وہ اس طرح سے کہ اُن میں سے بعض کارندوں کے لئے تمام اطراف میں جن میں کہ یہ نذریں واقع ہوتی ہیں، بھاؤ مقرر کردیتے ہیں، پھر وہ اس علاقے کے لوگوں سے وصولیاں کرتے ہیں، اور ہر محلّہ والے کے ذمہ ایک مخصوص مال کی مقدار کا ایک طرح سے ٹیکس عائد کردیتے ہیں، جو اُن سے مقررہ وقت آنے پر وصول کیا جاتا ہے، پھر وہ مقررہ مال (نام نہاد صوفیاء اور مشائخ ومجاوِرین کو) دے دیا جاتا ہے، اور ماقبی کو وہ (کارندہ) ہڑپ کرلیتا ہے، اور فاضل مال کو وہ بہت بڑا نفع خیال کرتا ہے، جو شیخ کی برکت سے اس کو حاصل ہوتا ہے، اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ جو اس سے منع کرتا ہے، وہ ہلاک ہوجاتا ہے، اور اس کی حاجت کے پورا ہونے کا سبب یہ نذر ہوتی ہے، اور (بزرگ و) شیخ (جس کے لئے نذر مانی گئی ہے) اس کے غائب کو لوٹا دیتا ہے، یا اس کے مریض کو عافیت دے دیتا ہے، یا اس کی حاجت کو پورا کردیتا ہے، اور یہ (نام نہاد صوفیاء ومشائخ اور مجاوِر) یہ گمان کرتے ہیں کہ اس نذر کے مال کا ان کے علاوہ کسی اور کو استعمال کرنا حرام ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے فلاں آباواجداد کی نذر ہے، حالانکہ یہ (نذر کا مال استعمال کرنے والے صوفیاء ومشائخ اور مجاوِر وخدام) لوگ غنی اور مال دار ہوتے ہیں، اور جو اس نذر کے مال میں سے کچھ لے لے، تو وہ اس کا مؤاخذہ کرتے ہیں، اور اس کو حکام کی طرف پکڑ کر لے جاتے ہیں، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس نے دین میں کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اور مسلمانوں کے درمیان بہت بُرے کام کو اختیار کیا ہے، اور بسا اوقات قاضیِ زمانہ اُن کے حق میں فیصلہ کردیتے ہیں، اور بحر میں تصریح کی ہے کہ اگر قاضی کی طرف یہ مقدمہ

پہنچے تو قاضی اس (طرح کی نذر) کے پورا کرنے پر مجبور نہیں کرے گا، اور شیخ محمد
کے رسالہ پر ہمارا تتمہ ہے، جس میں وہ چیزیں ہیں، جن سے مریضوں کو شفاء
حاصل ہوتی ہے، اور انجام کار اللہ تعالیٰ جلیل کی طرف ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم
(فتاویٰ خیریہ)

ملحوظ رہے کہ علامہ خیر الدین رملی، کے فتاویٰ خیریہ کے حوالہ جات کا جگہ جگہ علامہ شامی وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے، اس لئے فتاویٰ خیریہ کا مقام فقہ حنفی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

علامہ رملی نے شیخُ الاسلام شیخ محمد غزی کے جس رسالہ کا اقتباس اور شرحُ الدرر کی جس عبارت کو پیش کیا ہے، اور آگے جو اس پر کلام کیا ہے، اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ غیرُ اللہ کے نام کی مانی ہوئی نذر کا مال ''ماا ھل لغیر اللہ به'' کی طرح بذاتِ خود حرام نہیں ہوتا۔

چنانچہ انہوں نے علامہ قاسم کی شرحُ الدرر کی جو عبارت نقل کی ہے، اس میں واضح طور پر یہ بات مذکور ہے کہ خادم اور مجاور کو غیرُ اللہ کی نذر کے اس مال کو نذرِ صحیح سمجھ کر لینا تو جائز نہیں، البتہ اگر وہ غریب ہو تو صدقۂ مبتدأہ سمجھ کر لینا جائز ہے، اور مجاور کے علاوہ دوسرے غریب کو بھی صدقہ سمجھ کر لینا جائز ہے، اور ہمارے نزدیک غریب کی قید اس لئے ہے کہ مال کا مالک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اب اس کا مصرف سائبہ کی طرح وہی غریب ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کی نذر والا مال بذاتِ خود ''ماا ھل لغیر اللہ به'' کی طرح حرام نہیں ہوتا، ورنہ اس کا مجاور اور غیر مجاور غریب کو کسی حال میں لینا جائز نہ ہوتا۔

البتہ غریب کے اس مال کو صدقہ سمجھے بغیر اور نذرِ صحیح سمجھ کر لینے میں اس طرح کی نذر ماننے والوں کے غلط عقیدہ ونظریہ کا تعاون کرنا لازم آتا ہے، اس لئے اعانت علی المعصیہ یعنی گناہ پر تعاون کی وجہ سے اس صورت میں لینا ممنوع ومکروہ ہے۔

پھر اس کے بعد علامہ رملی نے مجاوروں کے اس طرح کے منذور لغیر اللہ والے مال کو متمول

[1] یہ وجہ نہیں کہ نذر کا مستحق غریب ہوتا ہے، کیونکہ یہاں غیرُ اللہ کے لئے وہ نذر منعقد ہی نہیں ہوئی، اور وہ کالعدم ہوگئی۔

و مال دار مجاوروں کے لوگوں سے زبردستی لینے اور اس کو نذرِ صحیح قرار دینے اور اس پر اپنا حق جتانے اور لوگوں کے عقائد بگاڑ کر مال بٹورنے کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مجاوروں کا اس مالِ منذور کو لینا جو مکروہ و ممنوع ہے، وہ مذکورہ خرابیوں کے پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے تو مجاورین کے لیے نذر ماننے کو اس لیے باطل قرار دیا ہے کہ ان کے نزدیک یہاں ''تقرب لغیر اللہ'' پایا جاتا ہے، جس کا ذکر اسی فصل میں پیچھے عبارت نمبر 4 کے ضمن میں گزر چکا ہے، بہر حال خواہ مجاور کے لیے نذر کو حرام قرار دیا جائے، یا مزار کے غریبوں کا حق قرار دیا جائے، بہر صورت وہ مال بذاتِ خود حرام نہیں ہوتا۔

علامہ رملی کے اس کلام سے صاحبِ بحر کی شرحُ الدرر سے اقتباس کردہ آنے والی عبارت کا اغلاق واجمال بھی دُور ہو جاتا ہے۔

لہٰذا بعض اہلِ علم حضرات کا صاحبِ بحر کے شرحُ الدرر کی مجمل و مغلق طریقہ پر پیش کردہ عبارت سے یہ سمجھنا کہ مالک کی اجازت کے باوجود بھی ایسے مالِ منذور کا مااھل لغیر اللہ بہ کی بناء پر استعمال کرنا جائز نہیں، تا آنکہ اس طرح کی نذر کرنے والا اپنی نذر سے توبہ نہ کرلے۔[1] یہ راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ شرحُ الدرر کی عبارت میں لینے والے کی نیت کا اعتبار کیا گیا ہے، کہ اس کو کس صورت میں لینا جائز ہے، اور کس صورت میں منع ہے، لیکن نذر ماننے والے کی نیت کا کوئی ذکر نہیں، آگے بحر میں جو صدقۂ مبتدأہ کے طور پر غریب کو لینا اس وقت تک مکروہ قرار دیا ہے، جب تک نذر ماننے والے کی نیت، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نہ ہو، اس کی وجہ بھی وہی ہے، تا کہ غلط و ناجائز نذر ماننے والوں کی اعانت لازم نہ آئے۔

---

[1] چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بحر کی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:
اس عبارت میں تصریح ہے کہ جو چیز غیر اللہ کی تعظیم و تقرب کے لئے نذر کر دی جائے، عام اس سے کہ جائیداد ہو یا بے جان وہ سخت حرام ہے، جب تک نذر کرنے والا اپنی اس نذر سے توبہ نہ کرے، اس وقت تک کسی شخص کے لئے اس کا کھانا یا اس کو کسی کام میں لانا جائز نہیں، اگرچہ مالک اجازت بھی دے دے (جواہر الفقہ، ج۶،ص۲۴۰، جدید، توضیح کلام اہل اللہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ)

اور اگر کوئی اس سے اتفاق نہ کرے، اور اس کی علت ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' قرار دینے پر ہی مُصر رہے، تو پھر ضروری ہوگا کہ فقہائے کرام کے کلام میں اس علت کی تصریح پیش کرے۔

(9)...... علامہ ابنِ نجیم، شیخ قاسم کی شرح الدرر کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ:

وَلَمْ يَثْبُتْ فِي الشَّرْعِ جَوَازُ الصَّرْفِ لِلْأَغْنِيَاءِ لِلْإِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا تَشْتَغِلُ الذِّمَّةُ بِهٖ وَلِأَنَّهٗ حَرَامٌ بَلْ سُحْتٌ وَلَا يَجُوْزُ لِخَادِمِ الشَّيْخِ أَخْذُهٗ وَلَا أَكْلُهٗ وَلَا التَّصَرُّفُ فِيْهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فَقِيْرًا، أَوْ لَهٗ عِيَالٌ فُقَرَاءُ عَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ وَهُمْ مُضْطَرُّوْنَ فَيَأْخُذُوْنَهٗ عَلٰى سَبِيْلِ الصَّدَقَةِ الْمُبْتَدَأَةِ فَأَخْذُهٗ أَيْضًا مَكْرُوْهٌ مَا لَمْ يَقْصُدْ بِهِ النَّاذِرُ التَّقَرُّبَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَصَرْفَهٗ إِلَى الْفُقَرَاءِ وَيَقْطَعُ النَّظَرَ عَنْ نَذْرِ الشَّيْخِ فَإِذَا عَلِمْتَ هٰذَا فَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا وَيُنْقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَحَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا لَمْ يَقْصُدُوْا بِصَرْفِهَا لِلْفُقَرَاءِ الْأَحْيَاءِ قَوْلًا وَّاحِدًا اھـ (البحر الرائق، ج۲، ص ۳۲۱، کتاب الصوم، فصل ما یوجبه العبد علی نفسه)

ترجمہ: اور شریعت میں (نذر کے مال کو) امیروں کے لئے خرچ کرنا ثابت نہیں، اس بات پر اجماع منعقد ہونے کی وجہ سے کہ مخلوق کے لئے نذر ماننا حرام ہے، اور نہ تو یہ نذر منعقد ہوتی، اور نہ اس کے ذریعہ سے ذمہ مشغول ہوتا، اور اس وجہ سے کہ یہ حرام ہے، بلکہ رشوت ہے، اور شیخ کے خادم کو اس کا لینا جائز نہیں، اور نہ اس کا کھانا اور نہ اس میں کسی طرح سے تصرف کرنا، مگر یہ کہ وہ فقیر (وغریب) ہو، یا اس کے فقیر (وغریب) اہل وعیال ہوں، جو کمانے سے عاجز ہوں، اور وہ ضرورت مند محتاج ہوں، تو وہ صدقۂ مبتدأہ کے طور پر لے سکتے ہیں، پھر بھی اس

کا لینا مکروہ ہے، جب تک کہ نذر ماننے والے کا مقصود اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے اور اس کو فقیروں کی طرف خرچ کرنے کا نہ ہو، اور شیخ کی نذر سے قطع نظر نہ کر لے، پس جب آپ یہ جان چکے تو جو کچھ نقدی اور چراغ اور تیل وغیرہ لیا جاتا ہے، اور اسے اولیاء اللہ کی قبروں کی طرف ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے منتقل کیا جاتا ہے، تو وہ مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ حرام ہے، جب تک کہ اُن کا قصد زندہ غریبوں کی طرف خرچ کرنے کا نہ ہو، یہی ایک قول ہے (بحر)

اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے لئے نذر ماننے کے حرام ہونے اور اس طرح کی نذر کے منعقد نہ ہونے اور اس میں ذمہ مشغول نہ ہونے پر اجماع ہے، اور درِمختار اور ہندیہ وغیرہ میں بھی اسی طرح سے ہے، جیسا کہ اس سے پہلی فصل کے ضمن میں باحوالہ گزرا۔

اور صاحبِ بحر کا مذکورہ کلام دیگر فقہائے کرام کے موافق ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، جس کی تفصیل فتاویٰ خیریہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے، اور آگے علامہ ظفر احمد عثمانی کے کلام کے ضمن میں بھی آتی ہے۔

اور جب غیرُ اللہ کی نذر بذاتِ خود منعقد ہی نہیں ہوتی، تو اس کی وجہ سے ذمہ مشغول نہیں ہوتا، اور وہ چیز اپنی سابقہ حالت پر اسی طرح برقرار رہتی ہے، تو پھر اس طرح کی نذر کی وجہ سے شیِٔ منذور میں حُرمت پیدا ہونے کے کیا معنیٰ؟

اس نذر کی وجہ سے اس منذور چیز میں حرمت پیدا ہونے کا حکم لگانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نذر کو معتبر مانا جا رہا ہے۔

البتہ صاحبِ بحر کے کلام میں کچھ اغلاق وابہام ضرور پایا جاتا ہے، جو بعض اہلِ علم کے لئے غلط فہمی کا باعث ہے، مگر علامہ رملی نے فتاویٰ خیریہ میں شرحُ الدرر کی جو عبارت نقل کی ہے، اس سے مذکورہ ابہام دُور ہو جاتا ہے، جیسا کہ گزرا۔

(10)...... حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنے رسالہ

''البذر للخیر فی النذر للغیر'' میں صاحبِ بحر کی عبارت کی توجیہ کے ساتھ محقق بحث فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

وَاِذَا نَذَرَ طَعَامًا مِّنَ الْخُبْزِ اَوْ غَیْرِہٖ وَکَذٰلِکَ اِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ اَوْغَیْرِہٖ لِلسَّدَنَةِ اَوِالْمُجَاوِرِیْنَ الْعَاکِفِیْنَ بِتِلْکَ الْبُقْعَةِ فَالنَّذْرُ لِاُولٰئِکَ نَذْرُ مَعْصِیَّةٍ وَفِیْہِ شِبْہٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَةِ الصِّلْبَانِ اَوْلِسَدَنَةِ الْاَنْدَادِ الَّتِیْ هِیَ بِالْهِنْدِ.

قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ:

ثُمَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، إِذَا صَرَفَهٗ فِیْ جِنْسِ تِلْکَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ أَنْ یَّصْرِفَهٗ فِیْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوْ لِلصَّالِحِیْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ، الَّذِیْنَ یَسْتَعِیْنُوْنَ بِالْمَالِ عَلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ کَانَ حَسَنًا. اهـ

(اقتضاء الصراط المستقیم، صفحة ۱۵۱)

فَهٰذَا بِظَاهِرِہٖ یُشْعِرُ بِاَنَّ هٰذَا النَّذْرَ لَایُحَرِّمُ الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ بَلْ هُوَ مَعْصِیَةٌ بِنَفْسِہٖ.

وَقَالَ فِی الدُّرِّ:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَکْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِهَا إِلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَیْهِمْ فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ مَا لَمْ یَقْصِدُوْا صَرْفَهَا لِفُقَرَاءِ الْأَنَامِ اهـ (الدرالمختار مع شرحہ ردالمحتار، جلد۲، صفحة ۴۳۹، کتاب الصوم)

قَالَ الشَّامِیُّ:

(قَوْلُهٗ تَقَرُّبًا إِلَیْهِمْ) کَأَنْ یَّقُوْلَ یَا سَیِّدِیْ فُلَانٌ إِنْ رُدَّ غَائِبِیْ أَوْ عُوْفِیَ مَرِیْضِیْ أَوْ قُضِیَتْ حَاجَتِیْ فَلَکَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّیْتِ کَذَا بَحْرٌ (قَوْلُهٗ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوْہٍ: مِنْهَا أَنَّهٗ نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا یَجُوْزُ لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَکُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُوْرَ

لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ .وَمِنْهُ أَنَّهُ إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ،اَللّٰهُمَّ إِلَّا إِنْ قَالَ يَا اللّٰهُ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ إِنْ شَفَيْتَ مَرِيْضِيْ أَوْ رَدَدْتَ غَائِبِيْ أَوْ قَضَيْتَ حَاجَتِيْ أَنْ أُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ الَّذِيْنَ بِبَابِ السَّيِّدَةِ نَفِيْسَةَ أَوِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ أَوِ الْإِمَامِ اللَّيْثِ أَوْ اشْتَرِيْ حُصُرًا لِمَسَاجِدِهِمْ أَوْ زَيْتًا لِوَقُوْدِهَا أَوْ دَرَاهِمَ لِمَنْ يَقُوْمُ بِشَعَائِرِهَا إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ وَالنَّذْرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذِكْرُ الشَّيْخِ إِنَّمَا هُوَ مَحَلٌّ لِصَرْفِ النَّذْرِ لِمُسْتَحِقِّيْهِ الْقَاطِنِيْنَ بِرِبَاطِهٖ أَوْ مَسْجِدِهٖ فَيَجُوْزُ بِهٰذَا الْإِعْتِبَارِ، وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّصْرَفَ ذٰلِكَ لِغَنِيٍّ وَلَا لِشَرِيْفٍ مُنْصَّبٍ أَوْ ذِيْ نَسَبٍ أَوْ عِلْمٍ، مَا لَمْ يَكُنْ فَقِيْرًا وَلَمْ يَثْبُتْ فِي الشَّرْعِ جَوَازُ الصَّرْفِ لِلْأَغْنِيَاءِ لِلْإِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ، وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا تَشْتَغِلُ الذِّمَّةُ بِهٖ وَلِأَنَّهُ حَرَامٌ بَلْ سُحْتٌ وَلَا يَجُوْزُ لِخَادِمِ الشَّيْخِ أَخْذُهُ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فَقِيْرًا أَوْ لَهُ عِيَالٌ فُقَرَاءُ عَاجِزُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَهُ عَلٰى سَبِيْلِ الصَّدَقَةِ الْمُبْتَدَأَةِ، وَأَخْذُهُ أَيْضًا مَكْرُوْهٌ مَا لَمْ يَقْصِدِ النَّاذِرُ التَّقَرُّبَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَصَرْفَهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ، وَيَقْطَعُ النَّظَرَ عَنْ نَذْرِ الشَّيْخِ بَحْرٌ مُلَخَّصًا . اھ (رد المحتار، ج۲،ص۲۰۵،و۲۰۶، کتاب الصوم،مطلب فی صوم الست من شوال)

فَهٰذَا الْكَلَامُ بِظَاهِرِهٖ يُشْعِرُ بِاَنَّ النَّذْرَ لِغَيْرِ اللّٰهِ يُوْرِثُ الْحُرْمَةَ فِي الْمَالِ الْمَنْذُوْرِ حَتّٰى يَكْرَهُ اَخْذُهُ لِلْفَقِيْرِ اَيْضًا مَالَمْ يُغَيِّرِ النَّاذِرُ نِيَّتَهُ اِلَى النَّذْرِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ كَلَامَ الْبَحْرِ يُفِيْدُ حُرْمَةَ النَّذْرِ وَبُطْلَانَهُ فَاِنَّهُ قَالَ:

وَقَدْ قَدَّمْنَا أَنَّ النَّذْرَ لَا يَصِحُّ بِالْمَعْصِيَةِ لِلْحَدِيْثِ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ الشَّيْخُ قَاسِمٌ فِي شَرْحِ الدُّرَرِ وَأَمَّا النَّذْرُ الَّذِيْ يُنْذِرُهُ أَكْثَرُ الْعَوَامِّ عَلٰى مَا هُوَ مُشَاهَدٌ كَأَنْ يَّكُوْنَ لِإِنْسَانٍ غَائِبٌ أَوْ مَرِيْضٌ، أَوْ لَهُ حَاجَةٌ ضَرُوْرِيَّةٌ فَيَأْتِيْ بَعْضَ الصُّلَحَاءِ فَيَجْعَلُ سُتْرَةً عَلٰى رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ يَا سَيِّدِيْ فُلَانٌ إِنْ رُدَّ غَائِبِيْ، أَوْ عُوْفِيَ مَرِيْضِيْ أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِيْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ كَذَا، أَوْ مِنَ الْفِضَّةِ كَذَا، أَوْ مِنَ الطَّعَامِ كَذَا، أَوْ مِنَ الْمَاءِ كَذَا، أَوْ مِنَ الشَّمْعِ كَذَا، أَوْ مِنَ الزَّيْتِ

كَذَا فَهٰذَا النَّذْرُ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ لِوُجُوْهٍ مِّنْهَا أَنَّهُ نَذْرُ مَخْلُوْقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا يَجُوْزُ؛ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِلْمَخْلُوْقِ وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ وَمِنْهَا إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ ،اَللّٰهُمَّ إِلَّا أَنْ قَالَ يَا اللّٰهُ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ إِنْ شَفَيْتَ مَرِيْضِيْ، أَوْ رَدَدْتَ غَائِبِيْ أَوْ قَضَيْتَ حَاجَتِيْ أَنْ أُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ الَّذِيْنَ بِبَابِ السَّيِّدَةِ نَفِيْسَةَ، أَوِ الْفُقَرَاءَ الَّذِيْنَ بِبَابِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ، أَوِ الْإِمَامِ اللَّيْثِ، أَوْ أَشْتَرِيَ حُصُرًا لِمَسَاجِدِهِمْ، أَوْ زَيْتًا لِوَقُوْدِهَا أَوْ دَرَاهِمَ لِمَنْ يَّقُوْمُ بِشَعَائِرِهَا إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ وَالنَّذْرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذِكْرُ الشَّيْخِ إِنَّمَا هُوَ مَحَلٌّ لِصَرْفِ النَّذْرِ لِمُسْتَحِقِّيْهِ الْقَاطِنِيْنَ بِرِبَاطِهِ، أَوْ مَسْجِدِهِ، أَوْ جَامِعِهِ فَيَجُوْزُ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ إِذْ مَصْرَفُ النَّذْرِ الْفُقَرَاءُ وَقَدْ وُجِدَ الْمَصْرَفُ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّصْرَفَ ذٰلِكَ لِغَنِيٍّ غَيْرِ مُحْتَاجٍ وَلَا لِشَرِيْفٍ مُنَصَّبٍ؛ لِأَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ الْأَخْذُ مَا لَمْ يَكُنْ مُحْتَاجًا، أَوْ فَقِيْرًا وَلَا لِذِي النَّسَبِ لِأَجْلِ نَسَبِهِ مَا لَمْ يَكُنْ فَقِيْرًا وَلَا لِذِيْ عِلْمٍ لِأَجْلِ عِلْمِهِ مَا لَمْ يَكُنْ فَقِيْرًا وَلَمْ يَثْبُتْ فِي الشَّرْعِ جَوَازُ الصَّرْفِ لِلْأَغْنِيَاءِ لِلْإِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا يَنْعَقِدُ وَلَا تَشْتَغِلُ الذِّمَّةُ بِهِ وَلِأَنَّهُ حَرَامٌ بَلْ سُحْتٌ وَلَا يَجُوْزُ لِخَادِمِ الشَّيْخِ أَخْذُهُ وَلَا أَكْلُهُ وَلَا التَّصَرُّفُ فِيْهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ فَقِيْرًا، أَوْ لَهُ عِيَالٌ فُقَرَاءُ عَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ وَهُمْ مُضْطَرُّوْنَ فَيَأْخُذُوْنَهُ عَلٰى سَبِيْلِ الصَّدَقَةِ الْمُبْتَدَأَةِ فَأَخْذُهُ أَيْضًا مَكْرُوْهٌ مَا لَمْ يَقْصِدْ بِهِ النَّاذِرُ التَّقَرُّبَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَصَرْفَهُ إِلَى الْفُقَرَاءِ وَيَقْطَعُ النَّظْرُ عَنْ نَذْرِ الشَّيْخِ ،فَإِذَا عَلِمْتَ هٰذَا فَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَغَيْرِهَا وَيُنْقَلُ إِلٰى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ فَحَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا لَمْ يَقْصِدُوْا بِصَرْفِهَا لِلْفُقَرَاءِ الْأَحْيَاءِ قَوْلًا وَّاحِدًا اهـ .(البحر الرائق، ج۲، ص۲۹۸، كتاب الصوم، فصل ما يوجبه العبد على نفسه)

فَصَرَّحَ صَاحِبُ الْبَحْرِ بِحُرْمَةِ هٰذَا النَّذْرِ لِلْوُجُوْهِ الثَّلٰثَةِ :اَوَّلًا ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهَا كَرَاهَةَ اَخْذِ الْمَنْذُوْرِ مِثْلَهُ وَكَرَاهَةَ اَكْلِهِ وَالتَّصَرُّفِ فِيْهِ

اِلَّا لِلْفُقَرَاءِ الْمُضْطَرِّيْنَ ،ثَانِيًا وَهَلْ كَرَاهَةُ اَخْذِهٖ لِكَوْنِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ دَاخِلًا فِيْمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَمْ لِوَجْهٍ آخَرَ ، وَعِنْدِىْ اَنَّ عِلَّةَ الْكَرَاهَةِ لَيْسَ كَوْنُهٗ مِمَّا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰه لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَبِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَغَيْرُ الْمَذْبُوْحِ خَارِجٌ عَنْهُ سَوَاءٌ كَانَ غَيْرَ حَيْوَانٍ اَوْحَيْوَانًا قُرِبَ بِهٖ اِلٰى قَبْرِ صَالِحٍ لَايَقْصَدُ الذِّبْحَ، وَاَيْضًا فَلَوْكَانَتِ الْعِلَّةُ هٰذِهٖ لَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْفَقِيْرِ الْعَاجِزِ عَنِ الْكَسْبِ اَلْمُضْطَرِّ اَيْضًا مَالَمْ يُشْرِفْ عَلَى الْهَلَاكِ وَلَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْمُشْرَفِ عَلَى الْهَلَاكِ اَيْضًا اِلَّا بِقَدْرِ مَايَسُدُّ رَمْقَهٗ، وَكَلَامُ الْبَحْرِ مُطْلَقٌ عَنْهُ لَاسِيَّمَا وَالْفُقَرَاءُ الْقَاطِنُوْنَ بِاَمْثَالِ هٰذِهِ الضَّرَائِحِ لَايَكُوْنُوْنَ بِمَثَابَةِ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَيْتَةُ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ وَاَيْضًا لَوْكَانَتِ الْعِلَّةُ هٰذِهٖ لَصَرَّحَ صَاحِبُ الْبَحْرِ بِحُرْمَةِ الْاَخْذِ وَلَمْ يَقْتَصِرْ عَلَى الْكَرَاهَةِ، بَلِ الْعِلَّةُ فِىْ ذٰلِكَ عِنْدِىْ عَدَمُ خُرُوْجِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ عَنْ مِلْكِ النَّاذِرِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَنْذَرْهُ لِلْفُقَرَاءِ بَلْ لِلْمَيِّتِ وَالْمَيِّتُ لَايَمْلِكُ شَيْئًا فَكَانَ كَالسَّائِبَةِ الَّتِىْ اَطْلَقَهَا مَالِكُهَا لَايَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَخْذُهٗ لِكَوْنِهَا مَمْلُوْكَةً لِلْمُسَيِّبِ فَيَكُوْنُ اٰخِذُهَا غَاصِبًا وَمَعَ ذٰلِكَ لَوْاَخَذَهَا اَحَدٌ وَاَكَلَهَا اَوْذَبَحَهَا اِنْ كَانَتْ دَابَّةٌ لَايَكُوْنُ آكِلًا لِلْحَرَامِ بِعَيْنِهٖ وَلَا تَكُوْنُ بَعْدَ الذِّبْحِ بِاسْمِ اللّٰهِ مَيْتَةً بَلْ يَكُوْنُ اٰكِلًا لِلْمَغْصُوْبِ وَذَابِحًا لِمِلْكِ الْغَيْرِ وَاِنَّمَا جَازَ لِلْفَقِيْرِ الْمُضْطَرِّ اَكْلُهٗ وَالتَّصَرُّفُ فِيْهِ لِاَنَّ النَّاذِرَ وَاِنْ لَّمْ يَنْذُرْهُ لِلْفُقَرَاءِ بَلْ لِلْمَيِّتِ وَلٰكِنَّهٗ اَبَاحَهَا لَهُمْ بِحَيْثُ لَوْ عَلِمَ اَنَّ الْفُقَرَاءَ اَكَلُوْهُ لَايُنْكِرُ عَلَيْهِمْ وَلَايُؤَاخِذُهُمْ بِشَيْئٍ فَكَانَ النَّذْرُ

لِلْمَيِّتِ مُتَضَمِّنًا لِإِبَاحَتِهٖ لِلْفُقَرَاءِ وَلٰكِنْ فَسَادُ الْمُتَضَمَّنِ يَسْتَلْزِمُ فَسَادَ الْمُتَضَمِّنِ فَلَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْفُقَرَاءِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا عَاجِزِيْنَ مُضْطَرِّيْنَ اِلَيْهِ لَا كَاضْطِرَارِ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَيْتَةُ بَلْ كَاضْطِرَارِ مَنْ لَيْسَ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ وَهُوَ عَاجِزٌ كَمَايُفِيْدُهٗ اِطْلَاقُ كَلَامِ الْبَحْرِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

وَيُؤَيِّدُ مَاقُلْنَا اِطْلَاقُ الْبَحْرِ عَلَيْهِ لَفْظَ السُّحْتِ وَالْحَرَامِ دُوْنَ الْمَيْتَةِ وَالنَّجِسِ وَالسُّحْتُ يُطْلَقُ عَلَى الرِّشْوَةِ وَالرِّبَا وَكُلُّ مَالَا يَجُوْزُ كَسْبُهٗ وَعَلَى الْمَغْصُوْبِ وَغَيْرِهٖ وَالْكَلَامُ لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِي الْحُرْمَةِ الَّتِيْ تُلْحَقُ الشَّيْئَ بِمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ حَتّٰى يَكُوْنُ مَيْتَةً بَعْدَ الذِّبْحِ ،فَكَلَامُ الْبَحْرِ لَايَدُلُّ عَلٰى حُدُوْثِ مِثْلِ تِلْكَ الْحُرْمَةِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ فَلَمْ يَكُنْ مُعَارِضًا لِقَوْلِ اِبْنِ تَيْمِيَّةَ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، إِذَا صَرَفَهٗ فِيْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ أَنْ يَّصْرِفَهٗ فِيْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ حَسَنًا. ا ھـ.

فَاِنَّ الْمَالِكَ اَيِ النَّاذِرَ اِذَا صَرَفَهٗ فِيْ غَيْرِ الْمَنْذُوْرِ كَانَ ذٰلِكَ تَغْيِيْرًا لِنَذْرِهِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَلَا شَكَّ فِيْ كَوْنِ صَرْفِهٖ اِلَى الْمَشْرُوْعِ حَسَنًا وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَصْرِفُهُ الْمَالِكُ بِنَفْسِهٖ وَصَرَفَهٗ غَيْرُهٗ اِلَى الْمَصْرَفِ الْمَشْرُوْعِ فَلَايَجُوْزُ لِبَقَاءِ الْحُرْمَةِ فِيْهِ لِكَوْنِهٖ سَائِبَةً لَايَمْلِكُهَا آخِذُهَا وَمَصْرَفُهَا الْفُقَرَاءُ الْمُضْطَرُّوْنَ الْعَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ. هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ فِيْ تَحْرِيْرِ الْمَقَامِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ ("البذر للخیرفی النذر للغیر"، سلسلہ النور، رمضان صفحہ ۲۲ تاصفحہ ۲۴،

وذیقعدہ صفحہ ۱۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کی نذر ومنت ماننے کی وجہ سے وہ مالِ منذور (یعنی نذر ومنت مانا ہوامال) بذاتِ خود حرام نہیں ہوجاتا، البتہ ایسی نذر ومنت ماننا معصیت اور گناہ ہوتا ہے، اور شامیہ وغیرہ کی عبارت سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ غیرُ اللہ کے لئے نذر ماننے کی وجہ سے مالِ منذور میں حرمت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے اس منذور مال کا فقیر اور غریب کو استعمال کرنا بھی مکروہ ہوتا ہے، جب تک کہ نذر ماننے والا اپنی نیت کو خالص اللہ کے لئے نہ کرلے۔

لیکن البحرالرائق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت ایسی نذر ماننا حرام ہے، اور یہ نذر خود باطل ہے، چہ جائیکہ اس کی وجہ سے کسی چیز میں حُرمت پیدا ہو، کیونکہ صاحبِ بحر نے اولاً تو اس طرح کی نذر کو چند وجوہات کی بناء پر حرام قرار دیا ہے، پھر صاحبِ بحر نے اس پر ایسے مالِ منذور کی کراہت اور اس کے کھانے اور اس میں تصرف کرنے کی کراہت کو متفرع کیا ہے، سوائے سخت ضرورت مندوں کے، دوسرے کیا اس طرح کے مالِ منذور کو لینے کی کراہت کی علت اس کا ''ماا ھل بہ لغیر اللہ'' میں داخل ہونا ہے، یا کراہت کی کوئی اور وجہ ہے؟ تو کراہت کی علت ''ماا ھل بہ لغیر اللہ'' میں سے ہونا نہیں ہے، کیونکہ یہ بات پہلے دلائل کے ساتھ ذکر کی جاچکی ہے کہ ''ماا ھل بہ لغیر اللہ'' کے معنیٰ ''ماذبح بہ لغیر اللہ'' و''ماذبح باسم غیر اللہ'' کے ہیں، اور غیر مذبوح چیز ''ماا ھل بہ لغیر اللہ'' سے خارج ہے، چاہے وہ غیر حیوان ہو، یا ایسا حیوان ہو، جس کو کسی صالح کی قبر کے تقرب کے طور پر پیش کردیا گیا ہو، مگر اس کے ذبح کرنے کا قصد نہ ہو، یا ابھی تک اس نیت سے ذبح نہ کیا گیا ہو، نیز اگر مالِ منذور کی کراہت کی علت ''ماا ھل بہ لغیر اللہ'' ہوتی، تو فقیر اور غریب کو اس کا لینا جائز نہ ہوتا، جب تک کہ ہلاکت (واضطرار) تک نوبت نہ پہنچ جاتی، اور اس وقت بھی جان بچانے کی مقدار کی حد تک لینا جائز ہوتا، کیونکہ ماا ھل بہ لغیر اللہ میتہ ومُردار کی طرح حرام ہوتی

ہے، جس کی اجازت صرف اضطرار کی حالت میں ہی ہوا کرتی ہے، اور صاحبِ بحر کے کلام میں اس طرح کی کوئی قید نہیں، خاص طور پر جو مزاروں کے فقراء اور واردین و متعلقین ہوتے ہیں، وہ سب اس درجہ کے نہیں ہوتے کہ جن کو مُردار کا کھانا حلال ہو، جیسا کہ مشاہدہ ہے، نیز مالِ منذور کے لینے کے مکروہ ہونے کی علت اگر ''ما اہل بہ لغیر اللہ'' ہوتی، تو صاحبِ بحر اس مال کے لینے کی حرمت کو اس علت کے ساتھ بیان کرتے، اور صرف کراہت کا حکم لگانے پر اکتفاء نہ کرتے، اس لئے منذور مال کے دوسرے کو استعمال وتناول کے مکروہ ہونے کی علت درحقیقت اس منذور مال کا نذر ماننے والے کی ملکیت سے نہ نکلنا ہے، کیونکہ اس نے فقیروں اور غریبوں کے لئے تو نذر نہیں مانی، بلکہ میت کے لئے نذر مانی ہے، اور میت کسی چیز کی مالک نہیں ہوتی، اس لئے یہ منذور مال اس ''سائبہ'' جانور کی طرح ہو گیا، جس کو اس کے مالک نے چھوڑ دیا ہو کہ اس کا کسی کو لینا جائز نہیں ہوتا، کیونکہ وہ ''سائبہ'' بنانے والے کی ملکیت ہوتا ہے، اور مالک کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت کے بغیر اس کو لینے والا غاصب شمار ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود اگر اس کو کوئی لے لیتا ہے، اور کھا لیتا ہے، یا ذبح کر لیتا ہے، تو وہ ایسا جانور ہے کہ جس کا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، اور نہ ہی وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے بعد میتہ و مُردار ہوتا ہے، بلکہ اس کو کھانے والا مغصوب مال کو کھانے والا اور غیر کے مملوک جانور کو ذبح کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

اور فقیر ومحتاج کو اس منذور مال کا کھانا اور اس میں تصرف کرنا اس لئے جائز ہے کہ نذر ماننے والے نے اگرچہ فقیروں اور غریبوں کے لئے نذر نہیں مانی، بلکہ میت کے لئے نذر مانی ہے، لیکن اس نے اس مال کو فقیروں اور غریبوں کو مباح اور جائز قرار دے دیا ہے، بایں طور کہ اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس کا یہ منذور مال فقراء کھا رہے ہیں، تو یہ ان پر نکیر نہیں کرتا، اور ان سے کسی چیز کا مطالبہ ومؤاخذہ نہیں کرتا، تو میت کے لئے نذر ماننا فقیروں کے لئے اس مال کے مباح وجائز کرنے کو متضمن اور شامل ہے، لیکن متضمَّن (بالفتح) کا فساد متضمِّن (بالکسر) کے

فساد کو مستلزم ہوا کرتا ہے، لہٰذا اس مال کا فقیروں کو لینا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک وہ عاجز اور مجبور نہ ہوں، جس سے مراد فقراء ہیں، نہ کہ ایسے مضطر کہ جن کو مُردار کھانا حلال ہوتا ہے، واللہ اعلم۔ [1]

اور گزشتہ موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحبِ بحر نے اس پر ''سحت'' اور حرام کا اطلاق کیا ہے، میتہ اور نجس کا اطلاق نہیں کیا، اور سحت کا اطلاق رشوت اور سود اور ہر اس چیز پر کیا جاتا ہے، جس کا حاصل کرنا جائز نہ ہو، اور مغصوب (یعنی کسی کے زبردستی قبضائے ہوئے مال) وغیرہ پر بھی کیا جاتا ہے، جس کے بارے میں اس وقت بحث نہیں ہے، بلکہ اس وقت بحث اس حرمت کے بارے میں ہے، جو کسی چیز کو ''ما اہل بہ لغیر اللہ'' میں داخل کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ چیز مُردار ہو جاتی ہے، تو بحر کے کلام سے اس طرح کی حرمت کے اس منذور مال میں پیدا ہونے پر کوئی دلالت نہیں ہے، لہٰذا صاحبِ بحر کا یہ قول ابنِ تیمیہ کے اس قول کے مخالف نہیں ہوگا کہ اس مالِ منذور کو مساجد کی عمارت یا مسلمان نیک صالح فقراء پر خرچ کر دینا مستحسن ہے، کیونکہ نذر ماننے والا جب اس مال کو کارِ خیر والے مصرف میں خرچ کر دے گا، تو یہ اس کا اپنی پہلی گناہ والی نذر کو بدلنا کہلائے گا، اس لئے اس کے مشروع مصرف میں خرچ کرنے کے مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا، البتہ جب مالک خود سے اس کو صرف نہ کرے، اور کوئی دوسرا شخص (اس کو مالک کی اجازت کے بغیر) مشروع مصرف میں خرچ کرے، تو اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی حرمت باقی ہے، بوجہ ''سائبہ'' ہونے کے، جس کو لینے والا مالک نہیں ہوتا، اور اس کا مصرف وہ غریب فقراء ہوتے ہیں، جو

---

[1] پھر اس بات کی تائید امداد الاحکام کی ایک عبارت سے بھی ہوتی ہے، جو درجِ ذیل ہے:
اس (قبر کے) چڑھاوے کا مالک وہی شخص ہے، جس نے اس کو چڑھایا ہے، اگر وہ معلوم ہو، تو اس کو واپس کیا جائے، اگر معلوم نہ ہو، تو ان فقراء پر تصدیق کر دیا جائے، جو مضطر اور فاقہ زدہ ہیں، جیسے یتامیٰ اور بیوگان ومساکین وغیرہ، واللہ اعلم۔ از تھانہ بھون، ۷ شعبان ۲۸ ہجری (امداد الاحکام، ج ۱ ص ۲۰۲، کتاب السنۃ والبدعۃ، مکتبہ دار العلوم کراچی)

کمانے سے عاجز ہوتے ہیں۔ [1]

(علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے کلام وتحقیق کا خلاصہ ومطلب ختم ہوا)

علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے مالِ منذور لغیر اللہ کو سائبہ کے مِثل قرار دینے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں سائبہ، درحقیقت جانور کے علاوہ اُن چیزوں کو بھی کہا جاتا تھا، جو بتوں وغیرہ کے تقرّب کے لئے بتوں وغیرہ کے خدام اور مجاوروں کو حوالہ کی جاتی تھیں، اور سائبہ کے بارے میں یہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے مالک کی ملکیت ختم اور اس مال میں حرمت لعینہٖ پیدا نہیں ہوتی۔ [2]

---

[1] اور بعض حضرات کے نزدیک ایسا مال (جس میں مالِ منذور لغیر اللہ وتقرب لغیر اللہ والا مال بھی داخل ہے) کہ جس کا مالک معلوم نہ ہو، اس کو مصالحِ مسلمین پر بھی خرچ کرنا جائز ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ تیمیہ اور بعض دوسرے فقہاء کا موقف ہے، اور بعض حنفیہ کا بھی۔

البيت الثالث :بيت الضوائع:

وهى الأموال الضائعة ونحوها من لقطة لا يعرف صاحبها، أو مسروق لا يعلم صاحبه ونحوهما على ما تقدم، فتحفظ فى هذا البيت محرزة لأصحابها، فإن حصل اليأس من معرفتهم صرف فى وجهه.
ومصرف أموال هذا البيت -على ما نقله ابن عابدين عن الزيلعى، وقال :إنه المشهور عند الحنفية - هو اللقيط الفقير، والفقراء الذين لا أولياء لهم، فيعطون منه نفقتهم وأدويتهم وتكاليف أكفانهم ودية جناياتهم .وقال الماوردى :عند أبى حنيفة يصرف لهؤلاء صدقة عمن المال له، أو من خلف المال.
ولم نعثر لغير الحنفية على تخصيص هذا النوع من الأموال بمصرف خاص، فالظاهر أنها عندهم تصرف فى المصالح العامة كالفىء ، وهو ما صرح به أبو يعلى والماوردى فى مال من مات بلا وارث ، وبناء على ذلك تكون البيوت عندهم ثلاثة لا أربعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨، ص ٢٥٠ ، مادة "بيت المال")

وبيت الأموال الضائعة نحو التركات التى لا وارث لها يصرف ذلك إلى عمارة القناطر والطرق والرباطات التى لا وقف لها (فتاوىٰ قاضى خان، ج٣، ص ٣٧٠، فصل فى أهل الذمة وما يؤخذ منهم من الجزية فى كل سنة وما يفعل بهم)

(قوله :الضوائع) جمع ضائعة أى اللقطات، وقوله :مثل ما لا إلخ مثل تركة لا وارث لها أصلا أو لها وارث لا يرد عليه كأحد الزوجين (ردالمحتار، ج٢، ص٣٣٨، كتاب الزكاة، باب العشر، فروع فى زكاة العشر)

[2] وأما السائبة فكان الرجل يسيب من ماله ما يشاء من الحيوان وغيره فيجىء به إلى السدنة والسدنة خزنة آلهتهم فيدفعه إليهم فيقبضونه منه فيطعمون منه أبناء السبيل الرجال دون النساء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے چھوڑے ہوئے جانور کے بارے میں یہ عبارت پہلے جانور وغیرہ کے سائبہ کے بیان میں گزر چکی ہے کہ:

اور اگر غصب کے طور پر ذبح نہیں کیا، بلکہ مالک کی اجازت سے ذبح کیا ہے، اور اس نیت سے ذبح نہیں کیا، جس نیت سے اُس نے چھوڑا تھا، بلکہ ذبح کرنے والے نے صحیح نیت سے اللہ کے نام پر ذبح کیا ہے، تو اس صورت میں یہ ذبیحہ بالکل حلال ہے، گو چھوڑنے والے نے ابھی تک اپنی نیت کو نہ بدلا ہو، اور اگر جانور کو غیرُ اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے نہیں چھوڑا، بلکہ ویسے زندہ رکھنے کے لئے چھوڑا گیا ہے، جیسا کہ مشرکین بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، اور بعض جہلاء مسلمین کسی ولی کے لئے جانور چھوڑتے ہیں، اور ذبح کرنے کی نیت نہیں ہوتی، تو اس فعل کی حرمت میں تو شک نہیں، مگر اس فعل سے جانور میں حرمت نہ آئے گی، بلکہ مدار نیتِ مستانفہ ذابح پر ہے، پس اگر یہ چھوڑنے والا ذبح کے وقت اللہ کے لئے ذبح کرنے کی نیت کرے، اور اللہ کا نام لے کر ذبح کرے، اور ذابح مسلمان ہو تو ذبیحہ حلال ہوگا، اور اس کا ذبح کے وقت اللہ کے لئے ذبح کی نیت کرنا پہلی نیت کو بدل دے گا، اور اگر چھوڑنے والے نے خود ذبح نہیں کیا، بلکہ دوسرے شخص نے جو مسلمان ہے، اُس کے اذن سے اللہ کے واسطے اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا، تب بھی ذبیحہ حلال ہے، گو مالک نے اپنی نیت کو نہ بدلا ہو (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۱۶، و ربیع الثانی ۱۳۴۶، صفحہ ۳، و ۴، مطبوعہ: تھانہ بھون)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ويطعمون منه لآلهتهم الذكور دون الإناث حتى يموت إن كان حيوانا فإذا مات اشترك فيه الرجال والنساء (تنوير المقباس من تفسير ابن عباس، ص ۱۰۲، سورة المائدة)

وقال الفراء اختلف في السائبة فقيل كان الرجل يسيب من ماله ما شاء يذهب به إلى السدنة وهم الذين يقومون على الأصنام وقيل السائبة الناقة إذا ولدت عشرة أبطن كلهن إناث سيبت فلم تركب ولم يجز لها وبر ولم يشرب لها لبن وإذا ولدت بنتها بحرت أى شقت أذنها فالبحيرة ابنة السائبة وهى بمنزلة أمها (فتح البارى شرح صحيح البخارى، للعسقلانى، ج۸ص ۲۸۵، كتاب التفسير، قوله باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام)

پس جب جانور میں مالک کی نیت تقرب لغیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کی ہونے (اور اس کی نیت تبدیل نہ ہونے) کے باوجود اللہ کے نام پر صحیح نیت سے ذبح کرنے سے، اور اسی طرح غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے زندہ رکھنے کے لئے چھوڑنے سے جانور میں حُرمت پیدا نہیں ہوتی، اور یہاں ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کی علت جاری نہیں ہوتی، تو اسی طرح جانور کے علاوہ دوسری اُن چیزوں میں بھی حُرمت پیدا نہیں ہوگی، جنہیں غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر مان کر یا نذر ماننے بغیر مختص کیا گیا ہو، اور یہاں بھی ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کی علت جاری نہیں ہوگی، بالخصوص جبکہ اس مال کو لینے واستعمال کرنے والے کی نیت نذر ماننے والے کی نذر کی تکمیل کی نہ ہو، بلکہ صدقۂ مبتدأہ کے طور پر ہو، البتہ اس صورت میں نذر ماننے والے کی غلط وناجائز نذر کی اعانت لازم آتی ہے، اس لئے اس خرابی کی وجہ سے جب تک نذر ماننے والے کی نیت درست نہ ہو، اس وقت تک اس طرح کے مال واشیاء کو لینا واستعمال کرنا مکروہ ہے، جس کی تفصیل پیچھے اسی فصل میں فتاویٰ خیریہ کی عبارت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

رہا جانور کو غیرُ اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کرنے کی صورت میں حُرمت کا معاملہ، تو وہ مسئلہ اس سے جدا ہے، کیونکہ وہاں تقرب لغیر اللہ کی نیت یا غرض پائے جانے کی وجہ سے جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کی شرط نہیں پائی جاتی، لہٰذا وہاں پہلے سے جانور میں پیدا شُدہ حُرمت برقرار رہتی ہے، اور یہاں اس منذور چیز میں پہلے سے کوئی حرمت ہے نہیں، بلکہ اس میں اصل سے حلت ہے، اور غیرُ اللہ کے تقرب کی نذر ماننا معتبر نہیں، اس لئے وہ نیت اس میں مؤثر نہیں ہوتی۔

اسی طرح معارفُ القرآن کی سائبہ جانور کے بارے میں یہ عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے کہ:

> مگر شرعی اصول کے مطابق یہ جانور اپنے مالک کی مِلک سے خارج نہیں ہوا، اسی کا مملوک ہے، اگرچہ وہ اپنے غلط عقیدہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میری مِلک سے نکل کر غیر اللہ کے لئے وقف ہوگیا، مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے، وہ جانور بدستور اس

کی مِلک میں ہے۔

اب اگر وہ شخص خود اس جانور کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے، یا ہبہ کردے، تو اس کے لئے یہ جانور حلال ہے، جیسا بکثرت ہندو اپنے دیوتاؤں کے نام پر بکری یا گائے وغیرہ کو اپنے نزدیک وقف کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اور مندروں کے پجاریوں، جوگیوں کو اختیار دیتے ہیں، وہ جو چاہیں کریں، یہ مندروں کے پجاری ان کو مسلمانوں کے ہاتھ بھی فروخت کردیتے ہیں۔

یا اسی طرح بعض جاہل مسلمان بھی بعض مزارات پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں کہ بکرا یا مرغا چھوڑ دیتے ہیں، اور مزارات کے مجاورین کو اختیار دیتے ہیں، وہ ان کو فروخت کردیتے ہیں، تو جو لوگ ان جانوروں کو ان لوگوں سے خرید لیں، جن کو اصل مالک نے اختیار دیا ہے، ان کے لئے ان کا خریدنا اور ذبح کر کے کھانا اور فروخت کرنا سب حلال ہے (معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۴۲۳، ۴۲۴)

سائبہ جانور کی طرح مذکورہ تفصیل بعینہٖ اُن اشیاء میں بھی جاری ہوتی ہے، جو غیرُ اللہ کے تقرب کے نام سے کسی جگہ (مثلاً بت یا قبر وآستانہ پر) چھوڑی جاتی ہیں کہ وہ بھی شرعی اُصول کے مطابق مالک کی مِلک سے خارج نہیں ہوتیں، بلکہ مالک کی مملوک رہتی ہیں، اگرچہ وہ اپنے غلط عقیدہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میری مِلک سے نکل کر غیرُ اللہ کے لئے وقف یا مختص ہوگئیں، مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے، وہ اشیاء بدستور اس کی ملک میں ہیں۔

اب اگر وہ شخص خود ان اشیاء کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے، یا ہبہ کردے، تو اس دوسرے کے لئے یہ اشیاء حلال ہیں، جیسا کہ بکثرت ہندو اپنے دیوتاؤں کے نام پر کھانے وغیرہ کو اپنے نزدیک وقف یا بتوں کے لئے مختص کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اور مندروں کے پجاریوں، جوگیوں کو اختیار دیتے ہیں، وہ جو چاہیں کریں، یہ مندروں کے پجاری وغیرہ ان کو مسلمانوں کے ہاتھ بھی فروخت کردیتے ہیں۔

یااسی طرح بعض جاہل مسلمان بھی بعض مزارات پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں کہ وہاں روپیہ، پیسہ، کپڑا وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں، اور مزارات کے مجاورین کو اختیار دیتے ہیں، وہ ان کو فروخت کردیتے ہیں، تو جولوگ ان چیزوں کوان لوگوں سے خریدلیں، جن کواصل مالک نے اختیار دیا ہے، ان کے لئے ان کا خریدنا، اور استعمال کرنا اور فروخت کرنا سب حلال ہے۔

البتہ جس مال کے مالک معلوم نہ ہوں، اور نہ انہوں نے کسی کو متعین طریقہ پر خود سے مالک بنایا ہو، اور نہ کسی کو مالک بنانے کا اختیار دیا ہو، تو مجاوروں کو خود ہڑپ کرنا یا مجاوروں کا لوگوں سے طوعاً وکرھاً غیرُ اللہ کی نذروں کے نام پر وصول کرنا اور نذرِ صحیح کے طور پر لینا جائز نہیں، لیکن ایسے مال کا غریب کو صدقۂ مبتدأہ کے طور پر لینا جائز ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک مصالحِ مسلمین پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔

اور ہمیں اب دلائل میں غور کرنے سے یہی موقف راجح معلوم ہوا کہ اگر کسی نے جانور کو بُت، یاصاحبِ قبر کے تقرب کے طور پر ذبح کرنے کے بجائے، زندہ جانور کی بُت، یاصاحبِ قبر کے تقرب کے لئے نذرومنت مانی، یا نذرومنت مانے بغیر جانور کو کسی بُت یاصاحبِ قبر کے لئے مختص کردیا، یا جانور کے علاوہ کسی اور چیز کی، بت یا فوت شُدہ بزرگ، یاصاحبِ قبر کے لئے نذرمانی، یا نذر مانے بغیر اس کے لئے مختص کردی، تو ایسا کرنا حرام اور گناہ بلکہ قریب بشرک ہے، لیکن اس طرزِ عمل کی وجہ سے وہ زندہ جانور اور وہ چیز نہ تو مالک کی ملکیت سے نکلتی ہے، اور نہ اس طرح کی نذرمنعقد ومعتبر ہوتی ہے، اور نہ وہ چیز بذاتِ خود میتہ یا مُردار کی طرح حرام ہوتی ہے، بلکہ اس چیز پر اصل مالک کی ملکیت برقرار رہتی ہے، اور اسے اس کو رکھنا اور کسی کو صحیح نیت سے دینا جائز ہوتا ہے، اور مالک معلوم نہ ہو، اور نہ مالک نے صراحتاً ودلالۃً کسی کو اس کا اختیار دیا ہو، تو اس کا مصرف غریب اور بعض کے نزدیک غریبوں کے ساتھ ساتھ مصالحِ مسلمین ہوتا ہے، جیسا کہ سائبہ جانور کے بیان میں گزرا، اور جانور کے اندر اصل حرام ہونا ہے، جس کے حلال ہونے کے لئے تزکیہ وذبح (اپنی شرائط کے ساتھ)

ضروری ہے، جبکہ نباتات، غلہ جات، کھانے، کپڑے وغیرہ کے اندر اصل حلال ہونا ہے، اور ان چیزوں کے حلال ہونے کے لئے تزکیہ وذبح وغیرہ شرط نہیں، لہٰذا جانور کے علاوہ دوسری چیزوں کی اصل حلت اپنی جگہ برقرار رہے گی، اور کسی کے غلط نیت وعقیدہ کی وجہ سے ان چیزوں میں فی نفسہٖ مُردار کی طرح حرمت پیدا نہ ہوگی۔

غیرُ اللہ کے تقرب و نذر والی چیز کے حرام ہونے پر کلام

جبکہ اس کے برعکس بعض اہلِ علم حضرات کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جانور کے علاوہ کسی بھی چیز کی غیرُ اللہ کے علاوہ مثلاً صاحبِ قبر کے لئے نذر مان لی جائے، یا کسی چیز کے متعلق غیرُ اللہ کے تقرب کی نیت و نیاز کر لی جائے، تو اس نذر ماننے یا تقرُّب لغیر اللہ کی نیت و نیاز کر لینے کی وجہ سے وہ چیز بذاتِ خود ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' یا مُردار کی طرح حرام ہوجاتی ہے، اور اس کا امیر یا غریب کسی کو بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہوتا، مگر ہمارے نزدیک یہ موقف راجح نہیں ہے، اس موقف پر آگے کلام کیا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اور بتوں یا اولیاء کے مزاروں پر جو مٹھائی وغیرہ چڑھائی جاتی ہے، اس کے متعلق ہمارے فقہاء کی تصریح ہے کہ اس کا کھانا اور لینا مُجاوروں کو حرام ہے، رہا یہ کہ حرمت کی وجہ کیا ہے؟ سو میرا اب تک یہ خیال تھا کہ وجہ حرمت تسییب ہے، کہ وہ چڑھاوا مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوا، جیسا کہ عبارتِ عربیہ میں اس کو ظاہر کیا تھا، مگر اب اس خیال کی غلطی واضح ہوگئی، اور معلوم ہوا کہ فقہاء نے محض تسییب کی بناء پر یا اعانت فی النذر لغیر اللہ کی وجہ سے اس کو حرام نہیں کہا، بلکہ وجہ حرمت ما اہل لغیر اللہ کی مشابہت ہے، گو یہ حقیقۃً ما اہل لغیر اللہ کا فرد نہ ہو، مگر اس کے مثل ہے، کیونکہ اس سے تعظیم غیر اللہ مقصود ہے، اور یہی علت ہے حرمت مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ

اللّٰہِ بِہٖ کی۔

وَيُؤَيِّدُ مَاذَكَرَهُ ابْنُ تَيْمِيَّةَ فِيْ اِقْتِضَاءِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ (صفحة ١١٠)

سُئِلَ مَالِکٌ عَنِ الطَّعَامِ الَّذِیْ تَصْنَعُهُ النَّصَارٰی لِمَوْتَاهُمْ يَتَصَدَّقُوْنَ بِهٖ عَنْهُمْ: اَيَأْكُلُ مِنْهُ الْمُسْلِمُ؟ فَقَالَ: لَا يَنْبَغِیْ لَا يَأْخُذُهُ مِنْهُمْ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَعْمَلُ تَعْظِيْمًا لِلشِّرْکِ فَهُوَ کَالذَّبَائِحِ لِلْأَعْيَادِ وَالْكَنَائِسِ. اھ (اقتضاء الصراط المستقیم، صفحة ١١٠)

قُلْتُ وَالظَّاهِرُ اَنَّ الطَّعَامَ فِیْ کَلَامِهٖ مُطْلَقٌ عَنِ الْمَذْبُوْحِ وَغَيْرِهٖ.

قَالَ ابْنُ تَيْمِيَّةَ:

وَإِذَا نَذَرَ طَعَامًا مِّنَ الْخُبْزِ أَوْ غَيْرِهٖ وَكَذَا إِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلسَّدَنَةِ، أَوِ الْمُجَاوِرِيْنَ بِتِلْکَ الْبُقْعَةِ، فَالنَّذْرُ لِأُولٰئِکَ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ، وَفِيْهِ شِبْهٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَةِ الْأَنْدَادِ الَّتِیْ بِالْهِنْدِ. اھ (اقتضاء الصراط المستقیم، صفحة ١٥١)

وَفِیْ كُلِّ ذٰلِکَ مَايُشِيْرُ اِلٰی كَوْنِ عِلَّةِ الْحُرْمَةِ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ تَعْظِيْمُ غَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَكَوْنِهٖ مُلْحَقًا بِمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ رَجَعْتُ الْآنَ عَمَّا كَتَبْتُهُ قَبْلُ فِی الْعِبَارَةِ الْعَرَبِيَّةِ فِیْ عِلَّةِ هٰذَا الْحُكْمِ.

رہا یہ کہ جس جانور کو غیرُ اللہ کے نام پر بقصدِ ذبح یا عدمِ ذبح چھوڑا گیا ہو، اور اس کو دوسرا شخص نیتِ صحیحہ سے اللہ کے نام پر ذبح کردے، تو وہاں مالک کی نیت حرمت میں مؤثر کیوں نہ ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں ذابح کا فعل اور اس کی نیت مالک کی نیت سے معارض ہوگئی، اور معارض اقویٰ ہے، لہٰذا نیتِ مالک معتبر نہ رہی، پس اس قسم کے چڑھاوے جو بتوں یا قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں، ان کا کھانا اغنیاء وفقراء مجاورین وغیر مجاورین سب کو حرام ہے، جب تک چڑھانے والا

نیتِ تقرب للصنم اور تقرب للمیت سے رجوع کر کے ابتداءً کسی کو صدقہ یا ہبہ نہ کرے (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۴، و ۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

مگر جیسا کہ عرض کیا گیا کہ گزشتہ دلائل کے پیشِ نظر ہمیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے بیان کردہ اس موقف سے اتفاق نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ، علامہ رملی و دیگر فقہاء اور علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کا گزشتہ مؤقف راجح معلوم ہوا، جس کی قدرے تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا نذر لغیر اللہ والے مال کے متعلق یہ فرمانا کہ:

''فقہاء نے محض تسبیب کی بناء پر یا اعانت فی النذر لغیر اللہ کی وجہ سے اس کو حرام نہیں کہا، بلکہ وجہ حرمت ما اہل لغیر اللہ کی مشابہت ہے'' (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۴، مطبوعہ: تھانہ بھون)

اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہو سکا، بلکہ ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ صاحبِ بحر وغیرہ نے نذر لغیر اللہ والی اشیاء کو سائبہ ہونے یعنی نذر ماننے والے کی ملکیت سے خارج نہ ہونے یا غیر اللہ کی نذر و نیاز کی اعانت کا گناہ لازم آنے کی وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے، نہ کہ ''ما اھل لغیر اللہ'' یا اس کی مشابہت کی وجہ سے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو فقہائے حنفیہ، حنابلہ و شافعیہ ان اشیاء کے استعمال کی کسی صورت میں بھی اجازت نہ دیتے، جبکہ ان سب حضرات سے اس مال کے صدقہ و مصالحِ مسلمین پر خرچ کرنے کی تصریحات منقول ہیں۔

اور خود صاحبِ بحر نے بھی اس کی کراہت کی علت ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' ہونے کو قرار نہیں دیا۔ لہٰذا اُن کی طرف اس علت کی نسبت کرنا محلِ نظر ہوا۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی اتباع میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی یہی موقف معارف القرآن میں اختیار فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

یہاں ایک چوتھی صورت اور ہے، جس کا تعلق حیوانات کے علاوہ دوسری چیزوں سے ہے، مثلاً مٹھائی، کھانا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’ما اھل بہ لغیر اللہ‘‘ جانور کے ساتھ خاص ہے، اور جانور کے اندر اصل حرام ہونا ہے، اور شرعی طریقہ پر اس کے ذبح وحلت کے لئے جو شرط ہے، وہ تقرب لغیر اللہ کے الفاظ یا نیت کی وجہ سے فوت ہوجاتی ہے، لہٰذا وہ جانور میتہ اور مُردار ہوجاتا ہے، اور جانور کے علاوہ دوسری اشیاء میں اس طرح تزکیہ وذبح وغیرہ کی کوئی شرط نہیں کہ جس کے فوت ہونے سے وہ میتہ ومُردار کی طرح ہوجائے، کیونکہ وہ پہلے سے بے جان چیز، اور حلال ہے، جانور کی طرح حرام نہیں، لہٰذا دوسری بے جان اشیاء کو جاندار کے مردہ ہوجانے پر قیاس کرنا یا جانور کے مُردار ہوجانے کی علتِ حُرمت کو دوسری بے جان چیز کی طرف متعدی کرنا فقہی اُصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ فقہی اعتبار سے علت کے متعدی کرنے کے لئے مقیس اور مقیس علیہ میں مخصوص موافقت ومطابقت ضروری ہے، اور یہاں موافقت ومطابقت کے بجائے مخالفت ومباینت پائی جاتی ہے، وہ اس طرح سے کہ ایک جاندار چیز ہے، اور دوسری بے جان، اور ایک پہلے سے حرام چیز ہے، اور دوسری حلال چیز، اور اسی وجہ سے گوشت میں جتنی احتیاطی شرط مقرر ہے کہ مثلاً اس کا فروخت کرنے والا مسلم یا اہلِ کتاب ہو، اس طرح کی شرط گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء کے لئے مقرر نہیں، جس سے حیوان اور غیر حیوان میں فرق واضح ہوجاتا ہے۔

پس ’’ما اھل بہ لغیر اللہ‘‘ سے تقرب لغیر اللہ کی علتِ حرمت نکال کر غیر جانور میں متعدی کرنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغیرہ، جن کو غیرُ اللہ کے نام پر نذر (منت) کے طور سے ہندو لوگ بتوں پر، اور جاہل مسلمان بزرگوں کے مزارات پر چڑھاتے ہیں، حضراتِ فقہاء نے اس کو بھی تقرب الیٰ غیر اللہ کی وجہ سے ’’ما اہل بہ لغیر اللہ‘‘ کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے، اور اس کے کھانے پینے، دوسروں کو کھلانے اور بیچنے خریدنے، سب کو حرام کہا ہے، کتبِ فقہ بحر الرائق وغیرہ میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں، یہ مسئلہ قیاسی ہے، جس کو نصِ قرآنی متعلقہ حیوانات پر قیاس کیا گیا ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم (معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۴۲۴)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا تقرب لغیر اللہ کی غرض سے مزارات وغیرہ پر چڑھائی ہوئی اشیاء کے بارے میں یہ فرمانا کہ حضراتِ فقہاء نے ان کو تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے ’’ما اھل بہ لغیر اللہ‘‘ کے حکم میں قرار دے کر حرام کہا ہے، یہ محتاجِ دلیل ہے، کہ کون سے فقہاء نے کس عبارت میں یہ حکم بیان فرمایا ہے، اور بحر کی عبارت پر کلام پہلے گزر چکا ہے، اور قیاس کا جواب آگے آتا ہے۔

راجح نہ ہوا، ”لان الذکاۃ شرط حل الذبیحۃ“

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر اسی ما اہل بہ لغیر اللہ کی علت کو متعدی کر کے اور غیر حیوان میں مؤثر مان کر شیءِ منذور لغیر اللہ کی حرمت کا حکم بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

> اگر قرآن مجید میں عام مراد نہ بھی ہو، تو اشتراکِ علت سے اشتراک حکم ہو جائے گا، والعلۃ ہی نیۃ التقرب لغیر اللہ تعالیٰ، اب اجماع مفسرین کے بھی خلاف نہ ہوا، اور اگر قرآن مجید میں عام ہی مراد لے لیا جائے، تو بھی اس کو مخالف اجماع نہیں کہہ سکتے، اگر مفسرین تعمیم تفسیر کی نفی تصریحاً کر دیتے، جب البتہ اس کی گنجائش تھی، گو بنظر غائر ایسا اجماع حجتِ شرعیہ نہیں، کیونکہ کسی تفسیر پر اتفاق ہونے سے حکم شرعی پر اتفاق لازم نہیں آتا، اور اجماع معتبر حکم پر ہے، اگر ایسی تفسیر کی جائے جس سے تفسیر جمہور کی نفی لازم آئے، تو بوجہ رفعِ حکمِ شرعی کے مخالفتِ اجماع ہے، اور یہاں نفی لازم نہیں آتی، بلکہ بوجہ عموم کے اس کو بھی شامل ہے (امداد الفتاویٰ ج ۵، ص ۳۶۲، کتاب العقائد والکلام)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اشتراکِ علت سے اشتراکِ حکم اس وقت ہوتا، جبکہ مقیس اور مقیس علیہ میں موافقت ومطابقت ہوتی، لہٰذا اس حیثیت سے جمہور مفسرین کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ حکمِ شرعی کے بھی خلاف ہوا۔

اور غیر حیوان میں ”ما اھل لغیر اللہ“ کی علت کا نہ تو مفسرین کی طرف سے اطلاق پایا جاتا، اور نہ محدثین کی طرف سے، اور نہ فقہائے کرام کی طرف سے، پھر کس دلیل سے اس علت کا تعدیہ اور عموم معتبر ہو سکتا ہے؟

لہٰذا اجماع کی مخالفت کی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کی مخالفت کے لئے کوئی معقول شرعی دلیل نہیں پائی جاتی کہ جس کی خاطر یہ ساری جدوجہد اور تاویل در تاویل کا راستہ

اختیار کیا جائے، البتہ صاحبِ بحر کی ایک عبارت باعثِ شبہ ہے، مگر اس کی صحیح ومناسب توجیہ پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

جب اہلال کے معنیٰ لغتاً رفعِ صوت کے ہیں، تو **مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ** عام ہوا، حیوان مذبوح علی اسم اللہ اور حیوان متقرب بہ لغیر اللہ مذبوح علی اسم اللہ اور غیر حیوان مثل غلہ شیرینی سب اشیاء کو، کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے، نہ خصوصِ مورد کا، اور فقہاء کا اس عموم کو معتبر سمجھنا اور خود بعض مفسرین کا اس عموم کے ساتھ تصریح کر دینا مؤید ہے، معنیٰ عموم مذکور کا، رہا بعض مفسرین کا ما ذبح علی اسم غیر اللہ کے ساتھ تفسیر کرنا عموم مذکور کو مضر نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص محض جریاً علی العادۃ ہو، اور اہلِ جاہلیت میں تحقیق **مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ** کا ضمن میں مذبوح علی اسم اللہ متقرب بہ الی غیر اللہ سے ساکت ہے، اور دوسروں کی تصریح عموم کے ساتھ ناطق والناطق مقدم علی الساکت یا مقصود ان مفسرین کا اس تفسیر سے یہ ہو، کہ اگر ذبح کے قبل نیت درست کر کے ذبح کرے تو جائز ہے، حرام اس وقت ہے جب ذبح کے وقت تک بھی وہی نیت فاسد ہو، پس معنیٰ علی اسم غیر اللہ یہ ہوں گے کہ ذبح باقیا الی وقت الذبح علی اسم غیر اللہ باعتبار النیۃ وان ذبح علی اسم اللہ کذا سمعت بعض الاذکیاء۔

اور چونکہ علت حرمت کی اہلال لغیر اللہ ہے، تو جب یہ عارض مرتفع ہو جاوے گا، حرمت بھی مرتفع ہو جاوے گی، اور حیوان میں قبل ذبح اور غیر حیوان میں ابداً اس عارض کا مرتفع ہونا ممکن ہے، اور حیوان میں ذبح کے بعد اس عارض کا مرتفع ہونا ممکن نہیں، **لتقررہ و انتهائه بالذبح**، اس لئے توبہ کرنے سے غیر حیوان میں بھی اگر وہ عارض متقرر ہو جاوے تو حرمت متقرر ہو جاوے گی، مثلاً نیتِ فاسدہ پر

اس میں کوئی تصرف کیا گیا جس سے وہ نیت نافذ اور متقرر ہو، جیسے کسی کو ہبہ کردیا گیا، مگر چونکہ اس تصرف کا فسخ ممکن ہے، بعودہ فی الھبۃ مثلاً جب فسخ کردے گا، وہ عارض مرتفع ہوجاوے گا، پھر حلت عود کرآوے گی، بخلاف ذبح کے کہ اس میں فسخ نہیں، کما لا یخفیٰ (امداد الفتاویٰ، ج۵، ۳۵۷، کتاب العقائد و الکلام، فتویٰ محررہ ۲۸ صفر ۱۳۲۱ھ یوم الاربعاء)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' کا عام مفہوم مراد لے کر حیوان کے علاوہ غیر حیوان کی حرمت کی نہ تو مفسرین سے تصریح ملتی، اور نہ ہی محدثین یا فقہائے کرام سے اور نہ قیاس سے علت کا تعدیہ درست ہے، ''للمخالفة بين المقيس والمقيس عليه''۔

اور یہ کہنا کہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص محض جریاً علی العادۃ ہو، یہ بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ مفسرین ومحدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جانور کے علاوہ دوسری اشیاء کے ذریعہ سے بھی تقرب لغیر اللہ کو حاصل کرنے کی صورتیں رائج تھیں، جن کو سائبہ کا نام دیا جاتا تھا، قرآن مجید کی آیت ''هذه انعام وحرث حجر الخ'' سے بھی اس طرف اشارہ ہے، لہٰذا اس طرح کی اشیاء سے شریعت ساکت نہیں، بلکہ ناطق ہے، اور اس کا نطق عدمِ حُرمت پر شاہد ہے۔

اور حیوان میں ذبح تک نیت کے باقی رہنے نہ رہنے کے متعلق مذکورہ تفصیل وتقریر کی اس لئے ضرورت نہیں کہ حیوان اسی وقت ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہوتا ہے، جبکہ ماذبح لغیر اللہ کا عمل پایا جائے، قطع نظر پہلے سے نیت ہونے نہ ہونے کے۔

اگر ذبح سے پہلے کسی کی نیت تقرب لغیر اللہ کی ہے، تو وہ سائبہ وغیرہ میں داخل ہے، جس کی تفصیل سائبہ کے بیان میں گزر چکی ہے، پس غیر حیوان میں نیتِ فاسدہ پر تصرف کرنے سے اس کو حرام قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں، بالخصوص جبکہ فقہاء کی تصریحات بھی اس کے خلاف ملتی ہوں۔ کمامر۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک مقام پر سائبہ جانور کی حلت اور شیءِ منذور لغیر اللہ کی حرمت

میں فرق کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

میری تحقیق میں مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں ایک دوسرا عموم ہے، یعنی منذور بہ لغیر اللہ، غیر حیوان کو بھی حکم حرمت کا شامل ہے، مگر اس تفصیل سے کہ حیوان کی حرمت تو مدلول نص بلا واسطہ ہے، لان الآیات وردت قطعاً فی الحیوانات، اور غیر حیوان کی حرمت مدلول بواسطہ قیاس سے لاشتراک العلۃ وہی نیۃ التقرب الی المخلوق، بحر کا فتویٰ اسی قیاس پر مبنی ہے، باقی آپ نے جو خلجان لکھا ہے، اس کا جواب قواعد سے یہ ہے کہ منذور بہ لغیر اللہ میں وہ تصرف جس میں تقریر ہے، ناذر کی غرضِ باطل کی حرام ہے، لان اعانۃ الحرام حرام، اور جس تصرف میں ابطال ہے، غرضِ ناذر کا وہ جائز ہے، پس مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے ذبح وتناول میں تو تقریر ہے، اس کی غرض اراقۃ دم کی، اس لئے حرام ہے، اور سوائب کے ذبح وتناول میں ابطال ہے، اس کی غرض کا، اس لئے حرام نہیں، اور بحر کی جزئیات میں مجاورین کا انتفاع یا ایقادِ قنادیل وغیرہ یہ سب تقریر ہے، غرض ناذر کی، اس لئے حرام ہے، اس سے فرق نکل آیا، سوائب کے تناول میں اور منذور للقبور کے تناول میں۔ واللہ اعلم، کتبہٗ اشرف علی، ۳۰/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۴ھ (جواہر الفقہ، ج ۶، ص ۲۴۳، توضیح کلام اہل اللہ، مطبوعۃ: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ)

اور حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

سیدی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی تحقیق مذکور سے منذور بہ لغیر اللہ جواز قبیلِ حیوانات نہ ہوں، جیسے شیرینی پھول وغیرہ ان میں اور سوائب وبحائر میں فرق واضح ہوگیا ہے کہ قسمِ اول میں ان چیزوں کا استعمال کرنا نذر کرنے والے کی غرض باطل کی تکمیل اور اس کی اعانت ہے، اس لئے اس کی حرمت جو آیت ما اھل

لغیر اللہ سے باشتراک علت ثابت تھی، بحالہا قائم رہی، جیسا کہ صاحبِ بحرالرائق وغیرہم کے فتوے میں مصرح ہے اور قسم دوم یعنی سوائب وبحائر میں ان کے ذبح کرنے اور کھانے میں نذر باطل کرنے والے کی غرض کا ابطال ہے اور نہ کھانے میں اس کی تکمیل اس لئے اس کے ذبح کرنے اور کھانے کی فی نفسہٖ اجازت دی گئی، اب حلت کے لئے صرف اجازت مالک کی ضرورت رہ گئی، جب مالک نے فروخت کردیا، یابدون معاوضہ کسی کو ہبہ کردیا، تو کھانے کی اجازت ہے (جواہر الفقہ، ج۶، ص۲۴۴، توضیح کلام اہل اللہ، مطبوعۃ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ)

مگر ہمیں سوائب اور نذر لغیر اللہ کے مال میں مذکورہ فرق سے اتفاق نہیں ہوسکا، کیونکہ پہلے دوسری فصل کے ضمن میں گزرچکا ہے کہ سائبہ، بحیرہ وغیرہ کی مختلف شکلیں زمانۂ جاہلیت میں رائج تھیں، جن میں بعض صورتیں جانور سے مختلف شکلوں میں انتفاع کی اور تقرب لغیر اللہ والی بعض صورتیں غیر حیوان کی صرف بتوں کے مجاوروں وغیرہ کے لئے ہی استعمال کی اجازت کی تھیں۔ [1]

لہٰذا سائبہ اشیاء کے مجاوروں کے استعمال کی اجازت دینے میں بھی نذر ماننے والے کی نیت کی تقریر پائی جاتی ہے، اور سائبہ کے انتفاع کو مالک کی اجازت سے مجاور اور پنڈت وغیرہ کے لئے حلال قرار دیا جارہا ہے، جیسا کہ معارف القرآن کے حوالہ سے صراحتاً سائبہ کے بیان میں گزرا۔

---

[1] وأما السائبة فكان الرجل يسيب من ماله ما يشاء من الحيوان وغيره فيجيء به إلى السدنة والسدنة خزنة آلهتهم فيدفعه إليهم فيقبضونه منه فيطعمون منه أبناء السبيل الرجال دون النساء ويطعمون منه لآلهتهم الذكور دون الإناث حتى يموت إن كان حيوانا فإذا مات اشترك فيه الرجال والنساء (تنوير المقباس من تفسير ابن عباس، ص ۱۰۲، السورة المائدة، تحت رقم الآية ۱۰۳)

وقال الفراء اختلف فى السائبة فقيل كان الرجل يسيب من ماله ما شاء يذهب به إلى السدنة وهم الذين يقومون على الأصنام وقيل السائبة الناقة إذا ولدت عشرة أبطن كلهن إناث سيبت فلم تركب ولم يجز لها وبر ولم يشرب لها لبن وإذا ولدت بنتها بحرت أى شقت أذنها فالبحيرة ابنة السائبة وهى بمنزلة أمها (فتح البارى شرح صحيح البخارى للعسقلانى، ج۸ص ۲۸۵، كتاب التفسير، قوله باب ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام)

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سائبہ کی یہ قسم بعینہٖ تقرب لغیر اللہ ونذر لغیر اللہ والے اس مال کی طرح ہوگئی، جس کا مالک معلوم نہ ہو، پھر فرق کہاں سے رہ گیا؟

پس یہاں تقرب لغیر اللہ اور نذر لغیر اللہ والے مال میں بھی مالک کی اجازت کی ضرورت ہوگی، اور مالک نے اگر نہ تو صراحتاً ودلالۃً اس کی اجازت دی ہو، نہ ہی کسی کو اس کا اختیار دیا ہو تو پھر یہ اموالِ ضائعہ کی طرح بعض کے نزدیک صرف غریبوں کا حق ہے، اور بعض کے نزدیک مصالح مسلمین پر بھی خرچ کرنا جائز ہے۔کمامرّ۔

اور قیاس یا صاحبِ بحر کی عبارت پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

رہا حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا امام مالک رحمہ اللہ کے کلام میں طعام کو مذبوح اور غیر مذبوح کے لئے عام قرار دینا، اور یہ فرمانا کہ:

”قُلْتُ وَالظَّاهِرُ اَنَّ الطَّعَامَ فِیْ کَلَامِهٖ مُطْلَقٌ عَنِ الْمَذْبُوْحِ وَغَیْرِهٖ“

(”الشفاء“، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

تو یہ بات مالکیہ کی کتب اور خود امام مالک رحمہ اللہ سے منقول تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ ان کی کتب میں امام مالک رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ مسئلہ ذبائح کی تصریح وتخصیص کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، یعنی امام مالک رحمہ اللہ سے منقول یہ مسئلہ نصاریٰ کے کنائس اور عیدوں وتہواروں کے مواقع پر ذبح شدہ جانور وحیوان سے متعلق ہے (نہ کہ جانور وحیوان کے علاوہ عام طعام وکھانے سے متعلق) کہ اگرچہ نصاریٰ کا ذبیحہ عام حالات میں بوجہ اہلِ کتاب ہونے کے حلال ہے، لیکن ان مذکورہ مواقع پر ذبح میں ”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ اس سلسلہ میں مالکیہ کی کتبِ فقہ کی چند عبارات مندرجہ ذیل ہیں۔

قلت :أرأیت النصرانی إذا ذبح وسمی باسم المسیح، أو أرسل كلبه أو بازه أو سهمه وسمی باسم المسیح أیؤ كل أم لا؟ قال :سمعت مالكا یكره كل ما ذبحوا لأعیادهم وكنائسهم، إذا ذبحوا لكنائسهم قال مالک :أكره أكلها .قال :وبلغنی عنه أنه تلا هذه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی نصاریٰ کے کنائس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الآية (وما أهل به لغير الله) ، وكان يكرهها كراهية شديدة، قال :وما سمعت من مالك فى مسألتك إذا سموا المسيح شيئا .قال :وأراهم إذا سموا المسيح بمنزلة ذبحهم لكنائسهم فلا أرى أن تؤكل (المدونة، ج ا ، ص ۵۳۶، كتاب الصيد)

قوله تعالى وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم فإن هذا العموم يتناول بظاهره ما ذبحوا لأعيادهم وكنائسهم (تهذيب الفروق والقواعد السنية فى الأسرار الفقهية للشيخ محمد بن على بن حسين مفتى المالكية بمكة المكرمة، مع الفروق للقرافى، ج ا ، ص ۱۸۳ ،الفرق بين قاعدة خطاب التكليف وقاعدة خطاب الوضع)

وصرح به ابن رشد فى سماع ابن القاسم من كتاب الذبائح، ونصه كره مالك -" رضى الله عنه " -ما ذبحه أهل الكتاب لكنائسهم وأعيادهم؛ لأنه رآه مضاهيا لقول الله عز وجل (أو فسقا أهل لغير الله به) ولم يحرمه إذا لم ير الآية متناولة له وإنما رآها مضاهية له؛ لأنها عنده وإنما معناها فيما ذبحوه لآلهتهم مما لا يأكلونه .قال وقد مضى هذا المعنى فى سماع عبد الملك من كتاب الضحايا، وقال فى سماع عبد الملك من أشهب وسألته عما ذبح للكنائس قال لا بأس بأكله.

ابن رشد كره مالك - "رضى الله عنه " -فى المدونة أكل ما ذبحوه لأعيادهم وكنائسهم، ووجه قول أشهب أن ما ذبحوه لكنائسهم لما كانوا يأكلونه وجب أن يكون حلالا لنا؛ لأن الله تبارك وتعالى قال (وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم) (المائدة: وإنما تأول قول الله عز وجل (أو فسقا أهل لغير الله به) فيما ذبحوه لآلهتهم مما يتقربون به إليها ولا يأكلونه فهذا حرام علينا بدليل الآيتين جميعا اهـ .فتبين أن ذبح أهل الكتاب إن قصدوا به التقرب لآلهتهم فلا يؤكل؛ لأنهم لا يأكلونه فهو ليس من طعامهم ولم يقصدوا بذكاته إباحته وهذا هو المراد هنا .وأما ما يأتى من المكروه فى ذبح لصليب إلخ فالمراد به ما ذبحوه لأنفسهم وسموا عليه اسم آلهتهم فهذا يؤكل بكره؛ لأنه من طعامهم (منح الجليل، ج۲، ص ۴۱۳، و ۴۱۴، باب الذكاة)

مسألة :ما ذبح أهل الكتاب لأعيادهم وكنائسهم. مسألة وقال مالك :ما ذبح أهل الكتاب لأعيادهم وكنائسهم وأعدوه فلا أحب أكله، ولست أراه حراما .قال ابن القاسم :ولا يعجبنى أكله .قال عيسى :لا أرى به بأسا، وابن وهب مثله .سحنون :كل ما ذبحوا لأعيادهم فلا يحل أكله، وما ذبحوا لأنفسهم فلا بأس به.قال محمد بن رشد : كره مالك ما ذبحوا لأعيادهم وكنائسهم لأنه رآه مضاهيا لقوله عز وجل :(أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ) ، ولم يحرمه إذ لم ير الآية متناولة له وإنما مضاهية له؛ لأن الآية عنده معناها ما ذبحوا لآلهتهم مما لا يأكلون، ورأى سحنون الآية متناولة له فحرمه، وأجازه من أجازه لأنه من طعامهم الذى يأكلونه، وقد قال عز وجل :(وطعام الذين أوتوا الكتاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعیدوں کے مواقع پراُن کے ذبائح کی ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کی وجہ سے کراہت مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حل لكم) وقد مضى هذا المعنى فى سماع عبد المالك من كتاب الضحايا فقف على ذلك وبالله التوفيق (البيان والتحصيل للقرطبى، ج٣، ص٢٧٢، كتاب الصيد والذبائح)
(مسألة :ما يذبح للكنائس)مسألة وسألته :عما يذبح للكنائس، قال :لا بأس بأكله.
قال محمد بن رشد : كره مالك فى المدونة أكل ما ذبحوا لأعيادهم وكنائسهم ، وتأول فى ذلك عز وجل : (أو فسقاً أهل لغير الله به) .ووجه قول أشهب أن ما ذبحوا لكنائسهم لما كانوا يأكلونه وجب أن يكون حلا لنا لأن الله تعالى يقول :(وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم) . وإنما تأويل قوله : (أو فسقاً أهل لغير الله به) .ما ذبحوه لآلهتهم مما يتقربون به إليها ولا يأكلونه ، فهذا حرام علينا بدليل الآيتين (البيان والتحصيل للقرطبى، ج٣، ص٣٧٨، كتاب الضحايا والعقيقة)
وأما إذا علم أنهم ذبحوا ذلك لأعيادهم وكنائسهم فإن من العلماء من كرهه، وهو قول مالك .ومنهم من أباحه، وهو قول أشهب .ومنهم من حرمه، وهو الشافعي.
وسبب اختلافهم تعارض عمومي الكتاب فى هذا الباب، وذلك أن قوله تعالى: (وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم) يحتمل أن يكون مخصصا لقوله تعالى: (وما أهل لغير الله به) ويحتمل أن يكون قوله تعالى: (وما أهل لغير الله به)مخصصا لقوله تعالى: (وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم)إذ كان كل واحد منهما يصح أن يستثنى من الآخر.
فمن جعل قوله تعالى: (وما أهل لغير الله به)مخصصا لقوله تعالى: (وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم)قال: لا يجوز ما أهل به للكنائس والأعياد .ومن عكس الأمر قال: يجوز (بداية المجتهد ونهاية المقتصد لابن رشد القرطبى، ج٢، ص٢١٣، كتاب الذبائح، الباب الخامس فيمن تجوز تذكيته ومن لا تجوز)

[1] فصل :فأما ما ذبحوه لكنائسهم وأعيادهم، فننظر فيه؛ فإن ذبحه لهم مسلم، فهو مباح .نص عليه .وقال أحمد، وسفيان الثورى، فى المجوسى يذبح لإلهه، ويدفع الشاة إلى المسلم يذبحها فيسمى :يجوز الأكل منها .وقال إسماعيل بن سعيد :سألت أحمد عما يقرب لآلهتهم، يذبحه رجل مسلم، قال :لا بأس به .وإن ذبحها الكتابى، وسمى الله وحده، حلت أيضا؛ لأن شرط الحل وجد. وإن علم أنه ذكر اسم غير الله عليها، أو ترك التسمية عمدا، لم تحل .قال حنبل :سمعت أبا عبد الله قال :لا يؤكل .يعنى ما ذبح لأعيادهم وكنائسهم؛ لأنه أهل لغير الله به .وقال فى موضع: يدعون التسمية على عمد، إنما يذبحون للمسيح .فأما ما سوى ذلك، فرويت عن أحمد الكراهة فيما ذبح لكنائسهم وأعيادهم مطلقا .وهو قول ميمون بن مهران؛ لأنه ذبح لغير الله.
وروى عن أحمد إباحته .وسئل عنه العرباض بن سارية، فقال :كلوا، وأطعمونى .وروى مثل ذلك عن أبى أمامة الباهلى، وأبى مسلم الخولانى .وأكله أبو الدرداء، وجبير بن نفير.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ مسئلہ دراصل اہلِ کتاب کے ذبیحہ سے متعلق ہے کہ ان کا ذبیحہ کس وقت حلال ہے، اور کس وقت حلال نہیں، یا مکروہ ہے۔

اورقرآن مجید میں اُن کے ذبائح کوطعام سے تعبیر کیا گیا ہے،**فی قولہٖ تعالیٰ، وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم**(سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ ۵)

اس لئے اس طرح کے مواقع پر ذبائحِ اہلِ کتاب کے مسئلہ کو بیان کرتے وقت قرآن مجید کی اتباع میں بعض اوقات فقہائے کرام طعام کا لفظ استعمال کرکے ذبیحہ مراد لیا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کے عید کے دن مذبوح جانور کے علاوہ دیگر طعام روٹی، میوہ جات وغیرہ کے ہدیہ میں قبول کرنے کی صراحتاً صحابہ وتابعین سے روایات مروی ہیں، اور ان روایات کا علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورخص فیہ عمرو بن الأسود، ومکحول، وضمرة بن حبیب؛ لقول اللہ تعالی (وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم) . وھذا من طعامھم .قال القاضی :ما ذبحه الکتابی لعیدہ أو نجم أو صنم أو نبی، فسماہ علی ذبیحته، حرم؛ (وما أھل لغیر اللہ به) . وإن سمی اللہ وحدہ، حل؛ لقول اللہ تعالی (فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیه) . لکنه یکرہ؛ لقصدہ بقلبه الذبح لغیر اللہ (المغنی لابن قدامة، ج۹، ص ۳۹۱، و۳۹۲، کتاب الصید والذبائح، فصل حکم ما ذبحوہ لکنائسھم وأعیادھم من النصاری)

[1] حدثنا جریر ، عن قابوس ، عن أبیه أن امرأة سألت عائشة ، فقالت :إن لنا أظآرا من المجوس وإنھم یکون لھم العید فیھدون لنا ، فقالت :أما ما ذبح لذلک الیوم فلا تأکلوا ,ولکن کلوا من أشجارھم(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۳۳۴۱، باب ما قالوا فی طعام المجوسِ وفواکِھِھِم)

عن أبی برزة الأسلمی ,أنه کان له سکان مجوس فکانوا یھدون له فی النیروز والمھرجان ,فیقول لأھله :ما کان من فاکھة فاقبلوہ ,وما کان سوی ذلک فردوہ(ایضاً، رقم الحدیث ۲۳۳۴۲)

عن أبی وائل ، وإبراھیم ، قالا :لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس ؛ من جبنھم ومن خبزھم ، فأکلوا ولم یسألوا عن شیء من ذلک(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۴۸۵۸، باب ما قالوا فیما یؤکل من طعام المجوس)

عن ھشام ، عن الحسن ، قال :کان یکرہ أن یأکل مما طبخ المجوس فی قدورھم ، ولم یکن یری بأسا أن یأکل من طعامھم مما سوی ذلک ؛ خبزا ، أو سمنا ، أو کامخا ، أو شیرازا ، أو لبنا(ایضاً، رقم الحدیث ۲۴۸۵۹)

عن حجاج ، عن عطاء ، قال :لا بأس بخبز المجوس(ایضاً، رقم الحدیث ۲۴۸۶۰)

عن شریک ، عن لیث ، عن مجاھد ، قال :لا تأکل من طعام المجوس إلا الفاکھة (ایضاً، رقم الحدیث ۲۴۸۶۱)

اور مذہبی ایام اور تہوار کے موقع پر یہ بات ممکن ہے کہ غیر مسلم نے جانور کے علاوہ دوسری چیز کو غیرُ اللہ کے نامزد کیا ہو، یا اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ہدیہ کیا ہو۔

پھر یہ مسئلہ مذہبی تہواروں اور کنائس کے ساتھ خاص نہیں رہ جاتا، بلکہ دوسرے مواقع پر بھی جو ہندو اور غیر مسلم لوگ رفاہی اور دوسرے اعانت والے کام کرتے ہیں، ان میں بھی ان کی غرض یقیناً اپنے معبودانِ باطلہ کی خوشنودی کی ہوتی ہوگی، اس علت کی بناء پر تو اور بہت سی اشیاء کا استعمال بھی ناجائز ٹھہرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہلِ کتاب کے عید و تہوار اور کنائس کے مواقع پر ذبح شُدہ جانور کی کراہت اس لئے ہے کہ ان مواقع پر ذبح میں ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کے ساتھ مشابہت یا اس کا شبہ پایا جاتا ہے، اور غیر حیوان اس بحث سے خارج ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' ہی میں اہلِ کتاب کی طرف سے ان کے عید کے دنوں کا ہدیہ قبول کرنے کو جائز قرار دیا ہے، اور ذبح کا حکم اس سے الگ بیان کیا ہے، اور اس کو تقرب لغیر اللہ کی نظیر قرار دیا ہے، اور یہ عبارت علامہ ظفر احمد عثمانی نے بھی اپنے رسالہ ''البذر للخیر'' میں نقل فرمائی ہے، جو اس مضمون میں پیچھے گزر چکی ہے۔ [1]

اور رہا حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا علامہ ابن تیمیہ کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے

---

[1] چنانچہ اس عبارت کا اقتباس درجِ ذیل ہے:

وأما قبول الهدية منهم يوم عيدهم(الیٰ قولہٖ)فهذا كله يدل على أنه لا تأثير للعيد فی المنع من قبول هديتهم، بل حكمها فی العيد وغيره سواء؛ لأنه ليس فی ذلک إعانة لهم على شعائر كفرهم .لكن قبول هدية الكفار من أهل الحرب وأهل الذمة مسألة مستقلة بنفسها؛ فيها خلاف وتفصيل ليس هذا موضعه، وإنما يجوز أن يؤكل من طعام أهل الكتاب فی عيدهم، بابتياع أو هدية، أو غير ذلک مما لم يذبحوه للعيد، فأما ذبائح المجوس، فالحكم فيها معلوم، فإنها حرام عند العامة .

[ذبيحتهم يوم عيدهم وأنواع ذبائح أهل الكتاب]فأما ما ذبحه أهل الكتاب لأعيادهم، وما يتقربون بذبحه إلى غير الله، نظير ما يذبح المسلمون هداياهم وضحاياهم متقربين بها إلى الله تعالى(اقتضاء الصراط المستقيم،۲ص ۵۱ الیٰ ۵۳، ملخصاً، فصل فی اعیاد الكفار)

یہ فرمانا کہ:

”وَفِیْ کُلِّ ذٰلِکَ مَایُشِیْرُ اِلٰی کَوْنِ عِلَّۃِ الْحُرْمَۃِ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَنْذُوْرِ تَعْظِیْمُ غَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَکَوْنِہٖ مُلْحَقًا بِمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ“

(”الشفاء“، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

تو علامہ ابنِ تیمیہ کی جس عبارت کا حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے حوالہ دیا ہے، اوراس کا اقتباس پیش کر کے مذکورہ استدلال کیا ہے، اُس عبارت کے آخر میں خود علامہ ابن تیمیہ نے اس طرح کے منذور مال کو وجوہِ خیر میں صرف کرنے کو حسن قرار دیا ہے، اور یہ مفصَّل عبارت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ کی وہ مکمل عبارت مع ترجمہ کے مندرجہ ذیل ہے:

وَکَذٰلِکَ إِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ أَوْ غَیْرِہٖ لِلسَّدَنَۃِ، أَوِ الْمُجَاوِرِیْنَ الْعَاکِفِیْنَ بِتِلْکَ الْبُقْعَۃِ، فَإِنَّ ھٰؤُلَاءِ السَّدَنَۃَ فِیْھِمْ شِبْہٌ مِّنَ السَّدَنَۃِ الَّتِیْ کَانَتْ لِلّٰاتِ وَالْعُزّٰی وَمَنَاۃٍ، یَأْکُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَالْمُجَاوِرُوْنَ ھُنَاکَ فِیْھِمْ شِبْہٌ مِّنَ الْعَاکِفِیْنَ الَّذِیْن قَالَ لَھُمْ إِبْرَاھِیْمُ الْخَلِیْلُ إِمَامُ الْحُنَفَاءِ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْ أَنْتُمْ لَھَا عَاکِفُوْنَ) وَقَالَ (أَفَرَأَیْتُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُونَ،أَنْتُمْ وَآبَاؤُکُمُ الْأَقْدَمُوْنَ،فَإِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ)وَالَّذِیْنَ أَتٰی عَلَیْھِمْ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَوْمُہٗ کَمَا قَالَ تَعَالٰی(وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ إِسْرَائِیْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰی أَصْنَامٍ لَّھُمْ) فَالنَّذْرُ لِأُولٰئِکَ السَّدَنَۃِ وَالْمُجَاوِرِیْنَ فِیْ ھٰذِہِ الْبِقَاعِ الَّتِیْ لَا فَضْلَ فِی الشَّرِیْعَۃِ لِلْمُجَاوِرِ بِھَا، نَذْرُ مَعْصِیَّۃٍ، وَفِیْہِ شِبْہٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَۃِ الصِّلْبَانِ وَالْمُجَاوِرِیْنَ عِنْدَھَا، أَوْ لِسَدَنَۃِ الْأَنْدَادِ الَّتِیْ

بِالْهِنْدِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا.

ثُمَّ هٰذَا الْمَالُ الْمَنْذُوْرَ، إِذَا صَرَفَهُ فِيْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ أَنْ يَّصْرِفَهُ فِيْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوْ لِلصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، الَّذِيْنَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِالْمَالِ عَلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ كَانَ حَسَنًا (اقتضاء الصراط المستقيم -لابن تيمية، ج۲، ص۱۵۸، الیٰ ص۱۶۰، النوع الأول مكان لا خصوص له فى الشريعة، النوع الأول مكان لا خصوص له فى الشريعة)

ترجمہ: اوراسی طریقہ سے جب کسی مال نقدی وغیرہ کی نذر (مزاروں وغیرہ کے) خدام کے لئے یا ان مجاوروں کے لئے مانی جو اس جگہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں، کیونکہ ان (مقامات کے) خادموں کو ان خادموں سے مشابہت حاصل ہے، جو لات اور عُزّٰی اور منات (نام کے بتوں) کے لئے تھے، جو لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے تھے، اور اللہ کے راستہ سے روکتے تھے، اوران مقامات میں جو مجاوِر ہیں، انہیں ان عاکفین سے بھی مشابہت حاصل ہے، جن کو ابراہیم خلیل حنفاء کے امام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''یہ بت کیا ہیں، جن کے لئے تم ٹھہرے ہوئے ہو'' اور فرمایا تھا کہ ''کیا تم کو کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو، تم اورتمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے ربُّ العالمین کے'' اور وہ لوگ جن کے پاس موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم آئی تھی، جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرادیا، پھر وہ ایک قوم کے پاس آئے، جو اپنے بتوں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے'' پس ان خدّام اوران مقامات پر مجاوروں کے لئے نذر ماننا، کہ شریعت میں اس طرح کا مجاور بننے کی کوئی فضیلت نہیں، یہ نذرِ معصیت ہے، اوراس میں صلیبیوں کے خدّام اوران

کے مجاوروں کے ساتھ یا اُن بتوں کے خدّام کے پاس، جو ہند میں ہیں، اوران کے مجاوروں کے لئے نذر ماننے کے ساتھ مشابہت ہے۔

پھراس نذر مانے ہوئے مال کو، اگر مشروع عبادت کی جنس میں خرچ کردے، مثلاً اس کو مساجد کی عمارت میں خرچ کردے، یا مسلمان، نیک صالح فقیروں میں خرچ کردے، جواس مال سے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت میں مدد حاصل کریں، تو یہ مستحسن ہے (اقتضاء)

اس عبارت میں علامہ ابن تیمیہ نے غیرُاللہ کے لئے نذر کو نذرِ معصیت قرار دیا ہے، اور ایسے منذور مال کو وجوہِ خیر مثلاً عماراتِ مساجد، فقراءِ مسلمین وغیرہ پرخرچ کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے، اور دیگر کئی عبارات میں بھی، جن کا ذکر پہلے گزرا۔

اور علامہ ظفراحمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے بھی علامہ ابنِ تیمیہ کی اس عبارت سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے، چنانچہ اُن کی اس سلسلہ میں یہ عبارت گزرچکی ہے کہ:

فَهٰذَا بِظَاهِرِهٖ يُشْعِرُ بِاَنَّ هٰذَا النَّذْرَ لَايُحَرِّمُ الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ بَلْ هُوَ مَعْصِيَّةٌ بِنَفْسِهٖ ("البذر للخير فی النذر للغير"، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲، مطبوعه: تهانه بهون)

پس جب علامہ ابنِ تیمیہ خود مالِ منذور لغیر اللہ کو فقراء اور وجوہِ خیر میں صرف کرنے کو مستحسن قرار دے رہے ہیں، تو ان کی سابقہ عبارت سے اس کو ما اھل لغیر اللہ بہ میں داخل کرکے مردار کی طرح حرام قرار دینے کا حکم نکالنا، اور استدلال کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

اور آخر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے سائبہ جانور کو کسی دوسرے کی نیتِ صحیحہ سے ذبح کرنے کی صورت میں جو حلت کی توجیہ فرماتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ:

وہاں ذابح کا فعل اور اس کی نیت مالک کی نیت سے معارض ہوگئی، اور معارض اقویٰ ہے، لہٰذا نیتِ مالک معتبر نہ رہی (''الشفاء''، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ، صفحہ ۵،

مطبوعہ: تھانہ بھون)

یہ بات بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ نذر لغیر اللہ کے مسئلہ میں بھی غریب کے صدقۂ مبتدأہ کے طور پر (نہ کہ نذرِ صحیح کے طور پر) لینے کے جواز کی فقہاء نے تصریح کی ہے، جیسا کہ فتاویٰ خیریہ کے حوالہ سے گزرا، لہٰذا یہاں بھی معارض کے اقویٰ ہونے کی وجہ سے ناذر کی نیت معتبر نہ رہے گی، اور یہی مطلب ہے صدقۂ مبتدأہ کے طور پر لینے کا۔

پس حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے جانور کے علاوہ دوسری تمام اشیاء میں جن کو غیرُ اللہ کے تقرب کے طور پر نذر مان کر یا بغیر نذر مانے پیش کیا گیا ہو، ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' اور میتۃ کی طرح حرام قرار دینے کے جو دلائل پیش فرمائے ہیں، وہ اس درجہ کے معلوم نہیں ہو سکے، کہ جن کی وجہ سے پہلے سے ایک حلال چیز کو فی نفسہٖ حرام قرار دیا جا سکے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی ایسا کھانا تیار کرے، یا کوئی دوسری چیز کسی کو پیش کرے، کہ جو غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے تو نہ ہو، البتہ اس میں کوئی گناہ یا بدعت شامل ہو، مثلاً تیجہ، چالیسویں وغیرہ کے موقع پر، تو یہ کھانا یا چیز بذاتِ خود تو حرام نہیں ہے، لیکن اس کے قبول کرنے میں ایک بدعت کے گناہ کی تائید لازم آتی ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور ایسی چیز کے استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اور اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کھانا تیار کرے، یا کوئی چیز مختص کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر و منت مان کر کسی شخص کو کوئی کھانا وغیرہ پیش کرے، یا ہندو ہولی، دیوالی یا میلے وغیرہ کے مواقع پر کوئی کھانے پینے کی چیز (ذبیحہ کے علاوہ) پیش کریں، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ مالک کی اجازت سے اس چیز کا استعمال کرنا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو،

لیکن اس کے قبول کرنے میں بھی گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے، تا آنکہ ان اشیاء کا مالک اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے۔

اوراس طرح کے کھانے اوراشیاء کومُردار کی طرح حرام قرار دے کر ہر حیثیت سے ان کے استعمال کوحرام کہنا اوران کو بہرحال ضائع کرنے کا حکم لگانا ہمارے نزدیک دلائلِ شرعیہ کی رو سے راجح نہیں ہے، جس کی تفصیل دلائل کے ساتھ ماقبل میں ذکر کی جا چکی ہے۔

لہٰذا اب ہم اپنے اس سابق موقف سے رجوع کرتے ہیں کہ جس میں بعض اہلِ علم حضرات کی اتباع میں نذرلغیر اللہ یا تقرب لغیر اللہ والی ہر چیز کو جو جانور کے ذبیحہ کے علاوہ ہو، مااھل لغیر اللہ بہ میں داخل مان کرحرام قرار دیا گیا ہے۔

اورہمارے جن رسائل میں سابق موقف تحریر کیا گیا ہے، ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ کی طباعتوں میں اُن میں مذکورہ تحقیق کے مطابق بعد کے موقف کو درج کر دیا جائے گا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(ضمیمہ)

بکرے کے ذبح وصدقہ کا مروّجہ طریقہ

آخر میں عرض ہے کہ آج کل بہت سے لوگ بیماری یا مصیبت وحادثہ اور کسی اہم واقعہ کے وقت بکرا ذبح کرنے کو مختص یا ضروری سمجھتے ہیں، اور اس میں رنگ کے کالا اور کئی دوسری طرح کی شرطیں وقیدیں لگاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

تو اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہئے کہ بکرے کے ذبح وصدقہ کا مذکورہ عوامی مروجہ طریقہ کئی خرابیوں پر مشتمل ہے، اگرچہ اس طرح کا ذبیحہ حرام نہیں ہے۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے کہ:

فَالذِّبْحُ عِنْدَ وَضْعِ الْجِدَارِ أَوْ عُرُوْضِ مَرَضٍ أَوْ شِفَاءٍ مِنْهُ لَا شَكَّ فِي حِلِّهِ لِأَنَّ الْقَصْدَ مِنْهُ التَّصَدُّقُ حَمَوِيٌّ، وَمِثْلُهُ النَّذْرُ بِقُرْبَانٍ مُعَلَّقًا بِسَلَامَتِهِ مِنْ بَحْرٍ مَثَلًا فَيَلْزَمُهُ التَّصَدُّقُ بِهِ عَلَى الْفُقَرَاءِ فَقَطْ كَمَا فِي فَتَاوَى الشَّلَبِيِّ (ردالمحتار، ج۶، ص ۳۰۹، و ۳۱۰، کتاب الذبائح)

ترجمہ: پس دیوار (وبنیاد) رکھنے کے وقت، یا مرض پیش آنے کے وقت، یا مرض سے شفاء حاصل ہونے کے وقت، ذبح کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اس کا مقصد صدقہ کرنا ہوتا ہے، حموی، اور اسی طرح قربانی کی وہ نذر ہے، جو مثلاً سمندر (یا سفروغیرہ) سے سلامتی کے ساتھ آنے پر معلق کی جاتی ہے، جس کا صرف فقراء پر ہی صدقہ کرنا لازم ہے، جیسا کہ فتاویٰ شلبی میں ہے (ردالمحتار)

اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''**البذر للخیر فی النذر للغیر**'' میں فرماتے ہیں کہ:

(تَتِمَّةٌ) قَالَ فِي الْأَشْبَاهِ:

قَالَ فِی الْبَزَّازِیَّةِ مِنْ أَلْفَاظِ التَّکْفِیرِ أَنَّ الذِّبْحَ لِلْقَادِمِ مِنْ حَجٍّ أَوْ غَزْوٍ أَوْ أَمِیرٍ أَوْ غَیْرِہٖ یَجْعَلُ الْمَذْبُوحَ مَیْتَةً. اھ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، صفحہ ۱۴۱، الخامس فی بیان الإخلاص)

وَقَالَ الْحَمْوِیُّ فِیْ حَاشِیَتِہٖ:

أَنَّ الذِّبْحَ الْمُقْتَرِنَ بِذِکْرِ اسْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی إِذَا کَانَ قَبْلَ قُدُوْمِ قَادِمٍ لِلتَّهَیُّؤِ لِضِیَافَتِہٖ أَوْ بَعْدَ قُدُوْمِہٖ بِبُرْهَةٍ لِذٰلِکَ فَلَا شُبْهَةَ فِیْ جَوَازِہٖ بَلْ مَنْدُوْبَةٌ وَجَوَازُ أَکْلِ ذٰلِکَ الْمَذْبُوْحِ، وَأَمَّا إِذَا کَانَ عِنْدَ الْقُدُوْمِ فَإِنْ کَانَ لِقَصْدِ ذٰلِکَ فَالْحُکْمُ مَا ذُکِرَ، وَإِنْ کَانَ لِمُجَرَّدِ التَّطْعِیْمِ فَحَرَامٌ وَالْمَذْبُوْحُ الْمَیْتَةُ (......اِلٰی اَنْ قَالَ......) وَأَمَّا الذِّبْحُ عِنْدَ وَضْعِ الْجِدَارِ وَعُرُوْضِ مَرَضٍ أَوْ شِفَاءٍ مِنْ مَرَضٍ فَلَا شَکَّ فِیْ أَنَّ الْقَصْدَ هُوَ التَّصَدُّقُ،اھ (غمز عیون البصائر، صفحہ ۳۰۶، کتاب الصید والذبائح والأضحیة)

اَیْ فَیَحِلُّ الْمَذْبُوْحُ وَیَجُوْزُ اَکْلُہٗ (''البذر للخیر فی النذر للغیر''، سلسلہ النور، ذیقعدہ صفحہ ۱۵، وصفحہ ۱۶، مطبوعہ: تھانہ بھون)

اس سے معلوم ہوا کہ مکان وغیرہ کی بنیاد رکھنے کے وقت، یا مرض وحادثہ پیش آنے کے وقت، یا کسی مرض سے شفاء حاصل ہونے کے وقت جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس کا مقصد صدقہ کرنا ہوتا ہے، لہٰذا یہ ذبیحہ حلال ہے۔

البتہ شریعت نے اس موقع پر ذبح کو ضروری قرار نہیں دیا۔

چنانچہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''البذر للخیر فی النذر للغیر''میں فرماتے ہیں کہ:

بَقِیَ الْکَلَامُ فِیْمَا اِذَا لَمْ یَکُنِ الْقَصْدُ هُوَ التَّصَدُّقُ بَلِ الْاِرَاقَةُ فَقَطْ وَجَعَلَہٗ فِدْیَةً عَنِ الْمَرِیْضِ کَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ فِیْ بِلَادِنَا فَالظَّاهِرُ اَنَّ الذِّبحَ بِهٰذَا الْقَصْدِ بِدْعَةٌ لَایَجُوْزُ الْاِقْدَامُ عَلَیْهَا وَقِیَاسُہٗ عَلَی الْعَقِیْقَةِ فَاسِدٌ لِکَوْنِهَا وَارِدَةٌ عَلٰی خِلَافِ الْقِیَاسِ فَاِنَّ الْاِرَاقَةَ لَمْ تُعْهَدْ قُرْبَةً

اِلَّا حَيْثُ وَرَدَ النَّصُّ بِهَا لَاغَيْرُ هٰذَا هُوَ حُكْمُ الذِّبْحِ وَاَمَّا الْمَذْبُوْحُ فَحَلَالٌ لِاَنَّ الذَّابِحَ اِنَّمَا يَنْوِى الذِّبْحَ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَيَطْلُبُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّجْعَلَهٗ فِدْيَةٌ عَنْ مَرِيْضِهٖ فَلَمْ يَكُنِ الذِّبْحُ لِغَيْرِ اللّٰه تَعَالٰى فَافْهَمْ. فَاِنَّهٗ مِمَّا اُبْتُلِىَ بِهٖ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اَيْضًا فَضْلًا عَنِ الْعَوَامِ وَلَمْ يُهْتَدُوْا لِلْفَرْقِ بَيْنَ الذِّبْحِ لِلتَّصَدُّقِ وَالذِّبْحَ لِاِرَاقَةِ الدَّمِ وَجَعَلَهٗ الْمَذْبُوْحَ فِدْيَةٌ عَنِ الْمَرِيْضِ فَاِنَّ النَّصَّ لَمْ يَرِدْ بِكَوْنِ الْاِرَاقَةِ نَفْسَهَا قُرْبَةٌ مَشْرُوْعَةٌ فِىْ غَيْرِ الْاُضْحِيَّةِ وَالْعَقِيْقَةِ وَجَزَاءِ صَيْدِ الْحَرَمِ اَوْ جِنَايَةِ الْاِحْرَامِ وَاَمْثَالِهَا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(''الشفاء''، سلسلہ النور، ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ، صفحہ ۱۶، مطبوعہ: تھانہ بھون)

ترجمہ: کلام اس چیز میں باقی رہ گیا کہ جب صدقہ کرنے کا قصدوارادہ نہ ہو، بلکہ فقط خون بہانے کا قصدوارادہ ہو، اوراس کوکسی مریض کی جان کا فدیہ (اور جان کا بدلہ) بنائے، جیسا کہ ہمارے علاقوں میں اس کا مشاہدہ ہے، تو اس کا حکم ظاہر ہے کہ اس قصدوارادہ سے ذبح کرنا بدعت ہے، اس پر اقدام کرنا جائز نہیں، اور اس کوعقیقہ پر قیاس کرنا فاسد (وغیر درست) ہے، اس لئے کہ عقیقہ خود قیاس کے خلاف وارِد ہے، اس لئے کہ خون بہانا صرف وہاں پر قربت وثواب بنتا ہے، جہاں پر کوئی نص وارِد ہوئی ہو، اس کے علاوہ نہیں بنتا، یہ حکم تو ذبح کا ہے، اور جہاں تک مذبوح (یعنی ذبح شدہ جانور) کا تعلق ہے، تو وہ حلال ہے، کیونکہ ذبح کرنے والا ذبح، اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت سے کرتا ہے، اور اللہ سے یہ بات طلب کرتا ہے کہ اس کو مریض کا فدیہ بنادے، تو یہ ذبح، غیرُ اللہ کے لئے نہیں ہوا، پس اس کو سمجھ لیجئے، کیونکہ اس میں بہت سے علماء بھی مبتلا ہیں، چہ جائیکہ عوام مبتلا نہ ہوں، اور انہیں صدقہ کے لئے ذبح کرنے اور خون بہانے کے لئے ذبح کرنے

اور اس کو مریض کی طرف سے فدیہ بنانے میں فرق کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اور کوئی نص بذاتِ خود خون بہانے کے عبادتِ مشروعہ ہونے کے بارے میں قربانی، عقیقہ اور حرم کے شکار کی جزاء یا احرام کی جنایت اور ان کے مثل کے علاوہ میں وارد نہیں ہوئی، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (الشفاء)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

تتمہ: بعض مسلمانوں میں یہ رواج شائع ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے، تو اس کی طرف سے ایک بکرا ذبح کر دیتے ہیں، اور بعض لوگ کچھ عرصہ تک بکرے کو مریض کے پلنگ (وچارپائی) سے بھی باندھتے ہیں، اور بکرا بھی سیاہ رنگ کا تلاش کرتے ہیں۔

اس میں عوام کی حالت سے ظاہر یہ ہے کہ وہ محض تصدُّقِ لحم (یعنی گوشت کے صدقہ) کا قصد نہیں کرتے، بلکہ صرف اراقتِ دَم (یعنی خون بہانے) کا قصد کرتے ہیں، اور جان کا بدلہ جان سمجھ کر بکرے کو ذبح کرتے ہیں، تو اس نیت سے مریض کی طرف سے ذبح کرنا بدعت ہے، جس پر پیش قدمی کرنا جائز نہیں، کیونکہ اراقتِ دَم (یعنی خون بہانے) کا قربت (وعبادت) ہونا، عقیقہ واضحیہ اور کفارات میں خلافِ قیاس نص سے ثابت ہوا ہے، اس پر کسی دوسری صورت کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس صورت میں ذبیحہ حرام نہ ہوگا، کیونکہ ذبح کرنے والا اللہ ہی کے لئے اور اللہ کے نام پر ہی ذبح کرتا ہے، مگر نفسِ فعل اس صورت میں حرام وبدعت ہے، اور اگر محض تصدقِ لحم (یعنی صرف گوشت صدقہ کرنے) کی نیت سے ذبح کیا جائے، اور جان کا بدلہ جان مقصود نہ ہو، نہ اراقتِ دَم (یعنی خون بہانے) کو قربت (وثواب) سمجھا جائے، تو مضائقہ (وحرج) نہیں، مگر اہلِ علم کو اس سے بھی احتراز کرنا (اور بچنا) چاہئے، کیونکہ عوام کے خیالات اس میں فاسد ہیں، وہ محض تصدقِ

لحم (یعنی صرف گوشت صدقہ کرنے) کا قصد ہرگز نہیں کرتے، تو علماء کے فعل سے ظاہراً اُن کو سند لینے کا موقع ملے گا، ہٰذا (یہ بات اچھی طرح سمجھ لو) واللہ تعالیٰ اعلم، وعلمہ' اتم واحکم ("الشفاء"، سلسلہ النور، ربیع الثانی ۱۳۴۶، صفحہ ۵ و ۶، مطبوعہ: تھانہ بھون)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ امدادُ الفتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:

اگر اس وقت یہ خیال تھا کہ جان کے بدلے جان صرف کرنے کی نیت کرنے سے مریض کی جان بچ جائے گی تو خواہ کوئی سا جانور ذبح کیا جاوے اس کے جواز کی تحقیق دوسرے علماء سے کرنا چاہئے، مجھ کو (اس کے جواز میں) شبہ ہے (امداد الفتاویٰ، ج ۳ ص ۶۰۴، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ کے علاوہ اور دنوں میں اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نام پر نفلی درجہ میں بکرا ذبح کرنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟ حضرت رحمہ اللہ نے چند احادیث اور محدثین کی عبارات نقل کرنے کے بعد اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ بجز دماءِ منقولہ (یعنی وہ دم جو کہ شریعت سے ثابت ہیں مثلاً قربانی، حج میں دم) کے کہ ان میں سے عقیقہ بھی ہے، دوسرے دماء (یعنی خون بہانے) سے تقرب غیر مشروع ہے، نیز ان میں تشبہ بھی ہے مشرکین کے ساتھ کہ وہ تقرب کے لئے ایسا کرتے ہیں، نیز ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اراقۃِ دم قربتِ غیر معقولہ یعنی خلافِ قیاس ہے، پس خاص ہوگی وارد کے ساتھ اور صورت مسئولہ عنہا وارد نہیں، لہٰذا بدعت ہے (امداد الفتاویٰ، ج ۳ ص ۵۵۹، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

فائدہ:...... معلوم ہوا کہ ذی الحجہ وحج کی قربانی اور عقیقہ کے علاوہ ذبح کرنا عبادت اور ثواب کا کام نہیں، بلکہ اس طرح جانور ذبح کرنے میں مشرکین کے ساتھ تشبہ ہے، چونکہ مشرکین

اس طرح کا عمل اپنے مذہب میں عبادت سمجھ کر کرتے ہیں، لہٰذا یہ طریقہ بدعت وناجائز ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اسی قسم کے ایک اور سوال کا کچھ مفصل جواب تحریر فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

اگر بلانذر بطور شکر کے ذبح کرے، اس میں دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ خود ذبح مقصود نہیں بلکہ مقصود اعطاء یا اطعامِ مساکین ہے اور ذبح محض اس کا ذریعہ ہے سہولت کے لئے اور علامت اس تصدق کے مقصود ہونے اور ذبح کے مقصود نہ ہونے کی یہ ہے کہ اگر اتنا ہی اور ویسا ہی گوشت کسی دوکان سے مل جاوے تو انشراحِ خاطر سے اس پر اکتفاء کرے، ذبح کا اہتمام نہ کرے، تب تو یہ ذبح جائز ہے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود ذبح ہی مقصود ہو اور ذبح ہی کو بخصوصہٖ طریقۂ شکر و قربت سمجھے، سو قواعد سے یہ درست معلوم نہیں ہوتا......اسی طرح خصوصیت کے ساتھ اکثر عوام بلکہ ممتاز لوگوں میں یہ رسم ہے کہ مریض کی طرف سے جانور ذبح کرتے ہیں یا وباء وغیرہ کے دفع کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں، سو چونکہ قرائن قویہ سے ان مواقع پر بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود ذبح ہی مقصود ہے اور اسی کو مؤثر فی دفع البلاء خصوصی مرض کی حالت میں اس ذبیحہ کو من حیث الذبح فدیہ سمجھتے ہیں، سو اس کا حکم بھی قواعد سے عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے: ’’لما مرمن قوله ان الا راقة فی غیر محال وارادة الخ ولایقاس علی العقیقة لانه غیر معقول فلایتعدی‘‘

بلکہ اعتقاد مؤثریت یا فدائیت کی حالت میں تو نذر بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی:

’’لانه اعتقاد من غیر دلیل فیکون العمل معه بدعة وبالبدعة لاینعقد النذر‘‘

البتہ اگر یہاں بھی ذبح مقصود نہ ہو محض اعطاء اور اطعام مقصود ہو جس کی علامت اوپر مذکور ہوچکی (کہ اگر اتنا ہی اور ویسا ہی گوشت کسی دکان سے مل جاوے تو انشراح خاطر سے

اس پر اکتفا کرے ذبح کا اہتمام نہ کرے) تب جائز ہے:"لکنه بعيد من حال عوام الناس فالاحوط منعهم مطلقا من مثل هٰذا "(امداد الفتاویٰ، ج۳ص۱۷۵ ملخصاً بلفظہٖ، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

امداد الفتاویٰ میں اس سلسلہ میں ایک سوال و جواب جو فارسی زبان میں ہے، اس کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے کہ:

''سوال:...... کیونکہ ہمارے علاقہ میں عوام و خواص لوگوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی مریض کے سر پر کوئی بیماری یا مصیبت آن پڑے یا کوئی حادثہ ہوجائے تو صدقہ کی غرض سے بلاؤں کو دور کرنے کے لئے جانور ذبح کرتے ہیں یا یوں بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ العالمین اس مریض کو شفا عطا فرمایئے، ہم اس جانور کو خداتعالیٰ کے نام پر ذبح کرتے ہیں، کیونکہ اس موقع پر خاص رحم و کرم کا نزول مقصود ہوتا ہے، جانور پر غضب مقصود نہیں ہوتا، کیا یہ رسم جائز ہے کہ ناجائز، خیرالقرون کے زمانہ میں اس کا وجود تھا یا نہیں؟''

''جواب:...... اگرچہ اس عادت کا خیرالقرون میں ہونا نظر سے نہیں گزرا، مگر قواعدِ کلیہ شرعیہ کی طرف نظر کرنے سے اگرچہ فی نفسہٖ جواز کا حکم ہونا چاہئے، لیکن بعض عوارض کی وجہ سے اس عمل کے بدعت ہونے پر فتویٰ دینے کا میرا معمول ہے، اور وہ عارض یہ ہے کہ اکثر لوگ اس عمل میں محض صدقہ کرنے کو نافع نہیں سمجھتے، بلکہ جانور کے ذبح کرنے اور اس کے خون بہانے کو مریض کی جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، اور یہ چیز غیر قیاسی ہے، جس کے لئے نص کی ضرورت ہے، اور کوئی نص اس بارے میں موجود نہیں اور اکثر لوگوں کے اس اعتقاد کی دلیل یہ ہے کہ وہ جانور کی قیمت کے بقدر اتنی رقم صدقہ کرنے پر راضی نہیں ہوتے، خاص جانور کے ذبح کو ہی ضروری سمجھتے ہیں (امداد الفتاویٰ، ج۵ص۳۰۷، کتاب البدعات)

معلوم ہوا کہ بکرے کے صدقہ میں عوام کا عقیدہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے۔

اور امداد الفتاویٰ ہی میں ایک سوال و جواب اس بارے میں اس طرح ہے کہ:

”سوال:...... زید سخت بیمار ہوا، اس وقت اس کے خویش و اقارب نے ایک بکرا لا کر زید کی جانب سے ذبح کر کے اس کا گوشت لِلّٰہ فقراء کو تصدق کر دیا اور یہ عام رواج ہو گیا ہے اور اس طریقہ کو دم نام رکھا ہے، آیا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے؟ اور اس کا ثبوت کہیں ہے یا نہیں؟“

”جواب:...... چونکہ مقصود فدا (جان کا بدلہ) ہوتا ہے اور ذبح کی یہ غرض صرف عقیقہ میں ثابت ہے اور جگہ نہیں اس لئے یہ طریقہ بدعت ہے (امداد الفتاویٰ، ج۵ ص ۳۰۷، کتاب البدعات)

اور امداد الفتاویٰ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

”سوال نمبر 1:......صدقہ میں علاوہ قربانی اور عقیقہ کے جان کے عوض جان ذبح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟“

”الجواب:......اس کی کوئی اصل نہیں“

”سوال نمبر 2:...... اگر جائز ہے تو کونسی روایت سے اور ناجائز ہے تو کونسی دلیل سے؟“

الجواب:...... دلیل یہی ہے کہ اراقتِ دم قربتِ غیر مدرکہ بالقیاس ہے (یعنی خون بہانا ایسی عبادت ہے جس کی بنیاد قیاس پر نہیں) اس کے لئے نص کی ضرورت ہے اور نص اس بابِ خاص میں وارد نہیں“ (امداد الفتاویٰ، ج۵ ص ۳۰۸، کتاب البدعات)

ایک موقع پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”بعض لوگ بیمار کی طرف سے جو بکری وغیرہ ذبح کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اس میں محض صدقہ مقصود نہیں ہوتا، بلکہ خود ذبح کو شفاء میں اس خیال پر

مؤثر سمجھا جاتا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے گا، اور یہ شرع میں بجز (علاوہ) عقیقہ کے کہیں معہود نہیں، اور اگر عقیقہ پر قیاس کرنے لگیں تو اس پر اس کا قیاس ہو نہیں سکتا کیونکہ عقیقہ تو خود خلافِ قیاس مشروع ہے، دوسری چیز کا قیاس اس پر صحیح نہیں جیسا کہ اصول میں مذکور ہے'' (ملفوظات مقالاتِ حکمۃ، حصہ اول ص ۱۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

ایک اور مقام پر ہے کہ:

''اراقۃِ دم قربتِ غیر معقولہ ہے اور غیر معقول محلِ قیاس نہیں'' (امداد الفتاویٰ، ج ۳ ص ۶۲۲، فصل فی الصید والعقیقۃ)

اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ احسنُ الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''آفات اور بیماری سے حفاظت کے لئے صدقہ وخیرات کی ترغیب آئی ہے، مگر عوام کا اعتقاد اس بارے میں یہ ہو گیا ہے کہ کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے، جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو تو بھی اس میں چونکہ اس عقیدے اور بدعت کی تائید ہے، لہٰذا ناجائز ہے، اور کسی قسم کا صدقہ وخیرات کر دے، شریعت میں قربانی اور عقیقہ کے سوا اور کہیں بھی جانور کا ذبح کرنا ثابت نہیں، یہ غلط عقیدہ اچھے اچھے دیندار لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے، اس لئے علماء پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح پر خاص توجہ دیں، اور مدارسِ دینیہ میں اس قسم کے جو بکرے دیئے جاتے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کریں، علماء کی چشم پوشی اور ایسے بکروں کو قبول کر لینے سے اس گمراہی کی تائید ہوتی ہے (احسن الفتاویٰ، ج ۱ ص ۳۶۷، باب ردالبدعات)

مفتی صاحب موصوف کے مذکورہ فتوے سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... آفات وبلیات اور بیماری سے حفاظت کے لئے صدقہ وخیرات کی قرآن وسنت میں ترغیب آئی ہے، مگر عوام اس مفہوم کو چھوڑ کر جانور کے ذبح کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ ذبح کا عمل صدقہ نہیں۔

(2)......عوام اس طرح کے موقع پر جانور کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، اس لئے یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے۔

(3)...... اگر کسی کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو، تب بھی جانور صدقہ کرنے سے اس غلط عقیدے اور بدعت کی تائید ہوتی ہے، لہٰذا عقیدہ صحیح ہونے کی صورت میں بھی اس سے بچا جائے اور جانور کے بجائے کسی اور مال سے صدقہ کر دیا جائے۔

(4)......شریعت میں قربانی (جس میں دَم بھی شامل ہے) اور عقیقہ کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر جانور کا ذبح کرنا ثابت نہیں، اور عوام کا اس طرح جانور کو ذبح کرنا قربانی ودم اور عقیقہ کے علاوہ ہے، لہٰذا بدعت ہوا۔

(5)...... جانور کے ذبح کو مقصود اور جان کا بدلہ جان سمجھنے کے اس فاسد عقیدے میں اچھے اچھے دیندار لوگ بھی مبتلا ہو گئے ہیں، اور یہ خرابی عوام سے لے کر دیندار لوگوں تک پہنچ چکی ہے، اس لئے علماء پر لازم ہے کہ اس اہم خرابی اور بدعت کی اصلاح پر خاص توجہ فرمائیں۔

(6)...... دینی مدارس میں جو اس قسم کے بکرے آتے ہیں ان کو قبول نہ کریں (یا تو واپس کر دیں یا کم از کم عقیدہ کی اصلاح اور آئندہ کے لئے اس خرابی سے بچنے کی تاکید کے ساتھ ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر قبول کر لیں)

(7)......علماء کی اس خرابی پر خاموشی بلکہ اس سے بڑھ کر چپ چاپ ایسے بکروں کو دینی مدارس کے لئے قبول کر لینے کی وجہ سے اس غلط عمل کی تائید ہوتی ہے۔

بکرے کے مروّجہ صدقہ میں پیداشدہ خرابیاں

شرعاً صدقہ کے لئے بکرے یاکسی دوسرے جانور بلکہ کسی بھی چیز کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ صدقہ اس چیز کا کرنا چاہئے، جس سے غریبوں اورمحتاجوں وضرورتمندوں کی زیادہ بہتر طریقہ پرمدد ہو، کیونکہ صدقہ دراصل غریبوں کی ضروریات پوری کرنے اوران کا بہتر طریقہ پر تعاون کرنے کا نام ہے، اورغریبوں کی ضروریات مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔

اسی وجہ سے احادیث میں بھوکے کو کھانا کھلانے، پیاسے کو پانی وغیرہ پلانے اور ننگے کو لباس پہنانے اورمقروض کا قرض اداء کرنے اورکسی کی تکلیف دور کرنے اورضرورت پوری کرنے کا ذکرآیاہے۔

اسی لئے شریعت نے صدقہ کے لئے بکرے یاکسی دوسری چیز کومخصوص نہیں کیا۔

اوراسی وجہ سے آج کل عوام میں آفات، حادثات اورامراض وغیرہ کے مواقع پر بکرے کے صدقہ کرنے کی جورسم چلی ہوئی ہے، وہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، اس میں کئی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں، اگرچہ جانورکواللہ کے نام پرتکبیر پڑھ کرذبح کرنے سے وہ حلال ہوجاتاہے۔

آج کل عوام میں بکرے کے صدقہ کرنے کی جورسم چلی ہوئی ہے اس میں کئی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں مثلاً:

(1)...... بیماری وحادثہ وغیرہ کے موقع پر بہت سے لوگوں کی طرف سے صدقہ کے وسیع مفہوم کو نظر انداز کرکے بکرے ہی کو لازم وضروری سمجھا جانے لگا ہے اوربکرے کو دوسری چیزوں پر ترجیح دی جانے لگی ہے خواہ غریبوں اوردینی اداروں کی دوسری ضروریات ہی کیوں نہ ہوں اوربکرے یاگوشت کی غریبوں اوردینی اداروں کوضرورت نہ بھی ہو، جبکہ شریعت نے صدقہ کوکہیں بھی بکرے کے ساتھ خاص نہیں کیااورنہ ہی بکرے کوہمیشہ اورہرحال میں دوسری چیزوں پرفضیلت دی ہے، بکرے کومخصوص کرلینے کی وجہ سے غریبوں کی ضروریات کا بہتر

طریقہ پر لحاظ نہیں ہوتا، کیونکہ غریبوں کی مختلف قسم کی ضروریات ہوتی ہیں، مثلاً لباس، کپڑے کی ضرورت، مسافر کو کرایہ کی ضرورت، بیمار کو علاج اور دوا کی ضرورت اور غریب کو آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ بکرے سے اور وہ بھی ذبح ہونے کے بعد غریب لوگ اور دینی ادارے اپنی ہر قسم کی موجودہ یا آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کر سکتے اور بالفرض غریبوں کو کھانے کی ہی ضرورت ہو تب بھی صرف بکرے یا گوشت سے اپنے پیٹ کو نہیں بھر سکتے، بلکہ روٹی وغیرہ کی پھر بھی ضرورت رہتی ہے، پھر بہت سے غریب لوگ گوشت کے بجائے کھانے کی دوسری چیزوں کو پسند کرتے ہیں یا بیمار غریب کا بسا اوقات گوشت سے پرہیز ہوتا ہے، نیز بکرے کو کھانے کے لائق بنانے کے لئے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے (کھال اتارنا، بوٹیاں بنانا، صاف کرنا، پھر اس کو پکا کر تیار کرنا وغیرہ وغیرہ) اس کے برعکس اگر اتنی ہی رقم دے دی جائے، تو اس سے آج کے دور میں اپنی موجودہ یا آئندہ مختلف قسم کی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں اور ایک سے زیادہ ضروریات ہوں تو وہ بھی پوری ہو سکتی ہیں، مثلاً پانچ ہزار روپے کا بکرا صدقہ کرنا ہے، اور غریب کو مثلاً لباس کی بھی ضرورت ہے، اور دوا کی بھی ضرورت ہے، یا اس پر کچھ قرض ہے، تو رقم کے ذریعہ سے غریب اپنی اس قسم کی ضروریات پوری کر سکتا ہے، لیکن بکرے یا اس کے گوشت سے کس طرح یہ ضرورت پوری کرے گا۔

(2)...... بکرے کے صدقہ میں عام طور پر دکھلاوا پیدا ہو جاتا ہے اس کے برعکس نقد رقم ایسی چیز ہے کہ اس سے غریب اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کر سکتا ہے اور چپ چاپ اخلاص کے ساتھ اس کا صدقہ ہو سکتا ہے اور غریب آئندہ کی ضرورت کے لئے بھی رکھ سکتا ہے، اور آسانی سے دوسری جگہ بھی ساتھ میں لے کر جا سکتا ہے، جبکہ بکرے یا اس کے گوشت میں ان باتوں کا بآسانی پایا جانا مشکل ہے۔

(3)...... دنیا میں پریشانی، مصیبت یا بیماری وحادثات کا سامنا تو ایسے غریبوں کو بھی ہوتا ہے جو بکرے کے صدقہ، کی استطاعت نہیں رکھتے، ایسی صورت میں یا تو وہ صدقہ کرنے سے محروم رہتے ہیں یا پھر قرض وغیرہ لے کر بکرے کے صدقہ پر مجبور ہوتے ہیں حالانکہ صدقہ اپنی استطاعت وقدرت کے مطابق ہر ایک کرسکتا ہے اور یہ مستحب عمل ہے، جس کی خاطر قرض لینے کی اجازت نہیں اور یہ خرابی بکرے کی تخصیص سے پیدا ہوئی۔

(4)......نقدی کے بجائے بکرے کے صدقہ میں غریبوں کے علاوہ خود صدقہ کرنے والے کی محنت اور وقت کا بھی بے جا ضیاع ہے، کیونکہ نقدی وغیرہ تو اپنے پاس موجود ہوتی ہے جس سے بکرا خریدا جاتا ہے، اگر وہی رقم دے دی جائے تو بکرے کی خریداری اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی پریشانیوں اور بکھیڑوں سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

(5)...... اس صدقہ میں خاص بکرے کے ذبح کرنے کو آفتوں، بلاؤں اور بیماریوں کے دور ہونے میں مؤثر سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ صدقہ میں بکرے یا کسی جانور کا ذبح کرنا یا خون بہانا ذرہ برابر بھی بلاؤں کے دور ہونے میں مؤثر نہیں، اور یہ لوگوں کا خود ساختہ عقیدہ ہے، صدقہ میں اصل چیز ضرورت مندوں کی اعانت اور تعاون ہے۔

(6)......بعض لوگ جانور کے ذبح کرنے کو خون بہا، یا جان کا بدلہ جان سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الا بَلا بکرے کی جان پر ٹل جاتی ہے ''الا بَلا برسرِ بکرا'' یہ بھی غیر شرعی حرکت ہے، اور صدقہ کی روح سے ناواقفیت پر مبنی ہے، کیونکہ اس قسم کے صدقہ میں جانور یا اس کا ذبح کرنا اور خون بہانا ہرگز بھی جان کا بدلہ نہیں بنتا۔

(7)......بعض لوگ بذاتِ خود بکرے کے ذبح کرنے کو ہی اصل صدقہ سمجھنے لگے ہیں اسی وجہ سے غریبوں کو زندہ دینا گوارا نہیں اور اگر معلوم ہو جائے کہ غریب اس کو زندہ رکھ کر کسی دوسری طرح اس سے فائدہ اٹھائے گا، یا کسی کو فروخت کر دے گا یا کسی دوسرے کو صدقہ وھبہ

وغیرہ کردے گا اور ذبح نہیں کرے گا تو اس کو صدقہ دینا ہرگز گوارا نہیں کرتے، یہ تنگ نظری بھی صدقہ کے فلسفہ کے خلاف ہے۔

(8)......صدقہ کے لئے بکرے کے ذبح کو ضروری سمجھنے میں ایک جانور کی جان کے علاوہ، مال کا اتلاف اور ضیاع بھی پایا جاتا ہے، اور وہ اس طرح کہ زندہ بکرے کی خرید میں جتنی رقم خرچ ہوتی ہے، غریبوں تک اس پوری رقم کا فائدہ نہیں پہنچتا، چنانچہ ذبح ہونے کے بعد اس کی قیمت گھٹ جاتی ہے یعنی اگر اتنی مقدار میں بازار سے گوشت خریدا جائے تو زندہ جانور سے غیر معمولی کم قیمت میں حاصل ہوجائے، لہٰذا جتنی مالیت جانور ذبح ہونے میں تلف ہوگئی اس کا فائدہ غریبوں تک بھی نہیں پہنچا اور صدقہ کا ثواب نہ ملا، اور اگر کھال وغیرہ گوشت بنانے کی اجرت میں چلی گئی اسی طرح سری، پائے، کلیجی وغیرہ بھی استعمال میں نہ آئے (جیسا کہ عام طور پر اُن اداروں میں ضائع چلے جاتے ہیں جہاں کثرت سے صدقہ کے بکرے آتے ہیں) تو اتنی مقدار بھی صدقہ کے مفہوم سے خارج ہوگئی، اور رہی سہی مقدار جو غریبوں کے ہاتھ لگی وہ ہی اصل صدقہ ہے، پھر اتنی زیادہ رقم خرچ کرنے سے کیا حاصل ہوا اور اگر غلط عقیدہ ہو تو اس کی وجہ سے رہی سہی مقدار کے صدقہ سے بھی محرومی کا قوی اندیشہ ہے۔

(9)......بعض اداروں میں جہاں صدقہ کے بکروں کی آمد بکثرت ہوتی ہے، گوشت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اسی گوشت کو اور اگر زندہ بکرے ہوں تو انہیں بہت سستے داموں فروخت کردیا جاتا ہے، اور اصل گوشت کی بازاری قیمت بھی مستحقین کے ہاتھ نہیں لگتی، اور گوشت کی فراوانی اور شکم سیری کے باعث ایسے اداروں میں دوسرے طریقوں سے بھی گوشت کی ناقدری ہوتی ہے۔

(10)...... بکرے کا گوشت بڑے گوشت اور عام سبزی و دال کے مقابلہ میں بہت گراں قیمت میں حاصل ہوتا ہے، اور زندہ جانور کی مالیت عموماً ذبح شدہ بازاری گوشت سے بھی

زیادہ ہوتی ہے، اور غریبوں کی ضرورت بڑے گوشت، یا دال اور سبزی سے بھی پوری ہوسکتی ہے، اگراتنی مالیت کی نقدی غریبوں کو صدقہ دی جائے، جتنی قیمت میں بکرا خریدا گیا ہے، تو غریب لوگ اس کے ذریعہ سے اپنے صرف کھانے کی ضرورت کئی کئی وقتوں بلکہ کئی کئی دنوں تک پوری کرسکتے ہیں، جبکہ بکرے کی مروجہ رسم میں خرچ کردہ مالیت ایک وقت میں ہی ہضم ہوجاتی ہے، اس لئے بھی مروجہ بکرے کے صدقہ کی رسم کے بجائے نقدی یا دوسرے ضرورت کے مال سے صدقہ کرنا زیادہ فائدے اور فضیلت کا باعث ہے۔

(11)...... عام صدقہ وخیرات مستحب اورزیادہ سے زیادہ سنت عمل ہے، اور شریعت کا اصول ہے کہ اگر کسی سنت و مستحب عمل میں مفاسد پیدا ہوجائیں، اور اس کی اصل روح متاثر ہو، تو اس غلط طریقہ کا ترک کرنا ضروری ہوجاتا ہے، کیونکہ مفاسد کے ساتھ اس عمل کو انجام دینا ثواب کا باعث نہیں رہتا بلکہ الٹا گناہ کا باعث ہوجاتا ہے، اور جانور کے صدقہ کی مروجہ رسم میں ایک کے بجائے کئی مفاسد شامل ہوگئے ہیں، جن کی وجہ سے اب یہ ثواب کے بجائے گناہ کا باعث ہوگیا ہے، اس سے بہتر تھا کہ صدقہ کیا ہی نہ جاتا، کیونکہ اس صورت میں کوئی گناہ نہیں تھا، اور اگر کرنا ہی تھا تو ایسے طریقہ پر کیا جاتا جس سے صدقہ کا مقصد اور ثواب تو حاصل ہوتا، اور اس کا بہتر طریقہ نقدی یا غریب کی کسی دوسری ضرورت کی چیز کی شکل میں تھا۔

(12)...... بعض لوگ بکرے میں کالے رنگ کو ضروری یا افضل سمجھتے ہیں، اور اس میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ اگر ذرا سا رنگ بھی غیر سیاہ ہو تو اس کو صدقہ میں کم فضیلت یا کم افادیت کا باعث سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے صدقہ کے لئے کالے رنگ والے بکروں کی قیمت دوسرے رنگ کے بکروں سے زیادہ ہوتی ہے، عوام کا عقیدہ اس سلسلہ میں یہ ہوگیا ہے کہ بلا اور مصیبت اُن کے تصور میں سیاہ اور کالے رنگ کی ہوتی ہے اور سیاہ رنگ کا بکرا اس بلاء کو دور کرنے اور اپنے ساتھ لے جانے میں زیادہ تاثیر رکھتا ہے، کیونکہ دونوں طرف سے

رنگ کی مناسبت وموافقت ہوجاتی ہے اور یہ تصور خود ساختہ اور بدعت ہے اوراس خرابی کی بنیاد جانور کا بیماری کو اپنی جان کے ساتھ لے جانے کا فاسد عقیدہ ہے۔

(13)...... بعض لوگ مریض یا مصیبت زدہ شخص کا بکرے یا ذبح کرنے والی چھری پر ہاتھ پھیرنے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ بھی دین میں زیادتی اور بدعت ہے۔

(14)...... بعض لوگ اس بکرے کو مریض کے قریب ذبح کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔

(15)...... بعض لوگ مریض کے سر کے اوپر سے بکرے کی سری گُھماتے ہیں اور پھر غریبوں کو دیتے ہیں، اوراس کو سر صدقہ (یعنی سر کا صدقہ) کہتے ہیں، یا کوڑے کباڑے وغیرہ میں پھینک دیتے ہیں،اس کی بھی شریعت میں اصل نہیں۔

(16)...... بعض جگہ بارات کی روانگی کے وقت بکرا ذبح کرکے اس کے خون کے اوپر سے دولہا کوگزارا جاتا ہے،اسی طرح بارات کی واپسی پر بکرا ذبح کرکے اس کے اوپر سے دولہن کوگزارا جاتا ہے،تاکہ آفات وبلیات اس بکرے کی جان یا خون کے ساتھ چلی جائیں، یہ عقیدہ من گھڑت اور شریعت کے بالکل خلاف ہے، اور ہندوٴں وغیرہ کے مذہبی طور و طریقوں سے مسلمانوں میں منتقل ہوا ہے۔

(17)...... بعض لوگ بکرا ذبح کرنے کے بعد اس کے یا اس کے خون کے اوپر سے دولہا یا دلہن کے علاوہ مریض یا مصیبت زدہ کوگزارتے ہیں، یہ بھی جہالت کی رسم ہے۔

(18)...... اسی طرح بعض جگہ مکان وغیرہ کی بنیاد یا درو دیوار کے ساتھ بکرے کو ذبح کرکے اس کا خون ڈالتے ہیں، یہ بھی جہالت کی بات ہے،اوران سب خرابیوں کی بنیاد وہی جانور کی جان اور خون کے ساتھ آفات وبلیات کے رخصت ہوجانے کا فاسد عقیدہ ہے۔

(19)...... بہت سے لوگ سستے داموں کی خاطر بکری کے چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچوں کواس رسم کی خاطر ذبح کردیتے ہیں، جن کا گوشت طبی طور پر نقصان دہ ہونے کے علاوہ

ان جانوروں کے معصوم بچوں پر ایک طرح کا ظلم بھی ہے، جس کا وبال سخت ہے، شریعتِ مطہرہ نے بکرے کے لئے قربانی یا عقیقہ میں جو ایک سال کی قید لگائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلاضرورت اس سے کم عمر کے بکروں کو ذبح کرنا پسندیدہ عمل نہیں، اور یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا کہ صدقہ میں جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں اور جہاں ذبح ضروری ہے (مثلاً قربانی، عقیقہ وغیرہ) وہاں بکرے کی ایک سال عمر ہونا ضروری ہے، اور جب عمر مکمل ہونے سے پہلے پورے سال ملک بھر میں لاکھوں کی تعداد میں صدقہ کے طور پر بکرے ذبح کئے جائیں گے تو اس کا اثر قربانی کے موقع پر بکروں کی کمیابی اور قیمت کی گرانی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور متوسط طبقہ کو اپنا قربانی کا واجب ادا کرنے میں مشکل پیش آئے گی، اور عقیقہ کے سلسلہ میں بھی یہی مشکل پیش آئے گی، اور یہ سب خرابیاں بکرے کے ذبح کو مقصود، ضروری یا آفات وبلیات سے حفاظت کا ذریعہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔

غرضیکہ بکرے کے صدقہ کی اس مروجہ رسم میں اس قسم کی تمام رسمیں غلط ہیں جن میں بجائے ثواب کے گناہ ہے۔ ان میں بعض چیزیں حرام اور بدعت ہیں اور بعض شرک کے قریب پہنچا دینے والی ہیں۔

جب بکرے کی رسم میں اتنی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں تو بکرے کے بجائے نقدی کی صورت میں صدقہ کرنا چاہئے (جس میں نہ تو رقم سے بکرا خرید کر لانے، پھر اس کو مصرَف تک پہنچانے کی مشقت ہے، اور نہ ہی منڈی وبازار جانے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی خریداری کرنے کے لئے وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے) یا رقم کے علاوہ غریبوں کی کسی اور ضرورت کی چیز سے صدقہ کرنا چاہئے، اگر کوئی شخص خرابیوں سے بچ کر بھی بکرا صدقہ کرے تب بھی قولی یا عملی طور پر اس رسم کی تائید ہوتی ہے اور مروجہ رسم کو تقویت پہنچتی ہے، لہٰذا ان تمام پابندیوں کو چھوڑ کر صدقہ میں شریعت کی دی ہوئی آسانی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

اس موقع پراس چیز کی دوبارہ یاددہانی ضروری ہے کہ صدقہ کرنا عظیم عبادت ہے، اس عبادت سے منع کرنا یا روکنا ہرگز مقصد نہیں، بلکہ صدقہ کا ثواب ضائع ہونے اور صدقہ کے بجائے گناہ لازم آنے سے بچانا اور صدقہ کا صحیح طریقہ بتلانا مقصد ہے، جیسا کہ کوئی قبلہ کی طرف رُخ کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف پشت کرکے نماز پڑھے اور اُس کو اس طرح نماز پڑھنے سے منع کیا جائے تو اس منع کرنے کا مقصد نماز سے منع کرنا نہیں ہوگا بلکہ نماز کو غلط پڑھنے اور نماز کو ضائع کرنے سے روکنا اور نماز کو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کو بتلانا ہوگا۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ اہلِ علم اور اس مسئلہ سے واقف حضرات قوم کو اس جہالت اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

اللہ توفیق عطاء فرمائے۔

بکرے کے صدقہ کی نیت کرلینے کے بعد شرعی حکم

اگر کسی نے نیت کرلی کہ میرا فلاں کام ہوجائے مثلاً بیمار صحت یاب ہوجائے، یا فلاں مسئلہ حل ہوجائے تو ایک بکرا صدقہ میں دوں گا، تو کیا وہ کام ہوجانے کے بعد کی گئی نیت کے مطابق بکرا دینا ضروری ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں ہوگا، کیونکہ صرف نیت کرلینے سے کوئی کام لازم نہیں ہوتا، اور صرف نیت کرلینا شرعاً نذر (یعنی منت) نہیں، البتہ اگر کوئی اپنی نیت کے مطابق عمل کرنا چاہے تو اس کے لئے افضل اور بہتر اور زیادہ خیر کی بات یہ ہوگی کہ درمیانی درجہ کے بکرے کی قیمت یا اتنی مالیت کی کوئی ایسی چیز جو غریبوں کے لئے زیادہ کارآمد ہو صدقہ کردے، اور اگر اتنی استطاعت نہ ہو، تو اس سے کم مالیت کی چیز یا رقم صدقہ کردے۔

بکرے کے صدقہ کی منت مان لینے کے بعد شرعی حکم

اسی طرح اگر کسی نے نیت کے بجائے زبان سے نذر (یعنی منت) مان لی ہو کہ اگر فلاں کام

ہوگیا مثلاً فلاں مسئلہ حل ہوگیا تو ایک بکرا صدقہ دوں گا، یا ایک بکرا ذبح کروں گا تو کیا اس صورت میں اس کو بکرا دینا یا بکرا ذبح کرنا ضروری ہوگا؟ تو اس صورت میں بھی حنفیہ کے نزدیک نہ تو خاص بکرا صدقہ کرنا ضروری ہوگا اور نہ ہی ذبح کرنا ضروری ہوگا، اور اصل منت اتنی مالیت کے صدقہ کے ساتھ متعلق ہوگی یعنی اتنی مالیت کی رقم یا کسی اور چیز سے صدقہ کردینا جائز ہوگا۔ [1]

---

[1] فی الحاوی :ذکر هشام فی نوادره عن محمدرحمه الله تعالىٰ :إذا نذر ذبح شاة لا يأكل منها الناذر، ولو أكل فعليه قيمة ما أكل(المحيط البرهاني، ج۹ ص ۴۶۰، کتاب الاضحية، الفصل الثانی)

(ولو قال إن برئت من مرضى هذا ذبحت شاة أو على شاة أذبحها فبرء لا يلزمه شىء)لأن الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالأضحية (فلا يصح) (إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه) لأن الصدقة من جنسها فرض وهى الزكاة فتح وبحر ففى متن الدرر تناقض منح.

(ولو قال لله على أن أذبح جزورا وأتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز) كذا فى مجموع النوازل ووجهه لا يخفى(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج۳ص ۷۳۹، ۷۴۰، كتاب الايمان)

(قوله لأن الذبح ليس من جنسه فرض إلخ) هذا التعليل لصاحب البحر، وينافيه ما فى الخانية قال : إن برئت من مرضى هذا ذبحت شاة فبرء لا يلزمه شىء إلا أن يقول فلله على أن أذبح شاة اهـ :وهى عبارة متن الدرر وعللها فى شرحه بقوله لأن اللزوم لا يكون إلا بالنذر والدال عليه الثانى لا الأول اهـ .فأفاد أن عدم الصحة لكون الصيغة المذكورة لا تدل على النذر أى لأن قوله ذبحت شاة وعد لا نذر، ويؤيده ما فى البزازية لو قال إن سلم ولدى أصوم ما عشت فهذا وعد لكن فى البزازية أيضا إن عوفيت صمت كذا لم يجب ما لم يقل لله على وفى الاستحسان يجب ولو قال :إن فعلت كذا فأنا أحج ففعل يجب عليه الحج .اهـ.فعلم أن تعليل الدرر مبنى على القياس والاستحسان خلافه وينافيه أيضا قول المصنف على شاة أذبحها أو عبارة الفتح فعلى بالفاء فى جواب الشرط إذ لا شك أن هذا ليس وعدا ولا يقال إنما لم يلزمه شىء لعدم قوله لله على لأن المصرح به صحة النذر بقوله لله على حجة أو على حجة فيتعين حمل ما ذكره المصنف على القول بأنه لا بد أن يكون من جنسه فرض وحمل ما فى الخانية والدرر من صحة قوله لله على أن أذبح شاة على القول بأنه يكفى أن يكون من جنسه واجب، وسيأتى فى آخر الأضحية عن الخانية لو نذر عشر أضحيات لزمه ثنتان لمجىء الأمر بهما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگرچہ مذکورہ صورت میں مسئلہ کی رو سے فی نفسہٖ زندہ یا ذبح کر کے بکرا صدقہ کرنا بھی جائز تھا، مگر بکرے کے صدقے میں پیدا شدہ خرابیوں اور مفاسد کی بناء پر کسی دوسری مالیت سے صدقہ کرنا چاہئے۔

کیونکہ مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے جہاں ایک طرف صدقہ کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے، اسی کے ساتھ گناہ بھی لازم آ جاتا ہے اور گناہ والا پہلو نذر و منت میں معتبر بلکہ جائز بھی نہیں ہوگا۔ [1]

حنفیہ کے قواعد کے مطابق اس مسئلہ کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے۔

عباداتِ مالیہ میں اصل عبادتِ مقصودہ ذبح کرنا نہیں (لانہٗ اتلاف) بلکہ صدقہ کرنا ہے، البتہ جہاں ذبح کرنا عبادتِ مقصودہ کے طور پر ثابت ہو وہاں ذبح کرنا ضروری ہے، اور ذبح کا عبادتِ مقصودہ ہونا قربانی، حج میں دمِ شکر و دمِ جنایت اور عقیقہ کے علاوہ کہیں ثابت نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک نذر و منت معتبر ہونے کے لئے جہاں شرعاً یہ ضروری ہے کہ جس چیز کی منت مانی جائے اس جنس کی کوئی عبادت شرعاً فرض، واجب ہو، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی متعین طریقہ پر منت مانی جارہی ہے وہ بذاتِ خود عبادتِ مقصودہ ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی شرح الوهبانية الأصح وجوب الكل لإيجابه ما لله من جنسه إيجاب، ونقل الشارح هناک عن المصنف أن مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادی أو اصطلاحی اهـ ويؤيده أيضا ما قدمناه عن البدائع وبه يعلم أن الأصح أن المراد بالواجب ما يشمل الفرض والواجب الاصطلاحی لا خصوص الفرض فقط (قوله فتح وبحر) يوهم أنه فی الفتح ذكر هذا التعليل مع أن المذكور فيه عبارة المتن فقط وكذلک فی البحر معزيا إلى مجموع النوازل (قوله ففی متن الدرر تناقض) أی حيث صرح أولا بأنه يشترط فی النذر أن يكون له أصل فی الفروض ونص ثانيا على صحة النذر بقوله لله علی أن أذبح شاة مع أن النذر ليس له أصل فی الفروض، بل فی الواجبات وأجاب ط :بأن مراده بالفرض ما يعم الواجب بأن يراد به اللازم فلا تناقض(ردالمحتار، ج۳ص ۷۴۰، كتاب الايمان)

[1] ”لِقَوْلِهٖ تعالیٰ لَاتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى“ كما مر بحوالة امدادالفتاوىٰ ”لانه اعتقاد من غير دليل فيكون العمل معه بدعة وبالبدعة لاينعقد النذر“

اور یہ بات جانور کے مروجہ صدقہ کے اندر پائی نہیں جاتی (کیونکہ نہ تو یہ عیدالاضحیٰ والی قربانی ہے اور نہ حج والی اور نہ ہی یہ عقیقہ ہے)اور عرف ورواج میں بھی بکرے کے صدقہ یا ذبح سے مقصود اس کے گوشت کا صدقہ ہوتا ہے، اسی لئے ذبح کے بعد اس کے گوشت کا صدقہ کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور اگر ذبح مقصود ہوتا تو جانور میں قربانی والی شرائط کا لحاظ کیا جاتا، مثلاً بکرے میں ایک سال کی عمر کا پورا ہونا ضروری سمجھا جاتا، اور اگر پھر بھی کہا جائے کہ اس سے مقصود ذبح ہے تو جانور میں قربانی والی شرائط کا پایا جانا ضروری ہوگا، **لانه هو المعهود۔**

اس لئے اس طرح کی نذرومنت میں شرعاً وعرفاً خاص بکرے کا صدقہ یا اس کو ذبح کرنا ضروری نہیں، بلکہ اتنی مالیت کی رقم یا کوئی اور چیز صدقہ کرنا بھی کافی ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تب تو کسی زمان کی قید نہ ہوگی اور اگر تضحیہ (قربانی) مراد ہے تو ایامِ نحر (قربانی کے دنوں) کی قید ہوگی، اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار ہے خواہ ذبح کر کے تصدق (صدقہ) کرے یا بکری کی قیمت کا تصدق کردے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح وتصدق کرے، خواہ وہ قیمت تصدق کردے، اور اگر تضحیہ (قربانی) مراد لیا ہے اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو اس کی قیمت کا تصدق کردے، اور اگر تضحیہ میں کسی سال کی قید نہ لگائی تھی تو ایامِ نحر میں اُس قیمت کی بکری خرید کر قربانی کرے، **وکل هذا ظاهر من القواعد**‘‘ (امدادالفتاویٰ ج۲ص۵۵۸،۵۵۹، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقہ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا غیر ایامِ اضحیہ میں قربتِ مقصودہ نہیں، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ کا قربتِ مقصودہ ہونا چاہیئے، پس اگر نذر بالذبح

میں صرف ذبح سے پوری ہوجائے تولازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربتِ مقصودہ ہوو ھو باطل، اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کولازم کیا جائے گا، تا کہ اس کے انضمام سے وہ قربتِ مقصودہ ہوجائے، اس قاعدہ سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا، نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے، پس عرفاً نذر بالذبح کالفظ مستعمل نذر لمجموع الذبح والتصدق میں ہے، اوراس مجموع کے نذر میں فقہاء نے انعقادِ نذر کی تصریح کی ہے‘‘ (امدادالفتاویٰ ج۲ص۵۵۷، کتاب النذور، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’اضحیہ کے سوا نذرِ ذبح سے نذرِ تصدقِ لحم مقصود ہے، ورنہ نفسِ ذبح کی نذر صحیح نہیں، اس لئے کہ اضحیہ کے سوا ذبحِ حیوانات عباداتِ مقصودہ نہیں، جب ذبح مقصود نہیں بلکہ تصدقِ لحم مقصود ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ذبحِ حیون واجب نہیں بلکہ اختیار ہے چاہے یہ بکرا ذبح کر کے گوشت صدقہ کرے یا بکرا زندہ صدقہ کردے یا اس کی قیمت صدقہ کرے یا قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز‘‘ (احسن الفتاویٰ ج۵ص۴۸۳، کتاب الایمان)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’اصولِ شرع کے تحت بھی یہی صحیح ہے کہ نذر ذبح میں لحم واجب التصدق ہے، نذر تضحیہ میں نہیں، البتہ نذرِ تضحیہ میں تصدقِ لحم کی نیت بھی کی ہو تو تصدق واجب ہوگا۔

نذرِ ذبح و نذرِ تضحیہ میں یہ تفریق اصولاً اس لئے لازم ہے کہ نذرِ تضحیہ میں اگر تصدقِ لحم کی نذر نہیں کی تو یہ واجب التصدق کیوں ہوا؟ وجوبِ تضحیہ وجوبِ تصدق کو مستلزم نہیں اور نذر ذبح میں فعلِ ذبح عبادت نہیں، اس لئے نذرِ ذبح تصدق لحم

کو مستلزم ہے، ورنہ فعل عاقل کا ابطال لازم آتا ہے جو عقلاً وشرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ نذر ذبح میں نذر تصدق کا عرف ہے، اگر یہ عرف نہ بھی ہوتا تو بھی تصحیح فعل عاقل کے لئے عقلاً وشرعاً اس کو نذر تصدق قرار دیا جائے گا۔ غرضیکہ نذر ذبح کا نذر تصدق کو مستلزم ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نذر ہی صحیح نہیں، اور استلزام تسلیم کرلیا جائے تو صحت نذر ووجوبِ تصدق دونوں اصولِ شرع کے مطابق ہیں۔

فعلِ ذبح عبادت نہ ہونے کے باوجود اس کی نذر صحیح ہونے میں اشکال کا جواب امداد الفتاویٰ میں یوں دیا ہے:

''اس میں ورودِ نص کی وجہ سے اس کی صحت خلافِ قیاس ہے'' (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۲۷، کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اورحنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ [1]

---

[1] إذا نذر ذبح حيوان ولم يتعرض لهدى ولا أضحية بأن قال لله على أن أذبح هذه البقرة أو أنحر هذه البدنة فإن قال مع ذلک وأتصدق بلحمها أو نواه لزمه الذبح والتصدق وإن لم يقله ولا نواه فوجهان (أحدهما) ينعقد نذره ويلزمه الذبح والتصدق (وأصحهما) لا ينعقد لأنه لم يلتزم التصدق وإنما التزم الذبح وحده وليس فيه قربة إذا لم يكن للصدقة(المجموع شرح المهذب، ج۸، ص ۴۶۹، باب النذر)

(النوع الرابع الهدايا والضحايا)

(النوع الرابع الهدايا) والضحايا (ولو نذر ذبح شاة) مثلا (ولم يعين) للذبح (بلدا أو عين) له (غير الحرم، ولم ينو) فيهما التضحية، ولا (الصدقة بلحمها لم ينعقد) نذره؛ لأنه لم يعلقه بقربة بخلاف ما إذا نوى ذلک أو عين الحرم وقد صرح بالثانى فى قوله

(ولو نذر الذبح فى الحرم انعقد) نذره فيلزمه الذبح فيه، وإن لم ينو ذلک؛ لأن ذكر الذبح فى النذر مضافا إلى الحرم يشعر بالقربة؛ ولأن الذبح فيه عبادة معهودة (ولزمه التفرقة فيه) حملا على واجب الشرع(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب، ج۱، ص۵۸۷، كتاب النذر)

لو نذر ذبح شاة فى أى وقت كان، لزمه الوفاء بنذره(المغنى لابن قدامة، ج۹، ص ۴۶۴، فصل الفرعة والعتيرة فى الأضحية)

عبادتِ مالیہ سے متعلق چند فقہی قواعد

آخر میں اہلِ علم کی دلچسپی کے لئے اس سلسلہ میں فقہ حنفی کے مطابق چند فقہی واصولی باتیں بیان کی جاتی ہیں:

(1)...... عبادتِ مالیہ یا تقرب بالمال کی دو قسمیں ہیں، ایک بطریقِ تملیک، جیسے زکوٰۃ وصدقات، دوسرے بطریقِ اتلاف جیسے غلام آزاد کرنا، اور اضحیۃ میں (اور اسی طرح حج میں دمِ شکرودمِ جنایت اور عقیقہ حکماً اضحیۃ میں داخل ہے) تملیک واتلاف دونوں عناصر پائے جاتے ہیں، اتلاف بشکلِ ذبح، اور تملیک بشکلِ گوشت تبرعاً۔

مندرجہ بالا دونوں قسموں کو تقرب بالتصدق اور تقرب باراقۃِ الدم سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں، قربانی میں اراقۃِ دم اصل ہوتا ہے اور صدقہ میں تملیک اصل ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صدقہ میں اصل تقرب تملیکِ فقیر سے حاصل ہوتا ہے، اور اس میں اراقۃِ دم یعنی خون بہانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جیسا کہ حج کی جنایات میں بعض جگہ صدقہ اور بعض جگہ دم لازم کیا گیا ہے اور حج میں دونوں ایک دوسرے کے مقابل یعنی قسیمین ہیں، لہٰذا جانور کے مروجہ صدقہ میں تقربِ مالی کی ایک قسم کو دوسری قسم میں شامل کردینا ہے اور اگر ذبح کو ہی اصل مقصود سمجھ لیا جائے تو تقربِ مالی کی اقسام میں تحریف کردینا ہے، جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے کہ اتنی مقدار کا بازار سے گوشت خرید کر صدقہ کرنا گوارا نہیں کیونکہ اس صورت میں ذبح واراقۃِ دم نہیں پایا جاتا جو شریعت پر زیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت اور بلاضرورت اتلاف ہے جو بعید نہیں کہ اسراف کے مفہوم میں داخل

ہوکربھی ممنوع ہو۔ [1]

(2)...... اگرنص نہ ہوتی تو قربانی میں بھی اصل اورقیاس کا تقاضا تصدق تھا،مگرنص کی وجہ سے قیاس سے عدول کرکے اتلاف ونقصانِ مالیت کی طرف رجوع کیا گیا ''کمامر بحوالہ امدادالفتاویٰ وغیرہ''

اورجانور کی مروجہ رسم میں اتلاف وذبح کی کوئی نص موجود نہیں،لہٰذا یہاں اصلی تصدق ہی معتبر ہوگا،اور قیاس واصل سے عدول کرنا درست نہ ہوگا۔ [2]

(3)......تقرب باراقۃِ دم کے لئے مخصوص شرائط ہیں،اگروہ فوت ہوجائیں تو یہ تقرب باراقۃِ دم سے نکل کرتقرب بالتصدق کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔

جبکہ جانور کی مروجہ صدقہ کی رسم میں سرے سے تقرب باراقۃِ دم کا وجود ہی نہیں، پھراس میں خون بہانے کوتقرب یعنی عبادت وثواب سمجھنے کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے۔ [3]

---

[1] اعلم بأن القرب المالية نوعان نوع بطريق التمليك كالصدقات ونوع بطريق الإتلاف كالعتق ويجتمع فى الأضحية معنيان فإنه تقرب بإراقة الدم وهو إتلاف، ثم بالتصدق باللحم وهو تمليك(المبسوط للسرخسى، ج۱۲ ص۸، كتاب الذبائح، باب الاضحية)

واعلم أن القربة المالية نوعان نوع بطريق التمليك كالصدقات ونوع بطريق الإتلاف كالإعتاق والأضحية، وفى الأضحية اجتمع المعنيان فإنه يتقرب بإراقة الدم وهو إتلاف، ثم بالتصدق باللحم فيكون تمليكا اهـ(تكملة البحرالرائق للطورى، ج۸ص۱۹۷، كتاب الاضحية)

اعلم أن القربة المالية نوعان نوع بطريق التمليك كالصدقات ونوع بطريق الإتلاف كالإعتاق والأضحية، وفى الأضحية اجتمع المعنيان فإنها تقرب بإراقة الدم، وهو إتلاف ثم بالتصرف فى اللحم يكون تمليكا وإباحة(تبيين الحقائق ج۶ ص۲، كتاب الاضحية ، سبب الاضحية وشرائطها)

[2] لأن التضحية ثبتت قربة بالنص واحتمل أن يكون التصدق بعين الشاة أو قيمتها أصلا؛ لأنه هو المشروع فى باب المال كما فى سائر الصدقات إلا أن الشرع نقل من الأصل إلى التضحية وهو نقصان فى المالية(اصول البزدوى مع شرحه كشف الاسرار، ج۱ ص۵۵، باب الامر،القضاء نوعان اما بمثل معقول واما بمثل غيرمعقول)

الأصل فى الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة .إلا أن الشارع نقله إلى إراقة دمها مقيدة بوقت مخصوص حتى أنه يحل أكل لحمها للمالك والأجنبى والغنى والفقير، لأن الناس أضياف الله تعالى فى هذا الوقت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص۹۴،مادة " اضحية ")

[3] فإذا فات معنى التقرب إلى الله تعالى بإراقة الدم يتعين التقرب إلى الله تعالى بالتصدق،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

مگر یہ ملحوظ رہے کہ مذکورہ قواعد حنفی فقہ کی کتب میں مذکور عبارات کے مطابق ہیں، ان کو دوسرے تمام فقہائے کرام کا مسلک ومذہب نہیں قرار دینا چاہیے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

14 / ربیع الاول/ 1439ھجری۔03 / دسمبر/ 2017ء بروزاتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذلک بالصرف إلى الفقراء دون الأغنياء (المبسوط للسرخسی، ج۴ص۱۴۵، كتاب المناسک، باب النذر، عطب الهدى فى الطريق)

(ولنا) أن هذه صدقة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كزكاة المال، ولا نقول :الأضحية تسقط بل ينتقل الواجب إلى التصدق بالقيمة؛ لأن إراقة الدم لا تكون قربة إلا فى وقت مخصوص أو مكان مخصوص فأما التصدق بالمال قربة فى كل وقت(المبسوط للسرخسی، ج۳ص۱۱۱۰، كتاب الصوم، باب صدقة الفطر)

ولأنه متمكن من التقرب بالتصدق فى سائر الأوقات، ولا يتمكن من التقرب بإراقة الدم إلا فى هذه الأيام فكان أفضل وأما بعد مضى أيام النحر فقد سقط معنى التقرب بإراقة الدم؛ لأنها لا تكون قربة إلا فى مكان مخصوص وهو الحرم، وفى زمان مخصوص وهو أيام النحر.

ولكن يلزمه التصدق بقيمة الأضحية إذا كان ممن تجب عليه الأضحية؛ لأن تقربه فى أيام النحر كان باعتبار المالية فيبقى بعد مضيها والتقرب بالمال فى غير أيام النحر يكون بالتصدق، ولأنه كان يتقرب بسببين إراقة الدم والتصدق باللحم، وقد عجز عن أحدهما وهو قادر على الآخر فيأتى بما يقدر عليه(المبسوط للسرخسی، ج۱۲ص۱۴، كتاب الاضحية، باب الاضحية)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

رؤیتِ باری تعالیٰ

دنیا و آخرت میں رؤیتِ باری تعالیٰ پر مفصل کلام
لیلۃ الاسراء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیتِ باری تعالیٰ کی تحقیق
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ منامی، قلبی و بصری پر مدلّل کلام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

قرآن وسنت کے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ قیامت وآخرت میں مومنوں اور جنتیوں کو اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی رؤیت وزیارت کی نعمت حاصل ہوگی، اور یہ آخرت اور جنت کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہوگی، اور جو لوگ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ورؤیت کا انکار کرتے ہیں، اہلُ السنۃ الجماعۃ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے، اور ان کو اہلِ بدعت میں شمار کیا ہے۔

اور قرآن وسنت کے معتبر ومستند دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فوت ہونے سے پہلے اس دنیا میں اپنی ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی رؤیت وزیارت کی انسان اور عام مخلوق کو طبعاً استطاعت وسکت حاصل نہیں، اگرچہ عقلاً ممکنُ الوقوع ہے۔

جہاں تک ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ورؤیت کا تعلق ہے، تو مستند ومعتبر احادیث وسنت سے اس کا تو ثبوت ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند اور خواب میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت وزیارت کا شرف حاصل ہوا، جس کو رؤیتِ منامی کہا جاتا ہے، اور یہ رؤیت منامی بھی قلبی رؤیت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی حالت میں اپنے قلبِ مبارک سے رب تعالیٰ کی رؤیت وزیارت کی، اور اس کو رؤیتِ قلبی وفؤادی بھی کہا جاتا ہے۔

اور بعض معتبر روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ قلبی وفؤادی حاصل ہونے کا صراحتاً بھی ذکر آیا ہے، جس سے بعض حضرات نے رؤیتِ منامی ہی مراد لی ہے۔

لیکن مستند ومعتبر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ عینی وبصری ہونے اور

اس رؤیت کے لیلۃ الاسراء میں واقع ہونے کی صراحت نہیں پائی جاتی، بلکہ اس کے برعکس رؤیتِ بصری وعینی کی نفی پائی جاتی ہے، اور اس سلسلہ میں مفسرین اور اہلِ علم کے مختلف اقوال کتبِ تفسیر وغیرہ میں ملتے ہیں، جن میں سے بعض اقوال شرعی دلائل کی رُو سے غیر معمولی کمزور معلوم ہوتے ہیں، لیکن نقل درنقل چلتے رہنے کی وجہ سے ان کی بہت زیادہ شہرت پائی جاتی ہے، کئی عربی اور اردو تفاسیر وغیرہ کی کتابوں میں ان اقوال کو اس انداز میں ذکر کیا گیا ہے، جس سے کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور اگرچہ بعض حضرات نے دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ بصری ہونے نہ ہونے کو ایمانیات میں سے قرار نہیں دیا، اور اس میں سکوت وتوقف کو سلامتی کا راستہ قرار دیا ہے، لیکن جب بعض عبارات کی وجہ سے عقیدہ میں بگاڑ وفساد پیدا ہو رہا ہو، مثلاً علی الاطلاق رؤیتِ بصری کے ثبوت کا دعویٰ کیا جا رہا ہو، تو اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری ہوتی ہے۔

اسی طرح کی غلط فہمی پر مبنی عبارات ملاحظہ کرنے سے بندہ کو اس مسئلہ کی تحقیق کا تقاضا ہوا، چنانچہ بندہ نے اس پر تحقیق شروع کی، جس کے ضمن میں بحمداللہ تعالیٰ یہ مسئلہ کافی حد تک محقق ومنقح ہو گیا، اور مدت سے نقل درنقل جاری متعدد غلط فہمیوں کی نشاندہی ہو گئی۔

اب اہلِ علم حضرات کے لئے اس مضمون کی مستقل رسالہ کی صورت میں اشاعت کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

اور راہِ حق وراہِ اعتدال پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان۔ ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۶ھ 12 / مارچ/ 2015ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رؤیتِ باری تعالیٰ

مقدمہ

آخرت میں اہلِ جنت کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نعمت حاصل ہونا برحق ہے، جس کا قرآن و سنت سے ثبوت ملتا ہے۔ [1]

اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دنیا میں کسی انسان نے اپنی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا، اگر چہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں انسان کا اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنا عقلی طور پر امکانی چیزوں میں سے ہے، لیکن اس کی انسان کو دنیا میں طبعی وجسمانی طور پر قدرت واستطاعت حاصل نہیں۔

البتہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض حضرات اس کے ثبوت کے قائل ہیں، اور بعض ثبوت کے قائل نہیں، اور بعض اس سلسلے میں سکوت کے قائل ہیں۔

لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی کوئی قطعی دلیل نہیں پائی جاتی، بلکہ احتمال کے درجہ میں دلائل پائے جاتے ہیں۔ [2]

---

[1] قوله: (والرؤية حق لأهل الجنة، بغير إحاطة ولا كيفية، كما نطق به كتاب ربنا :(وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة)وتفسيره على ما أراد الله تعالى وعلمه، وكل ما جاء فى ذلك من الحديث الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو كما قال(عقيدة الطحاوية مع شرحه لصدر الدين ابن أبى العز الحنفى، الأذرعى الصالحى الدمشقى ، ص۲۰۷،باب ثبوت رؤية أهل الجنة ربهم بغير إحاطة)

[2] واتفقت الأمة على أنه لا يراه أحد فى الدنيا بعينه، ولم يتنازعوا فى ذلك إلا فى نبينا صلى الله عليه وسلم خاصة :منهم من نفى رؤيته بالعين، ومنهم من أثبتها له صلى الله عليه وسلم .وحكى القاضى عياض فى كتابه "الشفا "اختلاف الصحابة رضى الله عنهم ومن بعدهم فى رؤيته صلى الله عليه وسلم، وإنكار عائشة رضى الله عنها أن يكون صلى الله عليه وسلم رأى ربه بعين رأسه، وأنها قالت لمسروق حين سألها :هل رأى محمد ربه؟ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر بعض اہلِ علم حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بطورِ خاص معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کو ترجیح دی ہے، اور بعض حضرات نے نہ دیکھنے کو ترجیح دی ہے، اور بعض حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب مبارک سے دیکھنے یعنی رؤیتِ قلبی وفؤادی کو ترجیح دی ہے، نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنے یعنی رؤیتِ بصری وعینی کو۔ [1]

اور ہمارے نزدیک بھی زیادہ صحیح اور راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ سلم نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں اپنی ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا، بلکہ اپنے قلب مبارک سے دیکھا ہے، جس کو بعض حضرات نے ''رؤیتِ منامی'' سے بھی تعبیر کیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾فقالت :لقد قف شعری مما قلت، ثم قالت :من حدثک أن محمدا رأی ربه فقد کذب .ثم قال :وقال جماعة بقول عائشة رضی الله عنها، وهو المشهور عن ابن مسعود وأبی هریرة واختلف عنه، وقال بإنکار هذا وامتناع رؤیته فی الدنیا جماعة من المحدثین والفقهاء والمتکلمین .وعن ابن عباس رضی الله عنهما :أنه صلی الله علیه وسلم رأی ربه بعینه، وروی عطاء عنه :أنه رآه بقلبه .ثم ذکر أقوالا وفوائد، ثم قال:وأما وجوبه لنبینا صلی الله علیه وسلم والقول بأنه رآه بعینه فلیس فیه قاطع ولا نص، والمعول فیه علی آیة النجم، والتنازع فیها مأثور، والاحتمال لها ممکن، وهذا القول الذی قاله القاضی عیاض رحمه الله هو الحق، فإن الرؤیة فی الدنیا ممکنة(شرح العقیدة الطحاویة لصدر الدین ابن أبی العز الحنفی، الأذرعی الصالحی الدمشقی ، ص۲۲۲ الیٰ ۲۲۴، باب رؤیة أهل الجنة ربهم بغیر إحاطة)

[1] فی رؤیة النبی صلی الله علیه وسلم ربه لیلتئذ اختلاف، فذهب جماعة من السلف الی انه رأی ربه عزوجل، وذهب آخرون کأم المومنین عائشة وغیرها الی انه لم یره بعد، وذهب طائفة الی السکوت والوقف، وقال قوم: رآه بعین قلبه(العلو للعلی الغفار فی إیضاح صحیح الأخبار وسقیمها للذهبی، ص۱۰۳ ،فصل رؤیة النبی صلی الله علیه وسلم ربه لیلتئذ اختلاف)

[2] وقد تقدم ذکر اختلاف الصحابة فی رؤیته صلی الله علیه وسلم ربه عز وجل بعین رأسه، وأن الصحیح أنه رآه بقلبه، ولم یره بعین رأسه، وقوله :(ما کذب الفؤاد ما رأی) (ولقد رآه نزلة أخری) صح عن النبی صلی الله علیه وسلم أن هذا المرئی جبریل، رآه مرتین علی صورته التی خلق علیها(شرح العقیدة الطحاویة لصدر الدین ابن أبی العز الحنفی، الأذرعی الصالحی الدمشقی ، ص۲۷۵، ۲۷۶، باب الإسراء والمعراج له صلی الله علیه وسلم بالیقظة)

لقد تظاهرت أدلة الکتاب، والسنة، والعقل، وأجمع الصحابة، والذین من بعدهم من سلف هذه الأئمة وأئمتها من أهل السنة والجماعة علی أن الله عز وجل یری فی الدار الآخرة، یراه المؤمنون رؤیة حقیقیة، تلیق به سبحانه وتعالی، من غیر إحاطة، ولا کیفیة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ دلوں میں بھی دیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورة الحج، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، اور لیکن اندھے ہوجاتے ہیں دل، جو کہ سینوں میں ہیں (سورہ حج)

اور بعض کتب میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الاسراء میں رؤیتِ مطلقہ یا رؤیتِ عینی وبصری حاصل ہونے کو پرزور انداز میں لکھا گیا ہے، اور اس قول کو جمہور صحابہ وتابعین کا قرار دیا گیا ہے، اور رؤیتِ منامی کی احادیث وروایات کو اس کا مستدل بنایا گیا ہے، اور سورہ نجم کی بعض آیات کی تفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریل کی رؤیت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رؤیت حاصل ہونے کو ترجیح دی گئی ہے، معتبر ومستند دلائل کی رُو سے یہ بات راجح معلوم نہیں ہوسکی، جس کی تفصیل آگے الگ الگ فصلوں میں ذکر کی جاتی ہے، تاکہ مسئلہ کے تمام پہلو منقح ہوجائیں اور کوئی اشتباہ وغلط فہمی نہ رہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كما اتفقوا على أنه لا يراه أحد بعيني رأسه في الدنيا، وذلك لقوله تعالى لموسى -عليه السلام" : -لَنْ تَرَانِي "ولقول النبي صلى الله عليه وسلم " :تعلموا أنه لن يرى أحد منكم ربه عز وجل حتى يموت "وهي وإن كانت جائزة عقلاً وليست بمستحيلة، إلا أن البشر لا يطيقون رؤيته في هذه الدار لعجز أبصارهم وضعفها .

ولذا من ادعى رؤية الله في الدنيا بعيني رأسه فدعواه باطلة باتفاق أهل السنة والجماعة وهو ضال.

وإنما الخلاف في رؤية نبينا صلى الله عليه وسلم لربه عز وجل بعينيه في الدنيا، فأثبت ذلك قوم ونفاه آخرون .والجمهور أنه لم يره بعينيه لقوله في حديث أبي ذر رضي الله عنه " :نور أنى أراه" وفي رواية " :رأيت نوراً(كتابات أعداء الإسلام ومناقشتها،لعماد السيد محمد إسماعيل الشربيني، ص٩٣٨، ٩٣٩،الفصل الثالث :أحاديث رؤية الله عز وجل ومحاجة آدم موسى عليهما السلام والشفاعة،المبحث الثاني)

(فصل نمبر1)

دنیا میں آنکھوں سے رؤیتِ الٰہی کی قدرت نہ ہونا

قرآن وسنت سے یہ بات واضح ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی انسان کو طبعاً قدرت واستطاعت حاصل نہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۰۳)

ترجمہ: نہیں پاسکتیں اس (اللہ) کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے (سورہ انعام)

مطلب یہ ہے کہ ظاہری آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کے ادراک کی قدرت واستطاعت حاصل نہیں، اور اللہ تعالیٰ کو تمام نظروں کا ادراک کرنے اور پانے کی قدرت حاصل ہے، کیونکہ اللہ لطیف ہے، جس کی وجہ سے مادی بصارت کے لئے اس کو پانا ممکن نہیں، اور وہ خبیر ہے، لہٰذا وہ سب نظروں اور چیزوں کا ادراک رکھتا اور ان کو پالیتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ۵۱)

ترجمہ: اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے، یا بھیجے وہ رسول کو، پھر وہ وحی کرے اس کے حکم سے جو چاہے، بے شک وہ انتہائی بلند ہے، حکیم ہے (سورہ شوریٰ)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی بشر کو اللہ سے بغیر وحی یا حجاب کے کلام کرنے کی

قدرت واستطاعت حاصل نہیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ آیات کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا انکار کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ سلم کے اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں دل سے اور خواب میں دیکھنے کا ذکر صحیح احادیث میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ تفصیلاً آگے آتا ہے۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۴۳)

ترجمہ: اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر وقت پر، اور کلام کیا ان سے ان کے رب نے، تو عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا (اللہ نے) کہ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا، لیکن تو دیکھ پہاڑ کی طرف، پس اگر ٹھہرا رہا وہ اپنی جگہ، تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا، پس جب تجلّی فرمائی اس کے رب نے پہاڑ پر، تو کردیا اس کو ریزہ ریزہ، اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہوکر، پھر جب افاقہ ہوا، تو عرض کیا کہ پاک ہے آپ کی ذات، میں توبہ کرتا ہوں آپ کی طرف اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں (سورہ اعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ظاہری آنکھوں سے اللہ کو دیکھنے کی قدرت حاصل نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر نبی ''حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام'' کو فرمایا کہ ''لن ترانی''، لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی، جس سے معلوم ہوا کہ رؤیتِ الٰہی عقلاً ممکن ہے، کیونکہ اگر عقلاً ناممکن ومحال ہوتی، تو حضرت موسیٰ

علیہ الصلاۃ والسلام اس کی درخواست نہ کرتے۔ [1]

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يَّنَامَ وَلٰكِنَّهٗ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اندر پانچ کلمات راسخ ومضبوط فرمائے؛ ایک تو یہ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں، اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے؛ وہ میزانِ عمل کو (بندوں کے ہمہ وقتی اعمال کے مطابق) نیچے اور اوپر کرتا ہے، اور اللہ کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے، اللہ کا حجاب نور ہے، اگر اللہ اس کو کھول دے، تو اللہ کی ذات کے انوار اللہ کی ان سب مخلوق کو جلا دیں گے، جہاں تک اللہ کی نظر پہنچے گی (مسند احمد)

---

[1] وكذلك يكون معنى قوله لموسى :(لن ترانى)فى الدنيا، ولأنه قد ثبت أن نفى الشىء لا يقتضى إحالته؛ بل قد يتناول المستحيل وجوده والجائز وجوده(شرح صحيح البخارى لابنِ بطال، ج١٠ ص٤٦٢، باب قول تعالى وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة)

ورؤية الله عند الأشعرية وأهل السنة جائزة عقلا لأنه من حيث هو موجود تصح رؤيته وقررت الشريعة رؤية الله فى الآخرة ومنعت من ذلك فى الدنيا بظواهر الشرع فموسى عليه السلام لم يسأل محالا وإنما سأل جائزا وقوله لن ترانى ولكن انظر إلى الجبل الآية ليس بجواب من سأل محالا وقد قال تعالى لنوح عليه السلام :فلا تسئلن ما ليس لك به علم إنى أعظك أن تكون من الجاهلين فلو سأل موسى محالا لكان فى الجواب زجر ما وتيأس، وقال الكرمانى وغيره :فى الكلام محذوف تقديره لن ترانى فى الدنيا، وقيل لن تقدر أن ترانى، وقيل لن ترانى بسؤالك، وقيل لن ترانى ولكن سترانى حين أتجلى للجبل(البحرالمحيط فى التفسير لابنِ حيان الاندلسى، ج٥ص١٦٢، سورة الاعراف)

[2] رقم الحديث ١٩٦٣٢ ،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٩٥ .
قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے سامنے نور کا حجاب حائل ہے، جو مخلوق کے اس کو دیکھنے میں رکاوٹ ہے، اور اگر اللہ اس حجاب کو ہٹا دے، تو مخلوق جل کر خاکستر ہو جائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مخلوق کو اللہ کا حجاب رفع ہونے کے بعد اس کی زیارت کی قدرت نہیں۔ [1]

بعض روایات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ستّر ہزار حجابات ہونے کا ذکر ہے۔ [2]

مگر ان روایات کی اسناد کو محدثین نے ضعیف اور بعض نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] (سبحات وجهه) : بضم أوليه جمع سبحة بالضم أى :أنوار وجهه، والوجه الذات، وقد قال بعض أهل التحقيق :هى الأنوار التى إذا رآها الراء ون من الملائكة سبحوا، وهللوا لما يروعهم من جلال الله وعظمته؛ لأن كلمة سبحان الله كلمة تعجب، وتعجيب على ما قاله ابن الأثير .وقال الكشاف :فيها معنى التعجب، والأصل فى ذلك أن يسبح الله فى رؤية العجب من صنائعه، ثم كثر حتى استعمل فى كل متعجب منه، وقيل :حجابه النور أى :حجابه خلاف الحجب المعهودة، فهو محتجب عن خلقه بأنوار عزه وجلاله، ولو كشف ذلك الحجاب، وتجلى لما وراء ه من حقائق الصفات وعظمة الذات لم يبق مخلوق إلا احترق(مرقاة المفاتيح، ج ا ص١٦٦، كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر)

[2] عن عبد المنعم بن إدريس، عن أبيه إدريس، عن جده وهب بن منبه، عن أبى هريرة، أن رجلا من اليهود أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا أبا القاسم، هل احتجب الله عز وجل عن خلقه بشىء غير السموات والأرض؟ قال ::نعم، بينه وبين الملائكة الذين حول العرش سبعون حجابا من نار، وسبعون حجابا من نور، وسبعون حجابا من ظلمة، وسبعون حجابا من رفارف الإستبرق، وسبعون حجابا من رفارف السندس، وسبعون حجابا من در أبيض، وسبعون حجابا من در أحمر، وسبعون حجابا من در أصفر، وسبعون حجابا من در أخضر، وسبعون حجابا من ضياء استضاء ها من النار والنور، وسبعون حجابا من ثلج، وسبعون حجابا من ماء ، وسبعون حجابا من غمام، وسبعون حجابا من برد، وسبعون حجابا من عظمة الله التى لا توصف قال :فأخبرنى عن ملك الله الذى يليه، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :أصدقت فيما أخبرتك يا يهودى؟ قال :نعم قال :فإن الملك الذى يليه إسرافيل، ثم جبريل، ثم ميكائيل، ثم ملك الموت صلى الله عليهم أجمعين.لا يروى هذا الحديث، عن أبى هريرة إلا بهذا الإسناد، تفرد به :أسد "(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٨٩٤٢)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه عبد المنعم بن إدريس، كذبه أحمد، وقال ابن حبان: كان يضع الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٥٣، باب فى عظمة الله سبحانه وتعالى)

[3] وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:قال أبو يعلى:حدثنا محمد بن يحيى الزمانى، ثنا مكى بن إبراهيم، ثنا موسى بن عبيدة، عن عمر بن الحكم، عن (عبد الله)بن عمرو.

(و)عن أبى حازم، عن سهل بن سعد رضى الله عنه، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -: دون الله تبارك وتعالى سبعون ألف حجاب من نور وظلمة، وما تسمع نفس شيئا من حس تلك الحجب إلا زهقت نفسها.

الحكم عليه:هذا إسناد ضعيف؛ لضعف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا ان روایات کے مطابق اعتقاد رکھنے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾موسی بن عبیدة الربذی .قال البیهقی فی الأسماء والصفات (۱۴۶/۲) تفرد به موسی بن عبیدة الربذی، وهو عند أهل العلم بالحدیث ضعیف.وقال ابن الجوزی فی الموضوعات(۱۱۶/۱)هذا حدیث لا أصل له.وضعفه الهیثمی فی المجمع(۸۴/۱)والبوصیری فی الإتحاف (مختصر ۱۶۳/۲ ب) بموسی بن عبیدة .تخریجه:
تابع الزمانی عن مکی.
۱ ـ البخاری عند العقیلی فی الضعفاء(۱۵۲/۳)حدثنا آدم، حدثنا البخاری.ومن طریقه ابن الجوزی فی الموضوعات(۱۱۶/۱)
۲ ـ محمد بن المثنی، أخرجه ابن أبی عاصم عنه فی السنة(۳۶۷/۲)
۳ ـ العباس العنبری، أخرجه بطریقین عنه الطبرانی فی الکبیر(۱۴۸/۶)
۴ ـ عبد الله بن الصباح، أخرجه الطبرانی فی الموضع السابق، حدثنا إسحاق ابن داود الصواف، ثنا عبد الله بن الصباح.
۵ ـ محمد بن إسحاق الصاغانی، أخرجه البیهقی فی الأسماء والصفات (۱۴۶/۲)أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا أبو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد بن إسحاق.
۶ ـ محمد بن سعید بن غالب، أخرجه ابن الجوزی الأصبهانی فی الترغیب(۲۸۸/۱)من طریق أبی سعید الأعرابی .کلهم عن مکی، عن موسی به.وأخرجه أبو یعلی فی المعجم بالسند عن سهل دون ابن عمرو رضی الله عنهم(رقم ۴۶۹)وقد تابع موسی بن عبیدة عن أبی حازم :هشام بن سعد وعبد العزیز ابن أبی حازم ببعضه.أخرجه الخطیب البغدادی فی موضح الجمع والتفریق(۴۵/۲) وابن الجوزی فی الموضوعات(۱۱۶/۱)کلاهما من طریق الدارقطنی.
حدّثنا أحمد بن محمد ابن أبی بکر العطّار، ثنا محمد بن یوسف ابن أبی معمر، حدّثنا حبیب ابن أبی حبیب، حدثا هشام بن سعد، وعبد العزیز ابن أبی حازم، عن أَبِی حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ النَّبِیَّ -صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ -قال :إن بین الله وبین الخلق سبعین ألف حجاب، وأقرب الخلق إلی الله عزَّ وجلّ جبریل ومیکائیل وإسرافیل، وإن بینه وبینهم أربعة حجب، حجاب من نار، وحجاب من ظلمة، وحجاب من غمام، وحجاب من ماء .قال ابن الجوزی :حدیث لا أصل له.
قلت :وحبیب هذا هو ابن رزیق کما قال الخطیب فی موضّح الجمع والتفریق وهو ابن أبی حبیب المصری کاتب مالک المترجم فی (التهذیب ۱۵۸/۲)وهو وضّاع کما یظهر هذا من ترجمته.
ومن هنا تعلم أنه لا فائدة مما تعقبه الحافظ السیوطی رحمه الله فی اللآلیء المصنوعة(۱۴/۱) فانظره مقارنًا بینه وما هو فی موضح الجمع والتفریق.
وللحدیث شاهد من حدیث ابن عباس رضی الله عنهما، قال :وقف جبریل علی رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فقال له :یا جبریل سل ربک أی البقاع خیر؟ وأی البقاع شر؟ فاضطرب جبریل بلقائه، فقال له عندما أفاق :یا محمد هل یسئل الرب؟ الرب أجلّ وأعظم من ذلک، ثم غاب عنه جبریل، ثم أتاه فقال له :یا محمد لقد وقفت الیوم موقفًا لم یقفه ملک قبلی، ولا یقفه ملک بعدی،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض اہلِ علم حضرات نے اس طرح کی بعض روایات کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كان بينى وبين الجبار تَبَارَكَ وَتَعَالَى، سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُورٍ، الحجاب يعدل العرش والكرسى والسموات والأرض بكذا أو كذا عام ...الحديث.

أخرجه أبو الشيخ فى العظمة(١٣٥/٢٦٩)حدّثنا الوليد، حدّثنا إبراهيم بن أحمد بن المنحل، حدّثنا عثمان بن عبد الله، حدّثنا مبشر بن إسماعيل الحلبى، حدّثنا جعفر بن برقان، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما، به .وهذا إسناد كسابقه، عثمان هذا هو الأموى، متهم بالوضع كما فى ترجمته فى لسان الميزان(١٦٥/٤)فالحديث يبقى على ضعفه(تحقيق وتخريج:المطالب العالية، رقم الحديث ٣٤٣٩، ٣٤٤٠، باب الحجب التى دون الله تعالى)

۱ وقال الالبانى:(أن بين يدى الله عزوجل وبين الخلق سبعين ألف حجاب، وأقرب الخلق إلى الله عزوجل جبريل وميكائيل وإسرافيل، وإن بينهم وبينه أربع حجب :حجاب من نار، وحجاب من ظلمة، وحجاب من غمام، وحجاب من الماء) . موضوع .أخرجه الدارقطنى فى "الأفراد "(ج /٣رقم-١٥منسوختى) ، ومن طريقه ابن الجوزى فى "الموضوعات(١١٦/١)"من طريق حبيب بن أبى حبيب :ثنا هشام بن سعد وعبد العزيز بن أبى حازم عن سهل بن سعد أن النبى صلى الله عليه وسلم قال ... :فذكره .وقال الدارقطنى " :حديث غريب من حديث أبى حازم، تفرد به حبيب بن أبى حبيب ."وقال ابن الجوزى ":حديث لا أصل له، وحبيب ليس بثقة، كان يكذب، وقال يحيى : ليس بشىء .وقال النسائى :متروك .وقال ابن عدى :كان يضع الحديث ."قلت :وزاد ابن عدى فى "الكامل(٤١٤/٢)":"أحاديثه موضوعة ."وقال ابن حبان(٢٦٥/١) "يروى عن الثقات الموضوعات، كان يدخل عليهم ماليس من أحاديثهم."

(تنبيه) : اختلط فى "تهذيب التهذيب "كلام ابن عدى المتقدم بكلام ابن حبان هذا، فقد سقط من طابع "التهذيب "قوله" :وقال ابن عدى"، فالتصق كلامه بكلام ابن حبان !فاقتضى التنبيه.

وروى العقيلى فى "الضعفاء(١٥٢/٣) "فى ترجمة عمر بن الحكم -، وأبو يعلى (٥٢٠/١٣/٥٢٥/٧)والطبرانى فى "الكبير(٥٨٠٢/١٨٢/٨)"من طريق موسى بن عبيدة عن عمر بن الحكم بن ثوبان عن عبد الله بن عمرو بن العاص، وعن أبى حازم عن سهل بن سعد مرفوعا بلفظ ":دون الله تبارك وتعالى سبعون ألف حجاب من نور وظلمة، ومايسمع من نفس شيئا من حسن تلك الحجب، إلا زهقت نفسها ."وقال العقيلى ":وقد روى هذا من غير هذا الوجه مرسلا، فأسنده من هو نحو موسى بن عبيدة أو دونه ."قلت :فهو من منكرات موسى بن عبيدة الربذى، فكان ينبغى أن يذكر فى ترجمته، وليس فى ترجمة شيخه عمر بن الحكم، فإنه صدوق -كما قال الذهبى(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٦٥٠٢)

(يا جبريل !سل ربك :أى البقاع خير، وأى البقاع شر؟فاضطرب جبريل تلقاءه، فقال له عندما أفاق :يا محمد !هل يسأل الرب، الرب أجل وأعظم من ذلك؟ ثم غاب عنه جبريل، ثم أتاه، ثم قال له :يا محمد !لقد وقفت اليوم موقفا لم يقفه ملك قبلى، ولا يقفه ملك بعدى، كان بينى وبين الجبار تبارك وتعالى سبعون ألف حجاب من نور، الحجاب يعدل العرش والكرسى والسماوات والأرض بكذا وكذا ألف عام، فقال: أخبر محمدا : ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نور کو دیکھنے کی ہی وضاحت فرمائی ہے، اس سے مراد اللہ کا یہی حجابِ نور ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾أن خيـر البقاع المساجد، وخير أهلها أولهم دخولا، وآخرهم خروجا .وشر البقـاع الأسـواق، وشـر أهـلهـا أولهم دخولا، وآخرهم خروجا). موضوع.أخـرجـه أبو الشيخ فى "العظمة(٢/٦٧٤ ـ ٦٧٥)"من طريق عثمان ابن عبد الله :حدثنا مبشر بن إسماعيل الحلبى :حدثنا جعفر بن برقان عن ميمون ابن مهران عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : وقف جبريل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ... :فذكره.
قلت :وهـذا مـوضـوع؛ آفتـه عثمـان بن عبد الـه -وهو :الأمـوى الشـامى :-قـال ابـن حبـان فى "الضعفاء(٢/١٠٢) ""روى عن الليث بن سعد ومالک، ويضع عليهم الأحاديث ."
ثـم سـاق لـه بـعـض الموضوعات، وقد خرجنا شيئا منها فيما تقدم؛ فراجع فهرس الرواة .وساق له الكثير منها ابن عدى وختمها بقوله":وله غير ما ذكرت من الأحاديث الموضوعة."
وذكـره السيوطى فى "اللآلى "(١/١٧) شـاهـدا مـن رواية أبى الشيخ هذه، وتكلم فى بعض رواته بالتوثيق، ثم قال ":وعثـمان بن عبد الله -إن كان هو الأموى الشامى -؛ فهو (الأصل :فمتهم) ممن يروى الموضوعات عن الثقات ."قلت :لا مسوغ للتردد المذكور، فهو هو، ولا يوجد غيره فى هذه الـطبـقة ممن يليق به مثل هذا الحديث، وقد ذكره الحافظ المزى فى الرواة عن (مبشر بن إسماعيل الحلبى). وروى مـختـصـرا من طريق على بن أبى سارة عن ثابت عن أنس بن مالک -فيما يحسب :- أن رسـول الـلـه صـلى الله عليه وسلم سأل جبريل عليه السلام :أى بـقـاع الأرض أشر؟ قال: الله أعلم .قال :ألا تسأل ربک عز وجل؟ قال :مـا أجرأكم يا بنى آدم !إن الـله لا يسأل عما يفعل .ثم عاد إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : إنى دنوت من ربى حتى كنت منه بمكان لم أكن قط أقـرب مـنـه، كـنت بمكان بينى وبينه سبعون حجابا من نور، فأوحى الله تبارک وتعالى إلى :إن شر بـقاع الأرض السوق ."وأخـرجـه أبو الشيخ أيضا (٢/٦٧١ ـ ٦٧٢) . قلت :وعـلـى بن أبى سارة: ضعيف جدا متروک، وتقدمت له أحاديث وهذه أرقامها(١٧١٣ و ١٨٩١ و ٥١٨٦)
وروى مـن طريق أخرى عن أنس مختصرا، يرويه عبيد بن واقد القيسى عن عمار بن عمارة الأزدى : حـدثـنى محمد بن عبد الله عن أنس بن مالک قال :قـال رسـول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل: أى البقاع خير؟ قال :لا أدرى .قال :فسل عن ذلک ربک عز وجل .قال :فبكى جبريل صلى الله عـليه وسلم، وقال :يا محمد !ولـنـا أن نسأله؟ هو الذى يخبرنا بما شاء .فـعرج إلى السماء ثم أتاه فـقال: "خيـر البـقـاع الـمساجد؛ بيوت الله فى الأرض "قال " :فـأى البـقـاع شر؟ "."شـر البقاع الأسواق ."أخـرجـه الطبرانى فى "الـمعجم الأوسط "(٢/١٤٨/١/٢٨٢٧) وقال: "لم يروه عن عمار بن عمارة -وهو :أبو هاشم صاحب الزعفران -إلا عبيد بن واقد ."
قلت :وهـو ضعيف، قال أبو حاتم":ضعيف الحديث ."وسـاق لـه ابن عدى عدة أحاديث ثم قال : "وله غير ما ذكرت، وعامة ما يرويه لا يتابع عليه ."وبه أعله الهيثمى فى"المجمع "(٢/٦) فقال: " وهو ضعيف ."ولذلک أشار المنذرى فى "الترغيب "(١/١٣١) إلى تضعيف الحديث.وإنما صح مـن الحديث جملة المساجد والأسواق بلفظ : "أحـب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله اسواقها."أخرجها مسلم (٢/١٣٢ ـ ١٣٣) وأبو عوانة (١/٣٩٠)وابن حبان (٣/٦٥/١٥٩٨) وكـذا ابـن خـزيـمة (٢/٢٦٩/١٢٩٣)والبيهـقـى (٣/٦٥)وابن عبد البر فى "جـامـع بيـان الـعلم" (٢/٥٠) من حديث أبى هريرة(سلسلة الاحاديث الضعيفة، رقم الحديث ٦٥٠٠)

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ قَالَ : نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ(مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور تھا، میں اس کو کیسے دیکھ لیتا؟ (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ: رَأَيْتُ نُوْرًا(مسلم) [2]

ترجمہ: تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ : قَدْ رَأَيْتُ نُوْرًا أَنّٰى أُرَاهُ(مستخرج ابی عوانة) [3]

ترجمہ: تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے، میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں (ابوعوانہ)

مطلب یہ ہے کہ اس کا حجابِ نور مجھے اس کے دیکھنے میں مانع ہو گیا۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ١٧٨ "١ ٢٩١" كتاب الايمان، باب فى قوله عليه السلام نور أنى أراه، وفى قوله رأيت نورا.

[2] رقم الحديث ١٧٨ "٢٩٢" كتاب الايمان، باب فى قوله عليه السلام نور أنى أراه، وفى قوله رأيت نورا.

[3] رقم الحديث ٣٨٤، كتاب الايمان، بيان نزول الرب تبارك وتعالى إلى السماء الدنيا.

[4] وقوله " :أنَّى أراه "يعنى أن النور أغشى بصرى ومنعنى من الرؤية، كما جرت العادة بإغشاء الأنوار الأبصار ومنعها من إدراك ما حالت بين الرائى وبينه، فيكون انتهاء رؤيته صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى النور خاصة، وهو الذى أدرك .فإذا أمكن هذا التأويل لم يكن ذلك مناقضاً للخبر الأول بل هو مطابق له؛ لأنه أخبر فيه أنه رأى نوراً، وكذلك فى الأول(اكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضى عياض، ج ١ ص ٥٣٣، باب فى قوله عليه السلام نور أنى أراه "وفى قوله " :رأيت نورا ")
"نور أنى أراه"كذا روايتنا فيه عن جميعهم، ومعناه :منعنى أو حجبنى من رؤيته نور فكيف أراه؟ كما جاء فى الحديث الآخر " :رأيت نورا، وفى آخر " :حجابه النور "فبعضها يفسر بعضا(مطالع الانوار على صحاح الآثار لابى اسحاق ابن قرقول، ج ١ ص ٣٢٢، باب الهمزة مع النون،فصل فى بيان مشكل :إن وأن وإن وأن)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ لِلنَّاسِ، وَهُوَ يُحَذِّرُهُمْ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ: تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ لَنْ يَّرٰى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ حَتّٰى يَمُوْتَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کو دجال کے فتنہ سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ تم یہ بات جان لو کہ بے شک تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنے رب کو موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا (مسند احمد، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ دجال یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ لوگوں کا رب ہے، حالانکہ اس کو دنیا میں ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکے گا، اور حقیقی رب تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اس کو موت سے پہلے دنیا میں ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

اور اس حدیث میں چونکہ موت سے پہلے اللہ کو ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھنے کا حکم عام ہے، جس سے بعض اہلِ علم حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ظاہری آنکھوں سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے انکار پر استدلال کیا ہے، جس کی مزید تفصیل اگلی فصول میں آتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٣٦٧٢، مسلم رقم الحديث ١٦٩، باب ذكر ابنِ صياد.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قوله صلى الله عليه وسلم (تعلموا أنه لن يرى أحد منكم ربه حتى يموت) قال المازرى هذا الحديث فيه تنبيه على إثبات رؤية الله تعالى فى الآخرة وهو مذهب أهل الحق ولو كانت مستحيلة كما يزعم المعتزلة لم يكن للتقييد بالموت معنى والأحاديث بمعنى هذا كثيرة سبقت فى كتاب الإيمان جملة منها مع آيات من القرآن وسبق هناك تقرير المسألة قال القاضى ومذهب أهل الحق أنها غير مستحيلة فى الدنيا بل ممكنة ثم اختلفوا فى وقوعها ومن منعه تمسك بهذا الحديث مع قوله تعالى لاتدركه الأبصار على مذهب من تأوله فى الدنيا وكذلك اختلفوا فى رؤية النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء وللسلف من الصحابة والتابعين ومن بعدهم ثم الأئمة الفقهاء والمحدثين والنظار فى ذلك خلاف معروف وقال أكثر مانعيها فى الدنيا سبب المنع ضعف قوى الآدمى فى الدنيا عن احتمالها كما لم يحتملها موسى صلى الله عليه وسلم فى الدنيا والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٨ ص٥٦، كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر بن صياد)
(رأيت نورا) معناه رأيت النور فحسب ولم أر غيره (شرح النووى علىٰ مسلم، ج٣ ص١٢، كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل ولقد رآه نزلة أخرى)

(فصل نمبر2)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں رؤیتِ باری تعالیٰ کا حصول

صحیح احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، جس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث

(1)......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اُحْتُبِسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَاءٰى عَيْنَ الشَّمْسِ، فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِيْ صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا : عَلٰى مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا فَقَالَ: أَمَا إِنِّيْ سَأُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِيْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ : أَنِّيْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِيْ فَنَعَسْتُ فِيْ صَلَاتِيْ فَاسْتَثْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَبِّ، قَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى؟ قُلْتُ : لَا أَدْرِيْ رَبِّ، قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ: فَرَأَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ رَبِّ، قَالَ : فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى؟ قُلْتُ : فِي الْكَفَّارَاتِ، قَالَ: مَا هُنَّ؟ قُلْتُ: مَشْيُ الْأَقْدَامِ إِلَى

الْجَمَاعَاتِ، وَالْجُلُوسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ، وَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكْرُوْهَاتِ، قَالَ : ثُمَّ فِيْمَ؟ قُلْتُ : إِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَلِيْنُ الْكَلَامِ، وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ. قَالَ : سَلْ. قُلْتُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلٰى حُبِّكَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کو فجر کی نماز میں نہیں آئے، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیں (یعنی سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا تھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے تشریف لائے، پھر نماز کی اقامت کہی گئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اختصار فرمایا، پھر جب آپ نے سلام پھیرلیا، تو آپ نے بلند آواز سے لوگوں کو پکارا، پھر ہم سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی صفوں میں موجود رہو، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں، جس کی بناء پر مجھے تمہارے پاس فجر کی نماز کے لئے آنے میں تاخیر ہوئی، میں رات کو کھڑا ہوا،

---

[1] رقم الحدیث ۳۲۳۵، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ صٓ.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح سألت محمد بن إسماعیل، عن هذا الحدیث، فقال :هذا حدیث حسن صحیح .هذا أصح من حدیث الولید بن مسلم، عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال :حدثنا خالد بن اللجلاج قال :حدثنی عبد الرحمن بن عائش الحضرمی، قال :سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر الحدیث " .وهذا غیر محفوظ .هکذا ذکر الولید، فی حدیثه عن عبد الرحمن بن عائش، قال :سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم .وروی بشر بن بکر، عن عبد الرحمن بن یزید بن جابر، هذا الحدیث بهذا الإسناد عن عبد الرحمن بن عائش، عن النبی صلی الله علیه وسلم وهذا أصح، وعبد الرحمن بن عائش لم یسمع من النبی صلی الله علیه وسلم.

پھر میں نے وضو کیا، پھر میں نے نماز پڑھی، جتنی مقدر میں تھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اونگھ (یعنی نیند) آ گئی، پھر مجھے بھاری پن ہوگیا، تو میں نے اپنے آپ کو اپنے رب تعالیٰ کے حضور پایا، انتہائی خوبصورت شکل میں، پھر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! لبیک، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اوپر کی مجلس والے (یعنی فرشتے) کس چیز کے بارے میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میرے رب! مجھے معلوم نہیں، یہ بات رب تعالیٰ نے تین مرتبہ فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رب تعالیٰ نے اپنی (شایانِ شان) ہتھیلی کو میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے ان کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا، تو میرے لئے (وہاں اس وقت کی) بحکمِ الٰہی ہر چیز روشن ہوگئی، جس کی مجھے معرفت (وپہچان) حاصل ہوگئی، پھر فرمایا کہ اے محمد! میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! لبیک، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اوپر کی مجلس والے (یعنی فرشتے) کس چیز کے بارے میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کفارات (یعنی گناہ معاف کرانے والی چیزوں) کے بارے میں، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کیا چیزیں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جماعتوں (یعنی نماز باجماعت ادا کرنے) کی طرف قدموں کا چلنا، اور نماز کے بعد مساجد میں بیٹھنا، اور ناگوار حالتوں (مثلاً سردی وغیرہ) میں وضو خوب اچھی طرح کرنا، رب تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر کن چیزوں میں (گناہ معاف ہوتے ہیں)؟ میں نے عرض کیا کہ (دوسروں اور ضرورت مندوں کو) کھانا کھلانے میں اور نرم کلام کرنے میں اور رات کو (تہجد کی) نماز پڑھنے میں، جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ دعاء مانگیے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ سے اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے چھوڑنے کا اور مساکین (یعنی

عاجزی اختیار کرنے والوں اور غریبوں) کی محبت اور اپنی مغفرت اور اپنے اوپر رحم کئے جانے کا سوال کرتا ہوں، اور جب آپ کسی قوم میں فتنہ (وعذاب) کا ارادہ کریں تو مجھے فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے دیجئے، اور میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں، اور ان لوگوں کی محبت کا جو آپ سے محبت کرتے ہیں (یعنی نیک صالح لوگوں کی) اور ایسے عمل کی محبت کا جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کردے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (کلمات) حق ہیں، پس تم ان کو پڑھو، پھر ان (کے معانی) کا علم حاصل کرو (ترمذی)

(2)...... اور مستدرک حاکم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَبْطَأَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ حَتّٰى كَادَتْ أَنْ تُدْرِكَنَا الشَّمْسُ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى بِنَا فَخَفَّفَ فِيْ صَلَاتِهٖ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: عَلٰى مَكَانِكُمْ أُخْبِرُكُمْ مَا أَبْطَأَنِيْ عَنْكُمُ الْيَوْمَ فِيْ هٰذِهِ الصَّلَاةِ، إِنِّيْ صَلَّيْتُ فِيْ لَيْلَتِيْ هٰذِهٖ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ مَلَكَتْنِيْ عَيْنِيْ، فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَأَلْهَمَنِيْ أَنْ قُلْتُ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الطَّيِّبَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَأَنْ تَتُوْبَ عَلَيَّ، وَتَغْفِرَ لِيْ، وَتَرْحَمَنِيْ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِيْ خَلْقِكَ فِتْنَةً فَنَجِّنِيْ إِلَيْكَ مِنْهَا غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، اللّٰهُمَّ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ إِلٰى حُبِّكَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَعَلَّمُوْهُنَّ وَادْرُسُوْهُنَّ فَإِنَّهُنَّ حَقٌّ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے لئے آنے میں تاخیر

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۱۳، کتاب الدعاء، والتکبیر، والتہلیل، والتسبیح والذکر.

ہوگئی، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو پالیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر ہمیں ہلکی پھلکی نماز پڑھائی، پھر نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو، میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں، جس کی وجہ سے میں آج اس نماز میں تمہارے پاس تاخیر سے پہنچا، میں نے رات میں جتنی اللہ کو منظور ہوئی، نماز پڑھی، پھر مجھ پر میری آنکھیں غالب آ گئیں، اور میں سو گیا، تو میں نے اپنے تبارک وتعالیٰ کو دیکھا، پھر اللہ نے مجھ کو یہ الہام فرمایا کہ میں یہ دعاء کروں:

”اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ الطَّیِّبَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَأَنْ تَتُوْبَ عَلَیَّ، وَتَغْفِرَ لِیْ، وَتَرْحَمَنِیْ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِیْ خَلْقِکَ فِتْنَةً فَنَجِّنِیْ إِلَیْکَ مِنْهَا غَیْرَ مَفْتُوْنٍ، اَللّٰھُمَّ وَأَسْأَلُکَ حُبَّکَ، وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ، وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِی إِلٰی حُبِّکَ“

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم ان کلمات کا علم حاصل کرو، اور ان کو پڑھو، کیونکہ یہ حق ہیں (حاکم)

(3)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی اپنی کتاب ”رؤیۃ اللّٰہ“ میں روایت کیا ہے، جس میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد فرمانے کا ذکر ہے کہ:

وَإِنِّیْ رَأَیْتُ رَبِّی عَزَّ وَجَلَّ فِیْ مَنَامِیْ، فَرَأَیْتُهٗ فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ.

ترجمہ: اور بے شک میں نے اپنے رب عزوجل کو اپنی نیند (یعنی خواب) میں دیکھا، میں نے رب تعالیٰ کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔ [1]

---

[1] عن عبد الرحمن بن أبی لیلی، عن معاذ بن جبل، قال: أبطأ عنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلاة الفجر حتی کادت الشمس أن تطلع، ثم خرج، وأقیمت الصلاة، فصلی بنا صلاة تجوز فیها، فلما سلم قال: علی مصافکم ، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)...... اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے، اور اس میں بھی رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے اور صبح کو فجر کی نماز کے بعد اس خواب کو سنانے کی صراحت پائی جاتی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ مَلَكَتْنِي عَيْنَيَّ فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ وَأَجْمَلِهَا (الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۱۴۱۵)

ترجمہ: پھر مجھ پر میری آنکھیں غالب آ گئیں (یعنی مجھے نیند آ گئی)، تو میں نے اپنے رب عزوجل کو انتہائی خوبصورت شکل میں دیکھا (طبرانی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فثبت القوم على مصافهم، ثم أقبل عليهم بوجهه فقال: " أنبئكم بالذى بطأنى عنكم الغداة، إنى قمت من الليل فتوضأت، ثم صليت ما قضى الله تبارك وتعالى لى، وإنى رأيت ربى عز وجل فى منامى، فرأيته فى أحسن صورة، فقال لى: يا محمد، قلت: لبيك ربى، قال: فيم يختصم فيه الملأ الأعلى؟ قلت: لا أدرى ربى، ثم قال لى: يا محمد، قلت: لبيك ربى، قال: فيما يختصم فيه الملأ الأعلى؟ قلت: لا أدرى رب، فوضع كفه بين كتفى، فوجدت برد أنامله بين ثديى، فتجلى لى كل شىء، فعرفته، ثم قال لى: يا محمد، قلت: لبيك ربى، قال: فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت: إسباغ الوضوء فى السبرات، ومشى على الأقدام إلى الجماعات، والجلوس فى المساجد، وانتظار الصلوات بعد الصلوات، قال: فيم؟ قال لى: سل يا محمد، قال: قلت: اللهم إنى أسألك فعل الخيرات، وترك المنكرات، وحب المساكين، وإذا أردت بقوم فتنة فتوفنى إليك غير مفتون، أسألك اللهم أن تغفر لى وترحمنى وتتوب على، وأسألك اللهم حبك وحب من يحبك، وحب عمل يقربنى إلى حبك (رؤية الله. للدارقطني، رقم الحديث ٢٢٧)

[1] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمى، ثنا محمد بن سعيد بن سويد، ثنا أبى، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن عبد الرحمن بن أبى ليلى، عن معاذ بن جبل، رضى الله عنه قال :أبطأ عنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الفجر حتى كادت أن تدركنا الشمس، ثم خرج فصلى بنا فخفف فى صلاته، ثم انصرف فأقبل علينا بوجهه فقال " :على مكانكم أخبركم ما أبطأنى عنكم فى هذه الصلاة، إنى صليت فى ليلتى هذه ما شاء الله عز وجل، ثم ملكتنى عينى فنمت فرأيت ربى عز وجل فى أحسن صورة وأجملها، فقال :يا محمد، قلت :لبيك يا رب، قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :لا أدرى، ثم قال :يا محمد، قلت :لبيك يا رب، قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :لا أدرى يا رب، فوضع كفه بين كتفى فوجدت برد أنامله بين ثديى فعلمت من كل شىء وبصرته، ثم قال :يا محمد، قلت :لبيك، قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :فى الكفارات، قال :وما هن؟ قلت :المشى على الأقدام إلى الجماعات، وإسباغ الوضوء فى السبرات، قال :وما الدرجات؟ قلت :إطعام الطعام، ولين الكلام، والصلاة بالليل والناس نيام، قال :سل، قلت :اللهم إنى أسألك فعل الخيرات، وترك المنكرات،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عام دنوں میں بھی یہ عادت تھی کہ فجر کی نماز کے بعد صحابۂ کرام سے ان کے خواب سن کر تعبیر دیا کرتے تھے، اور رات میں خود کوئی خواب دیکھا ہو، تو اس کو بھی سناتے تھے۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ ، أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ : هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِّنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ فَإِنْ كَانَ أَحَدٌ رَأَى تِلْكَ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَيْهِ، فَيَقُولُ فِيهَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّقُولَ: فَسَأَلَنَا يَوْمًا، فَقَالَ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِّنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ : فَقُلْنَا : لَا، قَالَ: لٰكِنْ أَنَا رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ (مسنداحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ کیا تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے اُس رات کوئی خواب دیکھا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر دیتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مشیت (وچاہت) کے مطابق اس کی تعبیر دے دیتے، چنانچہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے معلوم کیا کہ آج رات تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ نہیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا (مسند احمد، بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فجر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی رؤیت سے متعلق اپنا خواب سنایا، وہ بھی اس معمول کا حصہ تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وحب المساكين، وأن تغفر لى وترحمنى، وإذا أردت فتنة بين خلقك فنجنى إليك غير مفتون، اللهم إنى أسألك حبك وحب من أحبك، وحب عمل يقربنى إلى حبك (الدعاء للطبرانى ،رقم الحديث ١٤١٥ ،المعجم الكبير للطبرانى ،رقم الحديث ٢٩٠)

[1] رقم الحديث ٢٠١٦٥ ، بخارى، رقم الحديث ١٣٨٦ .

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(4)...... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَتَانِیُ اللَّيْلَةَ رَبِّی تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، -قَالَ أَحْسَبُهُ فِی الْمَنَامِ -فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِیْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا ، قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَیَّ أَوْ قَالَ " :فِیْ نَحْرِیْ، فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ، قَالَ :يَا مُحَمَّدُ، هَلْ تَدْرِیْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰی؟ قُلْتُ :نَعَمْ، فِی الْكَفَّارَاتِ، وَالْكَفَّارَاتُ الْمُكْثُ فِی الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، وَالْمَشْیُ عَلَی الْأَقْدَامِ إِلَی الْجَمَاعَاتِ، وَإِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ فِی الْمَكَارِهِ، وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَمَاتَ بِخَيْرٍ، وَكَانَ مِنْ خَطِيئَتِهٖ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ، وَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ، إِذَا صَلَّيْتَ فَقُلْ :اللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِکَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِی إِلَيْکَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ، قَالَ :وَالدَّرَجَاتُ إِفْشَاءُ السَّلَامِ، وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ، وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ(سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس میرا رب تبارک وتعالیٰ نہایت عمدہ صورت میں آیا، (راوی ابن عباس فرماتے ہیں) میرا گمان یہ ہے کہ نیند میں آیا، پھر فرمایا کہ اے محمد! اوپر کی مجلس والے (یعنی فرشتے) کس چیز

---

[1] رقم الحدیث ۳۲۳۳، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة صٓ.

قال الترمذی:وقد ذکروا بین أبی قلابة، وبین ابن عباس فی ھذا الحدیث رجلا وقد رواه قتادة، عن أبی قلابة، عن خالد بن اللجلاج، عن ابن عباس .

کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے علم نہیں، تو پھر رب تعالیٰ نے اپنی (شایانِ شان) ہتھیلی کو میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے ان کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں یا گلے میں محسوس کیا، تو مجھے آسمان اور زمین کی چیزوں کا علم ہوگیا، پھر اللہ نے فرمایا کہ اے محمد! اوپر کی مجلس والے (یعنی فرشتے) کس چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کفارات (یعنی گناہ معاف کرانے والی چیزوں) کے بارے میں، اور کفارات نماز کے بعد مساجد میں بیٹھنا، اور جماعت کی طرف زیادہ قدم اٹھا کر چلنا، اور ناگوار حالتوں (مثلاً سردی وغیرہ) میں وضو خوب اچھی طرح کرنا، جس نے یہ اعمال کئے، تو وہ موت وحیات (دونوں) میں بھلائی پائے گا، اور بہتر حالت میں فوت ہوگا، اور اس کی خطائیں ایسی معاف ہوجائیں گی، جیسے کہ ماں سے پیدا ہونے کے دن تھیں، اور فرمایا کہ اے محمد! جب آپ نماز پڑھیں، تو آپ یہ دعا کریں:

"اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَإِذَا أَرَدْتَ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِی إِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ"

اور درجات بلند کرنے والے اعمال سلام کا پھیلانا اور کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سونے کی حالت میں نماز پڑھنا ہے (ترمذی)

(5)...... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو عبد بن حمید نے بھی روایت کیا ہے، اور اس میں بھی نیند میں رؤیتِ باری تعالیٰ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أتانى الليلة ربى فى أحسن صورة قال :أحسبه قال :فى المنام .فقال لى :يا محمد ، هل تدرى فيم يختصم الملأ الأعلى ؟ قال : قلت :لا .فوضع يده بين كتفى حتى وجدت بردها بين ثديى أو نحرى ، فعلمت ما فى السماوات والأرض .قال لى :يا محمد ، هل تدرى فيم يختصم الملأ الأعلى ؟ قلت :نعم فى الكفارات ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رؤیت خواب میں حاصل ہوئی تھی، جس کو ''رؤیتِ منامی'' کہا جاتا ہے۔ [1]

اور پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو رؤیتِ قلبی سے تعبیر فرمایا ہے،

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

والكفارات المكث فى المساجد بعد الصلوات ، والمشى على الأقدام إلى الجماعات ، وإسباغ الوضوء فى المكاره .ومن فعل ذلك عاش بخير ، ومات بخير ، وكان من خطيئته كيوم ولدته أمه . وقل يا محمد إذا صليت :اللهم إنى أسألك الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين ، وإذا أردت بعبادك فتنة ، فاقبضنى إليك غير مفتون .قال :والدرجات العلى إفشاء السلام ، وإطعام الطعام ، والصلاة بالليل ، والناس نيام(مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ٦٨٢)

[1] قوله أتانى الليلة ربى تبارك وتعالى فى أحسن صورة الظاهر أن إتيانه تعالى كان فى المنام يدل على ذلك قول الراوى أحسبه فى المنام ويدل على ذلك أيضا حديث معاذ بن جبل الآتى ففيه فنعست فى صلاتى فاستثقلت فإذا أنا بربى تبارك وتعالى فى أحسن صورة.

قال القارىء فى المرقاة إذا كان هذا فى المنام فلا إشكال فيه إذ الرائى قد يرى غير المتشكل متشكلا والمتشكل بغير شكله ثم لم يعد ذلك بخلل فى الرؤيا ولا فى خلد الرائى بل له أسباب أخر تذكر فى علم المنام أى التعبير ولولا تلك الأسباب لما افتقرت رؤيا الأنبياء عليهم السلام إلى تعبير وإن كان فى اليقظة وعليه ظاهر ما روى أحمد بن حنبل فإن فيه فنعست فى صلاتى حتى استيقظت فإذا أنا بربى عز وجل فى أحسن صورة الحديث فذهب السلف فى أمثال هذا الحديث إذا صح أن يؤمن بظاهره ولا يفسر بما يفسر به صفات الخلق بل ينفى عنه الكيفية ويوكل علم باطنه إلى الله تعالى فإنه يرى رسوله ما يشاء من وراء أستار الغيب بما لا سبيل لعقولنا إلى إدراكه لكن ترك التأويل فى هذا الزمان مظنة الفتنة فى عقائد الناس لفشو اعتقادات الضلال وإن تأول بما يوافق الشرع على وجه الاحتمال لا القطع حتى لا يحمل على ما لا يجوز شرعا فله وجه فقوله فى أحسن صورة يحتمل أن يكون معناه رأيت ربى حال كونى فى أحسن صورة وصفة من غاية إنعامه ولطفه على أو حال كون الرب فى أحسن صورة وصورة الشىء ما يتميز به عن غيره سواء كان عين ذاته أو جزءه المميز له عن غيره أو صفته المميزة وكما يطلق ذلك فى الجثة يطلق فى المعانى يقال فى صورة المسألة كذا وصورة الحال كذا فصورته تعالى والله أعلم ذاته المخصوصة المنزهة عن مماثلة ما عداه من الأشياء البالغة إلى أقصى مراتب الكمال أو صفته المخصوصة به أى كان ربى أحسن إكراما ولطفا من وقت آخر كذا نقله الطيبى والتوربشتى انتهى ما فى المرقاة.قلت الظاهر الراجح أنه كان فى المنام فإن رواية الترمذى الآتية أرجح من رواية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ ان کی روایات آگے رؤیتِ قلبی کے بیان میں آتی ہیں۔

(6)...... اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: أَتَانِيْ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس میرا رب بہترین شکل میں آیا۔ [1]

اس روایت میں اگرچہ نیند کا ذکر نہیں ہے، لیکن اس روایت میں ''أتانی ربی'' کے الفاظ نیند اور خواب پر دلالت کرتے ہیں، اور پہلی روایات میں نیند اور خواب کی صاف طور پر وضاحت پائی جاتی ہے، اور اس روایت کا مضمون بھی صریح نیند والی روایات کے مطابق ہے، اس لئے

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

أحمد. قال بن حجر المكى والظاهر أن رواية حتى استيقظت تصحيف فإن المحفوظ من رواية أحمد والترمذى حتى استثقلت انتهى.

وقال الحافظ بن كثير بعد نقل هذا الحديث عن مسند الإمام أحمد وهو حديث المنام المشهور ومن جعله يقظة فقد غلط انتهى(تحفة الاحوذى، ج۹ ص۷۳، ۷۴، ابواب التفسير، باب ومن سورة صٓ)

[1] حدثنا محمد بن بشار قال :حدثنا معاذ بن هشام قال :حدثنى أبى، عن قتادة، عن أبى قلابة، عن خالد بن اللجلاج، عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال ": أتانى ربى فى أحسن صورة، فقال :يا محمد، قلت :لبيك ربى وسعديك، قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :رب لا أدرى، فوضع يده بين كتفى فوجدت بردها بين ثديى فعلمت ما بين المشرق والمغرب، فقال :يا محمد، فقلت :لبيك وسعديك، قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :فى الدرجات والكفارات، وفى نقل الأقدام إلى الجماعات، وإسباغ الوضوء فى المكروهات، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، ومن يحافظ عليهن عاش بخير ومات بخير، وكان من ذنوبه كيوم ولدته أمه (سنن الترمذى، رقم الحديث ۳۲۳۴)

قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه .وفى الباب عن معاذ بن جبل، وعبد الرحمن بن عائش عن النبى صلى الله عليه وسلم وقد روى هذا الحديث عن معاذ بن جبل، عن النبى صلى الله عليه وسلم بطوله وقال " :إنى نعست فاستثقلت نوما فرأيت ربى فى أحسن صورة؟ فقال :فيم يختصم الملأ الأعلى.

وقال الالبانى: قلت :ورجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير خالد بن اللجلاج وقد وثقه ابن حبان وروى عنه جمع من الثقات ولا مانع أن يكون له إسنادان هذا أحدهما والآخر الذى قبله .والله أعلم(ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم، تحت رقم الحديث ۳۸۸)

اس روایت کو بھی نیند اور خواب پر محمول کیا جائے گا۔

چنانچہ علامہ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ:

مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيْثِ الْمَنَامِ (تفسير ابن كثير، ج۷، ص۴۱۷، سورة النجم)

ترجمہ: یہ منامی حدیث کی مختصر ہے (تفسیر ابنِ کثیر)

اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خواب وحی اور سچے ہوتے ہیں، اور نیند میں ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا وحی کا درجہ رکھتا ہے، جس کے سچ اور حق ہونے میں شبہ نہیں، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خواب والی رؤیت کو یعنی ''رؤیتِ منامی'' کو ''رؤیتِ قلبی'' بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

(7)...... اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ رَبِّىْ عَزَّ وَجَلَّ فِىْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ (كتاب السنة لابن أبى عاصم، رقم الحديث ۴۶۹، "باب "حديث :

---

[1] سادسها :أن يكلمه الله من وراء حجاب إما فى اليقظة كليلة الإسراء ، أو فى النوم كما جاء فى الترمذى مرفوعا " :أتانى ربى فى أحسن صورة فقال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ (التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابنالملقن ، ج۲ص۲۲۳ ، كتاب بدء الوحى)

والثانى: ان يكلمه فى النوم كما فى حديث معاذ الذى خرجه الترمذى، قال: اتانى ربى فى احسن صورة ، فقال: فيم يختصم الملأ الاعلى؟فقلت: لا ادرى ، فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثندونى، وتجلى لى علم كل شَىْء ."

هـذه الوجوه الستة من كيفية الوحى إلى النبى -صلى الله عليه وسلم -ذكرهَا السُّهيْلى وزدتها أَنا بَيَانـا وإيضـاحـا(شرح الحديث المقتفى فى مبعث النبى المصطفى،لأبى القاسم شهاب الدين عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم المقدسى الدمشقى المعروف بأبى شامة ،ج ۱ ،ص ۷۶)

وقال النبى صلى الله عليه وسلم :أتانى ربى عز وجل -يعنى فى المنام -فقال لى :يا محمد قل اللهم إنـى أسـألك حبك، وحب من يحبك، والعمل الذى يبلغنى حبك(جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم،لزين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامى، البغدادى، ثم الدمشقى، الحنبلى،ج ۲ ،ص ۳۴۰،الحديث الثامن و الثلاثون قال الله تعالى من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب)

"إن الله تجلى لى فى أحسن صورة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عز وجل کو بہترین صورت میں دیکھا (کتاب السنۃ)

اس سے مراد بھی خواب اور نیند میں دیکھنا ہے۔

(8)...... اور حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسَ قَالَ: قَدْ رَأٰى مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَبَّهٗ

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۵۷، کتاب الاسراء) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے (ابنِ حبان)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابنِ حبان فرماتے ہیں کہ:

مَعْنٰى قَوْلِ اِبْنِ عَبَّاس : قَدْ رَأٰى مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَبَّهٗ " أَرَادَ بِهٖ بِقَلْبِهٖ فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ لَمْ يَصْعَدْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْبَشَرِ اِرْتِفَاعًا فِى الشَّرُفِ(صحیح ابن حبان، تحت رقم الحدیث ۵۷، کتاب الاسراء)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے'' یہ ہے کہ اپنے قلب مبارک سے اس مقام پر دیکھا ہے، جہاں تک کسی بشر کو عروج پانے کا شرف حاصل نہیں ہوا (ابنِ حبان)

اور یہ بات آگے تفصیل اور دلیل کے ساتھ آتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی رؤیتِ منامی، رؤیتِ قلبی ہوتی ہے، خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ کی رؤیت

---

[1] قال الالبانی :إسناده صحيح على ما رجحنا فيما تقدم ۳۸۸ من توثيق خالد بن اللجلاج وسائر رجاله ثقات رجال الشيخين كما تقدم هناک .والحديث أخرجه الترمذى ۲/۵ ۲۱ حدثنا محمد بن بشار حدثنا معاذ بن هشام به وقال: حديث حسن غريب من هذا الوجه(ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية صحيح ابنِ حبان)

کو رؤیتِ قلبی سے تعبیر فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے اس کے موقوف سند سے ہونے کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن اگر اسے مرفوع بھی مانا جائے، تب بھی دوسری سند سے منقول روایات کے پیشِ نظر یہی قرار دیا جائے گا کہ اس سے مراد رؤیتِ منامی وقلبی ہے، بلکہ یہ دراصل رؤیتِ منامی والی تفصیلی حدیث کا حصہ ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا أسود بن عامر، حدثنا حماد بن سلمة، عن قتادة، عن عكرمة،عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :رأيت ربى تبارک وتعالى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۸۰)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح موقوفا، وهذا إسناد رجاله رجال الصحيح، وحماد بن سلمة -وهو من رجال مسلم -قال ابن سعد فى "الطبقات:۲۸۲/۷"ثقة كثير الحديث، وربما حدث بالحديث المنكر، وقال البيهقى فى "الخلافيات "فيما نقله الحافظ الذهبى فى "السير:۴۵۲/۷"لما طعن فى السن ساء حفظه ...فالاحتياط أن لا يحتج به فيما يخالف الثقات، وقال الذهبى :كان بحرا من بحور العلم، وله أوهام فى سعة ما روى، وهو صدوق حجة إن شاء الله، وليس هو فى الإتقان كحماد بن زيد .قلنا :وفى هذا الحديث عند ابن عدى ومن طريقه البيهقى زيادة ألفا ظ منكرة فى صفة الرب تعالى الله عن ذلک علوا كبيرا، تمنع القول بصحته من هذا الطريق، وإنما صححنا وقف هذا الحرف الذى أورده المؤلف لاختلافهم فى رفعه ووقفه، ولأنه ثبت عن ابن عباس من قوله من غير طريق :أن محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربه عز وجل.

وأخرجه ابن أبى عاصم فى "السنة(۴۴۰)"عن أحمد بن محمد المروزى، وعبد الله بن أحمد بن حنبل فى "السنة(۵۶۳)"عن محمد بن منصور، واللالكائى فى "شرح أصول الاعتقاد(۸۱۷)"من طريق الفضل بن يعقوب، وابن عدى فى "الكامل ۶۷۷/۲ "، ومن طريقه البيهقى فى "الأسماء والصفات "ص ۴۴۴ ـ ۴۴۵ و۴۴۵من طريق محمد بن رافع ومحمد بن رزق الله والنضر بن سلمة، ستتهم عن أسود بن عامر، بهذا الإسناد .ووقفه محمد بن منصور والنضر بن سلمة على ابن عباس.

وأخرجه الآجرى فى "الشريعة "ص ۴۹۴، وابن عدى فى "الكامل ۶۷۷/۲"والبيهقى فى "الأسماء والصفات "ص ۴۴۴من طريقين عن حماد بن سلمة، به(حاشية مسند احمد)

[2] عن عبد الله بن عباس مرفوعا بلفظ " :رأيت ربى عز وجل، فقال :يا محمد، فيم يختصم الملأ الأعلى " ...الحديث، وفى رواية" :رأيت ربى فى أحسن صورة " ...وهذه رؤيا منامية كما فى بعض الروايات الأخرى على ما هو مشروح فى كتابى "تخريج السنة لابن أبى عاصم۳۸۸ "،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی متعدد روایات میں رؤیتِ قلبی وفؤادی کا ذکر پایا جاتا ہے، یعنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ رؤیتِ منامی کی حدیث کو روایت کیا ہے، لیکن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کی رؤیت کو رؤیتِ قلبی سے ہی تعبیر فرمایا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی رؤیتِ منامی کا رؤیتِ قلبی میں داخل ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۴۳۳، ۴۶۹، فليراجع .والدستوائى أوثق من حماد فى قتادة، فيبدو أنه لم يضبط إسناده، وحفظ متنه مختصرا، وإنما هو رأى ربه فى المنام، وحديث معاذ بن جبل صريح فى ذلک فإنه بلفظ:
"إنى قمت من الليل فتوضأت وصليت ما قدر لى، فنعست فى مصلاى، حتى استثقلت فإذا أنا بربى فى أحسن صورة "..الحديث .أخرجه ابن خزيمة "ص ۱۴۳ "وغيره وسنده صحيح كما حققته فى المصدر السابق "۳۸۸"
ومما يؤكد أن الحديث مختصر، أن ابن أبى عاصم أخرجه فى "السنة" "۴۴۰" "عن شيخ أحمد فيه الأسود بن عامر ثنا حماد بن سلمة به زاد فى آخره" :ثم ذكر كلاما."
فهذه الزيادة تصرح بأن للحديث تتمة اختصرها أحد الرواة، وغالب الظن أنه حماد، ولعله لم يحفظها، فاكتفى -أداء للأمانة العلمية -بأن يشير إليها، وهذه التتمة هى ما فى الروايات الأخرى، وخصوصا حديث معاذ بن جبل، وقد صرح البيهقى بأن ما روى عن ابن عباس هو حكاية عن رؤيا رآها صلى الله عليه وسلم فى المنام، فراجع كلامه فى "الأسماء " "ص۴۴۷"، وقد نقلته فى "تخريج السنة "فى المكان المشار إليه .والله أعلم (مختصر العلو للعلى العظيم للالبانى، ج ۱، ص ۱۱۹، رقم الحديث ٦٧)
حدثنا فضل بن سهل ثنا عفان حدثنا عبد الصمد بن كيسان عن حماد عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال رأيت ربى عز وجل .
حديث صحيح ولكنه مختصر من حديث الرؤيا ورجاله ثقات غير عبد الصمد ابن كيسان فلم أعرفه وقد قال الحسينى فيه نظر
وتعقبه الحافظ بقوله قلت أظنه الأول تصحف اسمه .
قلت يعنى عبد الصمد بن حسان المروروزى ترجمة فى التعجيل بما يؤخذ منه أنه ثقة روى عن حماد بن سلمة وغيره وعنه أحمد وأبو حاتم ويلاحظ أنه روى هذا الحديث عنه عفان وعفان وهو ابن مسلم من شيوخ الإمام أحمد فكأن ابن كيسان أعلى طبقة من ابن حسان فيحتمل أنهما متغايران والله أعلم وسواء كان هذا أو ذاک فإنه قد توبع كما يأتى.
والحديث أخرجه أحمد ثنا عفان به ثم أخرجه هو والآجرى ص والبيهقى فى الأسماء والصفات ص والضياء فى المختارة من طرق أخرى عن حماد بن سلمة به وقال البيهقى قال أبو أحمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

(9)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَأَیْتُ رَبِّی فِیْ مَنَامِیْ فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَۃٍ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، لابی القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی، رقم الحدیث ۹۱۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو خواب میں بہترین صورت میں دیکھا (شرح اعتقاد)

(10)...... اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَأَیْتُ رَبِّی فِیْ مَنَامِیْ فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَۃٍ، فَقَالَ لِیْ: یَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ: لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عدی والأحادیث التی رویت فی الرؤیة قد رواها غیر حماد بن سلمة وروی الضیاء عن أبی زرعة الرازی حدیث قتادة عن عکرمة عن ابن عباس صحیح ولا ینکره إلا معتزلی قلت ویأتی فی الکتاب بعض الطرق لهذا الحدیث عن ابن عباس من غیر طریق حماد فهی تشهد لحدیثه وتقویة لکن قد روی معاذ بن هشام قال حدثنی أبی عن قتادة عن أبی قلابة عن خالد بن اللجلاج عن عبدالله بن عباس مرفوعا بلفظ رأیت ربی عز وجل فقال یا محمد فیم یختصم الملأ الأعلی الحدیث أخرجه الآجری ص وأحمد کما تقدم فالظاهر أن حدیث حماد بن سلمة مختصر من هذا وهی رؤیا منامیة کما یشعر به بعض ألفاظه المذکورة فیما تقدم (ظلال الجنة فی تخریج السنة ،للألبانی، تحت رقم الحدیث ۴۳۳)

حدثنا أحمد بن محمد المروزی ثنا أسود بن عامر ثنا حماد ابن سلمة عن قتادة الأصل فتدنی عن عکرمة عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال رأیت ربی عز وجل ثم ذکر کلاما.

حدیث صحیح ورجاله ثقات رجال الصحیح ولکنه مختصر من حدیث الرؤیا کما بیناه فیما تقدم وعلی ذلک حمله البیهقی فقال فی الأسماء ص ما روی عن ابن عباس رضی الله عنهما هو حکایة عن رؤیا رآها فی المنام قال أهل النظر رؤیا النوم قد یکون وهما یجعله الله تعالی دلالة للرائی علی أمر سالف أو آنف علی طریق التعبیر

والحدیث أخرجه أحمد ثنا أسود بن عامر به وأخرجه البیهقی من طریق أخری عن الأسود به وتابعه جماعة عن حماد بن سلمة به کما سبقت الإشارة إلی ذلک فیما تقدم (ظلال الجنة فی تخریج السنة ،للألبانی، تحت رقم الحدیث ۴۴۰)

قَالَ : هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى؟ قُلْتُ: لَا ،يَا رَبِّ، فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ (الرد علی الجهمية لابن منده، رقم الحديث ٢٨ ، ج ١ ص ٤٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو خواب میں بہترین صورت میں دیکھا، پھر مجھے فرمایا کہ اے محمد! میں نے عرض کیا کہ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ! فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز میں بحث کر رہی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے رب! پھر رب عزوجل نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا، جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کیا (الرد علی الجہمیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات میں بھی نیند اور خواب کی صراحت پائی جاتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی رؤیتِ منامی کے قائل ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

(11)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دارقطنی کی ''رؤیۃُ اللہ'' میں روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ مَنَامِيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ .

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے رب عزو جل کو بہت اچھی صورت میں دیکھا۔

پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والا مضمون اس حدیث میں مذکور ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالک ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : رأيت ربي عز وجل في منامي في أحسن صورة كالشاب الموفر على كرسي الكرامة ، حوله فراش من ذهب ، فوضع يده بين كتفي ، فوجدت بردها على كبدي ، فقال لي :يا محمد ، هل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی رؤیتِ منامی کی حدیث مروی ہے۔

حضرت اُمِ طفیل رضی اللہ عنہا کی حدیث

(12)......حضرت ابی بن کعب کی بیوی حضرت اُمِ طفیل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رَبِّىْ فِىْ الْمَنَامِ فِىْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ (كتاب السنة لابنِ ابى عاصم، رقم الحديث ۴۷۱، باب حديث" :رأيت ربى فى المنام فى أحسن صورة) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب کو خواب میں بہترین صورت میں دیکھا (السنۃ)

(13)......حضرت اُمِ طفیل رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے، اور اس روایت میں بھی خواب میں دیکھنے کی صراحت ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تدرى فيم يختصم الملأ الأعلى ؟ قال :قلت :أنت يا رب أعلم ، قالها ثلاث مرات ، وكل ذلک أقول :أنت أعلم ، فقال لى :اختصموا فى الكفارات، وفى الدرجات ، فأما الكفارات :فإسباغ الوضوء فى السبرات ، والمشى على الأقدام إلى الجمعات ، والجلوس فى المساجد لانتظار الصلوات ، وأما الدرجات :فإفشاء السلام ، وإطعام الطعام ، والصلاة بالليل والناس نيام (الرؤية للدارقطنى،رقم الحديث ۲۳۰)

[1] قال الالبانى:حديث صحيح بما قبله وإسناده ضعيف مظلم عمارة بن عامر أورده ابن أبى حاتم من هذه الرواية ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا .ومروان بن عثمان هو ابن أبى سعيد بن المعلى الأنصارى الزرقى ضعيف كما فى "التقريب ."وذكر المزى فى "التهذيب "أنه روى عَنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ امْرَأَةِ أُبَيٍّ بن كعب فتعقبه الحافظ فى "تهذيبه "بقوله:وفيه نظر فإن روايته إنما هى عن عمارة بن عمرو بن حزم عَنْ أُمِّ الطُّفَيْلِ امْرَأَةِ أُبَيٍّ فى الرؤية وهو متن منكر .كذا قال :ابن عمرو بن حزم .وإنما هو ابن عامر كما تراه فى الكتاب وكذلک هو عند ابن أبى حاتم كما سبقت الإشارة إليه(ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم)

[2] عن أم الطفيل، امرأة أبى بن كعب قالت :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول :رأيت ربى فى المنام فى صورة شاب موقر فى خضر، عليه نعلان من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی حدیث

(14)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، اور اس میں ''رأیت ربی عز وجل فی أحسن صورۃ'' کے الفاظ ہیں۔

اور اس روایت کا اگلا مضمون حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہے، جس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ اسی خواب کے واقعہ سے متعلق ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذهب، وعلى وجهه فراش من ذهب .الحديث(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٣٤٦)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وقال ابن حبان :إنه حديث منكر لأن عمارة بن عامر بن حزم الأنصارى لم يسمع من أم الطفيل، ذكره فى ترجمة عمارة فى الثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٧٤٥)

[1] حدثنا الحسن بن على المعمرى، ثنا سليمان بن محمد المباركى، ثنا حماد بن دليل، عن سفيان بن سعيد الثورى، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، أو عبد الرحمن بن سابط قال حماد بن دليل :وحدثنى الحسن بن صالح بن حى، عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن سابط، عن أبى ثعلبة الخشنى، عن أبى عبيدة بن الجراح، رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : "رأيت ربى عز وجل فى أحسن صورة فقال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ فقلت :لا أدرى، فوضع يده بين كتفى حتى وجدت برد أنامله، ثم قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :فى الكفارات والدرجات، قال :وما الكفارات؟ قلت :إسباغ الوضوء فى السبرات، ونقل الأقدام إلى الجماعات، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، قال :فما الدرجات؟ قلت :إطعام الطعام، وإفشاء السلام، وصلاة بالليل والناس نيام، قال :قل، قال :قلت :ما أقول؟ قال :قل :اللهم إنى أسألك عملا بالحسنات، وتركا للمنكرات، وإذا أردت فى قوم فتنة وأنا فيهم فاقبضنى إليك غير مفتون(المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ١٤١٦،الدعاء للطبرانى،رقم الحديث ١٤١٦)

أنبأناه عبد الملك بن محمد بن عبد الله الواعظ .أنبأنا عبد الباقى بن قانع الحافظ، حدثنا محمد بن على بن المدينى، حدثنا أبو داود المباركى، حدثنا حماد بن دليل، حدثنا سفيان بن سعيد عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب .وحدثنا الحسن بن عمارة عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن سابط عن أبى ثعلبة الخشنى، عن أبى عبيدة بن الجراح، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :رأيت ربى تعالى فى أحسن صورة فقال فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :لا أدرى .وذكر الحديث(تاريخ بغداد، ج ٨ص١٤٧، تحت رقم الترجمة ٤٢٥٣)

البتہ ان کی ایک روایت میں، جوکہ ’’تاریخِ بغداد‘‘ میں مذکور ہے، معراج کی رات میں دیکھنے کا اضافہ ہے، جوکہ شاذ ہے، کیونکہ دیگر اسناد میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ ’’تاریخِ بغداد‘‘ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی اس حدیث کو امام طبرانی کی سند سے نقل کیا گیا ہے، جبکہ امام طبرانی نے خود حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی جو حدیث اپنی کتب میں ذکر کی ہے، اس میں لیلۃ الاسراء کا اضافہ نہیں۔ [2]

---

[1] قال الالبانی:أخرجه الطبرانی فی "الدعاء :حدثنا الحسن بن علی المعمَری :ثنا سليمان بن محمد المُباركی :ثنا حماد بن دُليلٍ عن سفيان بن سعيد الثوری عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب، أو عبد الرحمن بن سابط .قال حماد بن دُليلٍ :وحدثنی الحسن بن صالح بن حَیٍّ عن عمرو بن مُرَّة عن عبد الرحمن بن سابط عن أبی ثعلبة الخُشَنِی عن أبی عُبَيدة بن الجراح -رضی الله عنه- عن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال ... :فذكره.
وأخرجه الخطيب فی "التاريخ من طريق الطبرانی، ولكنه زاد فی أوله":لما كان ليلة أسری بی رأيت ربی " ...الحديث.وهذه الزيادة شاذة؛ لمخالفتها لكتاب الطبرانی أولاً، ولأن الخطيب عقب عليها من طريق أخری عن محمد بن علی بن المدينی :حدثنا أبو داود المباركی به.
وابن المدينی هذا لم أعرفه، لكن تابعه الحسن بن علی المعمری كما تقدم، وهو من شيوخ الطبرانی الثقات، ومن فوقه ثقات من رجال مسلم، غير حماد بن دُليل، وهو صدوق كما فی "التقريب"، وقال الذهبی فی "الكاشف ":"ثقة، جاور"، فالسند صحيح(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣١٦٩)

[2] امام طبرانی کے حوالہ سے حدیث تو پیچھے حواشی میں گزر چکی ہے، اور ’’تاریخِ بغداد‘‘ کی حدیث درجِ ذیل ہے:
أنبأنا أبو الحسن علی بن يحيی بن جعفر الإمام -بأصبهان -حدثنا سليمان بن أحمد الطبرانی، حدثنا الحسن بن علی المعمری، حدثنا سليمان بن محمد المباركی، حدثنا حماد بن دليل عن سفيان بن سعيد الثوری، عن قيس بن سلم عن طارق بن شهاب -أو عبد الرحمن بن سابط -قال حماد بن دليل :وحدثنی الحسن بن حی عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن سابط عن أبی ثعلبة الخشنی عن أبی عبيدة بن الجراح عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :لما كان ليلة أسری بی، رأيت ربی عز وجل فی أحسن صورة، فقال فيم يختصم الملأ الأعلی؟ قلت، لا أدری؟ فوضع يده بين كتفی، حتی وجدت برد أنامله، ثم قال فيم يختصم الملأ الأعلی؟ قلت :فی الكفارات والدرجات، قال :وما الكفارات؟ قلت :إسباغ الوضوء فی السبرات ونقل الأقدام إلی الجمعات، وانتظار الصلاة بعد الصلاة، قال :فما الدرجات؟ قلت :إطعام الطعام، وإفشاء السلام، والصلاة بالليل والناس نيام، ثم قال قل، قلت :وما أقول؟ قال :قل اللهم إنی أسألک عملا بالحسنات وتركا للمنكرات، وإذا أردت فی قوم فتنة وأنا فيهم فاقبضنی إليک غير مفتون . .قال الطبرانی :لم يروه عن سفيان إلا حماد بن دليل (تاريخ بغداد، ج٨ص١٤٦، ١٤٧، تحت رقم الترجمة ٤٢٥٣، حماد بن دليل، أبو زيد قاضی المدائن)

اوراسی وجہ سے معراج کی رات کے ساتھ رؤیت کی قید والی روایت کواور محدثین نے بھی غیر معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے اہلِ علم حضرات کی عبارات کے ضمن میں آتا ہے۔ [1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

(15)......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، اوراس میں ''**إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَجَلّٰى لِيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ**'' کے الفاظ ہیں، خواب میں دیکھنے کے الفاظ نہیں۔ [2]

اوراس روایت کا باقی مضمون بھی خواب والی حدیث کی طرح کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے

---

[1] اورابوعبیدہ بن جراح کی اس اضافہ والی روایت کوقاضی ابویعلیٰ نے ابوبکر خلال کی سنن سے بھی اپنی کتاب ''ابطال التاویلات''میں ذکر کیا ہے۔

رواه أبو بكر الخلال بإسناده فى سننه، فقال :أنا العباس بن محمد الدورى، قال :نا أبو داود المباركى، قال :نا حماد بن دليل، عن سفيان بن سعيد، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، أو عبد الرحمن بن سابط، قال :نا حماد بن دليل، وحدثنى الحسن بن حى، عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن سابط، عن أبى ثعلبة الخشنى، عن أبى عبيدة بن الجراح، عن النبى، صلى الله عليه وسلم، قال " :لما كانت ليلة أسرى بى رأيت ربى فى أحسن صورة، فقال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قال :قلت :لا أدرى، فوضع يده حتى وجدت فذكر كلمة ذهبت عنى ثم قال :فيم يختصم الملأ الأعلى، وذكر الخبر(ابطال التاويلات للقاضى ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٨٦)

لیکن ابوبکر خلال کی سنن میں بلکہ ان کی دیگر کتب میں بھی ہمیں مذکورہ حدیث دستیاب نہیں ہوسکی، غالباً اسی وجہ سے علامہ ابنِ تیمیہ نے ابوبکر بن خلال کے حوالہ سے اس روایت کوذکر کرکے اس کومکذوب قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[2] ثنا أبو بكر بن أبى شيبة، ثنا يحيى بن أبى بكير، ثنا إبراهيم بن طهمان، ثنا سماك بن حرب، عن جابر بن سمرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن الله تعالى تجلى لى فى أحسن صورة، فسألنى فيما يختصم الملأ الأعلى؟ قال :قلت :ربى لا أعلم به، قال :فوضع يده بين كتفى، حتى وجدت بردها بين ثديى -أو وضعها بين ثديى حتى وجدت بردها بين كتفى -فما سألنى عن شىء إلا علمته (كتاب السنةلابن أبى عاصم،رقم الحديث ٤٦٥ ،"باب "حديث" :إن الله تجلى لى فى أحسن صورة)

قال الالبانى :إسناد حسن رجاله ثقات رجال الشيخين غير سماك بن حرب فهو من رجال مسلم وحده وفيه كلام كما تقدم بيانه قبل حديث.والحديث له شاهد من حديث معاذ وغيره وقد مضى تخريجه تحت رقم ٣٨٨ (ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم)

کہ یہ روایت اگرچہ مطلق ہے، لیکن یہ نیند والی حدیث ہی کے قصہ سے متعلق ہے۔

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

(16)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور اس میں "تُـرَاءِ یُ لِـیُ رَبّیُ فِیُ أَحُسَنِ الصُّوُرَةِ" کے الفاظ ہیں۔ [1]

اس روایت کے الفاظ بھی خواب میں دیکھنے پر دلالت کرتے ہیں۔

(17)...... اور حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں "أتانی ربی فی أحسن صورة" کے الفاظ ہیں۔ [2]

اور "اتانی" کے الفاظ نیز اس حدیث کا باقی مضمون اسی رؤیتِ منامی کے قصہ پر دلالت کرتا ہے۔

---

[1] ثنا یوسف بن موسی، ثنا جریر، عن لیث، عن ابن سابط، عن أبی أمامة، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :تراء ی لی ربی فی أحسن الصورة ، ثم ذکر الحدیث (کتاب السنةلابن أبی عاصم،رقم الحدیث ۴۶۶ ،"باب "حدیث" :إن الله تجلی لی فی أحسن صورة)

قال الالبانی :حدیث صحیح بما قبله وما بعده ورجاله ثقات غیر لیث وهو ابن أبی سلیم وکان اختلط وقد مضی برقم ۳۸۹ بعض تمام هذا الُحَدِیث(ظلال الجنة فی تخریج السنة لابنِ ابی عاصم)

[2] حدثنا محمد بن إسحاق بن راهویه، ثنا أبی، ثنا جریر، عن لیث، عن ابن سابط، عن أبی أمامة، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال " :أتانی ربی فی أحسن صورة، فقال: یا محمد، فقلت :لبیک وسعدیک، قال :فیم یختصم الملأ الأعلی؟ قلت :لا أدری، فوضع یده علی ثدیی، فعلمت فی مقامی ذلک ما سألنی عنه من أمر الدنیا والآخرة، فقال :فیم یختصم الملأ الأعلی؟ قلت :فی الدرجات والکفارات، فأما الدرجات: فإبلاغ الوضوء فی السبرات، وانتظار الصلاة بعد الصلوات، قال :صدقت، من فعل ذلک عاش بخیر ومات بخیر، وکان من خطیئته کما ولدته أمه، وأما الکفارات :فإطعام الطعام، وإفشاء السلام وطیب الکلام، والصلاة والناس نیام، ثم قال :اللهم إنی أسألک عمل الحسنات، وترک السیئات، وحب المساکین، ومغفرة، وأن تتوب علی، وإذا أردت فی قوم فتنة، فنجنی غیر مفتون (المعجم الکبیر للطبرانی،رقم الحدیث ۸۱۱۷)

عبدالرحمان بن عائش کی حدیث

(18)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت عبدالرحمان بن عائش کی سند سے بھی مروی ہے، اوراس میں ''رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ'' کے الفاظ ہیں۔ [1]

(19)...... اور عبدالرحمان بن عائش کی ایک روایت میں ''أَتَانِيْ رَبِّيْ اللَّيْلَةَ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ'' کے الفاظ ہیں۔ [2]

---

[1] عن خالد بن اللجلاج، وسأله، مكحول أن يحدثه، قال :سمعت عبد الرحمن بن عائش، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :رأيت ربى فى أحسن صورة قال :فيم يختصم الملأ الأعلى؟ فقلت :أنت أعلم يا رب، قال " :فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثديي،فعلمت ما فى السموات والأرض، وتلا (وكذلك نرى إبراهيم ملكوت السموات والأرض وليكون من الموقنين)(سنن الدارمى، رقم الحديث ٢١٩٥)

قال حسين سليم اسد الدارانى:هذا من أحاديث الصفات التى علينا أن نؤمن بها ونجريها على ظاهرها من غير تمثيل أو تشبيه أو تأويل .إسناده صحيح إذا ثبتت صحبة عبد الرحمن بن عائش(حاشية سنن الدارمى)

حدثنا هشام بن عمار، ثنا الوليد بن مسلم، وصدقة، قالا :ثنا ابن جابر، قال :مر بنا خالد بن اللجلاج، فدعاه مكحول، فقال له :يا أبا إبراهيم حدثنا حديث عبد الرحمن بن عائش، قال :سمعت عبد الرحمن بن عائش، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت ربى فى أحسن الصورة (كتاب السنةلابن أبى عاصم،رقم الحديث٤٦٧، "باب "حديث" :إن الله تجلى لى فى أحسن صورة)

قال الالبانى :حديث صحيح وهو الطرف الأول للحديث المتقدم بهذا الإسناد ٣٨٨ إلا أنه لم يذكر فيه هناك الوليد بن مسلم .وتقدم تخريجه هناک مع بيان ان عبد الرحمن بن عائش لم تثبت له حجته(ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم)

[2] ثنا يحيى بن عثمان بن كثير، ثنا زيد بن يحيى، ثنا ابن ثوبان، ثنا أبى، عن مكحول، وابن أبى زكريا، عن ابن عائش الحضرمى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتانى ربى الليلة فى أحسن صورة (كتاب السنةلابن أبى عاصم،رقم الحديث ٤٦٨،"باب "حديث" :إن الله تجلى لى فى أحسن صورة)

قال الالبانى :حديث صحيح بما قبله وما بعده ورجاله ثقات لكن ابن عائش لم تثبت له صحبة كما سبق .وابن أبى زكريا اسمه عبد الله أبو يحيى الشامى.وابن ثوبان هو عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان العنسى الدمشقى(ظلال الجنة فى تخريج السنة لابنِ ابى عاصم)

اور یہ الفاظ بھی خواب میں دیکھنے پر دلالت کرتے ہیں، خاص کر جبکہ اس روایت میں بھی اگلا مضمون حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح کا مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عائش کی مذکورہ حدیث پر امام دارمی نے یہ باب قائم کیا ہے کہ:

بَـابٌ فِـیُ رُؤُیَةِ الرَّبِّ تَعَالٰی فِیُ النَّوُمِ (سنن الدارمی، ج۲ص ۱۳۶۵، کتاب الرؤیا)

ترجمہ: یہ باب ہے نیند میں رب تعالیٰ کی رؤیت کا (دارمی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

(20)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، اوراس میں ''إِنَّ رَبِّـــیُ أَتَـانِـیُ الـلَّیُلَةَ فِیُ أَحُسَنِ صُوُرَةٍ'' کے الفاظ ہیں، اوراس روایت کا باقی مضمون نیندوالی حدیث کی طرح ہے۔ [1]

---

[1] ثنـا عبيد الله بن فضالة، ثنا عبد الله بن صالح، ثنا معاوية بن صالح، عن أبی يحيی، عـن أبـی يـزيد، عن أبی سلام الأسود، عن ثوبان، قال :قـال رسـول الـله صلى الله عليه وسلم :إن ربـی أتانی الليلة فی أحسن صورة .وفی هذه الأخبار :ووضع يده بين كتفی (كتـاب السـنةلابن أبی عاصم،رقم الحديث ٤٧٠ ،"باب "حديث" :إن الـله تجلی لی فی أحسن صورة)

قـال الالبانی :حديث صحيح بما تقدم له من الشواهد ورجاله ثقات على ضعف فی عبد الله بن صالح غير أبـی يـحيـی فإنی لم أعرفه وأبی يزيد واسمه غيلان بن أنس الكلبی روی عنه جمع من الثقات ولم يذكروا توثيقه عن أحد ،وأبو سلام الأسود اسمه ممطور(ظلال الجنة فی تخريج السنة لابنِ ابی عاصم)

حدثنا بكر بن سهل، ثنا عبد الله بن صالح، حدثنی معاوية بن صالح، عن أبی يحيی سليم يعنی ابن عامر عن أبی يزيد، عن أبی سلام الأسود، عن ثوبان، رضی الله عنه قال :خرج إلينـا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد صلاة الصبح فقال :إن ربی تعالى أتانی الليلة فـی أحسـن صورة فقال لی :يـا مـحـمـد، هل تدری فيم يختصم الملأ الأعلى؟ قلت :لا أعلم يا رب، فوضع كفه بين كتفی حتى وجدت برد أنامله فی صدری، فتجلى لی ما بين السماء والأرض، قال :قلت :نعم يا رب يختصمون فی الكفارات والدرجات قال :فأما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس روایت میں ''اتانی ''اور''اللیلة'' دونوں الفاظ اور خود اس روایت کا مضمون خواب پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث

(21)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، اور اس میں ''أَتَانِیُ اللَّيُلَةَ رَبِّیُ عَزَّ وَجَلَّ فِیُ أَحُسَنِ صُوُرَةٍ'' کے الفاظ ہیں۔ [1]

اس روایت میں بھی ''اتانی اللیلة ''کے الفاظ، خواب پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی حدیث

(22)...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مضمون کے مطابق ایک حدیث حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، اور اس میں ''رَأَیُتُ رَبِّیُ فِیُ أَحُسَنِ صُوُرَةٍ'' کے الفاظ ہیں اور باقی مضمون گذشتہ احادیث کی طرح کا ہی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدرجات فإطعام الطعام، وبذل السلام، وقیام باللیل والناس نیام، وأما الکفارات فمشی علی الأقدام إلی الجماعات، وإسباغ الوضوء فی الکراهیات، وجلوس فی المساجد خلف الصلوات ، قال :ثم قال لی :یا محمد، قل نسمع وسل تعطه ، قال :قل :اللهم إنی أسألک فعل الخیرات، وترک المنکرات، وحب المساکین، وأن تغفر لی وترحمنی، وإذا أردت فی قوم فتنة فتوفنی إلیک وأنا غیر مفتون، اللهم إنی أسألک حبک، وحب من یحبک، وحب عمل یبلغنی حبک (الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۱۴۱۷)

[1] عن عبید الله، عن أبی الملیح، عن عمران بن حصین، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :أتانی اللیلة ربی عز وجل فی أحسن صورة(رؤیة الله،للدارقطنی، رقم الحدیث ۲۵۱)

[2] حدثنا جعفر بن محمد بن مالک الفزاری الکوفی، ثنا عباد بن یعقوب الأسدی، ثنا عبد الله بن إبراهیم بن الحسین بن علی بن الحسن، عن أبیه، عن جده، عن عبید الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ روایت بھی ''رؤیتِ منامی'' پر محمول ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور مذکورہ احادیث میں سے بعض احادیث کی سندوں پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بعض احادیث سند کے لحاظ سے صحیح یا حسن درجہ میں داخل ہیں، اور یہ احادیث ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، جس کی وجہ سے کئی ضعیف احادیث کا ضعف دور ہوجاتا ہے، اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر سند کے لحاظ سے صحیح یا حسن درجہ میں داخل ہوجاتی ہیں، اور نیند وخواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا مسئلہ یقین کے درجہ تک ترقی کرجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بن أبی رافع، عن أبی رافع، قال :خرج علینا رسول الله صلى الله عليه وسلم مشرق اللون، فعرف السرور فی وجهه، فقال " :رأیت ربی فی أحسن صورة، فقال لی :یا محمد، أتدری فیم یختصم الملأ الأعلى؟ فقلت :یا رب، فی الكفارات، قال :وما الكفارات؟ قلت :إبلاغ الوضوء أماكنه على الكراهیات، والمشی على الأقدام إلى الصلوات، وانتظار الصلاة بعد الصلاة (المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ٩٣٨)

[1] وذكر أَبُو بكر الأثرم فِی كتاب العلل :سألت أَحْمَد عن حديث عبد الرحمن بن عايش الذى روى عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :رأيت ربى فِی أحسن صورة "فقال :يضطرب فِی إسناده لأن معمرا روى عن أيوب، عن أَبِی قلابة، عن ابن عباس، عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وروى معاذ بن هشام، عن أبيه، عن قتادة، عن أَبِی قلابة، عن خالد بن اللجلاج، عن ابن عباس، عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورواه حَمَّاد بن سلمة، عن قتادة، عن عكرمة، عن ابن عباس، عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورواه يُوسُف بن عطية، عن قتادة، عن أنس ، عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورواه عبد الرحمن بن زيد، عن جابر، عن خالد بن اللجلاج، عن عبد الرحمن بن عايش، سمعت النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورواه يزيد بن يزيد بن جابر، عن خالد بن اللجلاج، عن عبد الرحمن بن عايش، عن رجل من أصحاب النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ورواه يحيى بن أَبِی كثير، فقال :عن ابن عباس، عن مالک بن يخامر، عن معاذ بن جبل، عن النبی، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأصل الحديث واحد، وقد اضطربوا فيه وظاهر هَذَا الكلام من أَحْمَد التوقف فِی طريقه لأجل الاختلاف فيه، ولكن ليس هَذَا الكلام مما يوجب تضعيف الحديث عَلَى طريقة الفقهاء (إبطال التأويلات لأخبار الصفات، للقاضی ابی یعلیٰ محمد بن الحسين بن محمد بن خلف ابن الفراء ،رقم الحديث ١٣٦)

(حديث) " رأيت ربى فى المنام فى أحسن صورة شابا موفرا رجلا فى خضرة عليه نعلان من ذهب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورمختلف احادیث میں نیند یا خواب کی وضاحت پائے جانے کی وجہ سے ظاہر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی مذکورہ رؤیت وزیارت خواب میں فرمائی ہے۔

اور یہ شبہ کرنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، پھر خواب میں اللہ تعالیٰ کی کیسے زیارت ہوئی؟ کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں جو شکل والی نہیں ہوتیں، وہ خواب میں شکل کی صورت میں دکھائی دیا کرتی ہیں، اور خواب میں بہت سی ایسی چیزیں بھی متشکل ہو کر نظر آ جایا کرتی ہیں، جن کو بیداری اور جاگنے کی حالت میں دیکھنا عادتاً ممکن نہیں ہوتا۔

اور احادیث میں جو اللہ تعالیٰ کی ہتھیلی وغیرہ کا ذکر ہے، تو اس کی کھود کرید میں پڑنے کے بجائے، اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے، اور یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہے، جیسی اس کی ذات ہے، ویسا ہی اس کا ہاتھ ہے، پھر آخرت میں اہلِ جنت کے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت بھی پوری طرح منکشف ہوجائے گی اور ہر طرح کے وساوس کا قلع قمع

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

علی وجهه فراش من ذهب "(خط) من حديث أم الطفيل امرأة أبی وفيه نعيم بن حماد، وقال ابن عدی :يضع الحديث، ومروان بن عثمان وعمارة بن عامر مجهولان (تعقب) بأن عمارة ذكره البخاری فی الضعفاء ، وقال ابن حبان لم يسمع من أم الطفيل، وسماه الطبرانی، فقال :عمارة بن عامر بن حزم الأنصاری، ومروان روی له النسائی وضعفه أبو حاتم، وما وسم بكذب، فانتفت الجهالة عنهما، وأما نعيم فأحد الأئمة الأعلام روی له البخاری وأبو داود والترمذی وابن ماجه، ولم ينفرد بهذا بل تابعه جماعة، أخرج أحاديثهم الطبرانی فی السنة، وله شاهد عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس من طرق راوها الطبرانی أيضا (قلت) ورواه الترمذی وقال حسن غريب والله أعلم. وروی عن أبی زرعة الرازی أنه صححه، ورواه الطبرانی أيضا من حديث معاذ بن عفراء ومن حديث عائشة معلقا، والدارقطنی فی الأفراد من حديث أنس (قلت) وجاء من حديث جابر بن سمرة وأبی أمامة وعبد الرحمن بن عائش وعائذ الحضرمی وثوبان، أخرجها ابن أبی عاصم فی السنة، وقال البيهقی :روی من أوجه كلها ضعيفة ويكفی فی التعقيب علی ابن الجوزی أنه هو نفسه ذكره فی الواهيات، وما كان من هذه الروايات غير مقيد بالمنام فينبغی أن يحمل عليه لتتفق الروايات ويزول الإشكال والله أعلم(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج ١ ،ص ١٤٥ ،تحت رقم الحديث ٣١)

ہو جائے گا۔ [1]

اس سلسلہ میں محدثین واہلِ علم حضرات کے اقوال

متعدد جلیل القدر محدثین و محققین اور اہلِ علم حضرات نے ان روایات کو کہ جن میں نینداور خواب کا ذکر نہیں، نینداور خواب یعنی ''رؤیتِ منامی'' پر ہی محمول کیا ہے۔

---

[1] عن معاذ(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(رأيت ربى عز وجل فى أحسن صورة) : الظاهر أن هذا الحديث مستند إلى رؤيا رآها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، فإنه روى الطبرانى بإسناده، عن مالك بن يخامر، عن معاذ بن جبل، قال :احتبس علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -صلاة الغدوة، حتى كادت الشمس تطلع، فلما صلى الغدوة قال :(إنى صليت الليلة ما قضى ربى ووضعت جنبى فى المسجد فأتانى ربى فى أحسن صورة) ، وعلى هذا لم يكن فيه إشكال إذ الرائى قد يرى غير المتشكل متشكلا، والمتشكل بغير شكله، ثم لم يعد ذلك بخلل فى الرؤيا ولا فى خلد الرائى، بل له أسباب أخر تذكر فى علم المنام، أى :التعبير، ولولا تلك الأسباب لما افتقرت رؤيا الأنبياء عليهم السلام إلى تعبير، وإن كان فى اليقظة وعليه ظاهر ما روى أحمد بن حنبل، فإنه فيه :(فنعست فى صلاتى حتى استيقظت فإذا أنا بربى عز وجل فى أحسن صورة) ، الحديث، فذهب السلف فى أمثال هذا الحديث إذا صح أن يؤمن بظاهره، ولا يفسر بما يفسر به صفات الخلق، بل ينفى عنه الكيفية ويوكل علم باطنه إلى الله تعالى، فإنه يرى رسوله ما يشاء من وراء أستار الغيب مما لا سبيل لعقولنا إلى إدراكه، لكن ترك التأويل فى هذا الزمان مظنة الفتنة فى عقائد الناس لفشو اعتقادات الضلال، وإن تأول بما يوافق الشرع على وجه الاحتمال لا القطع حتى لا يحمل على ما لا يجوز شرعا فله وجه، فقوله :فى أحسن صورة يحتمل أن يكون معناه :رأيت ربى حال كونى فى أحسن صورة وصفة من غاية إنعامه ولطفه على، أو حال كون الرب فى أحسن صورة، وصورة الشىء ما يتميز به عن غيره، سواء كان عين ذاته أو جزئه المميز له عن غيره أو صفته المميزة، وكما يطلق ذلك فى الجثة يطلق فى المعانى يقال :صورة المسألة كذا، وصورة الحال كذا، فصورته تعالى -والله أعلم -ذاته المخصوصة المنزهة عن مماثلة ما عداه من الأشياء البالغة إلى أقصى مراتب الكمال، أو صفته المخصوصة به، أى :كان ربى أحسن إكراما ولطفا من وقت آخر كذا نقله الطيبى والتوربشتى، وقال ابن حجر :والظاهر أن رواية :حتى استيقظت تصحيف فإن المحفوظ من رواية أحمد والترمذى كما سيذكره المصنف حتى استثقلت اهـ.

ويؤيده أن تلك الرواية أصح من هذه قال بعضهم :ويحتمل أن يكون معنى رأيت :علمته وعرفته فى أحسن صورة، وسمعت شيخنا الشيخ عطية السلمى ناقلا عن شيخه أبى الحسن البكرى أن لله تعالى تجليات صورية مع تنزه ذاته الأحدية عن المثلية، وكذا يندفع كثير من المتشابهات القرآنية والحديثية، والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج۲،ص۶۰۸،باب المساجد ومواضع الصلاة)

اور سند کے اعتبار سے بھی راجح یہی ہے کہ جن روایات میں مطلق رؤیت کا ذکر ہے، نیند وغیرہ کی قید مذکور نہیں، وہ روایات مختصر ہیں، اور مکمل روایات وہی ہیں، جن میں نینداور خواب کے اندر رؤیت کا ذکر ہے، جس سے کئی قسم کے اشکالات رفع ہوجاتے ہیں، اور یہ سب روایات متفق ہوجاتی ہیں۔

چنانچہ علامہ ''ابنِ عراق کنانی'' فرماتے ہیں کہ:

وَمَا كَانَ مِنْ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ غَيْرُ مُقَيَّدٍ بِالْمَنَامِ فَيَنْبَغِيْ أَنْ يُّحْمَلَ عَلَيْهِ لَتَتَّفَقُ الرِّوَايَاتُ وَيَزُوْلُ الْإِشْكَالُ (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراق الكناني، تحت رقم الحديث ٣١)

ترجمہ: اور وہ روایات کہ جن میں نیند کی قید نہیں ہے، ان کو نیند پر محمول کرنا مناسب ہے، تاکہ تمام روایات متفق ہوجائیں، اور اشکال زائل ہوجائے (تنزیہ الشریعہ)

اور ابو عمر قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلُهٗ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ رَأَيْتُ رَبِّيْ مَعْنَاهُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ مَنَامِهٖ (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، لابن عبد البر القرطبي، ج ٢٤ ص ٣٢٥، باب بلاغات مالک ومرسلاته، الحديث الثلاثون)

ترجمہ: اس حدیث میں یہ الفاظ کہ ''میں نے اپنے رب کو دیکھا'' اس کے معنیٰ اہلِ علم کے نزدیک یہ ہیں کہ خواب میں دیکھا (التمہید)

اور ابو اسحاق حلبی شافعی فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ عِدَّةِ طُرُقٍ وَأَلْفَاظٍ، وَمِنْ رَوَايَةِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَأَكْثَرُهَا مُصَرِّحٍ بِأَنْ ذٰلِكَ كَانَ فِي الْمَنَامِ، وَفِيْ بَعْضِهَا أَنَّهٗ كَانَ فِي الْإِسْرَاءِ، وَفِيْ بَعْضِهَا "تَرَاءٰ ى لِيْ رَبِّيْ تَعَالٰى بِأَحْسَنِ

صُوْرَةٍ "وَفِيْ بَعْضِهَا "تَجَلّٰى لِيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ"، وَقَالَ عَمَادُ الدِّيْنُ بْنُ كَثِيْرٍ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ بَعْدَ أَنْ سَاقَهٗ بِنَحْوِهٖ مِنْ مُّسْنَدِ أَحْمَدٍ مِنْ حَدِيْثِ مَعَاذٍ "وَهُوَ حَدِيْثُ الْمَنَامِ الْمَشْهُوْرِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ يَقِظَةً فَقَطْ غَلِطَ "(عجالة الإملاءِ المتيسرةِ ،لإبی إسحاق ابراهيم بن محمد الحلبی القبيباتی الشافعیّ الناجی، ج ۱ ،ص ۴۵۹، کتاب الصلاة)

ترجمہ: یہ حدیث مختلف سندوں اور الفاظوں، اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے، جن میں سے اکثر میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ رؤیت خواب میں ہوئی، اور بعض میں یہ ہے کہ معراج کی رات میں ہوئی، اور بعض میں یہ الفاظ ہیں کہ ’’مجھے میرا رب تعالیٰ خوبصورت شکل میں دکھائی دیا‘‘ اور بعض میں یہ الفاظ ہیں کہ ’’میرے لئے خوبصورت شکل میں تجلّی فرمائی، اور عماد الدین بن کثیر نے اپنی تفسیر میں مسند احمد کی، حضرت معاذ بن جبل کی حدیث کی طرح کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ’’یہ مشہور خواب کی حدیث ہے، اور جس نے اس کو بیداری کی حالت قرار دیا ہے، اس نے غلطی کی ہے (عجالۃ الاملاء)

اس سے معلوم ہوا کہ معتبر و مستند احادیث کا مضمون اس رؤیت کے ’’رؤیتِ منامی‘‘ ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور ان کو بیداری کی حالت پر منطبق کرنا درست نہیں، جبکہ یہ بات واضح ہے کہ معراج ’’حالتِ بیداری‘‘ میں ہوئی، اور معراج کا واقعہ ان روایات کے مضمون سے مختلف واقعہ ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَبِّيَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ : اَلظَّاهِرُ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُسْتَنِدٌ إِلٰى رُؤْيَا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مرقاة المفاتيح، ج ۲، ص ۶۰۸ ،باب المساجد ومواضع الصلاة)

ترجمہ: ''میں نے اپنے رب عزّ وجل کو بہترین صورت میں دیکھا'' ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھے ہوئے خوابوں سے متعلق ہے (مرقاۃ)

اور امام ابوبکر محمد بن حسن اصبہانی فرماتے ہیں کہ:

وَقَدُ ذُكِرَ فِيُ حَدِيُثِ أُمِّ الطُّفَيُلِ حَدِيُثُ الْمَنَام نَصًّا وَفِيُ بَعُضِ أَحَادِيُثِ ابُنِ عَبَّاسٍ رَضِى اللّٰه عَنهُ قَالَ وَإِذَا كَانَ كَذٰلِک مَنُصُوُصًا فَقَدُ زَالَ الشَّکُّ فِيهِ وَإِن لَّمُ يَكُنُ مَنُصُوُصًا فِإِنَّ الْأَمُرَ فِيهِ مَحُمُوُلٌ عَلٰى ذٰلِکَ وَهُوَ أَنَّ الُجَمِيُعَ مِنُ مُّثُبَتِي الرُّؤُيَة وَنفَاتِهَا قَدُ قَالُوُا بِجَوَاز رُؤُيَةِ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ فِي الُمَنَامِ (مشكل الحديث وبيانه لابى بكرمحمد بن الحسن الأصبهانى،المتوفى ٤٠٦ هـ ،ص ٧٢، ٧٣، باب ذكر خبر مما يقتضى التأويل ويوهم ظاهره التشبيه، فصل آخر)

ترجمہ: اور امِ طفیل رضی اللہ عنہا کی حدیث میں نیند کی صراحت پائی جاتی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث میں بھی نیند کی صراحت پائی جاتی ہے، اور جب اس طرح سے نیند کی صراحت پائی جاتی ہے، تو اس میں شک کی گنجائش نہیں، اور اگر نیند کی صراحت نہ ہو، تو بھی اسی (نیند کی حالت) پر محمول کیا جائے گا، اور وہ تمام حضرات کہ جو رؤیت کو ثابت اور وہ جو اس کی نفی کرتے ہیں، یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ عز وجل کی خواب میں رؤیت ممکن ہے (مشکل الحدیث)

مطلب یہ ہے کہ جن روایات میں نیند اور خواب کی صراحت نہیں، وہ بھی نیند اور خواب پر ہی محمول ہیں، اور جو حضرات (مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) رؤیت کے منکر ہیں، وہ بھی ''رؤیتِ منامی'' کے وجود وامکان کے منکر نہیں۔

اورعلامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ :مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ، فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنَّهُ رَأٰى جِبْرِيْلَ مَرَّتَيْنِ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَخَلْقِهٖ سَادّاً مَا بَيْنَ الْأُفُقِ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الإِسْنَادِ.

وَلَمْ يَأْتِنَا نَصٌّ جَلِيٌّ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى اللّٰهَ تَعَالٰى بِعَيْنَيْهِ، وَهٰذِهِ الْمَسْأَلَةُ مِمَّا يَسَعُ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ فِيْ دِيْنِهِ السُّكُوتُ عَنْهَا.

فَأَمَّا رُؤْيَةُ الْمَنَامِ :فَجَاءَتْ مِنْ وُجُوْهٍ مُتَعَدِّدَةٍ مُسْتَفِيْضَةٍ.

وَأَمَّا رُؤْيَةُ اللّٰهِ عِيَاناً فِي الآخِرَة : فَأَمْرٌ مُتَيَقَّنٌ، تَوَاتَرَتْ بِهِ النُّصُوْصُ، جَمَعَ أَحَادِيْثَهَا : الدَّارَقُطْنِيُّ، وَالْبَيْهَقِيُّ، وَغَيْرُهُمَا (سیر اعلام النبلاء، ج۲ص ۱۶۶، ۱۶۷، تحت ترجمة عائشة بنت ابی بکر الصدیق)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت جبریل کو اپنی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے، جن کے جسم نے اُفق کے درمیان پوری جگہ کو گھیر رکھا تھا، یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

اور ہمارے پاس کوئی واضح نص ایسی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا (یعنی رؤیتِ بصری وعینی کی) ہو، اور یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے کہ مسلمان کو اپنے دین میں اس سے سکوت مناسب ہے۔

جہاں تک نینداور خواب میں دیکھنے (یعنی رؤیتِ منامی) کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر

مختلف مشہور طریقوں سے آیا ہے۔

اور اللہ کو آخرت میں آنکھوں سے دیکھنا یقینی چیز ہے، جس کے بارے میں نصوص متواتر ہیں، اس طرح کی احادیث کو دارقطنی وبیہقی وغیرہ نے جمع کیا ہے (سیر اعلام النبلاء)

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَبَعْضُ مَنْ يَّقُوْلُ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ يَحْتَجُّ بِظَاهِرِ الحَدِيْثِ.

وَالَّذِیْ دَلَّ عَلَيْهِ الدَّلِيْلُ عَدَمُ الرُّؤْيَةِ مَعَ إِمْكَانِهَا، فَنَقِفُ عَنْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ، فَإِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لاَ يَعْنِيْهِ، فَإِثْبَاتُ ذٰلِکَ أَوْ نَفْيُهُ صَعْبٌ، وَالوُقُوْفُ سَبِيْلُ السَّلاَمَةِ -وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .-

وَإِذَا ثَبَتَ شَيْءٌ، قُلْنَا بِهٖ، وَلاَ نُعَنِّفُ مَنْ أَثْبَتَ الرُّؤْيَةَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا، وَلاَ مَنْ نَفَاهَا، بَلْ نَقُوْلُ :اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، بَلٰى نُعَنِّفُ وَنُبَدِّعُ مَنْ أَنْكَرَ الرُّؤْيَةَ فِي الآخِرَةِ، إِذْ رُؤْيَةُ اللّٰهِ فِي الآخِرَةِ ثَبَتَ بِنُصُوْصٍ مُتَوَافِرَةٍ (سير اعلام النبلاء، ج١٠ ص١١٤، تحت ترجمة شاذان أسود بن عامر الشامی)

ترجمہ: اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج کی رات میں دیکھا ہے، حدیث کے ظاہر سے دلیل پکڑتے ہوئے (جس میں مطلق رؤیت کا ذکر ہے، معراج کی رات یا آنکھوں سے رؤیت کا ذکر نہیں) اور جس بات پر دلیل دلالت کرتی ہے، وہ (معراج کی رات میں) نہ دیکھنا ہے، باوجودیکہ اس کا امکان ہے، بس ہم اس مسئلہ میں توقف اور سکوت رکھتے ہیں، اور بے شک آدمی کے اسلام کا حسن لایعنی چیزوں کو ترک کر دینا ہے، پس اس کے

ثابت کرنے یا اس کے نفی کرنے کے درپے ہونا تکلف ہے، اور توقف اور سکوت سلامتی کا راستہ ہے، واللہ اعلم۔

اور جب کوئی چیز ثابت ہوگی، تو ہم اس کو اختیار کریں گے، اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا میں رؤیت کو ثابت کرتا ہے، ہم اس پر تشدد نہیں کریں گے، اور نہ اس پر جو اس کی نفی کرتا ہے، بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، البتہ ہم اس شخص پر تشدد کریں گے اور اس پر بدعتی ہونے کا حکم لگائیں گے، جو آخرت میں رؤیت کا انکار کرے گا، اس لئے کہ اللہ کی آخرت میں رؤیت بھرپور نصوص سے ثابت ہے (سیر اعلام النبلاء)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کرنے کی حدیث مستفیض اور مشہور ہے، اور مومنوں کے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے کا مسئلہ بھی یقینی ہے۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی آنکھوں سے دنیا اور بطور خاص معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ورؤیت کرنے کا مسئلہ ہے، تو اس بارے میں کوئی صریح نص نہیں ہے، اس لئے اس میں سکوت مناسب ہے۔

پس جو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی آنکھوں سے دنیا اور بطور خاص معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے کا یکطرفہ حکم لگاتے ہیں، ان کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمَ إِيْمَانًا مِنْ غَيْرِهٖ رَآهُ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، وَهِيَ رُؤْيَةُ مَنَامٍ بِالْمَدِيْنَةِ، كَمَا نَطَقَتْ بِذٰلِكَ الْأَحَادِيْثُ الْمَأْثُوْرَةُ عَنْه، وَأَمَّا لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ فَلَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْمَعْرُوْفَةِ أَنَّهٗ رَآهُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، لٰكِنْ رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ

حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ، رَوَاهُ الْخَلَّالُ مِنْ طَرِيْقِ أَبِيْ عُبَيْدٍ، وَذَكَرَهُ الْقَاضِيْ أَبُوْ يَعْلٰى فِيْ " إِبْطَالِ التَّأْوِيْلِ " ، وَالَّذِيْ نَصَّ عَلَيْهِ الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِى الرُّؤْيَةِ هُوَ مَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمَا قَالَهُ أَصْحَابُهُ، فَتَارَةً يَقُوْلُ: رَآهُ بِفُؤَادِهٖ مُتَّبِعًا لِأَبِى ذَرٍ ، فَإِنَّهُ رَوٰى بِإِسْنَادِهٖ عَنْ أَبِى ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ بِفُؤَادِهٖ.

وَقَدْ ثَبَتَ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ : أَنَّ أَبَا ذَرٍّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ فَقَالَ : نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ ، وَلَمْ يُنْقَلْ هٰذَا السُّؤَالُ عَنْ غَيْرِ أَبِى ذَرٍّ . وَأَمَّا مَا يَذْكُرُهُ بَعْضُ الْعَامَّةِ مِنْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : نَعَمْ رَأَيْتُهُ "، وَأَنَّ عَائِشَةَ سَأَلَتْهُ، فَقَالَ " :لَمْ أَرَهُ "فَهُوَ كَذِبٌ، لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا يُجِيْبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ بِالنَّفْيِ وَالْإِثْبَاتِ مُطْلَقًا، فَهُوَ مُنَزَّهٌ عَنْ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهٖ اِتَّبَعَهُ أَحْمَدُ، مَعَ مَا ثَبَتَ فِى الصَّحِيْحِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: رَآهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ .

وَتَارَةً يَقُوْلُ أَحْمَد: رَآهُ .فَيُطْلِقُ اللَّفْظَ وَلَا يُقَيِّدُهُ بِعَيْنٍ وَلَا قَلْبٍ اِتِّبَاعًا لِلْحَدِيْثِ، وَتَارَةً يَسْتَحْسِنُ قَوْلَ مَنْ يَقُول : رَآه، وَلَا يَقُوْلُ بِعَيْنٍ وَلَا قَلْبٍ ، وَلَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ الَّذِيْنَ بَاشَرُوْهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : رَآهُ بِعَيْنِهٖ، وَقَدْ ذَكَرَ مَا نَقَلُوْهُ عَنْ أَحْمَدَ الْخَلَّالِ فِيْ كِتَابِ "السُّنَّةِ "وَغَيْرِهٖ. وَكَذٰلِكَ لَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ : رَآهُ بِعَيْنِهٖ "، بَلِ الثَّابِتُ عَنْهُ إِمَّا الْإِطْلَاقُ،

وَإِمَّا التَّقْيِيدُ بِالْفُؤَادِ.

وَقَدْ ذَكَرَ طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ، كَالْقَاضِي أَبِي يَعْلٰى وَمَنِ اتَّبَعَهُ عَنْ أَحْمَدَ ثَلَاثَ رِوَايَاتٍ فِي رُؤْيَتِهِ تَعَالٰى : إِحْدَاهَا: أَنَّهُ رَآهُ بِعَيْنِهِ، وَاخْتَارُوا ذٰلِكَ ، وَكَذٰلِكَ اِخْتَارَهُ الْأَشْعَرِيُّ وَطَائِفَةٌ .وَلَمْ يَنْقُلْ هٰؤُلَاءِ عَنْ أَحْمَدَ لَفْظًا صَرِيحًا بِذٰلِكَ، وَلَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلٰكِنَّ الْمَنْقُولَ الثَّابِتَ عَنْ أَحْمَدَ مِنْ جِنْسِ النُّقُولِ الثَّابِتَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : إِمَّا تَقْيِيدُ الرُّؤْيَةِ بِالْقَلْبِ، وَإِمَّا إِطْلَاقُهَا، وَأَمَّا تَقْيِيدُهَا بِالْعَيْنِ فَلَمْ يَثْبُتْ لَا عَنْ أَحْمَدَ وَلَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

وَأَمَّا مَنْ سِوَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ ذَكَرَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ اِتِّفَاقَ السَّلَفِ عَلٰى أَنَّهُ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ بِعَيْنِهِ، وَقَدْ ثَبَتَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَنْ يَرٰى رَبَّهُ حَتّٰى يَمُوتَ، وَهٰذَا لِبَسْطِهِ مَوْضِعٌ آخَرُ.

وَإِنَّمَا الْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّ كَثِيرًا مِّنَ السَّالِكِينَ يَرِدُ عَلَيْهِ مِنَ الْأَحْوَالِ مَا يَصْطَلِمُهُ ، حَتّٰى يَظُنَّ أَنَّهُ هُوَ الْحَقُّ، وَأَنَّ الْحَقَّ فِيهِ، أَوْ أَنَّ الْحَقَّ يَتَكَلَّمُ عَلٰى لِسَانِهِ، أَوْ أَنَّهُ يَرَى الْحَقَّ، أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا يَكُونُ الَّذِي يُشَاهِدُونَهُ وَيُخَاطِبُونَهُ هُوَ الشَّيْطَانُ، وَفِيهِمْ مَنْ يَرٰى عَرْشًا عَلَيْهِ نُورٌ، وَيَرَى الْمَلَائِكَةَ حَوْلَ الْعَرْشِ، وَيَكُونُ ذٰلِكَ الشَّيْطَانُ، وَتِلْكَ الشَّيَاطِينُ حَوْلَهُ، وَقَدْ جَرٰى هٰذَا لِغَيْرِ وَاحِدٍ (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية. لابن تيمية ،ج۵،ص ۳۸۴، الیٰ ۳۸۸، الكلام على رؤية الله تعالى)

ترجمہ: اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان دوسروں کے مقابلہ میں سب سے عظیم تر تھا، تو آپ نے رب تعالیٰ کو سب سے بہتر شکل میں دیکھا، لیکن یہ رؤیت مدینہ

منورہ میں نیند (اور خواب) میں واقع ہوئی، جیسا کہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث میں صراحت ہے، جہاں تک معراج کی رات کا تعلق ہے، تو معروف احادیث میں سے کسی حدیث میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو معراج کی رات میں دیکھا ہے، البتہ اس بارے میں ایک موضوع و من گھڑت حدیث ہے، جس کے موضوع و منگھڑت ہونے پر حدیث کے اہلِ علم کا اتفاق ہے، اور اس کو خلال نے ابو عبید کے طریق سے روایت کیا ہے، اور اس کو قاضی ابو یعلیٰ نے ''ابطال التاویل'' میں ذکر کیا ہے۔ [1]

اور امام احمد نے اس رؤیت کے بارے میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے منقول ہے، کبھی یہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے دیکھا ہے، ابوذر کی اتباع کرتے ہوئے، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔

اور صحیح مسلم میں یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور تھا، میں اس کو کیسے دیکھ لیتا؟ اور یہ سوال حضرت ابوذر کے علاوہ کسی اور سے منقول نہیں، اور بعض عام لوگ یہ بات جو ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھا، تو یہ بات

---

[1] ملحوظ رہے کہ اس سلسلہ میں ہم یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ کی ''ابطال التاویل'' میں تو اس روایت کو خلال کی سنن کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، مگر خود خلال کی کتاب السنۃ بلکہ دوسری کتب میں بھی ہمیں اس روایت کا ذکر نہیں ملا، اور اصل نقل میں تعارض کے وقت اصل کو ترجیح ہوا کرتی ہے، لہٰذا ابوبکر خلال کی طرف اس کی نسبت محلِ نظر ہے، اور جب تک سند سے کوئی روایت ثابت نہ ہو، اس کا ثبوت مشکل ہے، البتہ تاریخ بغداد میں اس کا ذکر طبرانی کی سند سے ملا ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔ محمد رضوان۔

جھوٹ ہے، جس کو اہلِ علم میں سے کسی نے روایت نہیں کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسئلہ کے بارے میں مطلق نفی اور مطلق اثبات کا جواب ہرگز نہیں دے سکتے، جس سے آپ پاک ہیں، پس جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دوسروں کے مقابلہ میں اس مسئلہ کو زیادہ جانتے تھے، تو امام احمد نے ان کی اتباع کی، باوجو یکہ صحیح سند سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی دومرتبہ قلب سے زیارت کی ہے۔

اور بعض اوقات امام احمد نے یہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا ہے، اور آپ نے الفاظ عام بولے، نہ تو آنکھ سے دیکھنے کی قید لگائی، اور نہ دل سے دیکھنے کی قید لگائی، حدیث کی اتباع کرتے ہوئے۔

اور بعض اوقات امام احمد اس کے قول کی تحسین کرتے ہیں، جو یہ کہتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور وہ آنکھ اور دل سے دیکھنے کی قید نہیں لگاتا، اور امام احمد کے ساتھیوں میں سے کسی سے بھی جنہوں نے امام احمد کی صحبت اختیار کی، یہ منقول نہیں کہ امام احمد نے یہ فرمایا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، اور جنہوں نے امام احمد سے نقل کیا ہے اس کو خلال نے ''کتاب السنۃ'' وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی طرح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ انہوں نے یہ فرمایا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، بلکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یا تو مطلق دیکھنا منقول ہے، یا دل سے دیکھنے کی قید کے ساتھ منقول ہے۔

اور امام احمد کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت نے جیسا کہ قاضی ابویعلیٰ اور ان کے متبعین نے امام احمد سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے بارے میں تین روایات ذکر

کی ہیں، ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا، جس کو انہوں نے اختیار کیا، اور اسی طریقہ سے اشعری اور ایک جماعت نے اختیار کیا، حالانکہ ان حضرات نے امام احمد سے اس کے متعلق کوئی صریح لفظ ذکر نہیں کیا، اور نہ ہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، بلکہ امام احمد سے جو صحیح سند کے ساتھ منقول ہے، وہ اسی طرح کی بات منقول ہے، جو حضرت ابنِ عباس سے منقول ہے، یعنی یا تو دل کے ساتھ دیکھنا یا مطلق دیکھنا، اور جہاں تک آنکھ سے دیکھنے کی قید کا تعلق ہے، تو وہ نہ امام احمد سے ثابت ہے، اور نہ حضرت ابنِ عباس سے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے کے متعلق امام احمد نے سلف کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی نے بھی اللہ کو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم یہ بات جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتا، اور اس کی تفصیل دوسرے موقع پر بیان کی گئی ہے۔

اور یہاں تو مقصود یہ ہے کہ بہت سے سالکین کو اس طرح کے احوال پیش آتے ہیں، جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ حق ہے، اور حق اسی میں ہے، یا وہ حق بات کا اپنی زبان سے کلام کرتے ہیں، یا وہ حق دیکھتے ہیں وغیرہ، حالانکہ جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں، اور جس سے وہ خطاب کرتے ہیں، وہ شیطان ہوتا ہے، اور بعض سالکین عرش اور اس پر نور کو دیکھتے ہیں، یا عرش کے اردگرد فرشتوں کو دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے، اور اس کے اردگرد بھی شیاطین ہوتے ہیں، اور یہ بہت سے سالکین کو پیش آتا ہے (منہاج السنۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی حدیث تو صحیح ہے، لیکن معراج کی رات میں آنکھوں سے زیارت کرنے یا کسی اور موقع پر اللہ کی آنکھوں

سے زیارت کرنے کا مستند ثبوت نہیں اور امام احمد سے بھی مستند طریقہ پر اس کا ثبوت نہیں، اور مطلق رؤیت منام یا قلب کے ساتھ رؤیت پر محمول ہے۔

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ اَلْإِسْرَاءُ وَإِنْ كَانَ حَقًّا وَرُؤْيَةُ مُحَمَّدٍ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ تْ بِهَا آثَارٌ ثَابِتَةٌ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَآهُ بِالْمَدِيْنَةِ فِي الْمَنَامِ لٰكِنْ هٰذَا الْحَدِيْثُ بِهٰذَا اللَّفْظِ الْمَذْكُوْرِ فِيْ لَيْلَةِ الْإِسْرَاءِ مِنَ الْمُوْضُوْعَاتِ الْمَكْذُوْبَاتِ كَمَا سَيَأْتِيْ بَيَانُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ أُسْرِيَ بِيْ رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى وَإِنَّمَا ذَكَرَ أَنَّ رَبَّهُ أَتَاهُ فِي الْمَنَامِ وَقَالَ لَهُ هٰذَا وَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ مَنَامِهِ وَلِهٰذَا لَمْ يَحْتَجَّ أَحَدٌ مِنْ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ بِهٰذَا بَلْ رَوَوْهُ لِلْاِحْتِجَاجِ وَلَمْ يَثْبُتْهُ أَحَدٌ فِي الْأَحَادِيْثِ الْمَعْرُوْفَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ كَمَا بَيَّنَاهُ فَتَبَيَّنَ أَنَّ الْقَاضِيْ لَيْسَ مَعَهُ مَا اعْتَمَدَ عَلَيْهِ فِيْ رَوَايَةِ الْيَقْظَةِ إِلَّا قَوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَآيَةُ النَّجْمِ (بيان تلبيس الجهمية فى تأسيس بدعهم الكلامية لابن تيمية، ج۷ص۲۸۷،۲۸۸، ، مناقشة الاقوال فى الرؤية)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ معراج کا واقعہ اگر چہ برحق ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے بارے میں بھی آثار ثابت ہیں، اور یہ (رؤیت الٰہی سے متعلق) حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو مدینہ منورہ میں خواب میں دیکھا، لیکن یہ حدیث مذکورہ لفظ کے ساتھ معراج کی رات کے بارے میں گھڑی ہوئی اور جھوٹی حدیثوں میں سے

ہے، جیسا کہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب مجھے معراج کرائی گئی، تو میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا، پھر یہ فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت اس چیز میں بحث کر رہی ہے، بلکہ یہ ذکر فرمایا کہ آپ کا رب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں آیا، اور یہ فرمایا کہ مدینہ میں خواب میں آپ کے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مبارک رکھا، اور اسی وجہ سے حدیث کے اہلِ علم حضرات میں سے کسی نے بھی اس سے دلیل نہیں پکڑی، بلکہ خود اس روایت کو دلیل پکڑنے کے لئے روایت کیا ہے، اور کسی نے بھی اہلِ علم کے نزدیک مشہور احادیث میں اس کو ثابت نہیں مانا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، پس اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قاضی کے پاس کوئی ایسی بیداری سے متعلق قابلِ اعتماد روایت نہیں ہے، سوائے ابنِ عباس کے قول اور سورہ نجم کی آیت کے (تلبیس الجہمیۃ)

معلوم ہوا کہ لیلۃُ الاسراء میں رؤیتِ باری تعالیٰ سے متعلق کوئی مستند حدیث نہیں اور قاضی ابویعلیٰ نے بحالتِ بیداری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیتِ باری تعالیٰ پر کوئی مستند مرفوع حدیث و روایت پیش نہیں فرمائی، البتہ حضرت ابنِ عباس سے سورہ نجم کی آیت میں رؤیت کا ثبوت مروی ہے، مگر وہ بھی قلبی رؤیت کے ساتھ مقید ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور ابوالحسن عبید اللہ مبارک پوری فرماتے ہیں کہ:

(رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ) اَلصَّوَابُ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُسْتَنَدٌ إِلٰى رُؤْيَا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِکَ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ التِّرْمَذِیْ فَفِيْه: أَتَانِیْ اللَّيْلَةَ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى فِیْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ ، قَالَ أَحْسِبُهٗ قَالَ :فِی الْمَنَامِ، وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِکَ أَيْضاً حَدِيْثُ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ اَلْآتِیْ فِی الْفَصْلِ

الثَّالِثِ فِإِنَّ فِيهِ : فَنَعِسْتُ فِيْ صَلاتِيْ حَتّٰى اِسْتَثْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ .قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ كَثِيْرٍ بَعْدَ نَقْلِهٖ عَنْ مُسْنَدِ أَحْمَدٍ :وَهُوَ حَدِيْثُ الْمَنَامِ الْمَشْهُوْرِ، وَمَنْ جَعَلَهٗ يَقِظَةً غَلَطَ -اِنْتَهٰى.
وَالرِّوَايَاتُ الَّتِيْ أُطْلِقَ فِيْهَا الرُّؤْيَةَ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الْمُقَيَّدَةِ .وَإِلَيْهِ أَشَارَ الدَّارِمِيُّ حَيْثُ بَوَّبَ عَلٰى حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عِائِشٍ هٰذَا "بَابُ رُؤْيَةِ الرَّبِّ تَعَالٰى فِي النَّوْمِ "وَعَلٰى هٰذَا فَلاَ إِشْكَالَ فِي الْحَدِيْثِ (مرعاۃ المفاتیح، ج۲ص ۴۳۴، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا'' درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث ان خوابوں سے متعلق ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے، جس پر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ترمذی کی حدیث دلالت کرتی ہے، جس میں یہ ہے کہ ''میرے پاس رات کو میرا رب تبارک وتعالیٰ بہترین صورت میں آیا'' میرا گمان یہ ہے کہ نیند میں فرمایا، اوراس پر حضرت معاذ بن جبل کی تیسری فصل میں آنے والی حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جس میں یہ ہے کہ ''مجھے اپنی نماز میں اونگھ آئی، یہاں تک کہ مجھ پر بوجھ ہوگیا، تو میں نے دیکھا کہ میں اپنے رب کے سامنے ہوں، جو بہترین صورت میں ہے''
حافظ ابنِ کثیر نے مسند احمد کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث خواب والی مشہور حدیث ہے، اور جس نے اس کو بیداری کی حالت میں قرار دیا، اس نے غلطی کی، حافظ ابنِ کثیر کی بات ختم ہوئی۔
اور جن روایات میں رؤیت مطلق پائی جاتی ہے، وہ مقید پر محمول ہے، اوراسی کی طرف دارمی نے اشارہ کیا ہے، اس طور پر کہ انہوں نے عبدالرحمان بن عائش کی

اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے کہ یہ باب اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے کا ہے، اوراس پر حدیث میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا (مرعاۃ)

اورشرح سنن ابی داؤد للعباد میں ہے کہ:

اَلسُّؤَالُ:......قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ رَبِّىْ فِىْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ، هَلْ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ كَانَ فِى الْيَقِظَةِ؟

اَلْجَوَابُ:...... هٰذَا الْحَدِيْثُ فِى الْمَنَامِ، وَأَمَّا الْيَقِظَةُ فَلَمْ يَرَ النَّبِىُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ، وَفِىْ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ فَلَمْ يَقُلْ: نَعَمْ رَأَيْتُهٗ، وَلَوْ حَصَلَتَ الرُّؤْيَةُ لَأَخْبَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ جَاءَ عَنْهُ مَا يَدُلُّ عَلٰى عَدَمِ الرُّؤْيَةِ، لِأَنَّهٗ قَالَ: (رَأَيْتُ نُوْراً)، وَقَالَ: (نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟!) يَعْنِىْ :كَيْفَ أَرَاهُ وَقَدْ مَنَعَنِى النُّوْرُ مِنْ رُؤْيَتِهٖ، وَرُؤْيَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِدَّخَرَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِى الدَّارِ الْآخِرَةِ لِتَكُوْنَ أَكْمَلَ نَعِيْمٍ يَكُوْنُ لِأَهْلِ دَارَ النَّعِيْمِ، وَلَمْ يَشَأْ أَنْ يُّرٰى فِى الدُّنْيَا؛ لِأَنَّهٗ لَوْ رُئِىَ فِى الدُّنْيَا لَصَارَ نَعِيْمُ الْآخِرَةِ فِى الدُّنْيَا قَبْلَ الْآخِرَةِ، وَقَدْ جَاءَ فِىْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهٗ قَالَ: إِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا، فَاللّٰهُ شَاءَ أَلَّا يَرٰى فِى الدُّنْيَا؛ لِأَنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ أَكْمَلُ نَعِيْمٍ فِى الْجَنَّةِ، وَلَوْ حَصَلَتِ الرُّؤْيَةُ فِى الدُّنْيَا لَكَانَ نَعِيْمُ الْجَنَّةِ جَاءَ فِى الدُّنْيَا، وَلِهٰذَا لَمَّا صَلَّى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ صَلاَةَ الْكُسُوْفِ عُرِضَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَمَدَّ يَدَهٗ لِيَتَنَاوَلَ عُنْقُوْداً مِنَ الْعِنَبِ مِنَ الْعَنَاقِيْدِ الْمُتَدَلِّيَةِ وَهُوَ يُصَلِّىْ، فَلَمْ يَأْخُذْ شَيْئاً، وَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلاةِ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: رَأَيْنَاكَ مَدَدْتَ يَدَكَ كَأَنَّكَ تَتَنَاوَلُ شَيْئاً -فَهُمْ رَأَوْا يَدَهٗ مَمْدُوْدَةٌ إِلٰى

شَيْءٍ وَمَا رَأَوْا ذٰلِكَ الشَّيْءَ الْمَمْدُوْدَةِ إِلَيْهِ يَدَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ عَنَاقِيْدَ مُتَدَلِّيَةٍ، فَمَدَدْتُ يَدِيْ لِآخُذَ عُنْقُوْداً، وَلَوْ أَخَذْتُ مِنْهُ لَأَكَلْتُمْ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا)، يَعْنِيْ : وَلَوْ أَخَذْتُ مِنْهُ عُنْقُوْداً لَأَكَلْتُمْ مِنْ هٰذَا الْعُنْقُوْدِ إِلٰى نِهَايَةِ الدُّنْيَا، وَهٰذَا يُبَيِّنُ عَظْمُ نَعِيْمِ الْجَنَّةِ وَعَظْمُ شَأْنِهٖ، وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَاءَ أَلَّا يَأْتِيْ نَعِيْمَ الْجَنَّةِ فِي الدُّنْيَا؛ حَتّٰى يَتَمَيَّزَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْغَيْبِ وَمَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِالْغَيْبِ، فَالَّذِيْ يُؤْمِنُ بِالْغَيْبِ وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ يَجِدُهٗ فِي الْمُسْتَقْبَلِ، وَالَّذِيْ لَا يُؤْمِنُ إِلَّا بِالْمُشَاهَدَةِ وَالْمُعَايَنَةِ لَا يَجِدُهٗ، فَشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَلَّا يُشَاهِدَ نَعِيْمَ الْجَنَّةِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَتَمَيَّزَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْغَيْبِ وَمَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِالْغَيْبِ (شرح سنن ابی داوٗد للعباد، جزء ۴۴۴، ص ۲۹،شرح حدیث :رأیت ربی فی أحسن صورۃ)

ترجمہ: سوال:...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ’’میں نے اپنے رب کو بہترین شکل میں دیکھا‘‘ کیا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دیکھنا بیداری کی حالت میں ہوا تھا؟

جواب:...... یہ حدیث خواب کے بارے میں ہے، اور بیداری کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اور معراج کی رات کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہاں میں نے دیکھا ہے۔ [1]

---

[1] ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ملا، مگر اس میں معراج کا ذکر نہیں، خواب کے علاوہ کسی اور موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی کوئی معتبر و مستند دلیل نہیں پائی جاتی، جس پر اطمینان کیا جا سکے، اس لئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو خواب والی حدیث کی تشریح وتوضیح قرار دینے کا احتمال بھی قوی معلوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان۔

اور اگر دیکھا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ضرور خبر دیتے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات منقول ہے، وہ نہ دیکھنے پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نور دیکھا ہے، اور فرمایا کہ نور تھا، میں کیسے اس کو دیکھ لیتا، یعنی میں اللہ کو کیسے دیکھ لیتا، حالانکہ مجھے نور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے روک دیا تھا، اور اللہ عزوجل نے اپنی رؤیت کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر کے رکھ دیا ہے، تاکہ کامل نعمت آخرت کے انعام کے مستحق لوگوں کے لئے ہو، اور دنیا میں اپنے آپ کو دکھانا نہیں چاہا، اس لئے کہ اگر دنیا میں دکھا دیا جاتا، تو آخرت کی عظیم نعمت دنیا ہی میں آخرت سے پہلے حاصل ہو جاتی، اور صحیح مسلم میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بے شک تم ہرگز بھی اپنے رب کو نہیں دیکھ سکو گے، یہاں تک کہ تم فوت ہو جاؤ، پس اللہ کی یہ مشیّت ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں نہ دکھائے، کیونکہ اللہ کی رؤیت جنت کی نعمتوں میں سے سب سے کامل ترین نعمت ہے، اور اگر وہ رؤیت دنیا میں حاصل ہو جاتی، تو جنت کی عظیم نعمت دنیا میں حاصل ہو جاتی، اور اسی وجہ سے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سورج گرہن کی نماز پڑھائی، تو آپ پر جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا، تاکہ وہ انگور کے خوشوں میں سے ایک لٹکا ہوا خوشہ حاصل کر لیں، دراں حالیکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، تو آپ اس سے کچھ حاصل نہیں کر پائے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے، تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو اپنا ہاتھ لمبا کرتے ہوئے دیکھا، گویا کہ آپ کوئی چیز حاصل کر رہے ہیں، پس صحابۂ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا، لیکن انہوں نے اس چیز کو نہیں دیکھا، جس چیز کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر جنت کو پیش کیا گیا تھا، تو میں نے لٹکے ہوئے خوشے دیکھے تھے، پس میں نے ایک خوشہ حاصل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا، اور اگر میں اس سے لے لیتا، تب تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے، یعنی اگر میں اس میں سے خوشہ لے لیتا، تو تم اس خوشہ سے دنیا ختم ہونے تک کھاتے رہتے، تو اس واقعہ نے جنت کی عظیم نعمت اور اس کی عظمتِ شان کو بیان کر دیا (اور جب ایک خوشہ کا یہ حال ہے، تو اللہ کی رؤیت تو عظیم ترین نعمت ہے) اور بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ جنت کی نعمت دنیا میں حاصل نہ ہو، یہاں تک کہ جو غیب پر ایمان رکھتا ہے، اور جو غیب پر ایمان نہیں رکھتا، ان دونوں کے درمیان امتیاز ہو جائے، پس جو غیب پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کی تصدیق کرتا ہے، تو وہ اس کو آخرت میں پا لے گا، اور جو مشاہدہ اور معائنہ کئے بغیر ایمان نہیں رکھتا، وہ اس کو آخرت میں نہیں پائے گا، پس اللہ تعالیٰ کی یہ مشیّت ہوئی کہ جنت کی نعمت کا دنیا میں مشاہدہ نہ کرائے، یہاں تک کہ غیب پر ایمان لانے والوں اور غیب پر ایمان نہ لانے والوں میں امتیاز ہو جائے (شرح سنن ابی داؤد)

اور اسی کتاب میں ایک مقام پر ہے کہ:

أَمَّا بِالنِّسْبَةِ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ لِرَبِّهٖ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، وَلٰكِنَّ الْقَوْلَ الصَّحِيْحُ الَّذِيْ دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَدِلَّةُ أَنَّهٗ لَمْ يَرَهٗ، وَيَكُوْنُ دَاخِلاً فِيْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(إِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا)، أَوْ :(إِنَّهٗ لَنْ يَّرٰى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ)، فَالرَّاجِحُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَ رَبَّهٗ، وَلَمَّا سُئِلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ؟ مَا قَالَ :

نَعَمْ .رَأَيْتُ رَبِّيْ !وَلٰكِنَّهُ قَالَ :(رَأَيْتُ نُوْراً)، وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ : (نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ؟) يَعْنِيْ أَنَّهُ إِنَّمَا رَأٰى نُوْرَ الْحِجَابِ الَّذِيْ قَالَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(حِجَابُهُ النُّوْرُ، لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ)فَهٰذِهِ الْأَدِلَّةُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ مَا رَأٰى رَبَّهُ، وَلَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ لَبَيَّنَ ذٰلِكَ، وَقَالَ :نَعَمْ رَأَيْتُ رَبِّيْ.

وَجَاءَ فِيْ حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ فِي الْمَنَامِ، أَمَّا فِي الْيَقِظَةِ فَلَا (شرح سنن ابی داؤد للعباد، جزء۵۳۴، صفحة ۴، باب رؤية النبی صلی اللہ علیہ وسلم لربه فی الدنیا)

ترجمہ: اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اعتبار سے معراج کی رات میں رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح قول جس پر کئی دلائل موجود ہیں، یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، اور یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اصولی قول میں داخل ہے کہ بے شک تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، یہاں تک کہ تم فوت ہوجاؤ، یا بے شک کوئی تم میں سے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا، یہاں تک کہ وہ فوت ہوجائے، پس راجح بات یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اور جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہاں میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے نور کو دیکھا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تو نور تھا، میں اسے کیسے دیکھ لیتا، یعنی آپ نے صرف اس نورِ حجاب کو دیکھا ہے، جس کے بارے میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا حجاب نور ہے، اگر وہ اس کو ہٹادے، تو اللہ کی

ذات کے انوار اللہ کی ان سب مخلوق کو جلا دیں گے، جہاں تک کہ اللہ کی نظر پہنچے گی
، پس دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں
دیکھا، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہوتا، تو اس کو بیان
فرماتے، اور یہ فرماتے کہ بے شک میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور صحیح حدیث
میں یہ بات آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نیند اور خواب میں
دیکھا، بیداری کے بارے میں دیکھنے کے بارے میں نہیں آئی (شرح سنن ابی داؤد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی خواب میں رؤیت کرنے کا تو معتبر و مستند احادیث میں ثبوت پایا جاتا ہے، لیکن اس کے علاوہ بحالتِ بیداری رؤیتِ بصری کا کوئی مضبوط و مستند ثبوت نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کے مقابلہ میں عام اور اصولی نصوص سے دنیا میں اللہ کی آنکھوں سے رؤیت ہونے کی نفی پائی جاتی ہے لہٰذا ان اصولی نصوص کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے رؤیت کا جب تک قوی دلائل کے ساتھ ثبوت نہ ہو، اس وقت تک نہ تو ان نصوص کی مخالفت کی جاسکتی اور نہ تخصیص کی جاسکتی ہے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں رؤیتِ باری تعالیٰ حاصل ہونے پر تو عقیدہ رکھنا چاہئے، لیکن بیداری کی حالت میں آنکھوں سے زیارت کرنے پر عقیدہ رکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور جن حضرات نے اس سلسلہ میں سکوت کو سلامتی کا راستہ قرار دیا ہے، ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ آنکھوں سے رؤیت و زیارت حاصل ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

اور آگے آتا ہے کہ خواب میں رؤیت کو رؤیتِ قلبی بھی کہا جاتا ہے، لہٰذا قلبی رؤیت کا ثبوت منامی رؤیت کے خلاف نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر3)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قلبی وبصری رؤیتِ باری تعالیٰ کی تحقیق

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا :يَا أُمَّتَاهُ هَلْ رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ :لَقَدْ قَفَّ شَعَرِيْ مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلاثٍ، مَنْ حَدَّثَكُهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(لا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ)(وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ)وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا)وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ :(يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ)الآيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَأٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُوْرَتِهِ مَرَّتَيْنِ(بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ماں جی! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر نہیں ہے؟ کہ جو بھی شخص ان میں سے کوئی بات تجھ سے کہے گا، تو وہ جھوٹا ہوگا، ایک تو اگر کوئی شخص تجھ سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا

[1] رقم الحديث ۴۸۵۵، كتاب تفسير القرآن،باب قوله :وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب.

ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے (سورہ انعام کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ“

”نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے“ اور (سورہ شوریٰ کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ) **”وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ“** ”اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے“ دوسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ وہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) علم رکھتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے تو وہ جھوٹا ہے، پھر (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ **”وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا“** ”اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کرے گا“ تیسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی ہے تو وہ جھوٹا ہے پھر (سورہ مائدہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ **”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“** ”اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے“ آخر آیت تک (اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (بخاری)

اور حضرت مسروق رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ:

كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا عَائِشَةَ، ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ، قَالَ: وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ،

أَنْظِرِيْنِي، وَلَا تُعْجِلِيْنِي، أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ)(وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى)؟ فَقَالَتْ :أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيْلُ، لَمْ أَرَهُ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَتْ :أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ :(لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيرُ) أَوَ لَمْ تَسْمَعْ أَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ :(وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ)؟ قَالَتْ :وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ :(يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ)قَالَتْ :وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ :(قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ)(صحيح مسلم) [1]

ترجمہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابو عائشہ (یہ حضرت مسروق کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کے مطابق بات کرے، تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، میں نے عرض کیا کہ وہ تین باتیں کونسی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

---

[1] رقم الحديث ١٧٧ "٢٨٧" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل: ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء، سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٠٦٨.
قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح، ومسروق بن الاجدع يكنى ابا عائشة وهو: مسروق بن عبد الرحمن، وكذا كان اسمه فى الديوان.

ایک تو یہ کہ جس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا، میں نے یہ سنا تو اٹھ کر بیٹھ گیا، اور میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین! آپ مجھے مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے، کیا اللہ عزوجل نے (سورہ تکویر میں) یہ نہیں فرمایا کہ "وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ " ''یعنی بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے ان کو واضح افق پر'' اور (سورہ نجم میں یہ نہیں فرمایا کہ) "وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى" ''یعنی بلاشبہ دیکھا ہے اس (نبی) نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس امت میں سے سب سے پہلے میں نے ان آیات کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ تو جبریل تھے، جن کو میں نے ان کی اصلی پیدائشی صورت میں، ان دو مرتبہ کے علاوہ نہیں دیکھا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے، ان کے جسم کی ضخامت نے آسمان اور زمین کے درمیان کی جگہ کو بھر رکھا تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ کا (سورہ انعام میں) یہ فرمان نہیں سنا کہ ''نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے'' اور (سورہ شوریٰ میں) اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے، بے شک وہ انتہائی بلند ہے، حکیم ہے'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابُ اللہ میں سے کوئی چیز چھپائی ہے، تو اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ ''اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے، اور اگر آپ نے یہ

نہیں کیا، تو آپ نے تبلیغ نہیں کی، اس کی رسالت کی'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ نبی علیہ السلام آنے والے دن کے بارے میں خبر دیتے تھے، تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ ''آپ یہ فرما دیجئے کہ نہیں جانتا جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے غیب کو مگر اللہ ہی'' (مسلم، ترمذی)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كُنْتُ عِنْدَ عَائِشَةَ قَالَ :قُلْتُ أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُولُ :(وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ)(وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى)قَالَتْ :أَنَا أَوَّلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا، فَقَالَ "إِنَّمَا ذَاكِ جِبْرِيلُ لَمْ يَرَهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا، إِلَّا مَرَّتَيْنِ رَآهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٦٠٤٠)[1]

ترجمہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ نے نہیں فرمایا کہ ''وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ، وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں آیات کے بارے میں سوال کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ تو جبریل ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصل پیدائشی صورت میں صرف دو مرتبہ ہی دیکھا تھا، ان کو آسمان سے زمین کی طرف اترتے ہوئے دیکھا، جن کے پیدائشی جسم کی ضخامت نے آسمان اور زمین کے درمیان کو گھیر رکھا تھا (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے خصوصیت کے ساتھ چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ کو دیکھنے کا قول سننے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، یعنی وہ اس بات سے سخت خوفزدہ ہوئیں، کیونکہ یہ بات ان کو اللہ تعالیٰ کی شان اور قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوئی۔

اورانہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ پر بہتان قرار دیا۔

(2)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تحقیق کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ظاہری آنکھوں سے زیارت نہیں کی، اور قرآن مجید میں ''لاتدرکہ الابصار ''اور''مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ'' کے کلیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

(3)...... قرآن مجید کی آیت ''وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ''اور''وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى'' کے بارے میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس سے مراد جبریلِ امین کو دیکھنا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا محمد بن المثنى، قال :ثنا عبد الوهاب الثقفى، قال :ثنا داود،عن عامر، عن مسروق، عن عائشة، أن عائشة قالت :يا أبا عائشة من زعم أن محمدا رأى ربه فقد أعظم الفرية على الله ;قال :وكنت متكئا، فجلست، فقلت :يا أمّ المؤمنين أنظرينى ولا تعجلينى، أرأيت قول الله(وَلَقَدْ رَآهُ نزلَةً أُخْرَى ، وَلَقَدْ رَآهُ بِالأُفُقِ الْمُبِينِ) قال :إنما هو جبريل رآه مرّة على خلقه وصورته التى خلق عليها، ورآه مرة أخرى حين هبط من السماء إلى الأرض سادًا عظم خلقه ما بين السماء والأرض، قالت :أنا أوّل من سأل النبىّ صلى الله عليه وسلم عن هذه الآية، قال "هو جبريل عليه السلام ."

حدثنا ابن المثنى، قال :ثنا ابن أبى عدىّ وعبد الأعلى، عن داود، عن عامر، عن مسروق، عن عائشة بنحوه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا یہ سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے کہ ان آیات کے بارے میں مندرجہ بالا رائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی ذاتی ہے، یا یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ارشاد فرمائی ہے، لہٰذا اس کے مرفوع حدیث کا درجہ ہونے میں شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

اور کسی مضبوط سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ بصری حاصل ہونا منقول نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو اس کے معارض قرار دیا جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا يزيد بن هارون، قال :أخبرنا داود، عن الشعبى، عن مسروق، قال :كنت عند عائشة، فذكر نحوه(تفسير الطبرى، ج ٢ص ٥١٠، ٥١١، سورة النجم)

أخبرنى عقيل بن محمد أنّ أبا الفرج أخبرهم عن محمد بن جرير عن محمد بن المثنى قال :حدّثنا عبد الوهاب الثقفى .قال :حدّثنا داود بن عامر عن مسروق أن عائشة رضى الله عنها قالت :من زعم أنّ محمدا رأى ربّه فقد أعظم الفرية على الله .قال :وكنت متكئا فجلست فقلت :يا أم المؤمنين، أنظرينى ولا تعجلى، أرأيت قول الله سبحانه ولقد رآه نزلة أخرى ولقد رآه بالأفق المبين .قالت :إنّما هو جبريل رآه على صورته التى خلق عليها مرتين :مرة حين هبط من السماء إلى الأرض سادّا أعظم حلقة ما بين السماء إلى الأرض، ومرة عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهى .قالت :وأنا أوّل من سأل النبى عن هذه الآية فقال :هو جبريل(تفسير الثعلبى، ج ٩،ص ١٤٢،سورة النجم)

[1] بلکہ کسی مستند حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کو معراج کی رات میں دیکھنے کا ذکر بھی نہیں پایا جاتا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں پیش آنے والے تمام حالات اور واقعات کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور وہ واقعات ہم نے اپنی دوسری کتاب ''ماہِ رجب کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردیئے ہیں، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس سلسلہ میں مروی ہے، جس کا ذکر سورہ نجم کی آیات کے ذیل میں آتا ہے۔ محمد رضوان۔

فقالت :أنا أول هذه الأمة سأل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن ذلك، فقال :إنما هو جبريل."

وأخرجه ابن مردويه بسند مسلم، فقال " :أنا أول من سأل رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن هذا، فقلت :يا رسول الله، هل رأيت ربك؟ فقال" :لا، إنما رأيت جبريل منهبطا"

قلت :أعجب من كلام النووى ما قاله ابن خزيمة -رحمه الله -فإنه ذكر هذا الحديث بعينه -أعنى قول عائشة" :-أنا سألت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن هذا، قال" :رأيت جبريل نزل فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی چیز نہ چھپانے کی آیت بھی تلاوت فرمائی، جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأفق، على خلقه، وهيئته، سادا ما بين الأفق "ثم بعد أسطر قال" :إن عائشة لم تحك أن النبى -صلى الله عليه وسلم -أخبرها أنه لم ير ربه"

فهذا ونحوه هو ما غر النووى -رحمه الله -ودعاه إلى رد قول عائشة من غير تأمل للأدلة؛ والله المستعان.

وكثير من العلماء يذكر الخلاف فى أن النبى -صلى الله عليه وسلم -رأى ربه ليلة المعراج، "وليس فى الأدلة ما يقضى بأنه رآه بعينه، ولا ثبت ذلك عن أحد من الصحابة صريحا، ولا فى الكتاب والسنة ما يدل على ذلك، بل النصوص الصحيحة على نفيه أدل، كما فى "صحيح مسلم "، عن أبى ذر، قال :سألت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -هل رأيت ربك؟ فقال" :نور أنى أراه "

وقد قال -تعالى :-(سبحان الذى أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذى باركنا حوله لنريه من آياتنا)، ولو كان قد رأى ربه بعينه لكان ذكر ذلك أولى، وكذلك قوله -تعالى :-(لقد رأى من آيات ربه الكبرى)، ولو كان رآه لكن ذكر ذلك أولى.

وفى "الصحيحين "عن ابن عباس، فى قوله -تعالى :(وما جعلنا الرؤيا التى أريناك إلا فتنة للناس والشجرة الملعونة فى القرآن)، قال :هى رؤيا عين، أريها رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ليلة أسرى به، وهذه رؤيا الآيات؛ لأنه أخبر الناس بما رآه بعينه ليلة المعراج، فكان ذلك فتنة لهم، حيث صدقه قوم، وكذبه قوم، ولم يخبرهم بأنه رأى ربه بعينه، وليس فى شىء من أحاديث المعراج الثابتة ذكر ذلك، ولو كان قد وقع ذلك لذكره كما ذكر ما دونه "ا .هـ .

وبهذا تبين أن قول عائشة -رضى الله عنها -هو الراجح، الذى تؤيده الأدلة -والله أعلم-، وظاهره أن مرادها أنه -تعالى -لا يرى فى الدنيا.

قوله" :وهو يقول :(لا تدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار وهو اللطيف الخبير) استدلت عائشة -رضى الله عنها -بظاهر الآية على نفى الرؤية، وقد قال بذلك بعض المفسرين، كما رواه ابن جرير بسنده، عن السدى، قال" :لا يراه شىء وهو يرى الخلائق"

وذكر ابن كثير ما رواه ابن أبى حاتم بسنده إلى إسماعيل ابن علية أنه قال" :هذا فى الدنيا، وعن هشام بن عبيد الله نحوه"

وذكر السيوطى :أن الحسن قال مثل ذلك، قال :أخرجه أبو الشيخ، والبيهقى فى كتاب :الرؤية.

وبهذه الآية تعلق المعتزلة فى نفى رؤية الله -تعالى -فى الآخرة، ووجه ذلك أنه جعل متعلق الإدراك البصر، فلما نفاه عنه كان ظاهر ذلك نفى الرؤية .والحق ثبوت رؤية المؤمنين لله -تعالى -فى الآخرة، كما تواترت النصوص فى ذلك (شرح كتاب التوحيد من صحيح البخارى،لعبد الله بن محمد الغنيمان، ج ١ ص ١١٦ و ١١٧، باب لم ير النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة المعراج)

نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہوتا، اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھپاتے، یا اس آیت کے (نعوذ باللہ) غلط معنیٰ بتاتے، تو یہ آپ کی رسالت کے سراسر خلاف تھا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کوئی چھوٹا اور غیر اہم واقعہ نہیں تھا کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرمانے سے اعراض فرماتے۔

(4)......''لا تدرکہ الابصار'' کا تعلق ظاہری آنکھوں سے ہے، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظاہری آنکھوں سے رؤیت کا انکار کیا ہے۔

اور انہوں نے منامی اور قلبی رؤیت یا اللہ تعالیٰ کے نور کی رؤیت کا انکار نہیں کیا۔

اور منامی وقلبی رؤیت دوسرے دلائل سے ثابت ہے، لہٰذا اس حدیث کی رُو سے منامی وقلبی رؤیت سے نفیاً یا اثباتاً تعرض نہیں، وہ اپنی جگہ مسلّم ہے۔

لہٰذا یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منامی وقلبی رؤیت کا بھی انکار فرمایا ہے۔

(5)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذکورہ حدیث میں پُر زور کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے مؤقف پر پورا شرح صدر تھا، اور اس میں وہ کسی قسم کے ابہام یا شک وشبہ میں مبتلا نہ تھیں۔

چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے بارے میں بعض لوگوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے ہم نے الگ الگ شقوں میں اس حدیث کے ضروری پہلوؤں کی وضاحت کردی ہے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث قرآن مجید کے اصولی حکم کے موافق ہونے کے ساتھ ساتھ، ان احادیث کے بھی مطابق ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کو موت سے پہلے نہ دیکھنے کا حکم مذکور ہے، پھر ان واضح نصوص کے برخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیتِ بصری وعینی کے ثبوت کی معقول دلیل بھی نہیں پائی جاتی کہ دونوں میں تطبیق، تخصیص وتقیید یا تاویل کی

نوبت آئے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ رَأَيْتَ رَبَّکَ؟ قَالَ: نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور تھا، میں اس کو کیسے دیکھتا (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب نہیں دیا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، بلکہ جواب میں یہ فرمایا کہ وہ نور تھا، میں اس کو کیسے دیکھتا، جس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حجابِ نور کو دیکھا، جیسا کہ پہلی فصل میں تفصیلاً گزرا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٧٨ "٢٩١" كتاب الايمان، باب فى قوله عليه السلام :نور أنى أراه، وفى قوله: رأيت نورا.

[2] وعند مسلم من حديث أبى ذر أنه سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال نور أنى أراه ولأحمد عنه قال رأيت نورا ولابن خزيمة عنه قال رآه بقلبه ولم يره بعينه وبهذا يتبين مراد أبى ذر بذكره النور أى النور حال بين رؤيته له ببصره(فتح البارى لابنِ حجر، ج٨ص٦٠٨، باب قوله سورة النجم)

قوله:(نور أنى أراه؟) قال الإمام أحمد :يعنى على طريق الإيجاب.

أى أراد أن الاستفهام ليس للإنكار المستلزم للنفى، بل للتقرير المستلزم للإيجاب، أى نور حيث أراه.

(مح)وفى الرواية الأخرى (رأيت نورا)، و(أنى) بفتح الهمزة وتشديد النون المفتوحة، هكذا رواه جميع الرواة فى جميع الأصول، ومعناه :حجابه نور فكيف أراه، قال الإمام المازرى :معناه أن النور منعنى من الرؤية كما جرت العادة، فإن كمال النور يمنع الإدراك(شرح المشكاة للطيبى، ج١١ص٣٥٧٨، كتاب احوال القيامة وبدء الخلق، باب رؤية الله تعالىٰ)

ومعناه حجابه نور فكيف أراه قال الإمام أبو عبد الله المازرى رحمه الله الضمير فى أراه عائد على الله سبحانه وتعالى ومعناه أن النور منعنى من الرؤية كما جرت العادة بإغشاء الأنوار الأبصار ومنعها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بیداری کی حالت میں آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

ملحوظ رہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث میں ''لیلۃ الاسراء '' یا کسی دوسرے موقع پر اللہ کے نور کو دیکھنے کی قید نہیں، لہٰذا اس کو ''لیلۃ الاسراء '' پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، اور امکان یہ بھی ہے کہ اس رؤیتِ نورِ الٰہی سے مراد وہی منامی و قلبی رؤیت ہو، جس کا ذکر پہلے گزرا۔ واللہ اعلم۔

اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اللہ کے نور دیکھنے میں یہ بھی امکان ہے کہ نیند کے علاوہ کسی اور موقع پر رؤیت مراد ہو، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا مؤقف دو مواقع پر رؤیتِ قلبی حاصل ہونے کا ہے، مگر ہمیں کسی مستند مرفوع حدیث میں، لیلۃ الاسراء وغیرہ میں رؤیتِ الٰہی کا ثبوت نہیں ملا، البتہ ''لیلۃ الاسراء '' میں قربتِ الٰہی کا ثبوت ملا ہے، جس کا ذکر آگے ''سورہ نجم و تکویر میں مذکور رؤیت پر کلام'' میں آتا ہے۔

اور صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ ": إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَنَامُ، وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يَّنَامَ وَلٰكِنَّهٗ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ .يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ .حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهٰى إِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ (مسند احمد) [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ من إدراک ما حالت بين الرائى وبينه وقوله صلى الله عليه وسلم (رأيت نورا) معناه رأيت النور فحسب ولم أر غيره (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۳ ص۱۲، كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل ولقد رآه نزلة أخرى)

[1] رقم الحديث ۱۹۶۳۲، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۹۵.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اندر پانچ کلمات راسخ ومضبوط فرمائے؛ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں، اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے؛ وہ میزانِ عمل کو (بندوں کے ہمہ وقتی اعمال کے مطابق) نیچے اور اوپر کرتا ہے، اور اللہ کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے چڑھتا ہے، اللہ کا حجاب نور ہے، اگر اللہ اس کو کھول دے، تو اللہ کی ذات کے انوار اللہ کی ان سب مخلوق کو جلادیں گے، جہاں تک اللہ کی نظر پہنچے گی (مسند احمد)

لہٰذا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھا، تو اس سے یہی نورِ حجاب کا دیکھنا مراد ہوگا۔

اس کے علاوہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رؤیت قلب سے فرمائی ہے، ظاہری آنکھوں سے نہیں فرمائی۔

چنانچہ یزید بن شریک سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ :رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِقَلْبِهِ، وَلَمْ يَرَهُ بِبَصَرِهِ (السنن الکبری للنسائی) [1]

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک وتعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا ہے، اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (نسائی)

اور یزید بن شریک کی ایک روایت میں ''ببصرہ'' کے بجائے ''بعینہ'' کے الفاظ ہیں۔

اس روایت کا مطلب بھی یہی ہے۔ [2]

اور ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ :رَآهُ بِقَلْبِهِ، وَلَمْ يَرَهُ بِعَيْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۴۷۲، کتاب التفسیر، باب سورۃ النجم، التوحید لابن خزیمة، رقم الحدیث ۲۸۵.

[2] نا ھشیم ، قال :ثنا منصور ، عن الحکم ، عن یزید بن شریک بن الرشک ، عن أبی ذر قال: رآہ بقلبه ولم یرہ بعینه (التوحید لابن خزیمة، رقم الحدیث ۲۸۴)

(رؤية الله،للدارقطني ، رقم الحديث ٢٥٨)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا ہے، اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا (دارقطنی)

معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جو اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھنے کی حدیث روایت کرتے ہیں، وہ خود اس بات کے بھی قائل ہیں کہ یہ رؤیت عینی اور بصری نہیں تھی، بلکہ قلبی وفؤادی تھی، اس لئے یہ احتمال اور زیادہ قوت حاصل کر لیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نور کی زیارت قلب سے فرمائی ہے، اور آگے دلائل کے ساتھ آتا ہے کہ انبیائے کرام کی رؤیت منامی، دراصل رؤیت قلبی ہوتی ہے، پس اس کا مآل وہی رؤیت منامی نکلے گا۔ واللہ اعلم۔

اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :رَآهُ بِقَلْبِهِ(مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے دل سے دیکھا (مسلم)

اور حضرت عطاء کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ :لَمْ يَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ بِعَيْنَيْهِ إِنَّمَا رَآهُ بِقَلْبِهِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١١٤٢١)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے، بلکہ اپنے دل سے دیکھا (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ:

قَالَ :اِجْتَمَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَكَعْبٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :إِنَّا بَنُوْ هَاشِمٍ نَزْعُمُ أَوْ نَقُوْلُ :إِنَّ مُحَمَّدًا رَأٰى رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ :فَكَبَّرَ كَعْبٌ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ، ثُمَّ قَالَ :إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ

---

[1] رقم الحديث ١٧٦ "٢٨٤" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل:ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُوسٰى، فَرَآهُ مُحَمَّدٌ بِقَلْبِهٖ، وَكَلَّمَهُ مُوسٰى (رؤية الله،للدارقطني، رقم الحديث ٢٢٦)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس اور حضرت کعب دونوں جمع ہوئے، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بنو ہاشم ہیں، ہم یہ گمان کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، حضرت کعب نے (بآوازِ بلند) تکبیر پڑھی، یہاں تک کہ اس سے پہاڑ گونج اٹھے، پھر فرمایا کہ بے شک اللہ نے اپنی رؤیت اور اپنے کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم فرمایا ہے، پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا، اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا (رؤیۃ اللہ)

معلوم ہوا کہ حضرت کعب کا قول بھی قلبی رؤیت کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ قلبی ہونے کا ذکر ہے، اور جن روایات میں قلبی کی قید نہیں، تو مذکورہ روایات کے پیشِ نظر ان کو بھی رؤیتِ قلبی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ رؤیتِ بصری وعینی کی صراحت مستند ومعروف احادیث میں نہیں پائی جاتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ جَاءَتْ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَارٌ مُطْلَقَةٌ وَأُخْرٰى مُقَيَّدَةٌ فَيَجِبُ حَمْلُ مُطْلَقِهَا عَلٰى مُقَيَّدِهَا (فتح البارى شرح صحيح البخارى لابنِ حجر، ج٨،ص ٦٠٨، كتاب التفسير، باب سورة النجم)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حضرت ابنِ عباس سے بعض روایات مطلق (رؤیت کی) ہیں، اور دوسری (قلبی رؤیت کے ساتھ) مقید ہیں، تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے (فتح الباری)

اور علامہ ابنِ حجر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

فَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَين إِثْبَاتَ بْنِ عَبَّاسٍ وَنَفْيِ عَائِشَةَ بِأَنْ يُحْمَلَ نَفْيُهَا عَلٰى رُؤْيَةِ الْبَصَرِ وَإِثْبَاتُهُ عَلَى رُؤْيَةِ الْقَلْبِ ثُمَّ الْمُرَادُ بِرُؤْيَةِ الْفُؤَادِ رُؤْيَةُ الْقَلْبِ لَا مُجَرَّدُ حُصُوْلِ الْعِلْمِ (فتح البارى شرح صحيح البخارى لابنِ حجر، ج٨،ص٦٠٨، كتاب التفسير، باب سورة النجم)

ترجمہ: پس حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اثبات اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کے درمیان اس طرح سے جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو رؤیتِ بصری پر محمول کیا جائے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اثبات کو رؤیتِ قلبی پر محمول کیا جائے، پھر رؤیتِ فؤاد سے مراد رؤیتِ قلب ہے، نہ کہ صرف حصولِ علم (فتح الباری)

اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَإِنْ قُلْتَ : كَيْفَ التَّوفِيْقُ بَيْنَ نَفْيِ عَائِشَةَ الرُّؤْيَةَ وَإِثْبَاتِ اِبْنِ عَبَّاسٍ إِيَّاهَا .قُلْتُ: وَيَحْمِلُ نَفْيَهَا عَلٰى رُؤْيَةِ الْبَصَرِ وَإِثْبَاتِهِ عَلٰى رُؤْيَةِ الْقَلْبِ(عمدة القارى للعينى، ج١٩ ص١١٩، كتاب تفسير القرآن، باب :فأوحى إلى عبده ما أوحى)

ترجمہ: اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رؤیت کی نفی اور حضرت ابنِ عباس کے رؤیت کے اثبات میں کیسے موافقت ہوگی؟ تو میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی نفی کو رؤیتِ بصری پر محمول کیا جائے گا، اور حضرت ابنِ عباس کے اثبات کو رؤیتِ قلبی پر محمول کیا جائے گا (عمدۃ القاری)

اور علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا ابْنُ الْجَوْزِيِّ فَتَأَوَّلَهُ عَلٰى أَنَّ أَبَا ذَرٍّ لَعَلَّهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْإِسْرَاءِ فَأَجَابَہٗ بِمَا أَجَابَہٗ بِہٖ، وَلَوْ سَأَلَہٗ بَعْدَ الْإِسْرَاءِ لَأَجَابَہٗ بِالْإِثْبَاتِ، وَھٰذَا ضَعِیْفٌ جِدًّا، فَإِنَّ عَائِشَۃَ أُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَدْ سَأَلَتْ عَنْ ذٰلِکَ بَعْدَ الْإِسْرَاءِ وَلَمْ یُثْبِتْ لَھَا الرُّؤْیَۃَ(تفسیر ابن کثیر، ج۷،ص ۴۲۰،سورۃ النجم)

ترجمہ: اور ابنِ جوزی نے یہ تاویل کی ہے کہ ابوذر نے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسراء کے واقعہ سے پہلے سوال کیا ہو، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا ہو، اور اگر اسراء کے واقعہ کے بعد سوال کرتے، تو ان کو رؤیت کے اثبات کا جواب دیتے، مگر یہ بات شدید ضعیف ہے، کیونکہ امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق اسراء کے واقعہ کے بعد سوال کیا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت کا اثبات بیان نہیں کیا (ابنِ کثیر)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ أَنَّہٗ أَطْلَقَ الرُّؤْیَۃَ وَھِیَ مَحْمُوْلَۃٌ عَلَی الْمُقَیَّدَۃِ بِالْفُؤَادِ، وَمَنْ رَوٰی عَنْہُ بِالْبَصَرِ فَقَدْ أَغْرَبَ فَإِنَّہٗ لَا یَصِحُّ فِیْ ذٰلِکَ شَیْءٌ عَنِ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَ، وَقَوْلَ الْبَغْوِیِّ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ وَذَھَبَ جَمَاعَۃٌ إِلٰی أَنَّہٗ رَآہٗ بِعَیْنِہٖ وَھُوَ قَوْلُ أَنَسٍ وَالْحَسَنِ وَعِکْرِمَۃَ فِیْہِ نَظَرَ(تفسیر ابن کثیر، ج۷،ص ۴۱۶،سورۃ النجم)

ترجمہ: اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مطلق رؤیت کی روایت بھی مروی ہے، اور وہ قلبی رؤیت کے ساتھ مقید ہونے پر محمول ہے، اور جس نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بصری رؤیت کو روایت کیا ہے، تو وہ غریب ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صحت کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں، اور بغوی کا ان کی تفسیر میں یہ قول ہے کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور یہ انس اور حسن اور عکرمہ کا قول ہے، مگر اس قول میں خلجان ہے (قابلِ اعتماد نہیں) (ابنِ کثیر)

مطلب یہ ہے کہ جن حضرات نے رؤیتِ بصری کے قول کی نسبت حضرت انس، حسن اور عکرمہ وغیرہ کی طرف کی ہے، اس بات میں تأمل اور خلجان پایا جاتا ہے۔

علامہ ابنِ کثیر کی یہ بات بڑی وزنی ہے، کیونکہ مذکورہ شخصیات سے رؤیتِ عینی وبصری صراحت، صحت کے ساتھ ہمیں بھی باوجود تلاش کے دستیاب نہیں ہوئی، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ [1]

جیسا کہ آگے سورہ نجم کی آیات کی بحث میں آتا ہے۔

اگرچہ بہت سے مفسرین نے اس بات کو نقل کیا ہے، اور یہ سلسلہ متعدد کتب میں نقل در نقل چلتا رہا، جس سے متعدد غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ [2]

اور آگے آتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا خواب میں کسی چیز کی رؤیت کرنا، درحقیقت رؤیتِ قلبی کے طور پر ہوتا ہے، اس اعتبار سے رؤیتِ قلبی والی روایات کا مطلب رؤیتِ منامی والی روایات کے مطابق ہی ہوگا۔

---

[1] قال جماعة من التابعين :إنه يراه بقلبه، منهم الحسن، وأبو العالية، ومجاهد ووعبد الله بن الحارث بن نوفل، وإبراهيم التيمي وغيرهم (فتح البارى لابن رجب، ج ا، ص ۲۱۴، كتاب الايمان)

وقوله تعالى :(ولقد رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى) . روى عن ابن مسعود وعائشة ومجاهد والربيع قالوا :رأى جبريل فى صورته التى خلقه الله عليها مرتين وروى عن ابن عباس" :أنه رأى ربه بقلبه ;"وهذا يرجع إلى معنى العلم وعن ابن مسعود والضحاك " :سدرة المنتهى فى السماء السادسة وإليها ينتهى ما يعرج إلى السماء "وقيل" :سميت سدرة المنتهى ;لأنه ينتهى إليها أرواح الشهداء "وقال الحسن" :جنة المأوى هى التى يصير إليها أهل الجنة ."وفى هذه الآية دلالة على أن النبى صلى الله عليه وسلم قد صعد إلى السماء وإلى الجنة بقوله تعالى :رآه عند سدرة المنتهى وإن عندها جنة المأوى (احكام القرآن للجصاص، سورة النجم، تحت رقم الآية ۱۳)

[2] اس موقع پر اہلِ علم حضرات کے لئے یہ بات فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ ایک تو کسی کو غلط فہمی کا لگنا ہے، اور ایک اس غلط فہمی کا چلنا ہے، اور بعض اوقات غلط فہمی کسی ایک کو لگتی ہے، مگر یہ نقل در نقل ہوتے ہوئے بہت سے حضرات سے گزرتی ہے، لہٰذا اس موقع پر اس غلط فہمی کو تمام حضرات کا قول قرار دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ محمد رضوان

(فصل نمبر 4)

انبیائے کرام کی رؤیتِ منامی کا، رؤیتِ قلبی ہونا

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کی خواب میں رؤیت کو مانا جائے تو خواب میں جو چیز دیکھی جاتی ہے، وہ تو غیر واقعی اور غیر حقیقی بھی ہوسکتی ہے، اور اس کا حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔

کیونکہ یہ شبہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے خوابوں کے بارے میں تو کیا جاسکتا ہے، جہاں تک انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خوابوں کا تعلق ہے، تو ان میں یہ بات نہیں ہوتی، بلکہ انبیاء کرام کے خواب واقعی، حقیقی اور سچ وحق پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان میں نفس وشیطان کی ملاوٹ نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خوابوں کو وحی کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اپنے خواب یاد رکھنے اور ان کو بیان کرنے میں بھی کسی قسم کی کوئی غلطی وکوتاہی واقع نہیں ہوتی، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نیند کی حالت میں عام لوگوں کے تو دل بھی سو جاتے ہیں، لیکن انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے دل نیند میں سوتے نہیں ہیں، بلکہ ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں، اور ان کے دل پوری طرح بیدار رہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کے ذبح کا حکم خواب کے ذریعہ ہی دیا تھا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى، قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (سورة الصافات، رقم الآية ١٠٢)

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، سو تم غور کر لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اسماعیل نے کہا کہ اے میرے والد! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کر گزریئے (سورہ صافات)

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا، جس کو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے حکمِ الٰہی قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا خواب حکمِ الٰہی اور وحی ہوتا ہے۔ [1]

اور حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی ایک اہم سچا خواب دیکھا تھا، جس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (سورة یوسف، رقم الآیة ۴)

ترجمہ: اے میرے ابا جی! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ یہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں (سورہ یوسف)

جو بعد میں سچا ثابت ہوا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

---

[1] قلنا لعمرو إن ناسا يقولون :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه قال عمرو سمعت عبيد بن عمير يقول " :رؤيا الأنبياء وحی، ثم قرأ إنی أری فی المنام أنی أذبحک (بخاری، تحت رقم الحديث ۱۳۸)

قَالَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ :رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ، وَقَرَأَ :(إنی أری فی المنام أنی أذبحک فانظر ماذا تری قال يا أبت افعل ما تؤمر) (شرح السنة للبغوی، ج۱۲ ص۲۰۳، باب تحقيق الرؤيا)

قال بعض أهل التفسير :فالوحی أول ما أری الله سبحانه وتعالی الأنبياء -عليهم الصلاة والسلام - فی منامهم كما أمر إبراهيم -عليه السلام -فی منامه بذبح ابنه ، فقال فيما أخبر عن إبراهيم عليه السلام :(إنی أری فی المنام أنی أذبحک فانظر ماذا تری قال يا أبت افعل ما تؤمر، قال الإمام المطلبی الشافعی رضی الله عنه :قال غير واحد من أهل التفسير :رؤيا الأنبياء وحی ؛ لقول ابن إبراهيم الذی أمر بذبحه :(افعل ما تؤمر) (الاسماء والصفات للبيهقی، باب قول الله عز وجل وما كان لبشر أن يكلمه الله إلا وحيا الخ)

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا (سورة يوسف، رقم الآية ١٠٠)

ترجمہ: اے میرے اباجی! یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے دیکھا تھا، بے شک میرے رب نے اسے حق کر دیا ہے (سورہ یوسف)

حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے خواب کے سچا ہونے کو حق قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا خواب حق اور سچ ہوتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے مذکورہ خواب کی تفسیر میں روایت ہے کہ:

كَانَتْ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيًا (شرح مشكل الآثار للطحاوى) [1]

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں (طحاوی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: انبیائے کرام کے خواب وحی ہیں (حاکم، طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ (بخاری) [3]

---

[1] باب بيان مشكل ما روى عن عبد الله بن عباس، من قوله :كانت رؤيا الأنبياء وحيا الخ.

[2] رقم الحديث ٣٦١٣، كتاب التفسير، تفسير سورة الصافات، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٣٠٢.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى ومسلم.

[3] رقم الحديث ٤٩٥٣، كتاب تفسير القرآن، باب ما ودعك ربك وما قلى.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (وحی کے سلسلہ میں) سب سے پہلی چیز جو عطا کی گئی، وہ نیند میں سچے خواب تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے تھے، تو وہ صبح کی روشنی پھوٹنے (اور روزِ روشن) کی طرح پورا (یعنی سچ ثابت) ہوجاتا تھا (بخاری)

معلوم ہوا کہ جس طرح انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جاگتے ہوئے وحی فرماتے ہیں، اسی طرح سوتے ہوئے بھی خواب میں وحی فرماتے ہیں۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ تْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ، وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ (بخاری) [2]

ترجمہ: فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے، تو بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ (یعنی نبی علیہ الصلاۃ والسلام) سوئے ہوئے ہیں، اور بعض نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے، اور دل بیدار ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تو تھے، لیکن اس طرح سوئے ہوئے تھے کہ آپ کی صرف آنکھیں سوئی ہوئی تھیں، مگر دل سویا ہوا نہیں تھا، بلکہ وہ بیدار تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، وَكَذٰلِكَ

---

[1] وكان أحسن ما حضرنا مما يؤول عليه هذا الحديث :أن رؤيا الأنبياء صلوات الله عليهم كانت مما يوحيه الله إياها إليهم، فيوحى إليهم فى مناماتهم ما شاء أن يوحى إليهم فيها، ويوحى إليهم فى يقظاتهم ما شاء أن يوحيه إليهم فيها، وكل ذلك وحى منه إليهم ,يجعل منه ما شاء فى مناماتهم، ويجعل منه ما شاء فى يقظاتهم (شرح مشكل الآثار للطحاوى، ج ۱۴ ص ۴۶۵، باب بيان مشكل ما روى عن عبد الله بن عباس، من قوله :كانت رؤيا الأنبياء وحيا الخ)

[2] رقم الحديث ۷۲۸۱، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

الْأَنْبِيَآءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں، اور دل سویا ہوانہیں تھا، اوراسی طریقہ سے انبیائے کرام کی آنکھیں سوتی ہیں، اوران کے دل نہیں سوتے (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَنَامُ عَيْنِىْ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے، اور میرا دل نہیں سوتا (مسند احمد، ابنِ خزیمہ، ابنِ حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

تَنَامُ عَيْنِىْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ (بخاری) [3]

ترجمہ: میری آنکھ سوتی ہے، اور میرا دل نہیں سوتا (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ

---

[1] رقم الحديث ۳۵۷۰، كتاب المناقب، باب كان النبى صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه.

[2] رقم الحديث ۷۴۱۷، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۴۸، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۶۳۸۶.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً: إسناده حسن على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقال محمد مصطفىٰ الأعظمى: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

[3] رقم الحديث ۳۵۶۹، كتاب المناقب، باب كان النبى صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه.

(صحیح ابنِ خزیمة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، اور میرا دل نہیں سوتا (ابن خزیمہ)

لہٰذا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو خواب میں جو رؤیت ہوتی ہے، وہ رؤیتِ قلبی ہوتی ہے، جس کا درجہ دوسرے لوگوں کی رؤیتِ بصری سے بھی زیادہ قوی ہوتا ہے، کیونکہ رؤیتِ بصری میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، جبکہ رؤیتِ قلبی میں یہ امکان نہیں ہوتا، اور رؤیتِ بصری بصارت سے ہوتی ہے، جبکہ رؤیت قلبی بصیرت سے ہوتی ہے، نیز رؤیتِ بصری مادی چیز کی ہوتی ہے، جبکہ رؤیتِ قلبی غیر مادی وغیر مجسم چیز کی بھی ہوسکتی ہے، جس سے رؤیتِ قلبی کا رؤیتِ بصری سے قوی واعلیٰ ہونا واضح ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۸، كتاب الوضوء، باب ذكر ما كان الله عز وجل فرق به بين نبيه صلى الله عليه وسلم، وبين أمته في النوم، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٣٨٦.
قال شعيب الانؤوط: إسناده حسن على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال محمد مصطفىٰ الأعظمي :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

[2] والقول الثاني :أن هذه الإراءة كانت بعين البصيرة والعقل، لا بالبصر الظاهر والحس الظاهر(تفسير الرازي، ج۱۳ص۳۶، سورة الانعام تحت آية "وكذلك نرى إبراهيم ملكوت السماوات والأرض وليكون من الموقنين")
(فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور) أي :ليس العمى عمى البصر، وإنما العمى عمى البصيرة(تفسير ابنِ كثير، ج۵ص۴۳۸،سورة الحج)
ولكن تعمى القلوب التي فِي الصدور) أي ليس العمى على الحقيقة عمى البصر، وإنما العمى عمى البصيرة فمن كان أعمى القلب لا يعتبر ولا يتدبر، وذِكرُ الصدور للتأكيد (صفوة التفاسير، ج۲ص۲۶۹،سورة الحج)
فعمى البصيرة أشد من عمى البصر لأنه عظيم الضرر (فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور(فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ۱۲۰۹)
بصر :البصر يقال للجارحة الناظرة نحو قوله تعالى :(كلمح البصر -وإذ زاغت الابصار) وللقوة التي فيها ويقال لقوة القلب المدركة بصيرة وبصر نحو قوله تعالى :(فكشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد) وقال :(ما زاغ البصر وما طغى) وجمع البصر أبصار، وجمع البصيرة بصائر قال تعالى :(فما أغنى عنهم سمعهم ولا أبصارهم) ولا يكاد يقال للجارحة بصيرة ويقال من الاول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورة الحج، رقم الآیة ۴۶)

ترجمہ: پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، اور لیکن اندھے ہوجاتے ہیں دل، جو کہ سینوں میں ہیں (سورہ حج)

اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں جو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، وہ بعض جہات سے رؤیتِ بصری سے بھی زیادہ قوی تھی۔

رہا یہ کہ اس موقع پر رؤیتِ قلبی کیوں حاصل ہوئی، اور رؤیتِ بصری کیوں حاصل نہیں ہوئی، تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ عام رؤیتِ بصری پر قدرت حاصل نہ ہونے کے قاعدے میں داخل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو رؤیتِ بصری کے بارے میں فرمایا کہ:

لَنْ تَرَانِي (سورة الاعراف، رقم الآیة ۱۴۳)

ترجمہ: تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا (سورہ اعراف)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبصرت ومن الثانی أبصرته وبصرت به وقلما یقال بصرت فی الحاسة إذا لم تضامه رؤیة القلب.
وقال تعالی فی الابصار :(لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر -ربنا أبصرنا وسمعنا -ولو کانوا لا یبصرون -وأبصر فسوف یبصرون -بصرت بما لم یبصروا به) ومنه (أدعو إلی الله علی بصیرة أنا ومن اتبعنی) أی علی معرفة وتحقق.
وقوله :(بل الانسان علی نفسه بصیرة) أی تبصره فتشهد له، وعلیه من جوارحه بصیرة تبصره فتشهد له، وعلیه یوم القیامة کما قال :(تشهد علیهم ألسنتهم وأیدیهم)
والضریر یقال له بصیر علی سبیل العکس والاولی أن ذلک یقال لما له من قوة بصیرة القلب لا لما قالوه ولهذا لا یقال له مبصر وباصر وقوله عز وجل (لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار) حمله کثیر من المسلمین علی الجارحة، وقیل ذلک إشارة إلی ذلک وإلی الاوهام والافهام کما قال أمیر المؤمنین رضی الله عنه :التوحید أن لا تتوهمه، وقال کل ما أدرکته فهو غیره(المفردات فی غریب القرآن للاصفهانی، ج ۱ ص ۱۲۷، مادة "بصر")

اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بھی جلیل القدر نبی تھے۔
البتہ دنیا میں خواب کے علاوہ کسی اور موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ بصری حاصل ہوئی یا نہیں؟ تو امکانی درجہ میں اس کو تسلیم کیا جا سکتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک زیادہ قوی دلائل یہ ہیں کہ رؤیتِ بصری حاصل نہیں ہوئی، اور نہ ہی رؤیتِ قلبی حاصل ہونے کے بعد رؤیتِ بصری کی ضرورت تھی، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو اللہ کے نور کو دیکھنے کا ذکر ہے، تو یہ بھی احتمال ہے کہ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اسی نور کی رؤیتِ قلبی فرمائی ہو۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(فصل نمبر 5)

سورہ نجم وتکویر میں مذکور رؤیت پر کلام

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سورہ نجم اور سورہ تکویر کی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس رؤیت کا ذکر ہے، ان آیات سے کس کی رؤیت مراد ہے، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رؤیت مراد ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و دیگر جمہور صحابۂ کرام بلکہ جلیلُ القدر تابعین کے نزدیک اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات کے مطابق جبریلِ امین کی رؤیت مراد ہے، اور ہمارے نزدیک حضرت عائشہ و جمہور صحابۂ کرام کا قول روایتاً ودرایتاً راجح ہے۔

جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

پہلے سورہ نجم کی وہ آیات ترجمہ سمیت نقل کی جاتی ہیں، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مبحوث فیہ رؤیت کا ذکر ہے۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى .مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى.وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى .إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى .عَلَّمَهٗ شَدِيدُ الْقُوٰى .ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى.وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى .ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى .فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى .فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى .مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى .أَفَتُمَارُونَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى.وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى .عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى .عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى .إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى .مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى .لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى(سورة النجم، رقم الآيات ١ الیٰ ١٨)

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ غروب ہو، نہیں بھٹکا تمہارا ساتھی اور نہ بہکا،

اور نہیں بولتا وہ خواہش سے، وہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے، تعلیم دی ہے اس کو زبردست قوت والے نے، جو بڑا طاقت ور ہے پھر وہ سیدھا نمودار ہوا، جبکہ وہ تھا افق پر بلند، پھر نزدیک ہوا پھر اور بھی قریب ہوا، پھر ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر، یا اس سے بھی زیادہ قریب، پھر وحی کی اس نے اللہ کے بندے کی طرف جو بھی وحی کی، نہیں بولا جھوٹ دل نے اس چیز کا، جو اس نے دیکھا، کیا پس تم جھگڑتے ہو اس سے، اس چیز پر جو اس نے دیکھی، اور بلاشبہ دیکھا ہے اس (نبی) نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، جس کے پاس جنۃُ الماویٰ ہے، جب چھا رہا تھا، اس سدرہ پر جو کچھ چھا رہا تھا، نہ تو چوندھیائی نگاہ اور نہ حد سے متجاوز ہوئی، بلاشبہ دیکھا اس نے نشانیوں کو اپنے رب کی بڑی بڑی (سورہ نجم)

اور سورہ تکویر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِين (سورة التكوير، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: اور بلاشبہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) دیکھا ہے اس کو واضح افق پر (سورہ تکویر)

مذکورہ دونوں آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس چیز کو دیکھنے کا ذکر ہے، اس سے متعلق آگے احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

فَقُلْتُ :يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنْظِرِينِي، وَلَا تُعْجِلِينِي، أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ)(وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى)؟ فَقَالَتْ :

أَنَـا أَوَّلُ هَـذِهِ الْأُمَّةِ سَـأَلَ عَـنْ ذٰلِکَ رَسُـولَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :إِنَّـمَـا هُوَ جِبْرِيلُ، لَمْ أَرَهُ عَلٰى صُورَتِهِ الَّتِى خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْـرَ هَـاتَيْـنِ الْـمَرَّتَيْنِ، رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ (صحیح مسلم) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین! آپ مجھے مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے، کیا اللہ عزوجل نے (سورہ تکویر میں) یہ نہیں فرمایا کہ ''اور بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے ان کو واضح افق پر'' اور (سورہ نجم میں یہ نہیں فرمایا کہ) ''اور بلاشبہ دیکھا ہے اس (نبی) نے اس کو ایک اور مرتبہ بھی'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس امت میں سے سب سے پہلے میں نے ان آیات کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ تو جبریل ہیں کہ جن کو میں نے ان کی اصلی پیدائشی صورت میں، ان دو مرتبہ کے علاوہ نہیں دیکھا، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے، ان کے جسم کی ضخامت نے آسمان اور زمین کے درمیان کی فضا کو بھر رکھا تھا (مسلم)

اور حضرت مسروق سے ہی روایت ہے کہ:

قُلْـتُ لِعَائِشَةَ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهَا: فَـأَيْـنَ قَوْلُهُ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى﴾ قَالَتْ: ذَاکَ جِبْـرِيلُ كَانَ يَأْتِيهِ فِى صُورَةِ الرَّجُلِ، وَإِنَّـهُ أَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِى صُورَتِهِ الَّتِى هِىَ صُورَتُهُ فَسَدَّ الْأُفُقَ (صحیح البخاری) [2]

---

[1] رقم الحديث ١٧٧ "٢٨٧" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل: ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء.

[2] رقم الحديث ٣٢٣٥، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم: آمين والملائكة فى السماء، آمين فوافقت إحداهما الأخرى، غفر له ما تقدم من ذنبه، صحيح مسلم، رقم الحديث ١٧٧ "٢٩٠"

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اللہ کے (سورہ نجم کے) اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ ''پھر نزدیک ہوا پھر اور بھی قریب ہوا، پھر ہو گیا وہ دو کمانوں کے فاصلے پر، یا اس سے بھی زیادہ قریب'' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ تو جبریل ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (عام حالات میں) آدمی کی صورت میں آتے تھے، اور وہ اس مرتبہ اپنی اصلی صورت میں آئے تھے، تو انہوں نے افق کو ڈھانپ دیا تھا (بخاری، مسلم)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عروہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور حدیث ذکر کی ہے، جس میں سورہ نجم کی تفسیر میں حضرت جبریلِ امین کو ہی دیکھنے کا ذکر ہے۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس طرح کی مزید روایات اور ان سے حاصل ہونے والے ضروری نتائج پیچھے ''رؤیتِ قلبی وبصری'' کی بحث میں گزر چکے ہیں، جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ دونوں آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مرئی (یعنی دیکھی جانے والی چیز) جبریل ہیں، نہ کہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلٰى سِدْرَةِ

---

[1] عن عروة، عن عائشة أن نبى الله صلى الله عليه وآله وسلم كان أول شأنه يرى فى المنام فكان أول ما رأى جبريل بأجياد أنه خرج لبعض حاجته، فصرخ به يا محمد يا محمد !فنظر يمينا وشمالا فلم ير شيئا، ثم نظر فلم ير شيئا، فرفع بصره فإذا هو يراه ثانيا إحدى رجليه على الأخرى على أفق السماء ، فقال يا محمد جبريل جبريل يسكنه . فهرب محمد صلى الله عليه وآله وسلم حتى دخل فى الناس فنظر فلم ير شيئا ثم خرج من الناس فنظر فرآه فذلک قوله عز وجل والنجم إذا هوى ما ضل صاحبكم وما غوى الآية.(دلائل النبوة للبيهقى، ج ٢،ص ٣٦٨، باب الدليل على أن النبى صلى الله عليه وآله وسلم عرج به إلى السماء)

الْـمُـنْتَهٰـى، وَلَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ قَالَ :سَأَلْتُ عَاصِمًا، عَنِ الْأَجْنِحَةِ؟ فَأَبٰى أَنْ يُخْبِرَنِي، قَالَ فَأَخْبَرَنِي بَعْضُ أَصْحَابِهِ أَنَّ الْجَنَاحَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٣٨٦٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت جبریل کو سدرۃُ المنتہٰی پر دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عاصم سے بازوؤں کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے انکار کیا، اور فرمایا کہ ان کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ حضرت جبریل کے پر مشرق اور مغرب کے درمیان تھے (مسند احمد)

اس مرفوع حدیث سے معلوم ہوا کہ سدرۃُ المنتہٰی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلِ امین کو دیکھا تھا، اور یہ وہی رؤیت ہے، جو سورہ نجم میں مذکور ہے۔

اور حضرت زر بن حبیش سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ(وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، عَلَيْهِ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ، يُنْتَثَرُ مِنْ رِيْشِهِ التَّهَاوِيْلُ :الدُّرُّ وَالْيَاقُوْتُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٣٩١٥) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی اس) آیت ''وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى '' کے بارے میں فرمایا کہ (اس سلسلہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل کو سدرۃُ المنتہٰی کے پاس دیکھا، جن کے چھ سو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن من أجل عاصم بن بهدلة، وبقية رجاله ثقات رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، عاصم بن بهدلة صدوق حسن الحديث، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم (حاشية مسند احمد)

بازو تھے، اور ان کے پروں سے مختلف رنگوں کے موتی اور یاقوت جھڑ رہے تھے (مسند احمد)

اور اسحاق بن کہتلہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يَرَ جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ قَالَ أَمَّا مَرَّةٌ فَإِنَّهُ سَأَلَهُ أَنْ يُرِيَهُ نَفْسَهُ فِي صُورَتِهِ، فَأَرَاهُ، فَأَتَاهُ يَسُدُّ الْأُفُقَ، وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَإِنَّهُ كَانَ مَعَهُ إِذْ صَعِدَ، فِي قَوْلِهِ (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى) ، فَلَمَّا أَنْ حَسَّ جِبْرِيلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَادَ فِي صُورَتِهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى) إِلَى قَوْلِهِ (لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى)، قَالَ: خَلْقِ جِبْرِيلَ

(المعجم الكبير للطبرانی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ ہی دیکھا، ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین سے یہ سوال کیا کہ وہ انہیں اپنے آپ کو اصل صورت میں دکھائیں، تو حضرت جبریل تشریف لائے، اور افق کو گھیر لیا، اور دوسری مرتبہ اس وقت جب آسمان پر چڑھنے کے وقت حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جس کا اللہ تعالیٰ کے قول ''ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى'' میں ذکر ہے، پھر جب محسوس کیا جبریل نے اللہ رب العزت کو، تو اپنی صورت میں لوٹ آئے، پس یہ اللہ تعالیٰ کا قول ''وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى، عِنْدَ سِدْرَةِ

---

[1] رقم الحديث ١٠٥٤٧، ترتيب الامالي، رقم الحديث ١٢٣.

قال الالبانی: وإسناده حسن رجاله كلهم ثقات معروفون غير إسحاق هذا وقد روى عنه ثقتان وذكره ابن حبان فی "الثقات (الاسراء و المعراج و ذكر احاديثهما للالبانی، ج ١، ص ١٠٢)

الْـمُـنْتَهٰـى، عِـنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى '' ہے، اللہ تعالیٰ کے قول ''لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى '' تک، یعنی جبریل کی اصلی پیدائشی صورت کو دیکھا (طبرانی)

حضرت ابواسحاق شیبانی سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ:أَنَّهُ رَأٰى جِبْرِيلَ، لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ (صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: میں حضرت زر بن حبیش سے (سورہ نجم کی اس) آیت کے بارے میں سوال کیا کہ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى .فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهِ مَا أَوْحٰى '' تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سے ابنِ مسعود نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَـأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَـالَ :قَـالَ عَبْـدُ اللّٰـهِ :رَأٰى جِبْـرِيْـلَ فِـيْ صُـوْرَتِـهٖ لَـهٗ سِتُّ مِـائَةِ جَنَاحٍ (صحيح ابنِ حبان) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت زرّ بن حبیش سے (سورہ نجم کی) اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ ''لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى'' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا'' تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت

---

[1] رقم الحديث ٣٢٣٢، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم :آمين والملائكة فى السماء ، آمين فوافقت إحداهما الأخرى، غفر له ما تقدم من ذنبه، و رقم الحديث ٤٨٥٦، مسلم، رقم الحديث ١٧٤ "٢٨٠"

[2] رقم الحديث ٦٤٢٧، ج١٤ ص٣٣٦،كتاب التاريخ، باب من صفته صلى الله عليه وسلم واخباره،مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية ابنِ حبان)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس آیت کے متعلق) فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی (اصل) صورت میں دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے (ابنِ حبان)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالَى :(لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى) قَالَ :لَمْ يَرَهُ فِي صُورَتِهٖ إِلَّا مَرَّتَيْنِ:مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَمَرَّةً بِأَجْيَادَ، لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ (اخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ٢٣٠٦، ج٣ص ٣٨٦)

ترجمہ: حضرت زرّ بن حبیش حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول ’’لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ‘‘ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ ہی دیکھا ہے، ایک مرتبہ ’’سدرۃ المنتہیٰ‘‘ کے پاس، اور ایک مرتبہ اجیاد میں، جن کے چھ سو بازو تھے، جنہوں نے اُفق کو گھیر رکھا تھا (اخبارِ مکہ)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلِ امین کو اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ زمین پر بلند افق میں، اور دوسری مرتبہ آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ [1]

---

[1] النبي صلى الله عليه وسلم رأى جبريل، عليه الصلاة والسلام، على صورته التي خلق عليها مرتين مرة بالأرض في الأفق الأعلى، ومرة في السماء عند سدرة المنتهى، وهذا قول عائشة، وأكثر العلماء وهو الاختيار لأنه قرن الرؤية بالمكان، فقال :عند سدرة المنتهى، ولأنه قال :نزلة أخرى، ووصف الله تعالى بالمكان والنزول الذي هو الانتقال محال(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج١٩، ص١٩٩، باب فأوحى إلى عبده ما أوحى)

(مرتين) مرة بالأرض في الأفق الأعلى ومرة في السماء عند سدرة المنتهى (ارشاد الساري، ج٧، ص ٣٦٠، كتاب تفسير القرآن، باب سورة النجم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت زر بن حبیش سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى)، قَالَ: رَأٰى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی اس) آیت "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى" کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے (مسلم)

اورحضرت عبدالرحمان بن یزید سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، (مَا كَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَأٰى) قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ فِي حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی اس) آیت "مَا كَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَأَى" کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ریشمی لباس کے جوڑے میں دیکھا، جنہوں نے آسمان وزمین کی درمیانی فضا کو بھر رکھا تھا (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

اورحضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وللترمذی من طریق مسروق عن عائشة لم یر محمد جبریل فی صورته إلا مرتین مرة عند سدرة المنتهی ومرة فی أجیاد وهذا یقوی روایة بن لهیعة (فتح الباری، ج ا، ص ٢٣، اول الکتاب)

[1] رقم الحدیث ١٧٤ "٢٨١" کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرة المنتهی.

[2] رقم الحدیث ٣٢٨٣، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النجم.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) قَالَ: رَأٰى جِبْرِيلَ (مسلم) [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی اس) آیت ''وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى'' کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو دیکھا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت شعبی کی سند سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ: (وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ) إِنَّمَا أَعْنِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ فِي صُورَةٍ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (المعجم الكبير للطبراني، ١٢٥٦٥)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ کے اس قول ''وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ'' کے بارے میں فرماتے تھے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جبریل علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اپنی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا (طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کو دیکھا تھا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٧٥ ''٢٨٣'' كتاب الايمان، باب فى ذكر سدرة المنتهى.

[2] اس حدیث کی سند درج ذیل ہے۔

حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمى، ثنا جمهور بن منصور، ثنا اسماعيل بن مجالد، عن مجالد، عن الشعبى (حواله بالا)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عبداللہ حضرمی اور اسماعیل بن مجالد تو ثقہ ہیں، اور مجالد کو بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ وصالح قرار دیا ہے، جس کی وجہ سے بعض محدثین نے ان کو حسن قرار دیا ہے، اور جمہور بن منصور کو ابنِ نمیر نے صالح قرار دیا ہے، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(١) مطين أبو جعفر محمد بن عبد الله الحضرمى .الشيخ، الحافظ، الصادق، محدث الكوفة، أبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت شعبی کی روایت

اور عطاء بن سائب سے روایت ہے کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ: (وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ) قَالَ: أَيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ ثِيَابٌ خُضْرٌ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ (تفسيرِ مجاهد، ج ۱ ص ۷۰۹، سورة التكوير، رقم الآية ۲۳)

ترجمہ: حضرت شعبی نے فرمایا "ولقد رآه بالأفق المبين" یعنی رسول اللہ صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جعفر محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمي، الملقب: بمطين. رأى أبا نعيم الملائى (سير اعلام النبلاء للذهبى، ج ۱۴ ص ۴۱)

(۲) قال لنا الحضرمى سألت بن نمير عن جمهور فقال أكتب عنه هذا يروى من غير هذا الوجه بإسناد صالح (الضعفاء الكبير للعقيلى، رقم الحديث ۱۹۲۷)

جمهور بن منصور القرشي: روى عن وهب بن حكيم الأزدي، وهشيم، وسليم بن أخضر، وغيرهم. روى عنه محمد بن عبد الله الحضرمي -المعروف بِمُطَيَّن-، ومحمد بن عثمان بن أبى شيبة. قال الحافظ مُطين ": سألت ابن نمير عن جمهور؟ فقال: أَكْتُبُ عَنْه"، وذكره ابن حِبَّان فى "الثقات" (التذييل علىٰ كتب الجرح والتعديل، لطارق بن محمد آل بن ناجى، ص ۵۸، تحت رقم الترجمة ۱۶۰)

(۳) إسماعيل بن مجالد عن أبيه عن عامر عن جابر قال: فذكره. قلت: وهذا إسناد مرشح للتحسين، مجالد -وهو ابن سعيد- ليس بالقوى، وبه أعله الهيثمى، فقال (۹/۲۷۲) ": وهو ضعيف، وقد وثق، وبقية رجاله رجال الصحيح." وأقول: ولكن إسماعيل هذا، وإن كان من رجال البخارى فقد تكلم فيه بعضهم من قبل حفظه. وقال الذهبى فى "الكاشف ": "صدوق." وكذا قال الحافظ فى "التقريب "، وزاد ": يخطىء." قلت: وهذا أصح، فمثله وسط، يدور حديثه بين أن يكون حسنا لذاته أو حسنا لغيره، فإن توبع لم يتوقف الباحث عن تحسينه (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۶۵۷)

(۴) مجالد بن سعيد بن عمير بن بسطام الهمدانى.....قال أبو حاتم: لا يحتج به، وهو أحب إلى من بشر بن حرب، وأبى هارون، وشهر بن حوشب، وداود الأودى، وعيسى الحناط.

وقال النسائى: ثقة. وقال مرة: ليس بالقوى. وقال ابن عدى: له عن الشعبى، عن جابر أحاديث صالحة، وعن غير جابر من الصحابة أحاديث صالحة، وعامة ما يرويه غير محفوظ.

وقال أبو سعيد الأشج: شيعى. وقال الدارقطنى: ضعيف (سير اعلام النبلاء للذهبى، ج ۶ ص ۲۸۴، ۲۸۵ ملخصاً)

علیہ وسلم نے جبریل کو دیکھا سبز لباس میں، جنہوں نے افق کو گھیر رکھا تھا (تفسیر مجاہد)

چند جلیل القدر تابعین ومحدثین کی روایات

مذکورہ آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت جبریل امین کو دیکھنے کی روایات جلیل القدر تابعین ومفسرین حضرت قتادہ، حضرت مرہ، حضرت مجاہد اور حضرت ربیع سے بھی مروی ہیں۔ [1]
جس سے معلوم ہوا کہ سورہ نجم اور سورہ تکویر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے مراد جبریل امین کی رؤیت ہونے کا قول تنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہیں ہے، بلکہ متعدد صحابہ وتابعین کا بھی یہی قول ہے، اور مرفوع حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا ابن عبد الأعلى، قال :ثنا ابن ثور، عن معمر، عن قتادة، فی قوله(مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى) قال :رأى جبريل فی صورته التی هی صورته، قال :وهو الذی رآه نزلة أخرى(تفسیر الطبری، ج٢٢ص ٥٠٩،سورة النجم)
حدثنی الحسين بن علیّ الصدائی، قال :ثنا أبو أسامة، عن سفيان، عن قيس بن وهب، عن مرّة فی قوله(وَلَقَدْ رَآهُ نزلَةً أُخْرَى) ثم ذكر نحوه.
حدثنا ابن بشار، قال :ثنا مؤمل، قال :ثنا سفيان، عن سلمة بن كهيل، عن مجاهد(وَلَقَدْ رَآهُ نزلَةً أُخْرَى) قال :رأى جبريل فی صورته مرّتين.
حدثنا ابن حُميد، قال :ثنا مهران، عن سفيان، عن سلمة بن كهيل الحضرمیّ، عن مجاهد، قال :رأى النبیّ صلى الله عليه وسلم جبريل عليه السلام فی صورته مرّتين.
حدثنا ابن حُميد، قال :ثنا مهران، عن أبی جعفر، عن الربيع(وَلَقَدْ رَآهُ نزلَةً أُخْرَى) قال :جبريل عليه السلام (تفسیر الطبری، ج٢٢ص ٥١٢،سورة النجم)
عن الربيع رحمه الله، فی قوله :(إنه لقول رسول كريم ذی قوة عند ذی العرش مكين مطاع ثم أمين) قال " :هذا ثناؤه على جبريل، ثم رجع إلى محمد صلى الله عليه وسلم، فقال :(وما صاحبكم بمجنون ولقد رآه بالأفق المبين) فأتاه من الأفق فی صورته، حتى انتهى إليه عند الضحى(العظمة لابی الشیخ الاصبهانی، ج٢ص ٧٩٢)

[2] وقوله تعالى ولقد رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى روى عن ابن مسعود وعائشة ومجاهد والربيع قالوا رأى جبريل فی صورته التی خلقه الله عليها مرتين وروى عن ابن عباس أنه رأى ربه بقلبه وهذا يرجع إلى معنى العلم(احكام القرآن للجصاص، ج٥ص٢٩٧، سورة النجم)
فكان قاب قوسين أو أدنى وهذا الذی قلناه من أن هذا المقترب الدانی الذی صار بينه وبين محمد صلى الله تعالى عليه وسلم إنما هو جبريل عليه السلام، وهو قول أم المؤمنين عائشة وابن مسعود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی بعض روایات کے مطابق سورہ نجم میں مذکور رؤیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہے، جس کی بعض سلف وخلف نے پیروی کی ہے۔ [1]

آگے ان روایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى) (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) قَالَ: رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ (مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی آیت) ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى'' اور ''وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى'' کے بارے میں فرمایا کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا (مسند احمد، نسائی)

اور حضرت ابوالعالیہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى) قَالَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأبی ذر وأبی هريرة، كما سنورد أحاديثهم قريبا إن شاء الله تعالى.
وروى مسلم فى صحيحه عن ابن عباس أنه قال: رأى محمد ربه بفؤاده مرتين 1 فجعل هذه إحداهما، وجاء فى حديث شريك بن أبى نمر عن أنس فى حديث الإسراء: ثم دنا الجبار رب العزة فتدلى، ولهذا قد تكلم كثير من الناس فى متن هذه الرواية وذكروا أشياء فيها من الغرابة، فإن صح فهو محمول على وقت آخر وقصة أخرى، لا أنها تفسير لهذه الآية فإن هذه كانت ورسول الله صلى الله عليه وسلم فى الأرض لا ليلة الإسراء، ولهذا قال بعده: ولقد رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى فهذه هى ليلة الإسراء والأولى كانت فى الأرض (تفسير ابنِ كثير، ج۷ص۴۱۴، ۴۱۵، سورة النجم)

[1] وتقدم أن ابن عباس رضى الله عنهما كان يثبت الرؤية ليلة الإسراء ويستشهد بهذه الآية، وتابعه جماعة من السلف والخلف، وقد خالفه جماعات من الصحابة رضى الله عنهم والتابعين وغيرهم (تفسير ابن كثير، ج۷، ص۴۱۹، سورة النجم)

[2] رقم الحديث ۱۷۶ "۲۸۵" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عز وجل: ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء.

رَأٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ بِقَلْبِهٖ مَرَّتَيْنِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۹۵۶،السنن الكبرى للنسائى، رقم الحديث ۱۱۴۷۱) [۱]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی آیت) ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى '' کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنے دل سے دومرتبہ دیکھا (مسند احمد، نسائی)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، (مَا كَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَأٰى)قَالَ :رَآهُ بِقَلْبِهٖ (سنن الترمذى) [۲]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی آیت) ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى '' کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا (ترمذی)

حضرت عکرمہ سے منقول حضرت ابنِ عباس کی اسی طرح کی روایت کو طبری، دارقطنی نے اور ابوالقاسم للکائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[۲] رقم الحديث ۳۲۸۱، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة النجم.
قال الترمذى:هذا حديث حسن.

[۳] حدثنا سعيد بن يحيى، قال :ثنى عمى سعيد عبد الرحمن بن سعيد، عن إسرائيل بن يونس بن أبى إسحاق السبيعى، عن سماک بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس، فى قوله(مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى) قال :رآه بقلبه صلى الله عليه وسلم(تفسير طبرى، ج۲۲ص۵۰۷، سورة النجم)
حدثنا محمد بن نوح الجنديسابورى، حدثنا هارون بن إسحاق، ح وحدثنا محمد بن مخلد، حدثنا العباس بن محمد بن حاتم، والرمادى، قالوا :حدثنا عمرو بن حماد بن طلحة القناد، عن أسباط بن نصر، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس، فى قوله " :(ولقد رآه نزلة أخرى)قال :إن النبى صلى الله عليه وسلم رأى ربه عز وجل بقلبه "(رؤية الله،للدارقطنى ، رقم الحديث ۲۷۸)
أخبرنا الحسن بن عثمان، قال :أخبرنا إسماعيل بن محمد، قال :ثنا عباس بن محمد الدورى، قال : ثنا عمرو بن حماد بن طلحة القناد، قال :ثنا أسباط، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس، فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحضرت یوسف بن مہران سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ :(مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى)، قَالَ :رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِفُؤَادِهٖ(رؤية الله للدارقطني، رقم الحديث ۲۸۱،تفسير مجاهد، رقم الحديث ۱٦٧٦)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ نجم کی آیت) ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى'' کے بارے میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو اپنے دل سے دیکھا (رؤیۃ اللہ، تفسیر مجاہد)

اورحضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَرَّتَيْنِ، وَلَمْ يَرَهُ بِعَيْنَيْهِ، وَلٰكِنْ بِقَلْبِهٖ، مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى (رؤية الله،للدارقطني، رقم الحديث ۲۸۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دو مرتبہ دیکھا، لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، بلکہ اپنے قلب سے دیکھا ''مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى'' (رؤیۃ اللہ)

اورحضرت عطاء سے ہی روایت ہے کہ:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ:لَمْ يَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ بِعَيْنَيْهِ إِنَّمَا رَآهُ بِقَلْبِهٖ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱٤۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾قوله (ولقد رآه نزلة أخرى)قال :إن النبي صلى الله عليه وسلم رأى ربه بقلبه(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم الحديث ۹۱۰)

أخبرنا أحمد بن عبيد، قال :أخبرنا علي بن عبد الله بن مبشر، قال :ثنا أحمد بن سنان، قال :ثنا أبو أحمد، قال :ثنا إسرائيل، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس، في قوله (ما كذب الفؤاد ما رأى)قال " :رأى ربه بقلبه(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم الحديث ۹۱۱)

نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، بلکہ اپنے قلب سے دیکھا ہے (طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ سورہ نجم میں مذکور رؤیت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی یہ رؤیت قلب سے فرمائی ہے، ظاہری آنکھوں سے نہیں فرمائی۔

اب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسری ''رؤیتِ قلبی'' کونسی ہوگی، تو اس کا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ثبوت نینداور خواب میں ثابت ہے، جیسا کہ پیچھے مستقل فصل میں گزرا، اور ہم یہ بھی دلائل کے ساتھ بلکہ مستقل بحث میں ذکر کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کی رؤیتِ منامی رؤیتِ قلبی ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں چند محدثین واہلِ علم کی آراء

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے علاوہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متفرد قرار دینا درست نہیں۔

البتہ اس سلسلہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول اللہ تعالیٰ کی رؤیت مراد ہونے کا ہے، مگر وہ محض ان کا قول ہے، نہ تو کسی مرفوع حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اور نہ کسی دوسرے صحابی سے مستند طریقہ پر اس کا ثبوت پایا جاتا۔

چنانچہ علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَهِيَ مَسْأَلَةُ خِلَافٍ بَيْنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، وَإِنْ كَانَ جُمْهُورُ الصَّحَابَةِ بَلْ كُلُّهُمْ مَعَ عَائِشَةَ كَمَا حَكَاهُ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ إِجْمَاعًا لِلصَّحَابَةِ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج ا ،ص ۷۹، فصل فی نسبه صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: اور یہ مسئلہ سلف اور خلف کا اختلافی ہے، اگر چہ جمہور صحابہ بلکہ سب کے سب حضرت عائشہ کے ساتھ ہیں، جیسا کہ عثمان بن سعید دارمی نے صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے (زادالمعاد)

اورامام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بَابُ الدَّلِيْلُ عَلٰى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ فَرَأٰى جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامَ فِيْ صُوْرَتِهٖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَقَبْلَ ذٰلِكَ كَانَ قَدْ رَأٰى جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامَ فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجّلَّ: (وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى .مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى.وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى .إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى .عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى .ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى.وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى .ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى .فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى .فَأَوْحٰى إِلَى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى .مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى . أَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى.) (دلائل النبوة للبيهقى، ج٢، ص ٣٦٦)

ترجمہ: یہ باب اس بات پر دلیل کے بیان میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے سفر میں جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، اور اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں (اس وقت) دیکھا تھا، جب کہ جبریل بلند افق پر تھے، اللہ عزو جل کا (سورہ نجم میں) ارشاد ہے کہ:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى .مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى.وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى .إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى .عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى .ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى.وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى .ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى .فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى .فَأَوْحٰى إِلَى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى .مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى .أَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى

(دلائل النبوۃ)

اورعلامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ:

فَجَزَمَ صَاحِبُ الْكَشْفِ بِأَنَّهُ مَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُوْنَ مِنْ أَنَّ الدُّنُوَّ وَالتَّدَلِّيَ مَقْسَمٌ مَا بَيْنَ النَّبِيِّ وَجِبْرِيْلَ صَلَاةُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمَا أَيْ وَأَنَّ الْمَرْئِيَّ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِذَا صَحَّ خَبَرُ جَوَابِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ مَحِيْصٌ عَنِ الْقَوْلِ بِهٖ (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ج۱۴، ص۵۴، سورۃ النجم)

ترجمہ: پس صاحبِ کشف نے اس پر یقین ظاہر کیا ہے، جس پر اکثر حضرات ہیں کہ ’’دنو‘‘ اور ’’تدلی‘‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے مابین تقسیم ہے، اور مرئی جبریل علیہ السلام ہی ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جواب کی حدیث صحیح ہے، تو کسی کے لئے اس قول سے مفر کی گنجائش نہیں (روح المعانی)

ابوعمر وعثمان بن سعید الدانی (المتوفی ۴۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ تَعَالٰى: (عَلَّمَهُ) أَيْ: عَلَّمَ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شَدِيْدُ الْقُوٰى) أَيْ: شَدِيْدُ الْخَلْقِ، يَعْنِيْ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ (ذُوْ مِرَّةٍ) أَيْ: ذُوْ قُوَّةٍ (فَاسْتَوٰى) أَيْ: فَاعْتَدِلُ قَائِماً: يَعْنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامِ (وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى) يَعْنِيْ: وَجِبْرِيْلَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى، أَي: بِالْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ تَطْلُعُ الشَّمْسِ (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى) أَيْ: فَتَدَلّٰى جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ: فَقَرَّبَ (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى) أَيْ: قَدْرَ ذِرَاعَيْنِ (فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى) أَيْ: فَأَوْحٰى جِبْرِيْلُ إِلٰى مُحَمَّدٍ، وَقِيْلَ: فَأَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى مُحَمَّدٍ (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى) قَالَ الْحَسَنُ: مَا كَذَبَ فُؤَادُهُ مَا رَأَتْ عَيْنَاهُ لَيْلَةَ

أُسْرٰی بِهٖ بَلْ صَدَّقَهُ الْفُؤَادُ (أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰی مَا یَرٰی)إِلٰی قَوْلِهٖ :(مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَأٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی)، وَأَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم رَأٰی هُنَاکَ الْأَنْبِیَاءَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ : آدَمَ، وَإِبْرَاهِیْمَ، وَمُوْسٰی، وَعِیْسٰی، وَإِدْرِیْسُ، وَفُرِضَتْ عَلَیْهِ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسِ، وَکَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَأَرَاهُ النَّارَ عَلٰی مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، وَثَبَتَتْ بِنَقْلِهِ الْآثَارِ (الرسالة الوافية لمذهب أهل السنة فی الاعتقادات وأصول الدیانات، ج ۱، ص ۱۹۴، فصل فی الاسراء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ نجم میں) ارشاد ہے کہ ''علمه'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی ''شدید القویٰ'' یعنی مضبوط مخلوق نے، جس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں ''ذو مرة'' یعنی قوت والے نے ''فاستویٰ'' یعنی سیدھے کھڑے ہوگئے، جس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں ''وهو بالافق الاعلیٰ'' یعنی اور جبریل افقِ اعلیٰ پر تھے، یعنی مشرق پر تھے، جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے ''ثم دنا فتدلیٰ'' یعنی جبریل قریب ہوئے، وحی لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور اتنے قریب ہوئے کہ ''فکان قاب قوسین او ادنیٰ'' یعنی دو ذراع کے بقدر یا اس سے بھی قریب ''فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ'' یعنی وحی کی جبریل نے محمد کی طرف، اور ایک قول یہ ہے کہ وحی کی اللہ تعالیٰ نے محمد کی طرف ''ماکذب الفواد مارای'' حسن نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے جھوٹ نہیں بولا، اس چیز کے بارے میں جو اُن کی آنکھوں نے معراج کی رات میں دیکھا، بلکہ دل نے سچ بولا ''افتمارونه علی مایری'' اللہ تعالیٰ کے قول ''مازاغ البصر و ماطغی، لقد رای من آیات ربه الکبری'' تک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر انبیائے علیہم السلام کو دیکھا، حضرت آدم کو، حضرت ابراہیم کو، حضرت موسیٰ کو، حضرت عیسیٰ کو، حضرت ادریس کو، نبی صلی اللہ

علیہ وسلم پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا، آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں داخل کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم بھی دکھائی گئی، جس کی احادیث متواتر ہیں، اور اس کے نقل کرنے پر آثار ثابت ہیں (الرسالۃ الوافیۃ)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں جو رب تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا، اس سے مراد، اللہ تعالیٰ کی رؤیت نہیں، بلکہ اللہ کی عجیب اور عظیم مخلوقات کو دیکھنا ہے، جس کا ذکر سورہ اسراء میں ان الفاظ میں آیا ہے کہ:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ

(سورة بنی اسرائیل، رقم الآیة ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تا کہ دکھائیں اس کو اپنی نشانیاں، بے شک وہی ہے خوب سننے والا، دیکھنے والا (سورہ بنی اسرائیل)

یہی نشانیاں جو سورہ بنی اسرائیل میں بیان کی گئیں، ان ہی کا ذکر سورہ نجم میں کیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ان کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] (لنریه من آیاتنا) عجائب قدرتنا (تفسیر الجلالین، سورة بنی اسرائیل، تحت رقم الآیة ۱)

(لنریه من آیاتنا) هذا من باب تلوین الخطاب والآیات التی أراه الله من العجائب التی أخبر بها الناس، وإسراؤه من مکة إلی المسجد الأقصی فی لیلة وهو مسیرة شهر، وعروجه إلی السماء ووصفه الأنبیاء واحدا واحدا، حسبما ثبت فی صحیح مسلم وغیره (تفسیر القرطبی، سورة بنی اسرائیل، تحت رقم الآیة ۱)

لنریه أی محمدا من آیاتنا أی العظام. کما قال تعالی: لقد رأی من آیات ربه الکبری (تفسیر ابنِ کثیر، سورة بنی اسرائیل، تحت رقم الآیة ۱)

وقوله(لِنُرِیَهُ مِنْ آیاتِنا) یقول تعالی ذکره: کی نری عبدنا محمدا من آیاتنا، یقول: من عبرنا وأدلتنا وحججنا، وذلک هو ما قد ذکرت فی الأخبار التی رویتها آنفا، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أریه فی طریقه إلی بیت المقدس، وبعد مصیره إلیه من عجائب العبر والمواعظ (تفسیر الطبری، سورة بنی اسرائیل، تحت رقم الآیة ۱)

اور علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ:

(فَأَوْحٰی) ، يَعْنِیْ :أَوْحٰی اللّٰہ تَعَالٰی إِلٰی عَبدِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم ، وَعَنِ الْحَسَنِ وَالرَّبِيْعِ وَابْنِ زَيْدٍ مَعْنَاہُ :فَأَوْحٰی جِبْرِيلُ، عَلَيْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ، إِلٰی مُحَمَّدٍ مَا أَوْحٰی إِلَيْہِ رَبُّہٗ (عمدة القاری، ج۱۹، ص ۱۹۹، باب فأوحی إلی عبده ما أوحی)

ترجمہ: ''فاوحی'' یعنی وحی کی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف، اور حسن اور ربیع اور ابنِ زید سے یہ معنیٰ مروی ہیں کہ وحی کی جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے محمد کی طرف، جو وحی جبریل کی طرف ان کے رب نے کی (عمدۃ القاری)

اور علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ صَحَّ عَنْہُ أَنَّہٗ قَالَ ''رَأَيْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی'' وَلٰکِنْ لَمْ يَکُنْ هٰذَا فِی الْإِسْرَاءِ وَلٰکِنْ کَانَ فِی الْمَدِيْنَةِ لَمَّا اِحْتَبَسَ عَنْهُمْ فِیْ صَلَاۃِ الصُّبْحِ ثُمَّ أَخْبَرَهُمْ رَبَّہٗ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی تِلْکَ اللَّيْلَةِ فِیْ مَنَامِہٖ ...... وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاس: أَنَّہٗ رَآہُ بِفُؤَادِہٖ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ کَانَ اسْتِنَادُہٗ إِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی: (مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰی)ثُمَّ قَالَ :(وَلَقَدْ رَآہُ نَزْلَةً أُخْرٰی)وَالظَّاهِرُ أَنَّہٗ مُسْتَنَدُہٗ، فَقَدْ صَحَّ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ أَنَّ هٰذَا الْمَرْئِیَّ جِبْرِيْلُ، رَآہُ مَرَّتَيْنِ فِیْ صُورَتِہِ الَّتِی خُلِقَ عَلَيْهَا، وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا هُوَ مُسْتَنَدُ الْإِمَامِ أَحْمَدَ فِیْ قَوْلِہٖ: (رَآہُ بِفُؤَادِہٖ) ، وَاللّٰہُ أَعْلَمُ .وَأَمَّا قَوْلُہٗ تَعَالٰی فِیْ سُورَةِ النَّجم: (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی)فَهُوَ غَيْرُ الدُّنُوِّ وَالتَّدَلِّیْ فِیْ قِصَّةِ الْإِسْرَاءِ، فَإِنَّ الَّذِی فِیْ (سُورَةِ النَّجْمِ) هُوَ دُنُوُّ جِبْرِيْلَ وَتَدَلِّيْہِ، کَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَالسِّيَاقُ يَدُلُّ عَلَيْہِ فَإِنَّہٗ قَالَ: (عَلَّمَہٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی)وَهُوَ جِبْرِيْل: (ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی -وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰی -ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی)فَالضَّمَائِرُ کُلُّهَا

رَاجِعَةٌ إِلٰى هٰذَا الْمُعَلِّمِ الشَّدِيْدِ الْقُوٰى، وَهُوَ ذُو الْمِرَّةِ، أَيْ :الْقُوَّةُ، وَهُوَ الَّذِيْ اسْتَوٰى بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى، وَهُوَ الَّذِيْ دَنَا فَتَدَلّٰى، فَكَانَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْرَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَمَّا الدُّنُوُّ وَالتَّدَلِّي الَّذِيْ فِيْ حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ فَذٰلِكَ صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّهُ دُنُوُّ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَدَلِّيْهِ، وَلَا تَعَرُّضَ فِيْ (سُوْرَةِ النَّجْمِ) لِذٰلِكَ، بَلْ فِيْهَا أَنَّهُ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَهٰذَا هُوَ جِبْرِيْلُ، رَآهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ، مَرَّةً فِي الْأَرْضِ، وَمَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج۳،ص ۳۴،۳۵،فصل فی الإسراء والمعراج)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے، لیکن یہ دیکھنا اسراء کے واقعہ کے متعلق نہیں، بلکہ مدینہ میں تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں محبوس ہوگئے تھے، پھر ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں رب تبارک وتعالیٰ کو اپنے خواب میں دیکھا............اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے، تو اگر ان کی دلیل (سورہ نجم میں مذکور) اللہ کا یہ قول ہے کہ ''ما کذب الفؤاد ما رأی '' اور پھر فرمایا ''ولقد رآہ نزلة أخری '' اور ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا مستند یہی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ یہ جبریل کی رؤیت ہے، جن کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) دو مرتبہ ان کی اصلی پیدائشی صورت میں دیکھا، اور ابنِ عباس کا یہی قول امام احمد کا بھی مستند ہے، جو انہوں نے ''رآہ بفوائدہ'' فرمایا، واللہ اعلم۔

اور سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ''ثم دنا فتدلی '' تو یہ بھی اس دنو اور تدلی کے

علاوہ ہے، کیونکہ جو سورہ نجم میں ہے، وہ جبریل کا ''دنو'' اور ''تدلی'' ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ فرمایا کہ ''علمه شديد القوى'' اور وہ جبریل ہیں، ''ذو مرة فاستوى -وهو بالأفق الأعلى -ثم دنا فتدلى'' تو اس میں تمام ضمیریں اسی شدید قوی معلم کی طرف راجع ہیں، جو کہ ذو المرۃ یعنی قوت والا ہے، اور وہی افقِ اعلیٰ پر مستوی ہوا، اور وہی قریب ہوا، پھر زیادہ قریب ہوا، پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قوسوں کے برابر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔

جہاں تک اس ''دنو'' اور ''تدلی'' کا تعلق ہے، جو حدیثِ اسراء میں آیا ہے، تو وہ اس بارے میں صریح ہے کہ وہ دنو اور تدلی رب تعالیٰ کے ساتھ ہوا، اور سورہ نجم میں اس دنو اور تدلی سے کوئی تعرض نہیں، بلکہ اس میں تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوسری مرتبہ دیکھا، اور یہ وہی جبریل ہیں، جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ زمین میں، اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، واللہ اعلم (زادالمعاد)

اور شرح عقیدۃ الطحاویہ میں ہے کہ:

وَقَوْلُهُ :(مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى) (وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) صَحَّ عَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَنَّ هٰذَا الْمَرْئِيَّ جِبْرِيْلُ، رَآهُ مَرَّتَيْنِ عَلٰى صُوَرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا (شرح العقيدة الطحاوية لصدر الدين ابن أبي العز الحنفي، ص٢٧٥، ٢٧٦، باب الإسراء والمعراج له صلى الله عليه وسلم باليقظة)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا قول ''ما كذب الفؤاد ما رأى'' اور ''ولقد رآه نزلة أخرى'' کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ منقول ہے کہ یہ مرئی جبریل تھے، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصل پیدائشی صورت میں دو مرتبہ دیکھا (عقیدہ طحاویہ)

لیلۃُ الاسراء میں قربِ الٰہی اور سورہ نجم میں مذکور رؤیت میں فرق

ملحوظ رہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی معراج سے متعلق حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذٰلِکَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، حَتّٰى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى، وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحَى اللّٰهُ فِيمَا أَوْحٰى إِلَيْهِ : خَمْسِيْنَ صَلَاةً عَلٰى أُمَّتِکَ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتّٰى بَلَغَ مُوْسٰى، فَاحْتَبَسَهُ مُوْسٰى، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَاذَا عَهِدَ إِلَيْکَ رَبُّکَ؟ قَالَ :عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، قَالَ :إِنَّ أُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِکَ، فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْکَ رَبُّکَ وَعَنْهُمْ، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيْلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيْرُهُ فِيْ ذٰلِکَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيْل: أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَعَلَا بِهٖ إِلَى الْجَبَّارِ، فَقَالَ وَهُوَ مَكَانَهُ :يَا رَبِّ خَفِّفْ عَنَّا فَإِنَّ أُمَّتِيْ لَا تَسْتَطِيْعُ هٰذَا، فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مُوْسٰى، فَاحْتَبَسَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهُ مُوْسٰى إِلٰى رَبِّهٖ حَتّٰى صَارَتْ إِلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ احْتَبَسَهُ مُوْسٰى عِنْدَ الْخَمْسِ، فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ قَوْمِيْ عَلٰى أَدْنٰى مِنْ هٰذَا فَضَعُفُوْا فَتَرَكُوْهُ، فَأُمَّتُکَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَقُلُوْبًا وَأَبْدَانًا وَأَبْصَارًا وَأَسْمَاعًا فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْکَ رَبُّکَ، كُلَّ ذٰلِکَ يَلْتَفِتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيْلَ لِيُشِيْرَ عَلَيْهِ، وَلَا يَكْرَهُ ذٰلِکَ جِبْرِيْلُ، فَرَفَعَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، فَقَالَ :يَا رَبِّ إِنَّ أُمَّتِيْ ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ فَخَفِّفْ عَنَّا، فَقَالَ الْجَبَّار: يَا مُحَمَّدُ، قَالَ :لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ :إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، كَمَا فَرَضْتُهُ عَلَيْكَ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ، قَالَ :فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، فَهِيَ خَمْسُوْنَ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ، وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ، فَرَجَعَ إِلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ :كَيْفَ فَعَلْتَ؟ فَقَالَ :خَفَّفَ عَنَّا، أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، قَالَ مُوْسٰى: قَدْ وَاللّٰهِ رَاوَدْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ فَتَرَكُوْهُ، ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ أَيْضًا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا مُوْسٰى، قَدْ وَاللّٰهِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ مِمَّا اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ، قَالَ :فَاهْبِطْ بِاسْمِ اللّٰهِ (بخاری، رقم الحديث ٧٥١٧) [1]

ترجمہ: پھر آپ کو اس (ساتویں آسمان) سے بھی اوپر لے گئے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبّار رب العزۃ کے قریب ہوگئے، پھر اور زیادہ قریب ہوگئے، یہاں تک کہ اللہ سے دو قوسوں کے برابر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگئے، پھر اللہ نے وحی بھیجی ان چیزوں کے متعلق جو بھی نبی کی طرف وحی بھیجی، اس میں یہ تھا کہ آپ کی امت پر دن رات پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، پھر آپ نیچے اترے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے محمد! تمہارے رب نے تم سے کیا عہد لیا، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے دن رات میں پچاس نمازیں پڑھنے کا عہد لیا ہے، انہوں نے کہا کہ تمہاری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اس لیے لوٹ جاؤ اپنے رب سے اپنے لیے اور اپنی امت کے واسطے تخفیف کراؤ،

---

[1] كتاب التوحيد، باب قوله :وكلم الله موسى تكليما، رقم الحديث ٧٥١٧، دارطوق النجاة، بيروت.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل کی طرف رخ کیا گویا آپ ان سے مشورہ لینا چاہتے تھے، جبریل نے مشورہ دیا کہ ہاں اگر آپ کی خواہش ہو چنانچہ جبریل آپ کو اللہ تعالی کے پاس لے گئے، آپ نے اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے ہمارے رب! نمازوں میں ہم پر کمی فرمادیجئے، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، تو اللہ تعالی نے دس نمازیں کم کر دیں (اور چالیس نمازیں رہ گئیں) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے روک لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی طرح اپنے رب کے پاس بھیجتے رہے حتّٰی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، پھر پانچ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس سے بھی کم نمازوں پر بہلا سمجھا کر مطمئن کرنا چاہا لیکن وہ حوصلہ ہار بیٹھے اور اس کو چھوڑ دیا، تمہاری امت تو جسم، بدن، آنکھ اور کان، کے اعتبار سے بہت ضعیف ہے، لہٰذا واپس جاؤ تمہارا رب تمہاری نمازوں میں کمی کر دے گا، ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کی طرف دیکھتے تھے تا کہ ان سے مشورہ لیں اور جبریل علیہ السلام اس کو ناپسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پانچویں بار بھی آپ کو لے گئے آپ نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم ناتواں ہیں اور ان کے دل اور کان اور ان کے بدن کمزور ہیں اس لئے ہم پر تخفیف فرما، اللہ جبار نے فرمایا کہ اے محمد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ **لبیک و سعدیک**، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی جو میں نے تم پر فرض کیا تھا وہ امُّ الکتاب (لوحِ محفوظ) میں (طے شدہ) ہے، اللہ نے فرمایا ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے اس لئے پانچ نمازیں جو تم پر فرض ہوئیں لوح محفوظ میں پچاس ہی برقرار رہیں گی، آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ

آپ نے کیا کیا؟ آپ نے کہا ہمارے رب نے ہماری نماز میں بہت کمی فرمادی ہر نیکی کا دس گنا ثواب عطا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے بنی اسرائیل کو اس سے بھی کم پر بہلانا جمانا چاہا لیکن انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، لہٰذا لوٹ کر اپنے رب کے پاس جاؤ اور اس میں کمی کراؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اللہ کی قسم مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے اس لئے کہ میں بار بار اپنے رب کے پاس جاچکا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اللہ کا نام لے کر اترو (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس طرح کا مضمون آیا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ ''لیلۃ الاسراء'' میں اللہ کا انتہائی قرب حاصل ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے جو وحی بھیجی گئی تھی، اس میں اہم حکم نماز کا تھا۔

مگر ''لیلۃُ الاسراء'' سے متعلق مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''تقربِ الٰہی'' کا تو ذکر ہے، ''رؤیتِ الٰہی'' کا ذکر نہیں، جبکہ سورہ نجم کی آیات میں رؤیت کا بھی ذکر ہے، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ نجم میں مذکور رؤیت سے مراد جبریل امین کی رؤیت ہے۔

لیکن متعدد اہلِ علم حضرات نے ''لیلۃُ الاسراء'' کی مذکورہ حدیث میں موجود ''سدرۃ المنتھیٰ'' اور ''فتدلیٰ'' اور ''قاب قوسین او ادنیٰ'' اور ''فاوحیٰ'' کے الفاظ کی سورہ نجم میں مذکور الفاظ کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی واقعہ کا مضمون سمجھ لیا، جس سے استدلال کرتے ہوئے سورہ نجم میں اس طرح کے الفاظ سے معراج کے واقعہ کی

---

[1] عن عبد الله بن مسعود، قال :لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم سدرة المنتهى، قال : انتهى إليها ما يعرج من الأرض وما ينزل من فوق .قال :فأعطاه الله عندها ثلاثا لم يعطهن نبيا كان قبله، فرضت عليه الصلاة خمسا، وأعطى خواتيم سورة البقرة وغفر لأمته المقحمات ما لم يشركوا بالله شيئا قال ابن مسعود :(إذ يغشى) السدرة ما يغشى قال :السدرة فى السماء السادسة، قال سفيان :فراش من ذهب، وأشار سفيان بيده فأرعدها، "وقال غير مالك بن مغول :إليها ينتهى علم الخلق لا علم لهم بما فوق ذلك (سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٢٧٦)

قال الترمذى:هذا حديث حسن صحيح.

تفسیر بیان کردی، اور عین ممکن ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طریقہ سے استدلال فرمایا ہو۔

لیکن پیچھے مرفوع احادیث اور جمہور صحابہ وتابعین سے معلوم ہو چکا کہ سورہ نجم میں سدرۃُ المنتہیٰ کے قریب رؤیت سے مراد رؤیتِ جبریل ہے، اور اسی طرح ''**ثم دنا فتدلی، فکان قاب قوسین او ادنیٰ**'' سے مراد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل کا قرب اور رؤیت ہے۔

جبکہ مندرجہ بالا حدیثِ انس واضح طور پر واقعہ جبریل سے متعلق ہے، اور اس میں مذکور امور کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ سے ہے، مگر اس میں رؤیتِ الٰہی کا ذکر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محققین نے ان دونوں کو الگ الگ واقعات قرار دیا ہے۔

چنانچہ شرح عقیدۃُ الطحاویہ میں ہے کہ:

وَأَمَّا قَوْلُهُ تَعَالٰى فِيْ سُورَةِ النَّجْمِ : (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى)، فَهُوَ غَيْرُ الدُّنُوِّ وَالتَّدَلِّيْ الْمَذْكُورَيْنِ فِيْ قِصَّةِ الْإِسْرَاءِ، فَإِنَّ الَّذِيْ فِيْ سُورَةِ النَّجْمِ هُوَ دَنُوُّ جِبْرَائِيْلُ وَتَدَلِّيْهِ، كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَإِنَّهُ قَالَ : (عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى، ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى، وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى، ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى) فَالضَّمَائِرُ كُلُّهَا رَاجِعَةٌ إِلٰى هٰذَا الْمُعَلِّمِ الشَّدِيْدِ الْقُوٰى، وَأَمَّا الدُّنُوُّ وَالتَّدَلِّيْ الَّذِيْ فِيْ حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ، فَذٰلِكَ صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّهُ دُنُوُّ الرَّبِّ تَعَالٰى وَتَدَلِّيْهِ، وَأَمَّا الَّذِيْ فِيْ سُورَةِ النَّجْمِ: أَنَّهُ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، فَهٰذَا هُوَ جِبْرَائِيْلُ، رَآهُ مَرَّتَيْنِ، مَرَّةً فِي الْأَرْضِ، وَمَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (شرح العقيدة الطحاوية لصدر الدين ابن أبى العز الحنفى، الأذرعى الصالحى الدمشقى، ص ٢٧٦، باب الإسراء والمعراج له صلى الله

علیه وسلم باليقظة)

ترجمہ: اور رہا اللہ تعالیٰ کا سورہ نجم میں یہ ارشاد کہ ’’ثم دنا فتدلی ‘‘ تو اس ’’دنو ‘‘ اور ’’تدلی ‘‘ کے علاوہ ہے، جو اسراء کے قصہ میں مذکور ہے، پس جو سورہ نجم میں ہے، وہ جبریل کا ’’دنو ‘‘ اور ’’تدلی ‘‘ ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ’’علمه شديد القوى ذو مرة فاستوى وهو بالأفق الأعلى ثم دنا فتدلى ‘‘ تو یہ تمام ضمیریں اس معلم شدید القویٰ کی طرف راجع ہیں، اور وہ ’’دنو ‘‘ اور ’’تدلی ‘‘ جو اسراء کی حدیث میں ہے، تو اس میں تصریح ہے کہ وہ رب تعالیٰ کا ’’دنو ‘‘ اور ’’تدلی ‘‘ ہے، اور رہا سورہ نجم میں یہ قول کہ ’’رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى ‘‘ تو یہ جبریل ہیں، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ زمین میں اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (شرح عقیدۃ الطحاویہ)

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَبَعْضُ مَنْ يَّقُوْلُ: إِنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- رَأٰى رَبَّهُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ يَحْتَجُّ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ.

وَالَّذِيْ دَلَّ عَلَيْهِ الدَّلِيْلُ عَدَمُ الرُّؤْيَةِ مَعَ إِمْكَانِهَا (سير اعلام النبلاء، ج١٠ ص١١٤، تحت ترجمة شاذان أسود بن عامر الشامي)

ترجمہ: اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو معراج کی رات میں دیکھا ہے، حدیث کے ظاہر سے دلیل پکڑتے ہوئے (جس میں مطلق رؤیت کا ذکر ہے، معراج کی رات یا آنکھوں سے رؤیت کا ذکر نہیں) اور جس بات پر دلیل دلالت کرتی ہے، وہ (معراج کی رات میں بھی) نہ دیکھنا ہے، باوجودیکہ اس کا امکان ہے (سیر اعلام النبلاء)

اور شرح سنن ابی داؤد للعباد میں ہے کہ:

أَمَّا بِالنِّسْبَةِ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَدْ اُخْتُلِفَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ لِرَبِّهٖ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، وَلٰكِنَّ الْقَوْلَ الصَّحِيْحُ الَّذِیْ دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَدِلَّةُ أَنَّهٗ لَمْ يَرَهٗ، وَيَكُوْنُ دَاخِلاً فِيْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(إِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا)، أَوْ :(إِنَّهٗ لَنْ يَّرٰى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ)، فَالرَّاجِحُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرَ رَبَّهٗ

(شرح سنن ابی داوٗد للعباد، جزء ۵۳۴، صفحة ۴، باب رؤية النبی صلی اللہ علیہ وسلم لربه فی الدنیا)

ترجمہ: اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اعتبار سے معراج کی رات میں رؤیتِ باری تعالیٰ کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن صحیح قول جس پر کئی دلائل موجود ہیں، یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، اور یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اصولی قول میں داخل ہے کہ بے شک تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، یہاں تک کہ تم فوت ہوجاؤ، یا بے شک کوئی تم میں سے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا، یہاں تک کہ وہ فوت ہوجائے، پس راجح بات یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو (بحالتِ بیداری) نہیں دیکھا (شرح سنن ابی داؤد)

ملحوظ رہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر اللہ کے نورِ اعظم کو دیکھنے کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالک قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :بينا أنا قاعد إذا جاء جبريل صلى الله عليه وسلم فوكزنی بين كتفی ,فقمت إلى شجرة فيها كوكری الطير ,فقعد فی أحدهما ,وقعدت فی الآخر ,فسمت وارتفعت ,حتى سدت الخافقين ,وأنا أقلب طرفی، ولو شئت أن أمس السماء لمسست ,فالتفت إلى جبريل كأنه حلس لاطیء فعرفت فضل علمه بالله علی وفتح لی باب من أبواب السماء ورأيت النور الأعظم، وإذا دون الحجاب رفرفة الدر والياقوت فأوحى إلى ما شاء أن يوحی(مسند البزار، رقم الحديث ۷۳۸۹)

جس کی سند کو بعض حضرات نے معتبر قرار دیا ہے۔ [1]
اور بعض حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي:رواه البزار والطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، رقم الحديث ٢٣٨ ،باب منه في الإسراء)
وقال الذهبي:إسناده جيد حسن، والحارث من رجال مسلم(سير أعلام النبلاء ، ج ١ ،ص٢٠٥ ،ذكر الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المسجد الأقصى)

[2] قال الزيلعي: فيه الحارث بن عبيد وهو وإن أخرج له مسلم في صحيحه فقد ضعفه لابن معين وقال أحمد مضطرب الحديث وقال أبو حاتم لا يحتج به وقال ابن حبان كثير الوهم فلا يحتج به إذا انفرد وهذا الحديث من غرائبه ولعله منام والله أعلم(تخريج احاديث الكشاف، ج٢ص٣٦٤، سورة الانبياء)
وقال ابن كثير: (قلت) الحارث بن عبيد هذا هو أبو قدامة الإيادي أخرج له مسلم في صحيحه إلا أن ابن معين ضعفه، وقال :ليس هو بشيء ، وقال الإمام أحمد :مضطرب الحديث .وقال أبو حاتم الرازي :يكتب حديثه ولا يحتج به .وقال ابن حبان :كثر وهمه فلا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد، فهذا الحديث من غرائب رواياته، فإن فيه نكارة وغرابة ألفاظ وسياقا عجيبا ولعله منام، والله أعلم(تفسيرابن كثير ،ج٧،ص٤١٣ ،تفسيرسورة النجم)
و قال الالباني: (بينا أنا جالس؛ إذ جاء جبريل، فوكز بين كتفي، فقمت إلى شجرة مثل وكرى الطير، فقعد في إحداهما، وقعدت في الأخرى، فسمت فارتفعت؛ حتى سدت الخافقين؛ وأنا أقلب بصري، ولو شئت أن أمس السماء لمسست، فنظرت إلى جبريل كأنه حلس لاطيء ، فعرفت فضل علمه بالله علي، وفتح لي بابين من أبواب الجنة، ورأيت النور الأعظم، وإذا دون الحجاب رفرف الدر والياقوت، فأوحى إلى ما شاء أن يوحى). ضعيف أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد "(ص ٢٠٩ ــ ٢١٠مكتبة الكليات الأزهرية) ، وابن سعد في "الطبقات(١/١/١٧)"والبزار في "مسنده (١/٤٧/٥٨)"والطبراني في "الأوسط(١/٩٩/٥٩)"مجمع البحرين) ، وأبو نعيم في "الحلية (٢/٣١٦)"والبيهقي في "شعب الإيمان(١/١٠٩ـ هندية) "من طريق الحارث بن عبيد الإيادي عن أبي عمران الجوني عن أنس بن مالك مرفوعا .وقال أبو نعيم مضعفا : "غريب، لم نكتبه إلا من حديث أبي عمران، تفرد به الحارث بن عبيد أبو قدامة ." قلت :قال الذهبي في "الكاشف:" "ليس بالقوي، وضعفه ابن معين ."وقال الحافظ في "التقريب:" "صدوق يخطيء ."
قلت :ولم يصرح أحد بتوثيقه. ومع ذلك؛ رجح الشيخ أحمد شاكر رحمه الله توثيقه، وقد رددت عليه في "شرح الطحاوية "(ص ـ ٣٤٨الطبعة السادسة) . ومما يؤكد ضعفه :أنه خالفه حماد بن سلمة؛ فقال :أخبرنا أبو عمران الجوني عن محمد بن عمير بن عطارد بن حاجب التميمي -زاد بعضهم -عن أبيه قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ... :-فذكره. أخرجه البيهقي هكذا بالزيادة، وعلقه قبيل ذلك بدونها .وهكذا رواه البخاري في "التاريخ الكبير(١/١٩٤)"وكذا ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں ''نورِ اعظم'' سے بعض حضرات نے اللہ تعالیٰ کے نور کو لیلۃُ الاسراء میں دیکھنا سمجھ لیا۔

اور اگرچہ معراج کی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نور کو دیکھنے کا امکان پایا جاتا ہے۔

لیکن مذکورہ حدیث سے یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ اولاً تو اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، اور اس حدیث کو تسلیم کرنے کی صورت میں بھی محدثین نے اس کو لیلۃُ الاسراء کے علاوہ، بلکہ مدینہ منورہ میں خواب کے واقعہ پر محمول کیا ہے، اور مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہونے کا ثبوت پہلے مستقل فصل میں گزر چکا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المبارك في "الزهد"، والحسن بن سفيان في "مسنده - "كما في "اللسان- "، وقال : "وجزم البخاري وابن أبي حاتم والعسكري وابن حبان (يعني في "الثقات(٣/٢٣٤) "بأنه مرسل " وذكره نحوه في ترجمة محمد بن عمير هذا من "الإصابة"، وقال: "قال ابن منده :ذكر في الصحابة، ولا يعرف له صحبة ولا رؤية ."ثم قال الحافظ: "وأما أبوه :فلا أدري هل له إدراك أم لا؟ فإني لم أجد أحدا ممن صنف في الصحابة ذكره، وأخلق به أن يكون أدرك العهد النبوي!"

وأقول :نعم؛ لو صح ذكره في الإسناد؛ ولكن الظاهر أنه شاذ لا يصح؛ كما يشعر بذلك إعلال الأئمة إياه بالإرسال، وعدم ذكره في روايتهم -إلا البيهقي -على ما في ثبوتها في كتابه من الشك كما سبقت الإشارة إليه .والله سبحانه وتعالى أعلم(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ٥٤٤٤)

[1] قلت :وهذا إن صح يقتضي أنها واقعة غير ليلة الإسراء ، فإنه لم يذكر فيها بيت المقدس ولا الصعود إلى السماء فهي كائنة غير ما نحن فيه، والله أعلم وقال البزار أيضا :حدثنا عمرو بن عيسى حدثنا أبو بحر، حدثنا شعبة عن قتادة عن أنس أن محمدا صلى الله عليه وسلم رأى ربه عز وجل، وهذا غريب(تفسير ابن كثير ،ج٥،ص ٩،تفسير سورة الإسراء)

ومنهم من قال بوقوع المعراج مرارا منهم الإمام أبو شامة واستندوا في ذلك إلى ما أخرجه البزار وسعيد بن المنصور من طريق أبي عمران الجوني عن أنس رفعه قال بينا أنا جالس إذ جاء جبريل عليه الصلاة والسلام فوكز بين كتفي فقمنا إلى صخرة مثل وكرى الطائر فقعدت في أحدهما وقعد جبريل في الآخر فارتفعت حتى سدت الخافقين الحديث وفيه فتح لي باب من السماء ورأيت النور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سورہ نجم میں مذکور رؤیت سے مراد جبریل امین کی رؤیت کا مراد ہونا راجح ہے۔

اوراس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و دیگر جمہور صحابۂ کرام کا قول راجح ہے، جس کی تائید مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں مرفوع حدیث کے بجائے خود سے اجتہاد فرمایا ہے، اور ممکن ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے معراج کے واقعہ میں صحیح حدیث میں مذکور ''قاب قوسین'' سے استدلال فرمایا ہو، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، کہ اس کا قضیہ سورہ نجم کے زیرِ بحث قضیہ سے مختلف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأعظم قيل الظاهر أنها وقعت فى المدينة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج١٧، ص٢٠، باب حديث الإسراء)

وجنح الإمام أبو شامة إلى وقوع المعراج مرارا واستند إلى ما أخرجه البزار وسعيد بن منصور من طريق أبى عمران الجونى عن أنس رفعه قال بينا أنا جالس إذ جاء جبريل فوكز بين كتفى فقمنا إلى شجرة فيها مثل وكرى الطائر فقعدت فى أحدهما وقعد جبريل فى الآخر فارتفعت حتى سدت الخافقين الحديث وفيه ففتح لى باب من السماء ورأيت النور الأعظم وإذا دونه حجاب رفرف الدر والياقوت ورجاله لا بأس بهم إلا أن الدارقطنى ذكر له علة تقتضى إرساله وعلى كل حال فهى قصة أخرى الظاهر أنها وقعت بالمدينة ولا بعد فى وقوع أمثالها وإنما المستبعد وقوع التعدد فى قصة المعراج التى وقع فيها سؤاله عن كل نبى وسؤال أهل كل باب هل بعث إليه وفرض الصلوات الخمس وغير ذلك فإن تعدد ذلك فى اليقظة لايتجه فيتعين رد بعض الروايات المختلفة إلى بعض أو الترجيح إلا أنه لا بعد فى جميع وقوع ذلك فى المنام توطئة ثم وقوعه فى اليقظة على وفقه كما قدمته(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٧، ص١٩٨، قوله حديث الإسراء وقول الله تعالى سبحان الذى أسرى بعبده ليلا)

[1] وقال :رأى محمد ربه عز وجل مرتين.

قلت :هذا صحيح ثابت عن ابن عباس لكن موقوفا عليه .وقد أخرجه ابن خزيمة فى "التوحيد" "ص ١٣١ "بسند صحيح عنه، ورواه مسلم أيضا من هذا الوجه لكنه بلفظ:

"رآه بقلبه ."وهو رواية لابن خزيمة من طريق أخرى عن ابن عباس.

ثم أخرجه مسلم من طريق ثالث عنه بلفظ :قال ":(ما كذب الفؤاد ما رأى، ولقد رآه نزلة أخرى) ، قال :رآه بفؤاده مرتين ."ورواه ابن خزيمة أيضا مختصرا.

قلت :ولا يقال :حديث ابن عباس هذا وإن كان موقوفا، فهو فى حكم المرفوع، لأنه لا يقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اجتهادا، فإنى أقول :إن قوله إياه مفسرا به الآية المذكورة"، لأكبر دليل على أنه باجتهاد من عنده وليس له حكم المرفوع، لأنه قد صح خلافه فى تفسيرها، فقد قالت السيدة عائشة رضى الله عنها. "أنا أول هذه الأمة سأل عن ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال" :إنما هو جبريل لم أره على صورته التى خلق عليها غير هاتين المرتين، رأيته منهبطا من السماء سادا عظم خلقه ما بين السماء إلى الأرض ."أخرجه مسلم (١/١١٠)وروى نحوه عن أبى هريرة مختصرا بلفظ:
""ولقد رآه نزلة أخرى "قال :رأى جبريل ."وهذا موقوف أولى من موقوف ابن عباس لموافقته لحديث عائشة المرفوع .روى له ابن خزيمة "ص133، "134شاهدا من حديث ابن مسعود مرفوعا، وسنده حسن (مختصر العلو للعلى العظيم للالبانى، ج ا، ص ١١٩ و ١٢٠، رقم الحديث ٦٨)

وعنه قال" :ولقد رآه نزله أخرى "قال :دنا "منه "ربه عز وجل "إسناده حسن ١/٦٩"
قلت :إسناده حسن كما قال، فإنه ساقه فى الأصل "ص ٨٢ "عن يحيى بن سعيد الأموى حدثنا محمد بن عمرو عن أبى سلمة عن ابن عباس .هكذا وقع فى الأصول كلها، وفيها المخطوطة "ق ١٩/٢"، وقد سقط من الإسناد الواسطة بين يحيى ومحمد بن عمرو، وهو سعيد بن أبان الأموى والد يحيى، فإنه أخرجه ابن جرير فى "تفسير ٢٦/٢٧ "حدثنا يحيى ابن سعيد الأموى قال :ثنا أبى قال :ثنا محمد بن عمرو ...
وهذا إسناد رجاله ثقات غير محمد بن عمرو وهو ابن علقمة بن وقاص الليثى وهو مختلف فيه، والذى استقر عليه الرأى عند أهل العلم أنه حسن الحديث .وإليه أشار الحافظ بقوله فى "التقريب"."صدوق، له أوهام."
لكن قد اختلف عليه فى إسناده فرواه الأموى عنه هكذا عن ابن عباس موقوفا .ورواه الفضل بن موسى عن محمد بن عمرو قال :ثنا كثير بن حبيش عن أنس بن مالك مرفوعا" :بينما أنا مضطجع فى المسجد " ...فذكر حديث الإسراء والمعراج وفيه":فدنا إلى ربه فتدلى ."وفى رواية:
"فدنا ربك فتدلى فكان قاب قوسين أو أدنى " ... "الحديث أخرجه ابن خزيمة فى "التوحيد" "ص ١٣٩ ـ ١٤٠ "باللفظ الأول، وابن جرير(٢٧/ ٢٧ ـ ٢٨)من طريق النضر وهو ابن شميل قال: أخبرنا محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص الليثى به.
وكثير بن حبيش -وقيل :خنيس -فيه ضعف، فإن كان محمد بن عمرو قد حفظه عنه فهو منكر لمخالفته للثابت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الذى دنا إنما هو جبريل عليه السلام، كما روى ابن جرير "٢٧/٢٧ "عن مسروق قال":قالت لعائشة :ما قوله "ثم دنا فتدلى ..الآية"؟ فقالت :إنما ذاک جبريل، كان يأتيه فى صورة الرجال، وأنه أتاه فى هذه المرة فى صورته، فسد أفق السماء ."وسنده صحيح، وهو عند مسلم بنحوه وقد مضى قريبا .وهو معارض لحديث ابن عباس هذا الموقوف إن ثبت عنه (مختصر العلو للعلى العظيم للالبانى، ج ا، ص ١٢٠ و ١٢١، رقم الحديث ٦٩)

(فصل نمبر 6)

آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت وزیارت کی نعمت

آخرت میں مومنوں اور جنتیوں کو آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور زیارت کا حاصل ہونا قرآن وسنت کے معتبر ومستند دلائل سے ثابت ہے، جس کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ . اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (سورة القيامة، رقم الآيات ٢١، ٢٢)

ترجمہ: بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے (سورہ قیامہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے خوش قسمت چہروں کو آخرت میں اللہ کی رؤیت کی نعمت حاصل ہوگی، اور چہروں کے ذکر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چہرہ والی آنکھوں سے رؤیت کی نعمت سے مستفید ہوں گے، یعنی ان کو رؤیتِ بصری حاصل ہوگی، نہ کہ صرف رؤیتِ قلبی، کیونکہ آخرت کے امور بقاء وعدمِ زوال پر مبنی ہیں، اس لئے وہاں اللہ تعالیٰ جسمانی آنکھوں کو اپنی رؤیت کی قدرت عطاء فرمادیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّاسَ قَالُوْا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوْا: لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوْا: لَا، قَالَ " : فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ (صحيح البخاری) [1]

---

[1] رقم الحديث ٨٠٦، كتاب الاذان، باب فضل السجود.

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھ پائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند میں جبکہ اس کے سامنے بادل نہ ہوں، شک کرتے ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سورج میں شک کرتے ہوں، جبکہ اس کے سامنے بادل نہ ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اسی طریقہ سے تم اپنے رب کو دیکھو گے (بخاری)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أُنَاسًا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ، هَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِیْرَةِ ضَوْءٌ لَیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ، قَالُوْا :لَا، قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَیْسَ فِیْهَا سَحَابٌ؟ :قَالُوْا :لَا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " :مَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، إِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ أَحَدِهِمَا (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھ سکیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، کیا تم دوپہر کے سورج کی روشنی کے دیکھنے میں شک کرتے ہو، جبکہ اس میں بادل نہ ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کی روشنی کو دیکھنے میں شک کرتے ہو، جبکہ

---

[1] رقم الحدیث ۴۵۸۱، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله :وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب.

اس میں بادل نہ ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اللہ عزوجل کو دیکھنے میں بھی شک نہیں کروگے، مگر اسی طرح جس طرح تم ان دونوں میں سے کسی کو دیکھنے میں شک کرتے ہو (بخاری)

اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَا تُضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ (صحیح البخاری) [1]

ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہویں رات کے چاند کی روشنی میں تشریف لائے، پھر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو قیامت کے دن اسی طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، جس کے دیکھنے میں تمہیں شک نہیں ہے (بخاری، مسلم)

اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا (صحیح البخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب (آخرت میں) تم اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھو گے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی آخرت میں رب تعالیٰ کی زیارت کرنے کی حدیث منقول ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۷۴۳۶، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: وجوہ یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة، ورقم الحدیث ۵۵۴، مسلم، رقم الحدیث ۶۳۳" ۲۱۱"

[2] رقم الحدیث ۷۴۳۵، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: وجوہ یومئذ ناضرة إلی ربها ناظرة.

[3] حدثنا ابن جریج، قال: أخبرنی أبو الزبیر، أنه سمع جابر بن عبد الله، یسأل عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِىْ جِبْرِيلُ ، وَفِىْ يَدِهٖ كَالْمِرْآةِ الْبَيْضَاءِ ، فِيْهَا كَالنُّكْتَةِ السَّوْدَآءِ ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ ، مَا هٰذِهٖ ؟ قَالَ: هٰذِهِ الْجُمُعَةُ.

قَالَ : قُلْتُ : وَمَا الْجُمُعَةُ ؟ قَالَ: لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ قَالَ: قُلْتُ: وَمَا لَنَا فِيْهَا ؟ قَالَ: تَكُوْنُ عِيْدًا لَکَ وَلِقَوْمِکَ مِنْ بَعْدِکَ ، وَيَكُوْنُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى تَبَعًا لَکَ .

قَالَ: قُلْتُ: وَمَا لَنَا فِيْهَا ؟ قَالَ: لَكُمْ فِيْهَا سَاعَةٌ ، لاَ يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيْهَا شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةِ ، هُوَ لَهٗ قَسَمٌ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ ، أَوْ لَيْسَ لَهٗ بِقَسَمٍ إِلَّا ذُخِرَ لَهٗ عِنْدَهٗ مَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ ، أَوْ يَتَعَوَّذُ بِهٖ مِنْ شَرٍّ ، هُوَ عَلَيْهِ مَكْتُوْبٌ إِلَّا صُرِفَ عَنْهُ مِنَ الْبَلاَءِ مَا هُوَ أَعْظَمُ مِنْهُ .

قَالَ: قُلْتُ لَهٗ : وَمَا هٰذِهِ النُّكْتَةُ فِيْهَا ؟ قَالَ: هِىَ السَّاعَةُ ، وَهِىَ تَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَهُوَ عِنْدَنَا سَيِّدُ الْأَيَّامِ ، وَنَحْنُ نَدْعُوْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَوْمَ الْمَزِيْدِ .

قَالَ: قُلْت: مِمَّ ذَاکَ ؟ قَالَ: لِأَنَّ رَبَّکَ ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰى اِتَّخَذَ فِى الْجَنَّةِ وَادِيًا مِنْ مِسْکٍ أَبْيَضَ ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ هَبَطَ مِنْ عِلِّيِّيْنَ عَلٰى كُرْسِيِّهٖ ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰى ، ثُمَّ حُفَّ الْكُرْسِىُّ بِمَنَابِرَ مِنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الورود، فقال :نجیء نحن یوم القیامة عن کذا و کذا، انظر أی ذلک فوق الناس؟ قال: فتدعی الأمم بأوثانها، وما کانت تعبد، الأول فالأول، ثم یأتینا ربنا بعد ذلک، فیقول: من تنظرون؟ فیقولون :ننظر ربنا، فیقول :أنا ربکم، فیقولون :حتی ننظر إلیک، فیتجلی لهم یضحک(مسلم، رقم الحدیث ۱۹۱"۲۱۶"۳)

ذَهَبٍ مُكَلَّلَةٍ بِالْجَوَاهِرِ ، ثُمَّ يَجِيْءُ النَّبِيُّوْنَ حَتّٰى يَجْلِسُوْا عَلَيْهَا ، وَيَنْزِلُ أَهْلُ الْغُرَفِ حَتّٰى يَجْلِسُوْا عَلٰى ذٰلِكَ الْكَثِيْبِ ، ثُمَّ يَتَجَلّٰى لَهُمْ رَبُّهُمْ ، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ، ثُمَّ يَقُوْلُ : سَلُوْنِىْ أُعْطِكُمْ ، قَالَ: فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضٰى ، فَيَقُوْلُ: رِضَائِىْ أَحَلَّكُمْ دَارِىْ، وَأَنَالُكُمْ كَرَامَتِىْ ، فَسَلُوْنِىْ أُعْطِكُمْ ، قَالَ : فَيَسْأَلُوْنَهُ الرِّضٰى ، قَالَ :فَيُشْهِدُهُمْ أَنَّهُ قَدْ رَضِىَ عَنْهُمْ ، قَالَ :فَيُفْتَحُ لَهُمْ مَا لَمْ تَرَ عَيْنٌ ، وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ ، وَلَمْ يَخْطِرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ، قَالَ: وَذٰلِكُمْ مِقْدَارُ انْصِرَافِكُمْ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ .

قَالَ ثُمَّ يَرْتَفِعُ ، وَيَرْتَفِعُ مَعَهُ النَّبِيُّوْنَ ، وَالصِّدِّيْقُوْنَ ، وَالشُّهَدَاءُ ، وَيَرْجِعُ أَهْلُ الْغُرَفِ إِلٰى غُرَفِهِمْ ، وَهِىَ دُرَّةٌ بَيْضَاءُ، لَيْسَ فِيْهَا قَصْمٌ ، وَلَا فَصْمٌ ، أَوْ دُرَّةٌ حَمْرَاءُ ، أَوْ زَبَرْجَدَةٌ خَضْرَاءُ فِيْهَا غُرَفُهَا وَأَبْوَابُهَا مَطْرُوْرَةٌ ، وَفِيْهَا أَنْهَارُهَا وَثِمَارُهَا مُتَدَلِّيَةٌ ، قَالَ :فَلَيْسُوْا إِلٰى شَىْءٍ أَحْوَجَ مِنْهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ لِيَزْدَادُوْا إِلٰى رَبِّهِمْ نَظَرًا ، وَلِيَزْدَادُوْا مِنْهُ كَرَامَةً (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

---

[1] رقم الحديث ٥٥٦٠، كتاب الجمعة، باب فى فضل الجمعة ويومها.

قال البوصيرى: رواه أبو بكر بن أبى شيبة والحارث، وأبو يعلى والطبرانى مختصرا بسند جيد (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج٢ص ٢٦٠، تحت رقم الحديث ١٤٦٨/٤، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وما جاء فى ساعتها)

وقال ابن تيمية بعد نقل رواية الدار قطنى وابنِ بطة:

وهذا الطريق يبين أن هذا الحديث محفوظ عن ليث بن أبى سليم واندفع بذلك الكلام فى سلام بن سليم؛ فإن هذا الإسناد الثانى كلهم أئمة إلى ليث وأما الأول فكأن فى القلب حزازة من أجل أن " سلاما "رواه عن جماعة من المشاهير ورواه عنه عبد الله بن روح المدائنى وقد اختلف فى سلام " هذا :فقال ابن معين مرة :لا بأس به وقال أبو حاتم :صدوق صالح الحديث .وسئل عنه ابن معين مرة أخرى فقيل له :أثقة هو؟ فقال :لا .وقال العقيلى لا يتابع على حديثه.

فإذا كان الحديث قد روى من تلك الطريق الجيدة اندفع الحمل عليه(مجموع الفتاوىٰ، ج٦ص ٤١٣، الزيادة فى نص بعض الاحاديث، هل هى نسخ؟)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل تشریف لائے، اوران کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ کی طرح کی چیز تھی، جس میں کچھ سیاہ نقطہ کی طرح کا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ جبریل یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ جمعہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ جمعہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس میں تمہارے لیے خیر (وبھلائی) ہے، میں نے پوچھا اور ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ کے لیے اورآپ کے بعد آپ کی قوم کے لیے عید ہوگا، آپ کے رب نے آپ پر پیش کیا ہے۔

آپ پہلے ہیں اور یہود ونصاریٰ آپ کے بعد ہیں (یعنی یہود نے ہفتے کو اور نصاریٰ نے اتوار کو منتخب کیا، اور آپ کے لیے سب سے عظیم دن جمعہ کا منتخب ہوا، اس لیے وہ آخرت میں اس اُمت سے پیچھے ہوں گے)

میں نے دریافت کیا کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے لئے، اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جب بندہ اس گھڑی میں اپنے رب سے کسی خیر کا سوال کرتا ہے تو جو اس کی قسمت میں ہے، وہ اس کو دے دیا جاتا ہے اور جو اس کے مقدر میں نہیں تو اس کے لئے وہ دعاء اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اجر کے لئے ذخیرہ کردی جاتی ہے یا جو کوئی اس گھڑی میں کسی ایسے شر سے پناہ مانگتا ہے جو اس کے لئے لکھا جاچکا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر سے اس سے بڑی بلا کو دور فرمادیتا ہے۔

میں نے دریافت کیا اس میں یہ سیاہ نکتہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ قیامت ہے اور قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

اور یہ دن ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور قیامت کے دن ہم اس دن کو

"یَوْمُ الْمَزِیْد" کہہ کر پکاریں گے۔

میں نے کہا کہ آخرت میں اس کو "یَوْمُ الْمَزِیْد" کے نام سے کیوں پکاریں گے؟

انہوں نے کہا کہ آپ کے رب عزوجل نے جنت میں ایک ایسا میدان رکھا ہے، جو سفید مشک کا بنا ہوا ہے، پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شان کے مطابق علیّین سے اپنی کرسی پر جلوہ فگن ہوں گے، پھر کرسی کو جواہرات سے آراستہ سونے کے منبروں سے گھیرا جائے گا (یعنی کرسی کے اطراف میں جواہرات سے آراستہ سونے کے منبر بچھائے جائیں گے)

پھر انبیاء علیہم السلام آکر ان منبروں پر بیٹھیں گے پھر بالا خانوں والے (یعنی جنّتی) آئیں گے اور مشک کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، پھر اُن کے رب تبارک وتعالیٰ ان پر تجلی فرمائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ مجھ سے مانگو، یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اُس کی رضامندی طلب کریں گے، اس پر اللہ عزوجل فرمائیں گے کہ میری رضا نے تمہیں میرے گھر میں پہنچایا ہے اور میری عزت سے تم کو نوازا ہے، پس تم مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا، چنانچہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے اس کی رضامندی طلب کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو گواہ کر کے کہیں گے کہ وہ ان سے راضی ہوگیا۔

پھر اللہ جلّ شانہٗ ان کے سامنے وہ چیزیں ظاہر فرمائیں گے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

اور فرمایا کہ یہ تمہارے جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز سے) واپس جانے کی مقدار کے برابر ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سے صعود فرمائیں گے اور (انبیاء) صدیقین اور شہداء بھی اسی کے ساتھ ساتھ تشریف لے جائیں گے۔

اور بالا خانے والے اپنے اپنے بالا خانوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔

یہ بالا خانے سفید موتی ہوں گے نہ ان میں کوئی جوڑ ہوگا اور نہ دراڑ ہوگی یا یہ بالا خانے سرخ یاقوت ہوں گے یا سبز زبرجد ہوں گے، ان میں بالا خانے ہوں گے اوران کے دروازے بارونق ہوں گے۔

اوران میں نہریں ہوں گی اوران کے (درختوں کے) پھل لٹکتے ہوں گے، پس سب سے زیادہ انہیں جمعہ کے دن کے آنے کی طلب ہوگی، تاکہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی زیارت زیادہ سے زیادہ نصیب ہو، اورتاکہ اس سے ان کی عزت میں اضافہ ہو(ابنِ ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] علی بن الحکم البنانی، عن أنس بن مالک، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال " :أتانی جبریل بمثل المرآة البیضاء فیها نکتة سوداء ، قلت :یا جبریل :ما هذه؟ قال :هذه الجمعة، جعلها الله عیدا لک ولأمتک، فأنتم قبل الیهود والنصاری، فیها ساعة لا یوافقها عبد یسأل الله فیها خیرا إلا أعطاه إیاه "، قال " :قلت :ما هذه النکتة السوداء ؟ قال :هذا یوم القیامة، تقوم فی یوم الجمعة، ونحن ندعوه عندنا المزید "، قال " :قلت :ما یوم المزید؟ قال :إن الله جعل فی الجنة وادیا أفیح، وجعل فیه کثبانا من المسک الأبیض، فإذا کان یوم الجمعة ینزل الله فیه، فوضعت فیه منابر من ذهب للأنبیاء ، وکراسی من در للشهداء ، وینزلن الحور العین من الغرف فحمدوا الله ومجدوه "، قال " :ثم یقول الله :اکسوا عبادی، فیکسون، ویقول :أطعموا عبادی، فیطعمون، ویقول :اسقوا عبادی، فیسقون، ویقول :طیبوا عبادی فیطیبون، ثم یقول : ماذا تریدون؟ فیقولون :ربنا رضوانک "، قال " :یقول :رضیت عنکم، ثم یأمرهم فینطلقون، وتصعد الحور العین الغرف، وهی من زمردة خضراء ، ومن یاقوتة حمراء (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۲۲۸)

قال حسین سلیم أسد الدارانی:إسناده صحیح(حاشیة ابی یعلیٰ)

وقال ابن حجر:هذا آخر الحدیث من هذا الوجه، ولم یذکر ما بعده، وإسناده أجود من الأول (المطالب العالیة بزوائد المسانید العشرة، ج۴ص ۶۲۲ ، کتاب النوافل، باب فضل الجمعة والساعة التی ترجی فیها إجابة الدعاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

اوراس کی سند کو بھی محدثین نے عمدہ قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيرى:رواه أبو بكر بن أبى شيبة والحارث، وأبو يعلى والطبرانى مختصرا بسند جيد ورواه أبو يعلى أيضا بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ١٤٦٨ ''٣''و ١٤٦٨ ''٤''، كتاب الجمعة،باب فضل يوم الجمعة وما جاء فى ساعتها)

[1] عن أبى عمران الجونى، عن أنس بن مالك قال :عرضت الجمعة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، جاء جبريل فى كفه كالمرآة البيضاء فى وسطها كالنكتة السوداء ، فقال :ما هذه يا جبريل؟ قال :هذه الجمعة يعرضها عليك ربك لتكون لك عيدا ولقومك من بعدك، ولكم فيها خير تكون أنت الأول، ويكون اليهود والنصارى من بعدك، وفيها ساعة لا يدعو أحد ربه بخير هو له قسم إلا أعطاه، أو يتعوذ من شر إلا دفع عنه ما هو أعظم منه، ونحن ندعوه فى الآخرة يوم المزيد، وذلك أن ربك اتخذ فى الجنة واديا أفيح من مسك أبيض، فإذا كان يوم الجمعة نزل من عليين، فجلس على كرسيه، وحف الكرسى بمنابر من ذهب مكللة بالجواهر، وجاء الصديقون والشهداء فجلسوا عليها، وجاء أهل الغرف من غرفهم حتى يجلسوا على الكثيب، وهو كثيب أبيض من مسك أذفر، ثم يتجلى لهم فيقول :أنا الذى صدقتكم وعدى، وأتممت عليكم نعمتى، وهذا محل كرامتى، فسلونى، فيسألونه الرضا، فيقول :رضاى أحلكم دارى، وأنالكم كرامتى، فسلونى، فيسألونه الرضا، فيشهد عليهم على الرضا، ثم يفتح لهم ما لم تر عين، ولم يخطر على قلب بشر، إلى مقدار منصرفهم من الجمعة، وهى زبرجدة خضراء أو ياقوتة حمراء ، مطردة فيها أنهارها، متدلية، فيها ثمارها، فيها أزواجها وخدمها، فليس هم فى الجنة بأشوق منهم إلى يوم الجمعة ليزدادوا نظرا إلى ربهم عز وجل وكرامته، ولذلك دعى يوم المزيد(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٢٠٨٤)

[2] قال المنذرى:رواه الطبرانى فى الأوسط بإسناد جيد(الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ١٠٣٧، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها وما جاء فى فضل يومها وساعتها)

وقال ايضاً:رواه ابن أبى الدنيا والطبرانى فى الأوسط بإسنادين أحدهما جيد قوى وأبو يعلى مختصرا ورواته رواة الصحيح والبزار واللفظ له .الفصم بالفاء هو كسر الشىء من غير أن تفصله. والوصم بالواو الصدع والعيب(الترغيب والترهيب ، تحت رقم الحديث ٥٧٤٧،فصل فى نظر أهل الجنة إلى ربهم تبارك وتعالى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام بزار نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات وروى أبو يعلى طرفا منه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٩٩٦، باب في الجمعة وفضلها)

عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، عن سالم بن عبد الله، أنه سمع أنس بن مالك، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أتاني جبريل وفي يده كهيئة المرآة البيضاء ، فيها نكتة سوداء ، فقلت :ما هذه يا جبريل؟ قال :هذه الجمعة، بعث بها ربك إليك تكون عيدا لك ولأمتك بعدك، فقلت :ما لنا فيها؟ فقال :لكم خير كثير، أنتم الآخرون السابقون يوم القيامة، وفيها ساعة لا يوافقها عبد مسلم يصلي يسأل الله فيها شيئا إلا أعطاه إياه، فقلت :ما هذه النكتة السوداء ؟ قال :هذه الساعة، تقوم يوم الجمعة، وهو سيد الأيام، ونحن نسميه يوم المزيد، قلت :يا جبريل، ما المزيد؟ قال : ذلك أن ربك اتخذ في الجنة واديا أفيح من مسك أبيض، فإذا كان يوم الجمعة من أيام الآخرة يهبط الرب تبارك وتعالى عن عرشه إلى كرسيه، وحف الكرسي بمنابر من نور فجلس عليها النبيون، وحفت المنابر بكراسي من ذهب فجلس عليها الشهداء ، ويهبط أهل الغرف من غرفهم، فيجلسون على كثبان المسك، لا يرون لأهل الكراسي والمنابر عليهم فضلا في المجلس، ويبدو لهم ذو الجلال والإكرام، فيقول :سلوني، فيقولون :نسألك الرضا يا رب، فيقول :رضائي أحلكم داري، وأنالكم كرامتي، ثم يقول :سلوني، فيقولون بأجمعهم :نسألك الرضا، فيشهدهم على الرضا، ثم يقول : سلوني، فيسألونه حتى ينتهي كل عبد منهم، ثم يفتح عليهم ما لا عين رأت ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر (المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٦٧١٧)

؎ عن عثمان بن عمير، عن أنس بن مالك، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أتاني جبريل صلى الله عليه وسلم، وفي يده مرآة بيضاء ، فيها نكتة سوداء ، فقلت :ما هذه يا جبريل، قال :هذه الجمعة يعرضها عليك ربك؛ لتكون لك عيدا ولقومك من بعدك، تكون أنت الأول، وتكون اليهود والنصارى من بعدك، قال :ما لنا فيها، قال :لكم فيها خير، لكم فيها ساعة من دعا ربه فيها بخير، هو له قسم إلا أعطاه إياه، أو ليس له بقسم إلا ادخر له ما هو أعظم منه، أو تعوذ فيها من شر، هو عليه مكتوب، إلا أعاذه من أعظم منه، قلت :ما هذه النكتة السوداء فيها؟ قال :هي الساعة تقوم يوم الجمعة، وهو سيد الأيام عندنا، ونحن ندعوه في الآخرة يوم المزيد، قال: قلت :لم تدعونه يوم المزيد؟ قال :إن ربك عز وجل اتخذ في الجنة واديا أفيح من مسك أبيض، فإذا كان يوم الجمعة نزل تبارك وتعالى من عليين على كرسيه، ثم حف الكرسي بمنابر من نور، وجاء النبيون حتى يجلسوا عليها، ثم حف المنابر بكراسي في ذهب، ثم جاء الصديقون والشهداء حتى يجلسوا عليها، ثم يجيء أهل الجنة حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بھی ''کتابُ السنۃ'' میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یجلسوا علی الکثیب، فیتجلی لھم ربھم تبارک وتعالی، حتی ینظروا إلی وجھه، وھو یقول :أنا الذی صدقتکم وعدی، وأتممت علیکم نعمتی، ھذا نحل کرامتی فسلونی، فیسألونه الرضی، فیقول عز وجل :رضائی أحلکم داری، وأنا لکم کرامتی، فسلونی فیسألونه حتی تنتھی رغبتھم، فیفتح لھم عند ذلک ما لا عین رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر إلی مقدار منصرف الناس یوم الجمعة، ثم یصعد تبارک وتعالی علی کرسیه، فیصعد معه الشھداء والصدیقون، أحسبه قال :ویرجع أھل الغرف إلی غرفھم، درة بیضاء لا فصم فیھا ولا قصم، أو یاقوتة حمراء ، أو زبرجدة خضراء منھا غرفھا وأبوابھا، مطردة فیھا أنھارھا، متدلیة فیھا ثمارھا، فیھا أزواجھا وخدمھا، فلیسوا إلی شیء أحوج منھم إلی یوم الجمعة؛ لیزدادوا فیه کرامة، ولیزدادوا فیه نظرا إلی وجھه تبارک وتعالی، ولذلک دعی یوم المزید ."

قال البزار :قد رواه جماعة، منھم إبراھیم بن طھمان، ومحمد بن فضیل، وغیرھما عن لیث، عن عثمان بن عمیر، عن أنس، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم (کشف الاستار، رقم الحدیث ۳۵۱۹)

قال الھیثمی:رواه البزار، والطبرانی فی الأوسط بنحوه، وأبو یعلی باختصار، ورجال أبی یعلی رجال الصحیح، وأحد إسنادی الطبرانی رجاله رجال الصحیح غیر عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، وقد وثقه غیر واحد، وضعفه غیرھم، وإسناد البزار فیه خلاف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۸۷۷۱ ،باب فی رؤیة أھل الجنة للہ -تبارک وتعالی -ورضاه عنھم)

[1] عن أنس بن مالک رضی اللہ عنه قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم " :أتانی جبریل وفی کفه مرآة بیضاء فیھا نکتة سوداء فقلت :ما ھذه یا جبریل؟ قال :ھذه الجمعة یعرضھا علیک ربک عز وجل لتکون لکم عیدا ولقومک من بعدک تکون أنت الأول والیھود والنصاری تبع من بعدک، قلت :ما لنا فیھا؟ قال :لکم فیھا خیر، لکم فیھا ساعة من دعا ربه عز وجل فیھا بخیر ھو له قسم أعطاه اللہ عز وجل أو لیس له بقسم إلا ذخر له ما أعظم منه، أو تعوذ فیھا من شر ما ھو مکتوب علیه إلا أعاذه اللہ من أعظم منه، فإذا کان یوم الجمعة نزل تبارک وتعالی من علیین علی کرسیه، ثم حف الکرسی بمنابر من نور، ثم جاء النبیون حتی یجلسوا علیھا، ثم حف المنابر بکراسی من ذھب، ثم جاء الصدیقون والشھداء حتی یجلسوا علیھا، ثم یجیء أھل الجنة حتی یجلسوا علی الکثیب، فیتجلی لھم ربھم عز وجل حتی ینظروا إلی وجھه عز وجل، أعادھا عبد الأعلی مرتین، وھو یقول :أنا الذی صدقتکم وعدی وأتممت علیکم نعمتی، وھذا محل کرامتی، فاسألونی فیسألونه الرضا، فیقول :رضای أحلکم داری، وإن لکم کرامتی، فسلونی، فیسألونه حتی تنتھی رغبتھم فیفتح لھم عند ذلک ما لا عین رأت ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر إلی مقدار منصرف الناس یوم الجمعة، ثم یصعد علی کرسیه فیصعد معه الصدیقون والشھداء ویرجع أھل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس حدیث کی بعض سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن بعض سندیں قوی اور صحیح ہیں، اور مختلف سندیں آپس میں مل کر قوت حاصل کرلیتی ہیں۔ [1]

اس تفصیلی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے مقبول اور انعام یافتہ بندوں کا ذکر ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ حضرات درج ذیل چار قسم کے لوگ ہیں:

(1)......انبیاء(2)......صدیقین(3)......شہداء(4)......صالحین

جن کا قرآن مجید میں سورہ نساء کی مندرجہ ذیل آیت میں تذکرہ آیا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (سورہ النساء رقم الآیۃ ۶۹)

''یعنی وہ لوگ جن پر انعام فرمایا اللہ نے، یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرنے اور انعام واکرام پانے والوں کے یہ چار درجے ہیں، جن میں سب سے پہلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی جماعت ہے، پھر صدیقین کی جماعت ہے۔

صدیقین وہ حضرات ہیں جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی امت میں اخلاصِ نیت اور اتباعِ عمل میں سب سے اونچے مقام اور سب سے زیادہ مرتبے اور رتبے والے ہوتے ہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الغرف إلى غرفهم، وهى درة بيضاء لا فصم ولا قصم أو ياقوتة حمراء أو زبرجدة خضراء فيها، أو قال منها أو كما قال، ومنها غرفها وأبوابها مطردة فيها، أنهارها متدلية فيها، ثمارها فيها، أزواجها وخدمها فليسوا إلى شيء أحوج منهم إلى يوم الجمعة ليزدادوا منه كرامة وليزدادوا نظرا إلى وجهه عز وجل ولذلك دعى يوم المزيد(السنة لعبدالله بن احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۲۵۰ ،سئل عما جحدت الجهمية الضلال من رؤية الرب تعالى يوم القيامة)

[1] قال الذهبي:هذا حديث مشهور وافر الطرق أخرجه الإمام عبد الله بن أحمد فى كتاب السنة له عن عبد الأعلى بن حماد النرسى عن عمرو بن يونس(العلو للعلى الغفار ،تحت رقم الحديث ۵۵، ج ۱ ص ۳۱)

وقال ايضاً:وهذه طرق يعضد بعضها بعضا رزقنا الله وإياكم لذة النظر إلى وجهه الكريم(العلو للعلى الغفار ،تحت رقم الحديث ۵۷، ج ۱ ص ۳۱)

ان حضرات میں باطنی کمالات بھی بہت ہوتے ہیں۔
عام بول، چال میں ان کو''اولیاء اللہ'' کہا جاتا ہے۔
اس کے بعد شہداؔ ء کی جماعت ہے، شہداؔ ء وہ حضرات ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی جان تک دے دی ہو، یہ بھی بہت اونچا مقام ہے۔
اس کے بعد صالحیؔن کی جماعت ہے، صالحیؔن وہ حضرات ہیں جو پوری طرح شریعت کی اتباع کرنے والے ہیں، فرائض میں بھی، واجبات میں بھی، اور سنتوں وغیرہ میں بھی، اور عام بول چال میں ان کو''نیک و دیندار'' کہا جاتا ہے۔
ان سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے وقت بھی اپنے اپنے درجات کے مطابق شان سے نوازا جائے گا۔
مذکورہ حدیث میں شہداء کے بعد جن جنتیوں کا ذکر ہے ان سے مراد صالحین اور نیک لوگ ہیں، جن کا درجہ صدیقین اور شہداء کے بعد ہے۔
معلوم ہوا کہ آخرت و جنت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت جمعہ کے دن ہوا کرے گی۔
بعض علماء نے فرمایا کہ خواتین بھی جنت میں اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گی، اور اُن میں زیادہ قریب سے زیارت کرنے والی وہ خواتین ہوں گی جو جمعہ کے دن نیک اعمال میں زیادہ سبقت لے جانے والی ہوں گی۔
اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے سے زیارت کرنے والے مرد و عورت سب کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ:
وانہ یتجلی فیھم لاھل الجنۃ عموماً یشارک الرجال فیھا النساء فھذہ الایام اعیاد للمؤمنین فی الدنیا والاٰخرۃ عموما(فتح الباری لابنِ رجب ج ۱ ص ۱۷۶، کتاب الایمان)
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جنتیوں کے لئے تجلی فرمائیں گے، جو مَردوں اور عورتوں سب کے لئے ہوگی، پس یہ دن
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعہ کے دن جنت کے بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی تفصیلاً مروی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مومنوں کی دنیا وآخرت کے عید کے دن ہیں (فتح الباری لابن رجب)

أنه يوم يتجلى الله عز وجل فيه لأوليائه المؤمنين فى الجنة، وزيارتهم له، فيكون أقربهم منهم أقربهم من الإمام، وأسبقهم إلى الزيارة أسبقهم إلى الجمعة(زاد المعاد، ج ۱ ص ۳۹۵،فصل فى بيان اختلاف الناس فى ساعة الإجابة)

كما أنهم فى الدنيا كان الرجال يروحون إلى المساجد فيتوجهون إلى الله هنالك والنساء فى بيوتهن يتوجهن إلى الله بصلاة الظهر؛ والرجال يزدادون نورا فى الدنيا بهذه الصلاة وكذلك النساء يزددن نورا بصلاتهن كل بحسبه؛ والله سبحانه لا يشغله شأن عن شأن بل كل عبد يراه مخليا به فى وقت واحد(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۶، ص۴۰۸، و ۴۰۹، تحت حديث الزيادة فى نص بعض الاحاديث ، هل هى نسخ)

[1] عن سعيد بن المسيب، أنه لقى أبا هريرة فقال أبو هريرة :أسأل الله أن يجمع بينى وبينك فى سوق الجنة، فقال سعيد :أفيها سوق؟ قال :نعم، أخبرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم :أن أهل الجنة إذا دخلوها نزلوا فيها بفضل أعمالهم، ثم يؤذن فى مقدار يوم الجمعة من أيام الدنيا فيزورون ربهم، ويبرز لهم عرشه ويتبدى لهم فى روضة من رياض الجنة، فتوضع لهم منابر من نور ومنابر من لؤلؤ، ومنابر من ياقوت، ومنابر من زبرجد، ومنابر من ذهب، ومنابر من فضة، ويجلس أدناهم وما فيهم من دنى على كثبان المسك والكافور، ما يرون أن أصحاب الكراسى بأفضل منهم مجلسا .قال أبو هريرة: قلت :يا رسول الله وهل نرى ربنا؟ قال :نعم، قال :هل تتمارون فى رؤية الشمس والقمر ليلة البدر؟ قلنا :لا .قال " :كذلك لا تتمارون فى رؤية ربكم ولا يبقى فى ذلك المجلس رجل إلا حاضره الله محاضرة حتى يقول للرجل منهم :يا فلان ابن فلان أتذكر يوم قلت :كذا وكذا؟ فيذكره ببعض غدراته فى الدنيا، فيقول :يا رب أفلم تغفر لى؟ فيقول :بلى، فبسعة مغفرتى بلغت منزلتك هذه، فبينما هم على ذلك غشيتهم سحابة من فوقهم فأمطرت عليهم طيبا لم يجدوا مثل ريحه شيئا قط، ويقول ربنا تبارك وتعالى :قوموا إلى ما أعددت لكم من الكرامة فخذوا ما اشتهيتم، فنأتى سوقا قد حفت به الملائكة، فيه ما لم تنظر العيون إلى مثله، ولم تسمع الآذان، ولم يخطر على القلوب فيحمل إلينا ما اشتهينا، ليس يباع فيها ولا يشترى، وفى ذلك السوق يلقى أهل الجنة بعضهم بعضا "، قال " :فيقبل الرجل ذو المنزلة المرتفعة فيلقى من هو دونه وما فيهم دنى فيروعه ما يرى عليه من اللباس، فما ينقضى آخر حديثه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگراس کی سند کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]
نیز جمعہ کے دن جنت کے بازار اور اللہ تعالیٰ کی زیارت کا ذکر دیگر احادیث میں بھی آیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حتى يتخيل عليه ما هو أحسن منه، وذلك أنه لا ينبغي لأحد أن يحزن فيها، ثم ننصرف إلى منازلنا، فيتلقانا أزواجنا فيقلن مرحبا وأهلا، لقد جئت وإن بك من الجمال أفضل مما فارقتنا عليه، فيقول :إنا جالسنا اليوم ربنا الجبار، ويحقنا أن ننقلب بمثل ما انقلبنا (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۵۴۹، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فى سوق الجنة، واللفظ لهٗ؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۳۳۶؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ۷۴۳۸)

[1] قال الترمذى:هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه وقد روى سويد بن عمرو، عن الأوزاعى، شيئا من هذا الحديث.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف .هشام بن عمار كبر فصار يتلقن، وعبد الحميد :وهو ابن الحبيب بن أبى العشرين -قال النسائى :ليس بقوى، وقال البخارى :ربما يخالف فى حديثه، وقال ابن حبان :ربما أخطاء، وقال ابن عدى :يعرف بغير حديث لا يرويه غيره وهو ممن يكتب حديثه، وقال أبو حاتم :لم يكن صاحب حديث(حاشية ابن حبان)

قال المنذرى: وعبدالحميد هو كاتب الاوزاعى مختلف فيه كما سيأتى وبقية رواة الاسناد ثقات، وقد رواه ابن ابى الدنيا عن هقل بن زياد كاتب الاوزاعى ايضا، واسمه محمد، وقيل عبدالله،وهو ثقة ثبت احتج به مسلم وغيره،عن الاوزاعى قال: نبئت ان سعيد بن المسيب لقى اباهريرة فذكر الحديث (الترغيب والترهيب، ج۴، ص۳۰۲، فصل فى سوق الجنة)

و قال ابن تيمية : قد روى هذا الحديث "ابن بطة "فى (الإبانة) بأسانيد صحيحة عن أبى المغيرة عبد القدوس بن الحجاج عن الأوزاعى وعن محمد بن كثير عن الأوزاعى عن عبد الله بن صالح حدثنى الهقل عن الأوزاعى قال :نبئت أنه لقى سعيد بن المسيب أبا هريرة فقال :أسأل الله أن يجمع بينى وبينك فى سوق الجنة وذكر الحديث مثل ما تقدم .وهذا يبين أن الحديث محفوظ عن الأوزاعى لكن فى تلك الروايات سمى من حدثه وفى الروايات البواقى الثانية لم يسم فالله أعلم(مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية، ج٦، ص ۴۱۹، تحت حديث الزيادة فى نص بعض الاحاديث ، هل هى نسخ)

[2] عن الحسن ,عن عبد الله بن عباس ,عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :إن أهل الجنة يرون ربهم عز وجل فى كل يوم جمعة فى رمال الكافور ,وأقربهم منه مجلسا :أسرعهم إليه يوم الجمعة ,وأبكرهم غدوا "(الشريعة للآجرى، رقم الحديث ٦١١، كتاب التصديق بالنظر إلى الله عز وجل، ومما روى ابن عباس رضى الله عنه، واللفظ لهٗ؛ الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ۳۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن میں سے بعض کی سندوں پر کلام ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن شريک عن عثمان بن عمير، عن أنس فى قول الله تبارک وتعالى :(ولدينا مزيد) قال :يتجلى لهم كل جمعة (مسند البزار، رقم الحديث ٧٥٢٨، واللفظ لهٗ؛ صفة الجنة لابن ابى الدنيا، رقم الحديث ٩٠ و٩٤؛ الرد على الجهمية للدارمى، رقم الحديث ١٩٨،)

قال البزار: وعثمان صالح وهذا الحديث لانعلم رواه عن انس بهذا اللفظ الا عثمان بن عمير ابواليقظان.

وقال الهيثمى: وفيه عثمان بن عمير وهوضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٣٦٣، سورة ق)

وقال احمد بن على بن حجر : عثمان بن عمير البجلى أبى اليقظان الكوفى الأعمى وهو ضعيف لكن لم يتهم بالوضع (القول المسدد فى مسند احمد، ج ١، ص ٥٦؛ الناشر :مكتبة ابن تيمية - القاهرة)

وقال البوصيرى:هذا إسناد فيه أبو اليقظان واسمه عثمان بن عمير البجلى وقد أجمعوا على تضعيفه (مصباح الزجاجة، كتاب أقامة الصلاة، باب ما يكره فى الصلاة، جزء ١، صفحه ١١٨)

عن زيد بن على، عن أبيه، عن جده على بن أبى طالب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يرون أهل الجنة الرب تبارک وتعالى فى كل جمعة ,وذكر ما يعطون , قال :ثم يقول تبارک وتعالى :اكشفوا حجابا فيكشف حجاب ثم حجاب ثم يتجلى لهم تبارک وتعالى عن وجهه فكأنهم لم يروا نعمة قبل ذلک ,وهو قوله تبارک وتعالى (ولدينا مزيد (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائى، رقم الحديث ٨٥٢)

؎ عن أبى عبيدة، قال :قال عبد الله :سارعوا إلى الجمع فإن الله عز وجل يبرز إلى أهل الجنة فى كل جمعة فى كثيب من كافور، فيكونوا من القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة، فيحدث الله عز وجل لهم من الكرامة شيئا لم يكونوا رأوه قبل ذلک، ثم يرجعون إلى أهليهم فيحدثونهم بما أحدث الله لهم قال :ثم دخل عبد الله المسجد فإذا هو برجلين يوم الجمعة قد سبقاه، فقال عبد الله :رجلان وأنا الثالث، إن شاء الله أن يبارک فى الثالث(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٩١٦٩، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ٣١؛ التوحيد لابن خزيمة، رقم الحديث ٥٥٩)

قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير، وابوعبيدة اسمه عامر ولم يسمع من ابيه عبدالله بن مسعودرضى اللہعنه وقيل سمع منه (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ١٠٦٨، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها)

وقال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وابوعبيدة لم يسمع من ابيه (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٠٨٩، باب التبكير إلى الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض کی سندیں نا قابلِ اعتبار بھی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وقال ابن تیمیة: ورواه ابن بطة بإسناد صحیح من هذا الطریق وزاد فیه :(ثم یرجعون إلى أهلیهم فیحدثونهم بما قد أحدث لهم من الکرامة شیئا لم یکونوا رأوه فیما خلا) هذا إسناد حسن حسنه الترمذی وغیره .ویقال إن أبا عبیدة لم یسمع من أبیه؛ لکن هو عالم بحال أبیه متلق لآثاره من أکابر أصحاب أبیه وهذه حال متکررة من عبد الله -رضی الله عنه -فتکون مشهورة عند أصحابه فیکثر المتحدث بها ولم یکن فی أصحاب عبد الله من یتهم علیه حتى یخاف أن یکون هو الواسطة فلهذا (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج٦ ص ٤٠٤، تحت حدیث الزیادة فی نص بعض الاحادیث ، هل هی نسخ)

عن أبی عبیدة ، عن عبد الله بن مسعود قال : تسارعوا إلى الجمعة ؛ فإن الله تبارک وتعالى یبرز لأهل الجنة فی کل یوم جمعة ، فی کثیب من کافور أبیض ، فیکونون منه فی القرب على قدر تسارعهم إلى الجمعة فی الدنیا (الزهد والرقائق لابن المبارک، رقم الحدیث ١٢٠٥١، باب صفة النار)

قال ابن تیمیة: وهذا الذی أخبر به ابن مسعود أمر لا یعرفه إلا نبی أو من أخذه عن نبی فیعلم بذلک أن ابن مسعود أخذه عن النبی صلى الله علیه وسلم ولا یجوز أن یکون أخذه عن أهل الکتاب لوجوه :(أحدها) : أن الصحابة قد نهوا عن تصدیق أهل الکتاب فیما یخبرونهم به :فمن المحال أن یحدث ابن مسعود رضی الله عنه بما أخبر به الیهود على سبیل التعلیم ویبنی علیه حکما .(الثانی) : أن ابن مسعود -رضی الله عنه -خصوصا کان من أشد الصحابة -رضی الله عنهم -إنکارا لمن یأخذ من أحادیث أهل الکتاب .(الثالث) : أن الجمعة لم تشرع إلا لنا والتبکیر فیها لیس إلا فی شریعتنا فیبعد مثل أخذ هذا عن الأنبیاء المتقدمین ویبعد أن الیهودی یحدث بمثل هذه الفضیلة لهذه الأمة وهم الموصوفون بکتمان العلم والبخل به وحسد هذه الأمة(مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج٦ ص٤٠٥، تحت حدیث الزیادة فی نص بعض الاحادیث ، هل هی نسخ)

[1] عن مجاشع بن عمرو عن محمد بن الزبرقان عن مقاتل بن حیان عن أبی الزبیر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله (صلى الله علیه وسلم) إن أهل الجنة لیحتاجون إلى العلماء فی الجنة وذلک انهم یزورون الله عز وجل فی کل جمعة فیقول لهم تمنوا على ما شئتم فیلتفتون إلى العلماء فیقولون ماذا نتمنى فیقولون تمنوا علیه کذا وکذا قال فهم یحتاجون إلیهم فی الجنة کما یحتاجون إلیهم فی الدنیا (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ٥١، ص ٥٠، تحت الترجمة محمد بن أحمد بن سهل بن نصر أبو بکر الرملی المعروف بابن النابلسی)

قال المناوی: وفیه مجاشع بن عمر قال ابن معین أحد الکذابین وقال البخاری منکر مجهول وأورد له فی المیزان هذا الخبر ثم قال وهذا موضوع ومجاشع هو راوی کتاب الأهوال والقیامة وهو جزآن کله موضوع انتهى وقضیة صنیع المصنف أنه لم یره مخرجا لأحد ممن وضع (فیض القدیر، تحت رقم الحدیث ٢٢٣٥)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے متعلق کئی احادیث وروایات نقل کی ہیں، جس کے بعد فرمایا کہ:

وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ عَامَّتُهَا اِذَا جُرِّدَ اِسْنَادُ الْوَاحِدِ مِنْهَا لَمْ يَخْلُ عَنْ مَقَالٍ قَرِيْبٍ اَوْ شَدِيْدٍ لٰكِنْ تَعَدُّدُهَا وَكَثْرَةُ طُرُقِهَا يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ ثُبُوْتُهَا فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ، بَلْ قَدْ يَقْتَضِي الْقَطْعَ بِهَا ،وَاَيْضًا فَقَدْ رُوِيَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ مَايُوَافِقُ ذٰلِکَ وَمِثْلُ هٰذَا لَايُقَالُ بِالرَّأْيِ، وَاِنَّمَا يُقَالُ بِالتَّوْقِيْفِ (مجموع فتاویٰ ابنِ تیمیة جلد۶ صفحه ۴۰۳، تحت حديث: رؤية المؤمنين ربهم فى الجنة فى مثل يوم الجمعة من أيام الدنيا)

ترجمہ: اور یہ احادیث عام طور پر جب ان میں سے ایک کی سند کو دوسری سے الگ کیا جائے گا تو یہ تھوڑے یا شدید کلام سے خالی نہ ہوگی، لیکن ان احادیث کے متعدد ہونے اوران کے مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے نفس الامر میں ان کے ثبوت کا غالب گمان ہوتا ہے، بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے، نیز صحابہ اور تابعین سے بھی ان احادیث کے موافق آثار مروی ہیں اوران احادیث وآثار میں بیان کردہ جیسے فضائل عقل ورائے سے بیان نہیں کیے جاسکتے، اس طرح کے فضائل توقیفی ہوتے ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے بغیر ایسی باتیں نہیں کی جاسکتیں) (مجموع الفتاویٰ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن عراق الكناني: (حديث) " إن أهل الجنة ليحتاجون إلى العلماء فى الجنة، وذلک أنهم يزورون الله فى كل جمعة .فيقول تمنوا على ما شئتم .فيلتفتون إلى العلماء ، فيقولون :ماذا نتمنى على ربنا، فيقولون تمنوا كذا وكذا، فهم يحتاجون إليهم فى الجنة كما يحتاجون إليهم فى الدنيا ." (مى) من حديث جابر، وفيه مجاشع بن عمرو، قال الذهبى فى الميزان هذا موضوع(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج ا، ص٢٧٦، كتاب العلم، الفصل الثالث)

وقال الالباني: موضوع (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السىء فى الأمة، تحت رقم الحديث ١٧١٣)

اور یہ بحث تو جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے متعلق ہے، جہاں تک جمعہ کے دن کی قید کے بغیر آخرت میں مومنوں وجنتیوں کو اللہ تعالیٰ کی مطلق زیارت کا تعلق ہے، تو اس کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، جس کے متعلق معتبر احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

خلاصۂ کلام

ماقبل میں شروع سے آخر تک جو بحث کی گئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی عام اور اصولی تعلیمات کی روشنی میں قاعدہ یہ ہے کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنا عقلاً تو ممکن ہے، لیکن طبعاً مخلوق کو اس کی استطاعت وقدرت حاصل نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ دنیوی میں خواب اور نیند کے اندر اللہ تعالیٰ کی زیارت ورؤیت فرمائی ہے، جو کہ رؤیتِ عینی وبصری نہیں تھی، بلکہ رؤیتِ قلبی وفؤادی تھی، اور اس کے متعلق بھی بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت اللہ کے نور کی رؤیت فرمائی تھی۔

جہاں تک معراج کی رات میں یا دوسرے اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے زیارت یعنی ''رؤیتِ بصری وعینی'' کا تعلق ہے، تو اس کے بعض حضرات قائل ہیں، لیکن چونکہ اس کا ثبوت ایسے واضح اور ٹھوس دلائل سے نہیں ہے کہ جن کی وجہ سے قرآن وسنت کی عام اور اصولی تعلیمات میں استثناء پیدا کیا جائے، بلکہ بعض معتبر ومستند دلائل سے رؤیتِ بصری وعینی کا نہ ہونا ثابت ہے، اس لئے بعض اہلِ علم حضرات نے اسی کو ترجیح دی ہے، اور ہمارا رجحان ومیلان بھی اسی طرف ہے۔

جبکہ بعض حضرات اس سلسلہ میں سکوت کے قائل ہیں، اور اس کی حقیقت کو اللہ کے حوالہ کرنے میں سلامتی وعافیت سمجھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیتِ بصری وعینی کے حاصل ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے، اور نہ ہی اس کی

واضح نفی کی جائے۔

اور آج کل جو بہت سے اہلِ علم میں یہ بات مشہور ہے، اور کئی کتب میں بھی اس کا ذکر پایا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اپنی ظاہری آنکھوں سے زیارت ورؤیت کی ہے، بطورِ خاص معراج کی رات میں اس کا وجود ہوا ہے، اور اس بات کو سورہ نجم کی بعض آیات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، تو قرآن وسنت کے مستند دلائل سے یہ بات ہمیں راجح معلوم نہ ہوسکی، البتہ قرآن وسنت کے دلائل سے قیامت وآخرت میں جنتیوں اور نیک لوگوں کو اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی زیارت ورؤیت کی نعمت کے حاصل ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، جو کہ آخرت وجنت کی سب سے عظیم نعمت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس نعمت سے مستفید ہونے والوں میں شامل وداخل فرمائے۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۶ھ 17 / مارچ/ 2015ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

رائے گرامی

مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مفتی صاحب دام فضلہٗ کی تازہ علمی وتحقیقی سوغات ''رؤیتِ باری تعالیٰ'' پر مقالہ ہے، جو دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ ہفتہ دس دن میں بحمد اللہ تیار ہوا، موضوع کے تمام پہلوؤں کو الگ الگ فصول باندھ کر محقق ومنقح کیا گیا ہے۔

اس باب میں قرآن وحدیث کی تمام متعلقہ نصوص اور علماءِ سلف وخلف کی درایات وتنقیحات، اور نصوص کے انطباق وتاویل کے عمل میں جزوی اختلاف سب چیزوں کو ضروری درجے میں زیرِ بحث لاکر منقح ومنضبط کیا گیا ہے۔

عام طور پر ''رؤیتِ باری تعالیٰ'' کے مسئلہ کو معراج کے واقعہ سے وابستہ کیا جاتا ہے، اور معراج کے موقعہ پر رؤیتِ باری تعالیٰ ان ظاہری آنکھوں سے ہونے نہ ہونے میں خود اہلِ سنت کے دونوں قول ہیں، اس مقالہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عدمِ رؤیت کے قول کو لیا گیا ہے، جو صریح احادیث اور منصوص اصولوں سے مبرہن ہے، اور جمہور امت اسی کی قائل ہے۔

دوسرا قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بعض علماءِ امت نے اختیار کیا ہے، اس مقالہ کی جامعیت کی شان یہ ہے کہ معراج کے واقعہ کے علاوہ بھی اس میں مسئلہ سے متعلقہ دیگر پہلوؤں کو الگ الگ مستقل ابواب میں تحقیق وتنقیح کے ساتھ جمع وبیان کیا گیا ہے، مثلاً یہ ابواب یا فصول قائم کئے گئے ہیں '' دنیا میں آنکھ سے رؤیتِ الٰہی کی قدرت نہ ہونا، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو خواب میں رؤیتِ باری تعالیٰ کا حصول، نبی علیہ

السلام کو قلبی و بصری رؤیتِ باری تعالیٰ، انبیائے کرام کی رؤیتِ منامی کا رؤیتِ قلبی ہونا، آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت وزیارت''۔

اس طرح ان ابواب کے ذیل میں نبی علیہ السلام کی رؤیتِ باری کی بحث کے علاوہ، تمام انبیاء کی رؤیت کی تفصیل، بیداری کے علاوہ خواب میں رؤیت کی بحث، دنیا میں بصارتِ ظاہری کی بجائے قلب وبصیرت باطنی کے ذریعے رؤیت کی ترجیح، دنیا کے علاوہ آخرت میں اہلِ ایمان کو عمومی رؤیت ہونے کی وضاحت، اور دنیا میں ظاہری رؤیت نبی یا غیر نبی کسی کو نہ ہوسکنے کے شرعی اصول کی بحث، یہ تمام امور منقح، مربوط، محقق ومنضبط ہوکر جمع ہوگئے۔

اس موضوع پر یکجا اتنا جامع، مختصر ومحقق رسالہ بندہ کے علم میں نہیں، اگرچہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کی مختصر ومفصل بحثیں سلف سے خلف تک سب نے کی ہیں، اس طرح یہ عجالہ موضوع کے ''شوارد الابل'' کو ایک کھونٹے پر لا باندھنے والا ہے، اور وہ بھی قیاس آرائی سے نہیں، بلکہ نصوص کی روشنی میں۔

جزی اللہ تعالیٰ لاستادنا المکرم عنا وعن جمیع المسلمین

فقط۔خوشہ چین

محمد امجد حسین

۲۹/۵/۱۴۳۶ھ۔۲۱/۳/۲۰۱۵ء۔بروز ہفتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم

دفن کے بعد اور دوسرے اوقات میں قبور پر دعاء و استغفار کا ثبوت
اور اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی شرعی حیثیت
اور اس موقع پر دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبر یا قبلہ کی طرف کرنے پر کلام

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا ایک اہم عبادت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مواقع کی مناسبت سے بے شمار قیمتی دعائیں منقول ہیں، مختلف مواقع کے علاوہ مختلف ضروریات وحاجات اور سہولیات کی بے شمار دعاؤں کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

منجملہ ان میں سے ایک موقع زیارتِ قبور کے وقت میت کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنے کا بھی ہے۔

پھر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی فی نفسہٖ جائز بلکہ مستحب عمل ہے، جب تک کہ اس کو اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور اس میں کسی قسم کا غلو نہ کیا جائے۔

دوسری طرف زیارتِ قبور کے وقت اصحابِ قبور کی مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنے کا امت میں رواج پایا جاتا ہے، جو کہ باعثِ خیر عمل ہے۔

لیکن اس موقع پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہیں؟ اس پر بعض اہلِ علم حضرات میں خصوصاً اور عوام میں عموماً بحث ومباحثہ جاری رہتا ہے، اردو کتبِ فقہ وفتاویٰ میں بھی اس مسئلہ کے متعلق مختلف قسم کی آراء پائی جاتی ہیں، لیکن کتبِ فتاویٰ میں جو آراء درج ہوتی ہیں، ان میں بہت سی باتیں سائلین اور مستفتیین کے حالات اور موقع ومحل کی مناسبت سے مذکور ہوتی ہیں۔

مگر بعد کے مطالعہ نگار حضرات اس قسم کی چیزوں کو نظر انداز کر کے عام حالات پر یا دوسرے موقع ومحل پر اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان کو منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ بعض فتاویٰ میں درج آراء فقہی اعتبار سے کمزور بھی ہوسکتی ہیں، اور ان فتاویٰ کی بعد میں تخریج

کرنے والے بہت سے حضرات بھی اسی پہلو سے تخریج کر کے، اس مسئلہ میں مزید پختگی کا باعث بنتے ہیں، جس سے مختلف غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، ایسے حالات میں اس مسئلہ کے مالۂ وماعلیہ کے جملہ پہلوؤں پر غور کرنے کی ضرورت واہمیت بڑھ جاتی ہے۔

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ ایک طبقہ ہاتھ اٹھانے پر زور دیتا ہے، دوسرا طبقہ اس کا انکار کرتا ہے، اور تیسرا طبقہ قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے ہاتھ اٹھانے کو بہت اہمیت دیتا ہے، تو اس کے مقابلہ میں ایک طبقہ اس کا شدت سے انکار کر کے قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنے پر اصرار کرتا ہے، جبکہ کم علم اور ناواقف لوگوں کا ایک طبقہ مزارات اور خاص کر بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی قبور پر طرح طرح کے منکرات میں مبتلا ہو کر بے اعتدالیوں کا ارتکاب کرتا ہے۔

اس لئے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کی مالۂ وماعلیہ کے ساتھ شرعی وفقہی تحقیق وتکییف کی جائے، اسی درمیان ایک صاحبِ علم کی طرف سے جو بندہ کے کرم فرما بھی ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق کرنے کی خواہش ظاہر کی، ان کی خواہش پر بندہ نے اس مسئلہ پر تحقیق کی، اور تحقیق کے دوران بعض متعلقہ مفید بحثیں بھی سامنے آئیں، جن کو اس مسئلہ کا حصہ بنا دیا گیا، اور کوشش یہ کی گئی کہ فقہ حنفی کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے سلسلہ کی کتب کو بھی ملاحظہ کر کے، ان کی آراء کو شامل کر کے وسیع تر فقہی انداز میں تحریر مرتب کی جائے، اس طرح سے یہ مسئلہ ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا، جو اس وقت آپ حضرات کے سامنے ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ راہِ حق کو سمجھنے اور اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقط

محمد رضوان

17 / صفر المظفر / 1436ھ 10 / دسمبر / 2014ء بروز بدھ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعاء کرنے کا حکم

آج کل بہت سے عوام اور اہلِ علم میں زیارتِ قبور کے وقت یعنی قبرستان جا کر یا قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے نہ اٹھانے اور ہاتھ اٹھانے کی صورت میں اپنا رُخ قبلہ کی طرف کیا جائے یا قبر کی طرف کیا جائے؟ ان مختلف پہلوؤں سے یہ مسئلہ زیرِ بحث رہتا ہے، بعض اہلِ علم حضرات کی خواہش پر اس کی تحقیق کی گئی، جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں فوت شدہ مومنوں کی دعائے مغفرت کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورة الحشر، رقم الآية ١٠)

ترجمہ: اے ہمارے رب! مغفرت فرما دیجئے ہماری، اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں، اور نہ کیجئے ہمارے دلوں میں کھوٹ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! بے شک آپ رؤوف ہیں، رحیم ہیں (سورہ حشر)

اس آیت میں اپنے لئے مغفرت کی دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ فوت شدہ مومنوں کے لئے بھی مغفرت کی دعاء کرنے کا ذکر آیا ہے، جس سے فوت شدہ مومنوں کے لئے مغفرت کی دعاء کا ثبوت ہوا۔

اور اس آیت میں اگرچہ فوت شدہ مومن کی قبر پر اس کی مغفرت کے لئے دعاء کی قید نہیں، لیکن قبر پر دعاء کا جواز صرف اس آیت پر موقوف نہیں ہے، دوسرے اس میں فوت شدہ مومن

کی قبر پر اس کی مغفرت کی دعاء کرنا بھی داخل ہے، جب تک شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو، تیسرے احادیث میں مومن کی قبر پر دفن کے بعد اور اس کے بعد دوسرے اوقات میں قبر پر یا قبرستان میں مغفرت کی دعاء کرنے کا صراحتاً ذکر آیا ہے۔

دفن کے بعد دعاء واستغفار کے حکم سے متعلق حدیث

چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اِسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ، وَسَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (سنن أبى داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوجاتے تھے، تو وہاں ٹھہر کر یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعاء کرو، اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کا سوال (یعنی دعاء) کرو، کیونکہ اس سے اس وقت سوال کیا جارہا ہے (ابوداؤد)

اس حدیث سے خصوصیت کے ساتھ مومن کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعاء کرنا معلوم ہوا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٢٢١، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابى داوٗد)

[2] اور اس موقع پر بعض اہلِ علم حضرات نے اپنے چہرہ کا رُخ میت کی طرف کر کے دعاء کرنے کا استحباب بیان فرمایا ہے، لیکن قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا قول بھی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(كان إذا فرغ من دفن الميت) أى المسلم قال الطيبى: والتعريف للجنس وهو قريب من النكرات (وقف عليه) أى على قبره هو وأصحابه صفوفا (فقال استغفروا لأخيكم) فى الإسلام (وسلوا له التثبيت) أى اطلبوا له من الله تعالى أن يثبت لسانه وجنانه لجواب الملكين قال الطيبى: ضمن سلوا معنى الدعاء كما فى قوله تعالى (سأل سائل) أى ادعوا الله له بدعاء التثبيت أى قولوا ثبته الله بالقول الثابت (فإنه) الذى رأيته فى أصول صحيحة قديمة من أبى داود بدل هذا ثم سلوا له التثبيت (فهو الآن يسأل) أى يسأله الملكان منكر ونكير ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہاں استغفار اور ثابت قدمی کے سوال سے مراد اللہ تعالیٰ سے اس بندہ کی مغفرت اور سوال وجواب میں سہولت کے حصول کو طلب کرنا ہے، اس لئے یہ دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فهو أحوج ما كان إلى الاستغفار وذلك لكمال رحمته بأمته ونظره إلى الإحسان إلى ميتهم ومعاملته بما ينفعه فى قبره ويوم معاده قال الحكيم :الوقوف على القبر وسؤال التثبيت للميت المؤمن فى وقت دفنه مدد للميت بعد الصلاة لأن الصلاة بجماعة المؤمنين كالعسكر له اجتمعوا بباب الملك يشفعون له والوقوف على القبر بسؤال التثبيت مدد العسكر وتلك ساعة شغل المؤمن لأنه يستقبله هول المطلع والسؤال وفتنته فيأتيه منكر ونكير وخلقهما لا يشبه خلق الآدميين ولا الملائكة ولا الطير ولا البهائم ولا الهوام بل خلق بديع وليس فى خلقهما أنس للناظرين جعلهما الله مكرمة للمؤمن لتثبته ونصرته وهتكا لستر المنافق فى البرزخ من قبل أن يبعث حتى يحل عليه العذاب وإنما كان مكرمة للمؤمن لأن العدو لم ينقطع طمعه بعد فهو يتخلل السبيل إلى أن يجىء إليه فى البرزخ ولو لم يكن للشيطان عليه سبيل هناك ما أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالدعاء بالتثبيت وقال النووى :قال الشافعى والأصحاب :يسن عقب دفنه أن يقرأ عنده من القرآن فإن ختموا القرآن كله فهو أحسن قال :ويندب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول البقرة وخاتمتها وقال المظهر :فيه دليل على أن الدعاء نافع للميت وليس فيه دلالة على التلقين عند الدفن كما هو العادة لكن قال النووى :اتفق كثير من أصحابنا على ندبه قال الآجرى فى النصيحة :يسن الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للميت مستقبل وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدك وأنت أعلم به منا ولا نعلم منه إلا خيرا وقد أجلسته تسأله اللهم فثبته بالقول الثابت فى الآخرة كما ثبته فى الدنيا اللهم ارحمه وألحقه بنبيه ولا تضلنا بعده ولا تحرمنا أجره اهـ(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٦٧٥٧)

؎ الاستغفار والتوبة يشتركان فى أن كلا منهما رجوع إلى الله سبحانه، كذلك يشتركان فى طلب إزالة ما لا ينبغى، إلا أن الاستغفار طلب من الله لإزالته .والتوبة سعى من الإنسان فى إزالته. وعند الإطلاق يدخل كل منهما فى مسمى الآخر، وعند اقترانهما يكون الاستغفار طلب وقاية شر ما مضى والتوبة الرجوع وطلب وقاية شر ما يخافه فى المستقبل من سيئات أعماله، ففى التوبة أمران لا بد منهما :مفارقة شىء ، والرجوع إلى غيره، فخصت التوبة بالرجوع والاستغفار بالمفارقة، وعند إفراد أحدهما يتناول كل منهما الآخر .وعند المعصية يكون الاستغفار المقرون بالتوبة عبارة عن طلب المغفرة باللسان، والتوبة عبارة عن الإقلاع عن الذنب بالقلب والجوارح .

ب -الدعاء :كل دعاء فيه سؤال الغفران فهو استغفار.إلا أن بين الاستغفار والدعاء عموما وخصوصا من وجه، يجتمعان فى طلب المغفرة، وينفرد الاستغفار إن كان بالفعل لا بالقول، كما ينفرد الدعاء إن كان بطلب غير المغفرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۳۵، مادة " استغفار")

فقہائے کرام نے مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تدفین کے بعد قبر پر کچھ دیر تک حاضرین کو دعاء کے لئے ٹھہرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

قبرستان میں داخل ہونے والے کے لیے دعاءِ مغفرت کی احادیث

اس کے علاوہ عام مواقع پر بھی زیارتِ قبور کے وقت اور قبرستان میں داخل ہونے والے کو میت کے لئے عذاب وغیرہ سے سلامتی اور دعائے مغفرت کا کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى

---

[1] اور ہاتھ اٹھانا دعاء کے آداب میں سے ہے، اس لئے اگر اس موقع پر ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کرے، تو حرج کی بات نہیں، اور کوئی ہاتھ اٹھائے تو بھی جائز بلکہ حدیث سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

صرح جمهور الفقهاء بأنه يستحب أن يجلس المشيعون للميت بعد دفنه لدعاء وقراء ة بقدر ما ينحر الجزور، ويفرق لحمه لما روى أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه، فقال :استغفروا لأخيكم وسلوا له التثبيت، فإنه الآن يسأل.وكان ابن عمر رضى الله عنهما يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها، ولما روى أن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه لما حضرته الوفاة قال :اجلسوا عند قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم، فإنى أستأنس بكم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۱ ص ۲۰، مادة"دفن")

ويستحب حثيه من قبل رأسه ثلاثا،وجلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراء ة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه(الدر المختار)

(قوله :وجلوس إلخ) لما فى سنن أبى داود كان النبى -صلى الله عليه وسلم -إذا فرغ من دفن الميت وقف على قبره وقال :استغفروا لأخيكم واسألوا الله له التثبيت فإنه الآن يسأل وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها . وروى أن عمرو بن العاص قال وهو فى سياق الموت :إذا أنا مت فلا تصحبنى نائحة ولا نار، فإذا دفنتمونى فشنوا على التراب شنا، ثم أقيموا حول قبرى قدر ما ينحر جزور، ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع رسل ربى جوهرة(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۲۳۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة)

ويستحب الدعاء له عند القبر بعد دفنه واقفا(الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱ ص ۲۳۲، كتاب الجنائز،فصل ويسن أن يدخل قبره من عند رجليه)

الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو، اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم كَانَ إِذَا مَرَّ عَلَى الْقُبُوْرِ قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلٰى دِيَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ غَفَرَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ لَنَا وَلَكُمْ وَرَحِمْنَا وَإِيَّاكُمْ (مسند البزار) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قبروں سے گزرا کرتے تھے، تو یہ فرماتے تھے کہ سلام ہو مومنوں کی قوم کے گھروں پر، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اللہ عظیم ہماری مغفرت فرمائے، اور تمہاری مغفرت فرمائے، اور ہم پر رحم فرمائے، اور تم پر رحم فرمائے (بزار)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبُرَةَ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ (مسلم) [3]

---

[1] رقم الحديث ۱۵۴۷، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

[2] رقم الحديث ۴۳۶۸، ج۱۰ ص۲۶۷، مسند بريدة بن الحصيب رضى الله عنه.

[3] رقم الحديث ۲۴۹ "۳۹" كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل فى الوضوء.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لائے، اور پھر فرمایا کہ سلام ہو تم پر مومنوں کی قوم کے گھر والو، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

ان احادیث سے مومن کی قبر پر اس کے لئے سلامتی، رحمت اور مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات گزارنے کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والوں، اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرمادیجئے (مسلم)

ان احادیث سے قبرستان جا کر قبر والوں کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء بھی ایک ہی

---

[1] نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهى الأمن من مكره (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ٥٨٣)

[2] رقم الحديث ٩٧٤ "١٠٢" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

جملہ میں کافی ہو جاتی ہے۔ [1]

اور سلام بھی ایک جامع دعائیہ کلمہ ہے، لہٰذا یہ بھی دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ [2]

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ (سنن الترمذی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں کے پاس سے گزرے، پھر ان کی طرف اپنا چہرہ کر کے یہ دعاء فرمائی کہ سلام ہو تم پر اے قبر والو! اللہ ہماری مغفرت فرمائے، اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو، اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو اگرچہ بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ترمذی کے بعض نسخوں میں اس حدیث کے حسن ہونے کا ذکر ہے۔ [4]

---

[1] (اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) أى مقبرة المدينة، وفيه أن الدعوة الإجمالية على وجه العموم كافية (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۲۵۸، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

[2] والسلام يريد به التحية التى شرعها النبى صلى الله عليه وسلم لأمته والسلام بمعنى الدعاء بالسلامة من كل آفة، فإذا قلت لشخص :السلام عليك فهذا يعنى أنك تدعو له بأن الله يسلمه من كل آفة :يسلمه من المرض من الجنون، يسلمه من شر الناس، يسلمه من المعاصى وأمراض القلوب، يسلمه من النار فهو لفظ عام معناه الدعاء للمسلم عليه بالسلامة من كل آفة (شرح رياض الصالحين، صفحه۹۵۶، كتاب السلام)

قال الحليمى :وإنما كان رد السلام فرضا وابتداؤه سنة لأن أصل التسليم أمان ودعاء بالسلامة وأنه لا يريد شرا وكل اثنين أحدهما أمن من الآخر يجب أن يكون الآخر آمنا منه فلا يجوز إذا سلم واحد على الآخر أن يسكت عنه فيكون قد أخافه وأوهمه الشر (فيض القدير للمناوى، تحت رقم حديث ۳۷۴۹)

[3] رقم الحديث ۱۰۵۳، كتاب الجنائز، باب مايقول الرجل اذا دخل المقابر.

[4] البتہ بعض نسخوں میں صرف غریب ہونے کا ذکر ہے، حسن کا ذکر نہیں، لیکن علامہ ابنِ حجر اور بعض کئی دیگر حضرات نے امام ترمذی سے حسن ہونا نقل کیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ حجر نے بھی اس کوحسن قرار دیا ہے۔ [1]
بلکہ بعض حضرات نے اس کو صحیح لغیرہٖ قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الترمذی: وفی الباب عن بریدة وعائشة حدیث ابن عباس حدیث حسن غریب وأبو کدینة اسمه یحیی بن المهلب وأبو ظبیان اسمه حصین بن جندب(سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۱۰۵۳، ج۳ ص ۳۶۰، کتاب الجنائز ، باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، مطبوعه: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر، تاریخ طبع: ۱۳۸۸ھ-1968ء، وسنن الترمذی، ج۱ ص ۱۲۵، مطبوعه: فاروقی کتب خانه، لاهور)

[1] اس حدیث کی سند میں قابوس بن ابی ظبیان ہیں، جو مختلف فیہ ہیں، جس کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

وقال ابن حجر: عن قابوس بن أبی ظبیان، عن أبیه، عن ابن عباس رضی الله عنهما، عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه مر علی القبور بالمدینة، فقال :(السلام علیکم یا أهل القبور من المؤمنین والمسلمین، أستغفر الله لنا ولکم، أنتم سلفنا ونحن علی الأثر)
هذا حدیث حسن .أخرجه الترمذی عن أبی کریب عن محمد بن الصلت -بفتح المهملة وسکون اللام بعدها مثناة -عن أبی کدینة، وهو بکاف ونون مصغر.
فوقع لنا عالیا بدرجتین.وقال :حسن غریب.
واسم أبی کدینة یحیی بن المهلب.
قلت :واسم أبی ظبیان -وهو بفتح المعجمة المشالة وقد تکسر وسکون الموحدة بعدها تحتانیة مثناة -حصین بن جندب.ورجاله رجال الصحیح غیر قابوس فمختلف فیه(نتائج الأفکارفی تخریج أحادیث الأذکار، ج۵ص ۲۰، باب مایقوله زائر القبور، المجلس ۴۱۵)
وقال المبارکفوری:(وقال) أی الترمذی .(هذا حدیث حسن غریب) فی سنده قابوس بن أبی ظبیان، وهو مختلف فیه(مرعاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج۵ص ۵۱۶، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور)
وقال ابن شاهین:ذکر، قابوس بن أبی ظبیان، والخلاف فیه روی ابن شاهین، أن أحمد بن حنبل قال: لیس بذاک .وقال :سئل جریر ـ یعنی ـ ابن عبد الحمید عن شیء من أحادیث قابوس، فقال :نفق قابوس، نفق وعن یحیی بن معین من روایة ابن أبی خیثمة، وعباس عنه، أنه قال :قابوس بن أبی ظبیان، ثقة .ومن روایة یزید بن الهیثم عن یحیی أنه قال :لیس به بأس.
قال أبو حفص :وهذا الخلاف فی قابوس یوجب إمضاء حدیثه، لأن أحداً لم یطعن علیه، ول یبین، وقول جریر :نفق قابوس، لیس یوجب الذم، لعله قال ذلک لسرعة موته، وسؤال الناس حدیثه، فیحتمل أن یکون هذا یدل علی فضله .ویحیی فقد وثقه، وحدیثه قریب(المختلف فیهم، لابن شاهین، ج۱، ص۶۳، باب ذکر، قابوس بن أبی ظبیان، والخلاف فیه)

[2] قال شعیب الارنؤوط:صحیح لغیره(حاشیة سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۱۰۷۵، باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، مطبوعة: دارالرسالة العالمیة،دمشق، الحجاز)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ دعاء کو قبور کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے پڑھنے کا ذکر ہے، جس کے پیشِ نظر کئی حضرات نے اس طرح کی دعاء کو میت کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے۔ [1]

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَفِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ فِيْ حَالِ السَّلَامِ عَلَى الْمَيِّتِ أَنْ يَّكُوْنَ وَجْهُهُ لِوَجْهِ الْمَيِّتِ، وَأَنْ يَسْتَمِرَّ كَذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ أَيْضًا، وَعَلَيْهِ عَمَلُ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ ابْنُ حَجَرٍ: مِنْ أَنَّ السُّنَّةَ عِنْدَنَا أَنَّهُ حَالَةَ الدُّعَاءِ يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ، كَمَا عُلِمَ مِنْ أَحَادِيْثَ أُخَرَ فِيْ مُطْلَقِ الدُّعَاءِ، اهـ. وَفِيْهِ أَنَّ كَثِيْرًا مِّنْ مَوَاضِعِ الدُّعَاءِ وَقَعَ اِسْتِقْبَالُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ مِنْهَا مَا نَحْنُ فِيْهِ، وَمِنْهَا حَالَةُ الطَّوَافِ وَالسَّعْيِ، وَدُخُوْلُ الْمَسْجِدِ، وَخُرُوْجُهُ، وَحَالُ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ، فَيَتَعَيَّنُ أَنْ يَّقْتَصِرَ الْاِسْتِقْبَالُ وَعَدَمُهُ عَلَى الْمَوْرِدِ إِنْ وُجِدَ وَإِلَّا فَخَيْرُ

---

[1] الحديث الأول عن ابن عباس رضى الله عنهما :قوله فأقبل عليهم بوجهه(مظ) :اعلم أن زيارة الميت كزيارته فى حال حياته، يستقبله بوجهه، ويحترمه كما كان يحترمه فى الحياة، يجلس بعيدًا منه إن كان فى الحياة يجلس بعيدًا منه، وقريبًا منه إن كان قريبًا منه .وقدم مغفرة الله له على مغفرته للميت إعلامًا بتقديم دعاء الحى على الميت .والحاضر على الغائب(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج۴ص۱۴۳۵، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور،الفصل الثانى)

(وعن ابن عباس رضى الله عنهما قال :مر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بقبور بالمدينة، فأقبل عليهم بوجهه) ضمير المذكرين العقلاء باعتبار من فيها من الأموات بتغليبهم على من سواهم. ويؤخذ منه سن استقبال وجه الميت بوجه الزائر حال السلام عليه، وظاهر الحديث استمرار ذلك حال الدعاء أيضا وعليه العمل كما قالوه، لكن السنة عندنا أنه حال الدعاء يستقبل القبلة كما علم ذلك من أحاديث أخرى فى مطلق الدعاء ، وقدمت على هذا الحديث لاحتمال أنه إنما أقبل بوجهه حال السلام(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۴۵۸۴، باب استحباب زيارة القبور للرجال)

الْـمَـجَالِسِ مَا اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْخَبَرُ، وَأَمَّا مَا فَعَلَـهُ بَعْضُ السَّلَفِ بَعْدَ الزِّيَارَةِ النَّبَوِيَّةِ مِنِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِلْأَدْعِيَةِ فَهُوَ أَمْرٌ زَائِدٌ

(مرقاة المفاتيح ،ج۴ص۱۲۵۷،کتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

ترجمہ: اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ میت پر سلام کے وقت مستحب یہ ہے کہ اس کا چہرہ میت کے چہرہ کی طرف ہو، اور دعاء میں بھی یہی کیفیت برقرار رہے، اور اسی پر عامۃ المسلمین کا عمل ہے، لیکن علامہ ابنِ حجر کا قول اس کے خلاف ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک دعاء کی حالت میں قبلہ کا استقبال کرنا سنت ہے (یعنی سنتِ مستحبہ ہے) جیسا کہ دوسری احادیث سے مطلق دعاء کے متعلق معلوم ہو چکا۔

لیکن علامہ ابنِ حجر کے قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ دعاء کے بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ قبلہ کے علاوہ دوسری طرف واقع ہوا، جن میں سے ایک موقع یہ قبر پر سلام و دعاء کرنے کا بھی ہے، اور ان میں سے ایک موقع طواف اور سعی کا بھی ہے، اور مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا بھی ہے، اور کھانے اور پینے کی حالت بھی ہے، اور عیادتِ مریض کا موقع بھی ہے، اور اس جیسے اور بھی مواقع ہیں۔

پس یہ بات متعین ہوگئی کہ قبلہ کی طرف رخ کرنے اور نہ کرنے کا دارومدار اُس کے متعلق وارِدشدہ حالت پر رکھا گیا ہے، اگر رخ کی تعیین پائی جائے تو فبہا، ورنہ تو بہترین نشست وہ ہے، جس میں قبلہ کا رخ ہو، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، اور بعض سلف کا جو یہ فعل آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد دعاء کے لئے قبلہ کا استقبال کیا جائے، تو وہ ایک زائد معاملہ ہے (مرقاۃ)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء سے متعلق احادیث

اور احادیثِ مذکورہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر نہیں، اس لئے اگر یہ دعاء ہاتھ اٹھائے بغیر کر لی جایا کرے، تو بھی درست ہے، بالخصوص جبکہ مزید دعاء کرنے کا ارادہ نہ ہو، کیونکہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا کوئی ضروری نہیں، لہٰذا ہاتھ اٹھانے کو ضروری یا لازم سمجھنا غلط ہے، البتہ ہاتھ اٹھانا دعاء کے آداب میں سے ہے، جس کے پیشِ نظر قبرستان میں (دفن کے بعد یا دوسرے موقع پر) ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں زیارتِ قبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا صحیح احادیث میں صراحتاً ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

حَتّٰى جَاءَ الْبَقِيْعَ فَقَامَ، فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ترجمہ: یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہوگئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے۔

پھر اسی حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرستان تشریف لے جانے کی وجہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ: قُلْتُ: كَيْفَ أَقُوْلُ لَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُوْلِيْ: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (مسلم)[1]

---

[1] رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۳" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں) کے لئے کیسے کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم) [1]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چند باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان والوں کی مغفرت کی دعاء کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی گئی تھی۔

(2)......اس حکم کو لے کر حضرت جبریل امین نازل ہوئے تھے۔

(3)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دعائے مغفرت کے حکم کو پورا کرنے کے لئے قبرستان تشریف لے گئے۔

(4)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان پہنچ کر ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی۔

(5)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر دیر تک دعاء فرمائی۔

---

[1] صحیح مسلم کی پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قالت عائشة :ألا أحدثكم عنى وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا :بلى، قال: قالت :لما كانت ليلتى التى كان النبى صلى الله عليه وسلم فيها عندى، انقلب فوضع رداء ه، وخلع نعليه، فوضعهما عند رجليه، وبسط طرف إزاره على فراشه، فاضطجع، فلم يلبث إلا ريثما ظن أن قد رقدت، فأخذ رداء ه رويدا، وانتعل رويدا، وفتح الباب فخرج، ثم أجافه رويدا، فجعلت درعى فى رأسى، واختمرت، وتقنعت إزارى، ثم انطلقت على إثره، حتى جاء البقيع فقام، فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(6)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

(7)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو بھی قبرستان میں داخل ہونے پر سلامتی کی دعاء کی تلقین فرمائی۔

(8)...... ” فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ “ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبرستان بھیجنے کا مقصود اصحابِ قبور کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا تھا (نہ کہ اپنے لئے دعاء کرنا)

(9)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحابِ قبور کے لئے مغفرت وسلامتی کی دعاء کرنا زیارتِ قبور کے مقاصد ومصالح میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَرْسَلْتُ بَرِيْرَةَ فِيْ أَثَرِهٖ، لِتَنْظُرَ أَيْنَ ذَهَبَ، قَالَتْ: فَسَلَكَ نَحْوَ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ، فَوَقَفَ فِيْ أَدْنَى الْبَقِيْعِ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَرَجَعَتْ إِلَيَّ بَرِيْرَةُ، فَأَخْبَرَتْنِيْ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ سَأَلْتُهٗ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيْنَ خَرَجْتَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

انحرف فانحرفت، فأسرع فأسرعت، فهرول فهرولت، فأحضر فأحضرت، فسبقته فدخلت، فليس إلا أن اضطجعت فدخل، فقال :ما لک؟ يا عائش، حشيا رابية قالت : قلت :لا شيء ، قال :لتخبريني أو ليخبرني اللطيف الخبير قالت :قلت :يا رسول الله، بأبي أنت وأمي، فأخبرته، قال :فأنت السواد الذي رأيت أمامي؟ قلت :نعم، فلهدني في صدري لهدة أوجعتني، ثم قال :أظننت أن يحيف الله عليک ورسوله؟ قالت :مهما يكتم الناس يعلمه الله، نعم، قال " :فإن جبريل أتاني حين رأيت، فناداني، فأخفاه منک، فأجبته، فأخفيته منک، ولم يكن يدخل عليک وقد وضعت ثيابک، وظننت أن قد رقدت، فكرهت أن أوقظک، وخشيت أن تستوحشي، فقال :إن ربک يأمرک أن تأتي أهل البقيع فتستغفر لهم "، قالت :قلت :كيف أقول لهم يا رسول الله؟ قال " قولي :السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون "(مسلم، رقم الحديث ٩٧٤ "١٠٣"، كتاب الجنائز ،باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٦١٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ ایک رات تشریف لے گئے، تو میں نے آپ کے پیچھے بریرہ کو بھیجا، تا کہ وہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد قبرستان کی طرف تشریف لے گئے، پھر بقیع کے بالکل قریب کھڑے ہوگئے، پھر اپنے دونوں ہاتھ (دعاء کے لئے) اٹھائے، پھر لوٹ آئے، پھر میری طرف بریرہ بھی واپس آ گئیں، اور مجھے اس کی خبر دی، پھر جب صبح ہوگئی، تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ رات کہاں تشریف لے گئے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تا کہ میں ان کے لئے دعاء کروں (مسند احمد)

اس سے پہلی حدیث میں قبرستان جانے کا مقصد استغفار کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اس حدیث میں ''صلاۃ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور صلاۃ کے معنیٰ بھی یہاں دعاء کے ہیں، اور استغفار کا دعاء ہونا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[2] والصلاة على محمد -صلى الله عليه وسلم :-جاء ت الصلاة لمعان منها :الدعاء كصلاة الملائكة على الخلق، ومنها :الصلاة على الميت، و"مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ) و"مَنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَل) و"لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ يُصَلِّي) و"بُعِثْتُ إِلَى أَهْلِ الْبَقِيعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ ") و"صَلَّى عَلَى شُهَدَاءِ أُحُدٍ"(مطالع الأنوار على صحاح الآثار،لإبراهيم بن يوسف بن أدهم الوهراني الحمزي، أبو إسحاق ابن قرقول ،ج٤ص ٢٨٢،حرف الصاد، باب الصاد مع اللام)

وقد يستعمل بمعنى الاستغفار ومنه قوله عليه الصلاة والسلام إني بعثت إلى أهل البقيع لأصلي عليهم فقد فسر في الرواية الأخرى أمرت أن أستغفر لهم(ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلاني، ج٩ص٢٠٣، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم)

فقوله " :فتستغفر لهم "يبين أن قوله في رواية علقمة ":لأصلي عليهم "ليس المراد صلاة الجنازة، وإنما الدعاء لهم والاستغفار (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٧٧٤)

بہرحال مذکورہ احادیث سے قبرستان میں جا کر سلامتی کی دعاء واستغفار کے ساتھ ساتھ اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا بھی ثبوت ہوا۔ [1]

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلُهَا (جَاءَ الْبَقِيعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)فِيْهِ اِسْتِحْبَابُ إِطَالَةِ الدُّعَاءِ وَتَكْرِيْرِهٖ وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِيْهِ وَفِيهِ أَنَّ دُعَاءَ الْقَائِمِ أَكْمَلُ مِنْ دُعَاءِ الْجَالِسِ فِي الْقُبُوْرِ (شرح النووی علی مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لائے، پھر کھڑے ہوگئے اور لمبا قیام کیا، پھر اپنے ہاتھ (دعاء کے لئے) تین مرتبہ اٹھائے''

اس حدیث سے قبرستان میں دعاء کو لمبا کرنے اور اس دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا تکرار کرنے کا مستحب ہونا اور کھڑے ہونے والے کی دعاء کے بیٹھنے والے کی دعاء کے مقابلہ میں زیادہ اکمل ہونا معلوم ہوا (نووی)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَرَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الدُّعَاءِ عَلَى الْقَبْرِ جَائِزٌ كَمَا فِيْ جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ لِلْبُخَارِيِّ وَ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ: أَنَّهٗ دَخَلَ جَنَّةَ الْبَقِيْعِ وَدَعَا رَافِعًا يَدَيْهِ (العرف الشذی) [3]

ترجمہ: اور قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا جائز ہے، جیسا کہ بخاری کی ''جزء رفع الیدین'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنۃ البقیع میں داخل ہوئے،

---

[1] وفی هذا إتيان القبور والدعاء لأهلها عندها (المنتقیٰ شرح الموطأ للقرطبی، ج۲ ص۳۴، كتاب الجنائز، جامع الجنائز)

[2] تحت رقم الحديث ۹۷۴ ''۱۰۲'' ج۷ ص۴۳، كتاب الجنائز.

[3] ج۲، ص۳۴۲، كتاب الجنائز، باب ما جاء ما يقول الرجل إذا دخل المقابر.

اور اپنے ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی (العرف الشذی)

ایک تو ہاتھ اٹھانا نماز سے باہر یا نماز کے علاوہ مطلقاً دعاء کے آداب میں سے ہے، اور اس کلیہ میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی داخل ہے۔ [1]

دوسرے جب صحیح احادیث میں قبرستان میں مرحومین کی مغفرت اور سلامتی وغیرہ کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ذکر آ گیا، تو اس سے خصوصیت کے ساتھ قبرستان میں مرحومین کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا صریح ثبوت بھی ہو گیا۔

مذکورہ احادیث میں قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا تو ذکر ہے، لیکن دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت قبلہ یا قبور کی طرف رُخ کا ذکر نہیں؟ اس لئے یہ بھی احتمال ہے کہ قبور کی طرف رُخ ہو، جس کے قرائن زیادہ ہیں، کیونکہ اصحابِ قبور کے لئے خطاب کے الفاظ اسی کے مقتضی ہیں، اور پیچھے ترمذی کی حدیث میں ''فاقبل علیهم بوجهه'' کے الفاظ گزر چکے ہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ ہو۔

البتہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَاللّٰهِ لَكَأَنِّيْ أَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَهُوَ فِيْ قَبْرِ عَبْدِ اللّٰهِ ذِي الْبِجَادَيْنِ، وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يَقُوْلُ: "أَدْنِيَا مِنِّيْ أَخَاكُمَا " فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ حَتّٰى أَسْنَدَهُ فِيْ لَحْدِهِ ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلَّاهُمَا الْعَمَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِهِ اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ رَافِعًا يَدَيْهِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَمْسَيْتُ عَنْهُ

---

[1] رفع اليدين فی الدعاء خارج الصلاة :يرى الحنفية و المالكية و الشافعية و الحنابلة أن من آداب الدعاء خارج الصلاة رفع اليدين بحذاء صدره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۵ ص ۲۶۶، مادة "يد")

رَاضِيًا فَارْضَ عَنْهُ وَكَانَ ذٰلِكَ لَيْلًا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَلَوَدِدْتُ أَنِّي مَكَانَهُ، وَلَقَدْ أَسْلَمْتُ قَبْلَهُ بِخَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً (معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ۴۱۰۵، معجم الصحابة، للبغوى، رقم الحديث ۱۷۶)

ترجمہ: اللہ کی قسم! گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ تبوک میں دیکھ رہا ہوں، اور آپ حضرت عبداللہ ذی البجادین کی قبر میں ہیں، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم اپنے بھائی کو میرے قریب کرو، پھر رسول اللہ ﷺ نے ذوالبجادین کی میت کو قبلہ کی طرف سے لیا، یہاں تک کہ قبر میں اتار دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر تشریف لے آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی عمل حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو سپرد فرما دیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہوگئے، تو (دعاء کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اور یہ دعاء کی کہ اے اللہ! میں نے ان سے راضی ہونے کی حالت میں شام کی (تادمِ آخر راضی رہا) تو آپ بھی ان سے راضی ہوجایئے، اور یہ رات کا وقت تھا، پس اللہ کی قسم! میں نے اپنے آپ کو یہ چاہت وتمنا کرتے ہوئے پایا کہ میں ان کی جگہ ہوتا، حالانکہ میں ان سے پندرہ سال پہلے اسلام لے آیا تھا (ابونعیم، بغوی)

اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ امام بزار نے بھی روایت کیا ہے، مگر اس کی سند میں غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا عباد بن أحمد العرزمي، قال: حدثني عمي محمد بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن الأعمش، عن أبي وائل، عن عبد الله قال: والله لكأني أسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك وهو في قبر عبد الله ذي البجادين، وأبو بكر، وعمر رحمة الله عليهما وهو يقول: فأولوني صاحبكما، حتى وسده في لحده فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة فقال: اللهم إني أمسيت عنه راضيا فارض عنه (مسند البزار، رقم الحديث ۱۷۰۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال

مذکورہ حدیث میں اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف کر کے صاحبِ قبر کے لئے دعاء کا ذکر ہے، جس کے پیشِ نظر بعض فقہائے کرام نے قبرستان میں یا قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عام حالات میں (جب کوئی عذر نہ ہو اور آسانی ممکن ہو) قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اور اس میں صاحبِ قبر سے مانگنے کے شبہ ومشابہت سے بچنے کا انتظام بھی ہے۔ [1]

جبکہ بعض فقہائے کرام نے اس واقعہ کو ایک جزئی درجہ کا ہونے اور کسی قولی حدیث میں قبرستان میں یا قبر پر دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم نہ ہونے اور قبر یا میت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال البزار: وهذا الحديث لا نعلم رواه عن الأعمش، عن أبى وائل، عن عبد الله إلا عبد الرحمن بن محمد، وسعد بن الصلت .

وقال الهيثمى: رواه البزار عن شيخه :عباد بن أحمد العرزمى وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٩٨٣)

ملحوظ رہے کہ ابونعیم اور بغوی کی سند میں (جس کا ہم نے متن میں ذکر کیا) مذکورہ راوی موجود نہیں، اور متن کی حدیث میں جو راوی ہیں، وہ مجموعی طور پر قابلِ اعتبار ہیں۔

[1] وقد ورد فى استقبال القبلة فى الدعاء من فعل النبى صلى الله عليه وسلم عدة أحاديث منها حديث عمر عند الترمذى وقد قدمته فى باب رفع اليدين فى الدعاء ولمسلم والترمذى من حديث بن عباس عن عمر لما كان يوم بدر نظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المشركين فاستقبل القبلة ثم مد يديه فجعل يهتف بربه الحديث وفى حديث بن مسعود استقبل النبى صلى الله عليه وسلم الكعبة فدعا على نفر من قريش الحديث متفق عليه وفى حديث عبد الرحمن بن طارق عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا جاز مكانا من دار يعلى استقبل القبلة فدعا أخرجه أبو داود والنسائى واللفظ له وفى حديث بن مسعود رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قبر عبد الله ذى البجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه أخرجه أبو عوانة فى صحيحه (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ١١ ص ١٤٤، قوله باب الدعاء مستقبل القبلة)

الدعاء مستقبل القبلة أقرب إلى الإجابة (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ١ ص ١٨٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الاستسقاء)

طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کی ممانعت کا ذکر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے دیگر مواقع پر قبلہ کی طرف رُخ کی پابندی کئے بغیر بلا تکلف دعاء کا ثبوت ہونے اور میت کے سلام کے لئے خطاب کا صیغہ ہونے کی وجہ سے سامنے کھڑے ہونے کے افضل ہونے اور سلام کے بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کے تکلف سے بچنے کی بناء پر قبر یا میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کو جائز بلکہ بعض نے مستحب قرار دیا ہے۔ [1]

چنانچہ بعض مشائخِ حنفیہ نے قبرستان میں دعاء کے وقت قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] آداب زيارة القبور :قال الحنفية :السنة زيارتها قائما، والدعاء عندها قائما، كما كان يفعله صلى الله عليه وسلم فى الخروج إلى البقيع، ويقول :السلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر أو يقول :السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية ثم يدعو قائما، طويلا .وفى شرح المنية :يدعو قائما مستقبل القبلة، وقيل :يستقبل وجه الميت .وقال الشافعية :يندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم، وأن يسلم على المزور من قبل وجهه، وأن يتوجه فى الدعاء إلى القبلة، وعن الخراسانيين إلى وجهه، وعليه العمل .وقال الحنابلة :سن وقوف زائر أمامه قريبا منه، وقول :السلام عليكم دار قوم مؤمنين، أو أهل الديار من المؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، ويرحم الله المستقدمين منكم والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم، واغفر لنا ولهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴،ص ۹۰،مادة "زيارة القبور")

(باب الدعاء غير مستقبل القبلة)أى :هذا باب فى بيان الدعاء حال كون الداعى غير مستقبل القبلة (عمدة القارى للعينى، ج۲۲ص ۳۰۱، كتاب الادب)

باب الدعاء غير مستقبل القبلة:فيه :أنس، بينا النبى (صلى الله عليه وسلم) يخطب يوم الجمعة، فقام رجل :يا رسول الله، ادع الله أن يسقينا . . .الحديث .الدعاء حسن كيفما تيسر للمؤمنين على جميع أحوالهم، ألا ترى قوله تعالى :(الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم)فمدحهم الله تعالى ولم يشترط فى ذلك حالة دون حالة، ولذلك دعا النبى (صلى الله عليه وسلم) فى خطبته يوم الجمعة وهو غير مستقبل القبلة(شرح صحيح البخارى لابن بطال،ج۱۰ص۱۰۵، كتاب الادب)

[2] وفى القهستانى ويستحب زيارة القبور فيقوم بحذاء الوجه قربا وبعدا كما فى الحياة فيقول عليكم السلام يا أهل القبور ويدعوه مستقبل القبلة وقيل الدعاء قائما أولى(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر،ج۲،ص ۵۵۲،كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض مشائخِ حنفیہ کا قول میت کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کا ہے، اور بعض حضرات نے اسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

اور بعض مالکیہ نے بھی میت کی طرف رخ کر کے دعاء کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [2]

اور شافعیہ کے اس بارے میں دونوں قول ہیں، میت کی طرف رخ کر کے سلام کرنے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا فى خزانة الفتاوى(الفتاوى الهندية، ج۵،ص ۳۵۰،كتاب الكراهية،الباب السادس عشر فى زيارة القبور وقراء ة القرآن فى المقابر)

وعند الدعاء للميت يستقبل القبلة، وكذا عند قبر النبى -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهو اختيار الزعفرانى من الشافعية أيضا(البناية شرح الهداية، ج۳،ص ۲۶۲، كتاب الصلاة، باب الجنائز)

[1] ويستحب زيارة القبور للرجال وتكره للنساء ويدعو قائما مستقبل القبلة وقيل يستقبل وجه الميت وهو قول الشافعى رحمه الله تعالى وكذا الكلام فى زيارته عليه السلام(منية المصلى وغنية المبتدى، ج ۱،ص ۳۲۱، كتاب الصلاة)

قوله" :والسنة زيارتها قائما "قال فى شرح المشكاة ينبغى أن يدنو من القبر قائما أو قاعدا بحسب ما كان يصنع لزواره فى حياته اهـ وكذا ذكره غيره وفى القهستانى ويقوم بحذاء ه وجهه قربا وبعدا مثل ما فى الحياة قال فى الأحياء والمستحب فى زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت وأن يسلم ولا يمسح القبر ولا يقبله ولا يمسه فإن ذلك من عادة النصارى كذا فى شرح الشرعة قال فى شرح المشكاة بعد كلام وحديث ما نصه فيه دلالة على أن المستحب فى حال السلام على الميت أن يكون لوجهه وأن يستمر كذلك فى الدعاء أيضا وعليه عمل عامة المسلمين خلافا لما قاله ابن حجر(حاشية الطحطاوى على المراقى، ج ۱ ص ۶۲۰، ۶۲۱،فصل فى زيارة القبور)

[2] وصفة السلام على الأموات أن يقول :السلام عليكم أهل الديار المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون أسأل الله لنا ولكم العافية، ثم يقول اللهم اغفر لنا ولهم وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه وهو مخير بين أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه(مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل،للحطاب الرعينى المالكى، ج۲ ص۲۳۷، كتاب الجنائز،مسائل متعلقة بالغسل والدفن والصلاة)

وصفة السلام على الأموات أن يقول (السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين، والمؤمنات، والمسلمين، والمسلمات رحم الله المستقدمين منا، والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعد قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرکے دعاء کرنے کا بھی، جو کہ ان کا مشہور قول ہے، اور میت کی طرف رُخ کرکے دعاء کا بھی، اور خراسان کے متبحر فقہائے شافعیہ نے میت کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، اور اسی پر مسلمانوں کے عمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أسأل الله لنا ولكم العافية) انتهى .ثم يقول :(اللهم اغفر لنا ولهم) وما زدت، أو نقصت فواسع، والمقصود الاجتهاد لهم فى الدعاء ، فإنهم أحوج الناس لذلك لانقطاع أعمالهم، ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه، وهو مخير فى أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، أو قبالة وجهه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره من الثناء ، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم -الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه، وكذلك يدعو عند هذه القبور عند نازلة نزلت به، أو بالمسلمين ويتضرع إلى الله تعالى فى زوالها وكشفها عنه وعنهم، وهذه صفة زيارة القبور عموما .فإن كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل إلى الله تعالى به، وكذلك يتوسل الزائر بمن يراه الميت ممن ترجى بركته إلى النبى -صلى الله عليه وسلم بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين (المدخل،لابن الحاج ،ج ا ص ٢٥٤و ٢٥٥ ، فصل التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم)

[1] فمن قصد السلام على ميت سلم عليه من قبل وجهه وإذا أراد الدعاء تحول عن موضعه واستقبل القبلة قال أبو موسى وقال الفقهاء المتبحرون الخراسانيون المستحب فى زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه الميت يسلم(المجموع شرح المهذب للنووى ، ج٥ص ٣١١،كتاب الجنائز،باب التعزية والبكاء على الميت)

ويندب أن يقول الزائر :سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم وأن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم وأن يسلم على المزور من قبل وجهه وأن يتوجه فى الدعاء إلى القبلة وعن الخراسانيين إلى وجهه وعليه العمل(الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، لابى يحيىٰ زكريا بن محمدالسنيكى الشافعى،ج٢ص ١٢١ ،باب الجنائز)

(قوله :فيدعو له) أى فعقب القراءة يسن أن يدعو للميت رجاء الإجابة، لأن الدعاء ينفع الميت، وهو عقب القراءة أقرب إلى الإجابة.

وسيأتى -فى باب الوصية -كلام فى حصول ثواب الدعاء والقراءة للميت -إن شاء الله تعالى -

(وقوله :مستقبلا للقبلة) حال من فاعل يدعو، أى يدعو حال كون الداعى مستقبلا للقبلة.

وعبارة المغنى :وعند الدعاء يستقبل القبلة وإن قال الخراسانيون باستحباب استقبال وجه الميت(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للدمياطى البكرى الشافعى، ج٢ص ١٦٢ ، باب الصلاة)

قال الآجرى فى النصيحة :يسن الوقوف بعد الدفن قليلا والدعاء للميت مستقبل وجهه بالثبات فيقال اللهم هذا عبدك وأنت أعلم به منا ولا نعلم منه إلا خيرا وقد أجلسته تسأله اللهم فثبته بالقول الثابت فى الآخرة كما ثبته فى الدنيا اللهم ارحمه وألحقه بنبيه ولا تضلنا بعده ولا تحرمنا أجره اهـ (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٦٧٥٧)

اورحنابلہ کے نزدیک قبر کی زیارت کرنے والے کو قبر کے سامنے کھڑے ہونا اور ''السلام علیکم دار قوم مومنین الخ'' دعاء کا کرنا مستحب ہے، اور حنابلہ کی ایک روایت حسبِ منشاء کسی بھی جگہ کھڑے ہونے کی ہے، اور دعاء کے ثبوت کی دلیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ بقیع کے لئے مغفرت کی دعاء کرنا منقول ہے۔ [1]

---

[1] وقال شيخنا :تجوز زيارته للاعتبار ، وقال :ولا يمنع الكافر زيارة قريبه المسلم ، ويقف الزائر أمام القبر ، وعنه :حيث شاء وعنه :قعوده كقيامه ، وذكره أبو المعالى ، وينبغى أن يقرب منه، كزيارته حيا ، ذكره فى الوسيلة والتلخيص ، ويجوز لمس القبر باليد ، وعنه :يكره ؛ لأن القرب يتلقى من التوقيف ، ولم يرد به سنة ؛ ولأنه عادة أهل الكتاب ، وعن الشافعية كهذا ، وعن الحنفية مثله والذى قبله ، وعنه :يستحب ، صححها أبو الحسين فى التمام ، لأنه يشبه مصافحة الحى ، لا سيما ممن ترجى بركته .

وفى الوسيلة :هل يستحب عند فراغ دفنه وضع يده عليه وجلوسه على جانبيه ؟ فيه روايتان ، ويستحب إذا زارها أو مر بها أن يقول " :السلام عليكم دار قوم مؤمنين أو أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ، نسأل الله لنا ولكم العافية ، اللهم لا تحرمنا أجرهم ، ولا تفتنا بعدهم ، واغفر لنا ولهم "وفى ذلك أن اسم ، الدار يقع على المقابر ، وإطلاق الأهل على ساكنى المكان من حى وميت .

ودعا عليه السلام لأهل البقيع فقال :(اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) سمى به لغرقد كان فيه وهو ما عظم من العوسج ، وقيل :كل شجر له شوك ، قال جماعة :السلام هنا معرف ، ونص عليه أحمد ، لأنه أشهر فى الإخبار ، ورواه مسلم من رواية أبى هريرة وبريدة ، والتنكير فى طرق لأحمد من رواية أبى هريرة وعائشة ، وذكر جماعة تنكيره ، ونص عليه ، وخيره صاحب المحرر وغيره ، وذكره بعضهم نصا ، وكذا السلام على الأحياء ، على ما ذكره غير واحد ، وعنه :تعريفه أفضل ، قال صاحب النظم :كالرد ، وقيل :تنكيره ، قاله ابن عقيل ؛ لأنه روى عن عائشة .

وقال ابن البنا :سلام التحية منكر وسلام الوداع معرف ، وإنما قال عليه السلام :(عليك السلام تحية الموتى) على عاداتهم فى تحية الأموات يقدمون اسم الميت على الدعاء ، ذكره صاحب المحرر ، وفعلوا ذلك لأن المسلم على قوم يتوقع جوابا والميت لا يتوقع منه ، فجعلوا السلام عليه كالجواب ، وهذا فى الدعاء بالخير والمدح ، ويقدم الضمير فى الشر والذم كقوله تعالى (عليهم دائرة السوء) (وإن عليك لعنتى) وفى الصحيح أن ابن عمر مر بابن الزبير وهو مقتول فقال :السلام عليك أبا خبيب ، وكرره ثلاثا ، فدل أنه كالسلام على الحى وأن الأول أفضل ، وفيه السلام على من لم يدفن ، وورد تكراره فى الحى فى المتهاجرين وفى سلام ابن جابر على النبى صلى الله عليه وسلم وهو يصلى .

ويسمع الميت الكلام ، ولأحمد من حديث سفيان عمن سمع أنسا عنه مرفوعا (إن أعمالكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دعاء واستغفار، زیارتِ قبور کے مقاصد ومصالح میں سے ہے

ملحوظ رہے کہ متعدد فقہائے کرام نے میت کے لئے دعاء واستغفار کرنے کو زیارتِ قبور کے مصالح ومقاصد میں ذکر کیا ہے، کیونکہ اس مقصد کے لئے زیارتِ قبور کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی وفعلی احادیث سے ثابت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک امت کا اس پر عمل رہا ہے۔

اور اگرچہ بہت سے فقہائے کرام کی عبارات میں میت کے لئے دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کا صراحتاً ذکر نہیں پایا جاتا، لیکن ایک تو ہاتھ اٹھانا مطلقاً دعاء کے آداب میں سے ہے، اس لئے وہ ضمناً اس میں داخل ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد اور بعض دوسرے مواقع پر مختلف دعائیں منقول ہیں، جن میں ہاتھ اٹھانے کی تصریح نہیں پائی جاتی، مگر اہلِ علم حضرات مذکورہ اصول ہی کی بناء پر ہاتھ اٹھانے کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں، دوسرے قبرستان میں دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کا احادیث میں ثبوت بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے اس کے ثبوت کا انکار ممکن نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات فإن كان خيرا استبشروا ، وإن كان غير ذلك قالوا :اللهم لا تمتهم حتى تهديهم كما هديتنا) ورواه أبو داود الطيالسي في مسنده عن جابر مرفوعا ، وهو ضعيف ، قال أحمد :يعرف زائره يوم الجمعة بعد الفجر قبل طلوع الشمس :وفي الغنية :يعرفه كل وقت ، وهذا الوقت آكد ، وأطلق أبو محمد البربهاري من متقدمي أصحابنا أنه يعرفه (الفروع وتصحيح الفروع، لابن مفلح الحنبلي، ج۳ص ۴۱۲ الیٰ ۴۱۵، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور وإهداء القرب وما يتعلق بذلك)

[1] فالزيارة للقبور فيها مصلحتان :الدعاء للأموات والترحم عليهم، وتذكر الآخرة والاعتبار(شرح أخصر المختصرات لعبد الله بن عبد الرحمن بن عبد الله بن جبرين، ج۱۲ ص۹، كيفية صلاة الجنازة،زيارة القبور خاصة بالرجال)

لا بأس بزيارة القبور والدعاء للأموات إن كانوا مؤمنين من غير وطء القبور لقول النبي -صلى الله عليه وسلم :-إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها فإنها تذكركم الآخرة ، ولعمل الأمة من لدن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى يومنا هذا(بدائع الصنائع، ج۱ ص۳۲۰، كتاب الصلاة،فصل بيان وجوب الدفن)

رہا یہ شبہ کہ میت کے لئے دعاء اور استغفار تو ہر جگہ سے کیا جاسکتا ہے، جس میں قبر یا قبرستان کی کوئی قید نہیں، پھر اس کو قبرستان میں یا قبر پر حاضری کے مصالح یا مقاصد میں شمار کرنے کا کیا مطلب؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ واقعتاً میت کے لئے دعاء واستغفار ہر جگہ سے کیا جاسکتا ہے، لیکن قبر پر جانے کا ایک مقصد موت کو یاد کرنا اور عبرت وبصیرت کا حاصل کرنا ہے، اور احادیث سے قبر پر جانے کا مقصد میت کے لئے دعاء واستغفار کرنا بھی معلوم ہو چکا، جس کی وجہ یہ ہے کہ قبرستان میں یا قبر کے قریب کھڑے ہو کر جس طرح موت کی یاد کا احساس زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح میت کے لئے دعاء کرنے میں رقّت وتاثیر اور میت کے لئے دعاء واستغفار کی ضرورت کی اہمیت کا زیادہ احساس اور حضورِ قلب زیادہ پایا جاتا ہے، ورنہ تو موت کو بھی ہر جگہ سے یاد کیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر کسی بھی جگہ رہتے ہوئے درود وسلام پڑھا جاسکتا ہے، لیکن ان کی قبور پر جا کر پڑھنے میں رقّت وتاثیر اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر درود وسلام پڑھنے کی اہمیت کا احساس اور حضورِ قلب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار زیادہ پایا جاتا ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ عام مومنین کی قبور پر تو ان کے لئے سلامتی واستغفار کی شکل میں دعاء ہوتی ہے، اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبور پر اس کے بجائے صلاۃ وسلام کی شکل میں دعاء ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] فلا حرج أن يزور الإنسان قبر والده ووالدته ويسلم عليهما ويدعو ويستغفر لهما ويترحم عليهما وهو من البر؛ لما فيه من الاشتمال على الدعاء والاستغفار والترحم، وقد عدّ النبى صلى الله عليه وسلم الدعاء للوالدين والاستغفار لهما من البر، وفى الحديث :(يا رسول الله !هل بقى من برى لوالدى شىء أبرهما به بعد موتهما؟ قال :نعم :الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وصلة الرحم التى لا توصل إلا بهما).
وقوله :(الصلاة عليهما) لا شك أن الدعاء عند وقوفه على القبر أبلغ تأثراً، وأبلغ حضوراً للقلب واستشعاراً لحاجة الميت للدعاء ، بخلاف ما إذا ذكره وهو بعيدٌ عن قبره، فلا حرج إذا زار أو خص قبر الوالد والوالدة بالزيارة والسلام عليه والدعاء له، وهو إن شاء الله مأجورٌ على ذلك والله تعالى أعلم(شرح زاد المستقنع،للشنقيطى، كتاب الصلاة، باب الصلاة على الميت، زيارة القبور)

شرعی اور غیر شرعی زیارتِ قبور کی دو قسمیں

مگر یہ تمام بحث اس دعاء کے متعلق ہے، جس میں دعاء واستغفار میت کے لئے مقصود ہو، جس طرح سے نمازِ جنازہ میں دعاء واستغفار میت کے لئے مقصود ہوتا ہے، اور اس میں میت کا فائدہ ہوتا ہے، نہ کہ دعاء کرنے والے کا، البتہ اس کو دعاء کرنے پر اجروثواب حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر میت سے حاجات کا طلب کرنا یا وہاں جا کر اپنے مقاصد کی دعاؤں کے لازمی طور پر قبول ہونے کی تاثیر کا عقیدہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور خرابی ہو، تو یہ نہ تو جائز ہے، اور نہ ہی شرعی زیارتِ قبور میں داخل ہے، بلکہ زمانۂ جاہلیت کے طریقوں میں سے ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ اور دیگر کتب میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ زیارتِ قبور کی دو قسمیں ہیں، ایک شرعی، جس کو اہلِ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اختیار کرتے ہیں، اور یہ مسنون ومستحب عمل ہے، اور دوسری غیر شرعی، جس کو اہلِ بدعت اور اہلِ شرک اختیار کرتے ہیں۔

شرعی زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر سلام کیا جائے، اور اس کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کی جائے، اس زیارتِ قبور کی حیثیت ایسی ہے، جیسا کہ فوت ہونے کے بعد میت کا نمازِ جنازہ پڑھنا کہ جس میں میت کے لئے دعاء کا قصد ہوتا ہے، اور داعی کو اس کی قبر پر دعاء کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

زیارتِ قبور کا یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک اہلِ حق میں رائج رہا ہے۔ [1]

---

[1] وأما "زيارة القبور المشروعة "فهو أن يسلم على الميت ويدعو له بمنزلة الصلاة على جنازته كما كان النبى صلى الله عليه وآله وسلم يعلم أصحابه إذا زارو القبور أن يقولوا ":(سلام عليكم أهل دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور غیر شرعی زیارتِ قبور وہ ہے، جس کا مقصود میت سے اپنی حاجات کو طلب کرنا اور وہاں جا کر دعاء کی لازمی قبولیت وغیرہ کا عقیدہ ہوتا ہے، یا اسی طرح کا اور کوئی غلط عقیدہ یا عمل ہوتا ہے، جس کے لئے بہت سے لوگ دور دراز سے خاص اہتمام کے ساتھ سفر کر کے جاتے ہیں، اور مختلف بے اعتدالیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اور یہ طریقہ بدعتِ منکرہ میں داخل ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وسلف سے ثابت نہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم) وروى عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال " :(ما من رجل يمر بقبر رجل كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام) . والله تعالى يثيب الحى إذا دعا للميت المؤمن كما يثيبه إذا صلى على جنازته :ولهذا نهى النبى صلى الله عليه وآله وسلم أن يفعل ذلك بالمنافقين .فقال عز من قائل :(ولا تصل على أحد منهم مات أبدا ولا تقم على قبره) فليس فى الزيارة الشرعية حاجة الحى إلى الميت ولا مسألته ولا توسله به؛ بل فيها منفعة الحى للميت كالصلاة عليه والله تعالى يرحم هذا بدعاء هذا وإحسانه إليه ويثيب هذا على عمله فإنه ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم أنه قال " :(إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث :صدقة جارية أو علم ينتفع به من بعده أو ولد صالح يدعو له)(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۷ ص ۷۰، ۷۱، الفقه، الزيارة،زيارة القبور المشروعة)

وأما القبور التى فى المشاهد وغيرها، فالسنة لمن زارها أن يسلم على الميت، ويدعو له بمنزلة الصلاة على الجنائز، كما كان النبى -صلى الله عليه وسلم -يعلم أصحابه أن يقولوا إذا زاروا القبور :السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين، والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم عن قريب لاحقون، ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم، والمستأخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا أجرهم، ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم .وأما التمسح بالقبر، أو الصلاة عنده، أو قصده لأجل الدعاء عنده، معتقدا أن الدعاء هناك أفضل من الدعاء فى غيره، أو النذر له ونحو ذلك، فليس هذا من دين المسلمين، بل هو مما أحدث من البدع القبيحة، التى هى من شعب الشرك، والله أعلم وأحكم(الفتاوىٰ الكبرىٰ لابنِ تيمية، ج۳ص ۳۶،۳۷، كتاب الجنائز، القراء ة للميت)

[1] البتہ علامہ ابنِ تیمیہ کے زیارتِ قبورِ صالحین کے لئے ''شدِّ رحال'' کے مسئلہ میں جمہور علماء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

فمما يدخل فى هذا قصد القبور للدعاء عندها أو لها فإن الدعاء عند القبور وغيرها من الأماكن ينقسم إلى نوعين

أحدهما أن يحصل الدعاء فى البقعة بحكم الاتفاق لا لقصد الدعاء فيها كمن يدعو الله فى طريقه ويتفق أن يمر بالقبور أو من يزورها فيسلم عليها ويسأل الله العافية له وللموتى كما جاء ت به السنة فهذا ونحوه لا بأس به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ تیمیہ کی یہ تقسیم اصولی اعتبار سے صحیح ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانی أن یتحری الدعاء عندها بحیث یستشعر أن الدعاء هناک أجوب منه فی غیره فهذا النوع منهی عنه إما نهی تحریم أو تنزیه وهو إلی التحریم أقرب والفرق بین البابین ظاهر (اقتضاء الصراط المستقیم لابنِ تیمیة، ج۲ص۱۹۵،فصل فی النوع الثانی من الأمکنة، الدعاء عند القبور)

وزیارة القبور علی وجهین :زیارة أهل التوحید المتبعین للرسل، وزیارة أهل البدع والشرک.

فالأولی مقصودها أن یسلم علی المیت ویدعی له، وزیارة قبره بمنزلة الصلاة علیه إذا مات، یقصد بها الدعاء له، والله سبحانه یثیب هذا الداعی له عند قبره کما یثیب الداعی إذا صلی علیه وهو علی سریره.والثانیة مقصودها أن یطلب منه الحوائج، أو یقسم علی الله، أو یظن أن دعاء الله عند قبره أقرب إلی الإجابة، فهذا کله من البدع المنکرة باتفاق أئمة المسلمین، ولم یکن شیء من هذا علی عهد الرسول -صلی الله علیه وسلم -وأصحابه والتابعین لهم بإحسان(منهاج السنة النبویة لابنِ تیمیة، ج۲ص۴۳۸،الفصل الثانی فی أن مذهب الإمامیة واجب الاتباع،التعلیق علی قوله وأن الأنبیاء معصومون من الخطأ والسهو،غلو الرافضة أدخلهم فیما حرمه الله من العبادات الشرکیة)

فکما أن المقصود بالصلاة علی المیت الدعاء له؛فالمقصود بزیارة قبره الدعاء له کما ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصحیح والسنن والمسند "أنه کان یعلم أصحابه إذا زاروا القبور، أن یقول قائلهم :السلام علیکم أهل دار قوم مؤمنین، وإنا إن شاء الله بکم لاحقون .ویرحم الله المستقدمین مناومنکم والمستأخرین، نسأل الله لنا ولکم العافیة، اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم، واغفر لنا ولهم .

فهذا دعاء خاص للمیت، کما فی دعاء الصلاة علی الجنازة الدعاء العام والخاص اللهم اغفر لحینا ومیتنا، وشاهدنا وغائبنا، وصغیرنا وکبیرنا، وذکرنا وأنثانا، إنک تعلم متقلبنا ومثوانا أی ثم یخص المیت بالدعاء .

قال الله تعالی فی حق المنافقین :(ولا تصل علی أحد منهم مات أبدا ولا تقم علی قبره إنهم کفروا بالله ورسوله)الآیة.

فلما نهی الله نبیه صلی الله علیه وسلم عن الصلاة علیهم والقیام علی قبورهم -لأجل کفرهم -دل ذلک بطریق التعلیل والمفهوم علی أن المؤمن یصلی علیه ویقام علی قبره .ولهذا فی السنن :أن النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا دفن الرجل من أصحابه یقوم علی قبره، ثم یقول " :سلوا له التثبیت، فإنه الآن یسأل .

فأما أن یقصد بالزیارة :سؤال المیت، أو الإقسام به علی الله، أو استجابة الدعاء عند تلک البقعة، فهذا لم یکن من فعل أحد من سلف الأمة، لا الصحابة ولا التابعین لهم بإحسان، وإنما حدث ذلک بعد ذلک(اقتضاء الصراط المستقیم لابنِ تیمیة، ج۲ص۲۹۳،۲۹۴، فصل فی مقامات الأنبیاء وحکم قصدها)

وأصل هذا أن قول القائل إن الدعاء مستجاب عند قبور الأنبیاء والصالحین قول لیس له أصل فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعلامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد علامہ ابنِ قیم نے شرعی زیارتِ قبور یا موحّدین کی زیارتِ قبور کے مقاصد میں آخرت کو یاد کرنا اور عبرت وبصیرت کا حاصل کرنا، اور صاحبِ قبر کے لئے رحمت اور استغفار اور اس کے لئے عافیت کی دعاء کر کے، اس کے ساتھ نیک سلوک کرنا، اور اس کے ساتھ تعلق کو نہ چھوڑنا، اور اس کے ساتھ انسیت کو برقرار رکھنا وغیرہ، اور سنت کی اتباع کرنا بتلایا ہے۔

اور غیر شرعی یا مشرکین کی زیارتِ قبور کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جنہوں نے زیارتِ قبور کے مقصد کو میت کے ساتھ شرک کر کے اور (اور اللہ کے بجائے) میت سے دعاء کر کے اور اس سے اپنی حوائج کا سوال کر کے، اور اس طرح کے دیگر غلط عقائد وحرکات کے ساتھ بدل دیا، اور اس طرح سے انہوں نے شرعی زیارتِ قبور کے طریقہ کی برکات سے اپنے آپ کو محروم کرلیا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتاب الله، ولا سنة رسوله، ولا قاله أحد من الصحابة، ولا التابعين لهم بإحسان، ولا أحد من أئمة المسلمين المشهورين بالإمامة فى الدين :كمالك، والثورى، والأوزاعى، والليث بن سعد، وأبى حنيفة، والشافعى، وأحمد بن حنبل، وإسحاق بن راهويه، وأبى عبيدة .ولا مشايخهم الذين يقتدى بهم :كالفضيل بن عياض، وإبراهيم بن أدهم، وأبى سليمان الدارانى، وأمثالهم.

ولم يكن فى الصحابة والتابعين والأئمة والمشايخ المتقدمين من يقول إن الدعاء مستجاب عند قبور الأنبياء والصالحين، ولا مطلقا ولا معينا، ولا فيهم من قال إن دعاء الإنسان عند قبور الأنبياء والصالحين أفضل من دعائه فى غير تلك البقعة، ولا أن الصلاة فى تلك البقعة أفضل من الصلاة فى غيرها، ولا فيهم من كان يتحرى الدعاء ولا الصلاة عند هذه القبور(الفتاویٰ الكبریٰ لابنِ تيمية، ج۲ص۴۲۶، كتاب الذكر والدعاء، مسألة قول بعض العلماء إن الدعاء مستجاب عند قبور أربعة)

[1] الذى شرعه الرسول ﷺ عند زيارة القبور :إنما هو تذكر الآخرة، والإحسان إلى المزور بالدعاء له، والترحم عليه، والاستغفار له، وسؤال العافية له .فيكون الزائر محسنا إلى نفسه وإلى الميت، فقلب هؤلاء المشركون الأمر، وعكسوا الدين وجعلوا المقصود بالزيارة الشرك بالميت، ودعاءه والدعاء به، وسؤاله حوائجهم، واستنزال البركات منه، ونصره لهم على الأعداء ونحو ذلك .فصاورا مسيئين إلى نفوسهم وإلى الميت ولو لم يكن إلا بحرمانه بركة ما شرعه الله تعالى من الدعاء له والترحم عليه والاستغفار له(إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان لابن القيم ،ج ا ص۱۹۸ ،الباب الثالث عشر :فى مكايد الشيطان التى يكيد بها ابن آدم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ انبیاء وصلحاء کی قبور کی زیارت کے لئے جانا اور وہاں جا کر ان کے لئے مغفرت، سلامتی ورحمت کی دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ ضمناً اپنے لئے اللہ سے مغفرت، سلامتی ورحمت کی دعاء کرنا جائز ہے، جیسا کہ متعدد احادیث میں میت کے ساتھ اپنے لئے بھی اس طرح کی دعاء کا ذکر آیا ہے، بشرطیکہ دعاء اللہ ہی سے کی جائے، صاحبِ قبر سے دعاء نہ کی جائے، اور نہ ہی کوئی دوسرا غلط عقیدہ یا عمل شامل ہو، جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ بزرگوں کے مشہور مزارات پر ایسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فصل فی الفرق بین زیارة الموحدین للقبور، وزیارة المشرکین: أما زیارة الموحدین :فمقصودها ثلاثة أشیاء : أحدها :تذکر الآخرة والاعتبار والاتعاظ .وقد أشار النبی ﷺ إلی ذلک بقوله : "زوروا القبور، فإنها تذکرکم الآخرة ."الثانی :الإحسان إلی المیت، وأن لا یطول عهده به، فیهجره، ویتناساه، کما إذا ترک زیارة الحی مدة طویلة تناساه، فإذا زار الحی فرح بزیارته وسر بذلک، فالمیت أولی .لأنه قد صار فی دار قد هجر أهلها إخوانهم وأهلهم ومعارفهم، فإذا زاره وأهدی إلیه هدیة :من دعائه، أو صدقة، أو أهدی قربة، ازداد بذلک سروره وفرحه، کما یسر الحی بمن یزوره ویهدی له .ولهذا شرع النبی صلی الله تعالی علیه وآله وسلم للزائرین أن یدعوا لأهل القبور بالمغفرة والرحمة، وسؤال العافیة فقط .ولم یشرع أن یدعوهم، ولا یدعوا بهم، ولا یصلی عندهم. الثالث :إحسان الزائر إلی نفسه باتباع السنة، والوقوف عند ما شرعه الرسول ﷺ، فیحسن إلی نفسه وإلی المزور. وأما الزیارة الشرکیة فأصلها مأخوذ عن عباد الأصنام (ایضاً، ج ا، ص۲۱۸)

[1] شد الرحال لزیارة القبور:

ذهب جمهور العلماء إلی أنه یجوز شد الرحل لزیارة القبور، لعموم الأدلة، وخصوصا قبور الأنبیاء والصالحین.

ومنع منه بعض الشافعیة، وابن تیمیة -من الحنابلة -لقوله صلی الله علیه وسلم :لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد :مسجدی هذا، والمسجد الحرام، والمسجد الأقصی، وأخرج أحمد فی المسند عن عمر بن عبد الرحمن بن الحارث قال :لقی أبو بصرة الغفاری أبا هریرة، وهو جاء من الطور فقال :من أین أقبلت؟ قال :من الطور، صلیت فیه .قال :أما لو أدرکتک قبل أن ترحل إلیه ما رحلت، إنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول :لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد :المسجد الحرام، ومسجدی هذا، والمسجد الأقصی . ونقل ابن تیمیة هذا المذهب عن بعض الصحابة والتابعین.

وحمل القائلون بالجواز الحدیث علی أنه خاص بالمساجد، فلا تشد الرحال إلا لثلاثة منها .بدلیل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کچھ لوگ زیارتِ قبور کے موقع پر بعض منکرات کو اختیار کرتے ہوں، خواہ وہ عام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جواز شد الرحال لطلب العلم وللتجارة، وفى رواية لا ينبغى للمطى أن تشد رحاله إلى مسجد ينبغى فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصى ومسجدى هذا.

زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم:

لا خلاف بين العلماء فى استحباب زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم وفى زيارة قبور الأنبياء والأولياء تفصيل ينظر فى (زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص ۸۹،مادة "زيارة")

واختلف العلماء فى شد الرحال وإعمال المطى إلى غير المساجد الثلاثة كالذهاب إلى قبور الصالحين وإلى المواضع الفاضلة ونحو ذلك فقال الشيخ أبو محمد الجوينى من أصحابنا هو حرام وهو الذى أشار القاضى عياض إلى اختياره والصحيح عند أصحابنا وهو الذى اختاره إمام الحرمين والمحققون أنه لا يحرم ولا يكره قالوا والمراد أن الفضيلة التامة إنما هى فى شد الرحال إلى هذه الثلاثة خاصة والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۹ ص ۱۰۶ ،كتاب الحج ،باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ثم يجلس فى قبلة الميت ويستقبله بوجهه، وهو مخير فى أن يجلس فى ناحية رجليه إلى رأسه، أو قبالة وجهه، ثم يثنى على الله تعالى بما حضره من الثناء ، ثم يصلى على النبى -صلى الله عليه وسلم الصلاة المشروعة، ثم يدعو للميت بما أمكنه، وكذلك يدعو عند هذه القبور عند نازلة نزلت به، أو بالمسلمين ويتضرع إلى الله تعالى فى زوالها وكشفها عنه وعنهم، وهذه صفة زيارة القبور عموما .فإن كان الميت المزار ممن ترجى بركته فيتوسل إلى الله تعالى به، وكذلك يتوسل الزائر بمن يراه الميت ممن ترجى بركته إلى النبى -صلى الله عليه وسلم بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين .

بل يبدأ بالتوسل إلى الله تعالى بالنبى -صلى الله عليه وسلم -، إذ هو العمدة فى التوسل، والأصل فى هذا كله، والمشرع له فيتوسل به -صلى الله عليه وسلم -وبمن تبعه بإحسان إلى يوم الدين، وقد روى البخارى عن أنس -رضى الله عنه -(أن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -كان إذا قحطوا استسقى بالعباس فقال :اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبيك -صلى الله عليه وسلم -فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبيك فاسقنا فيسقون) انتهى.

ثم يتوسل بأهل تلك المقابر أعنى بالصالحين منهم فى قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه، ثم يدعو لنفسه ولوالديه ولمشايخه ولأقاربه ولأهل تلك المقابر ولأموات المسلمين ولأحيائهم وذريتهم إلى يوم الدين ولمن غاب عنه من إخوانه ويجأر إلى الله تعالى بالدعاء عندهم ويكثر التوسل بهم إلى الله تعالى؛ لأنه سبحانه وتعالى اجتباهم وشرفهم وكرمهم فكما نفع بهم فى الدنيا ففى الآخرة أكثر، فمن أراد حاجة فليذهب إليهم ويتوسل بهم، فإنهم الواسطة بين الله تعالى وخلقه، وقد تقرر فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مومنین کی قبور ہوں یا اولیائے کرام کی قبور ہوں، تو ان منکرات کا انکار کیا جائے گا، اور حتی الامکان ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے گی، مگر اس کی وجہ سے شرعی اور جائز طریقہ پر زیارتِ قبور کے عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشرع وعلم ما لله تعالى بهم من الاعتناء ، وذلك كثير مشهور، وما زال الناس من العلماء ، والأكابر كابرا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذلك حسا ومعنى، وقد ذكر الشيخ الإمام أبو عبد الله بن النعمان -رحمه الله- فى كتابه المسمى بسفينة النجاء لأهل الالتجاء فى كرامات الشيخ أبى النجاء فى أثناء كلامه على ذلك ما هذا لفظه :تحقق لذوى البصائر، والاعتبار أن زيارة قبور الصالحين محبوبة لأجل التبرك مع الاعتبار، فإن بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم والدعاء عند قبور الصالحين، والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدين انتهى، ولا يعترض على ما ذكر من أن من كانت له حاجة فليذهب إليهم وليتوسل بهم بقوله -عليه الصلاة والسلام :-لا تشد الرحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدى، والمسجد الأقصى انتهى.

وقد قال الإمام الجليل أبو حامد الغزالى -رحمه الله تعالى- فى كتاب آداب السفر من كتاب الإحياء له ما هذا نصه :القسم الثانى :وهو أن يسافر لأجل العبادة إما لجهاد، أو حج إلى أن قال : ويدخل فى جملته زيارة قبور الأنبياء وقبور الصحابة، والتابعين وسائر العلماء ، والأولياء ، وكل من يتبرك بمشاهدته فى حياته يتبرك بزيارته بعد وفاته ويجوز شد الرحال لهذا الغرض، ولا يمنع من هذا قوله -صلى الله عليه وسلم -لا تشد الرحال إلا لثلاث مساجد المسجد الحرام ومسجدى، والمسجد الأقصى .

لأن ذلك فى المساجد؛ لأنها متماثلة بعد هذه المساجد، وإلا فلا فرق بين زيارة الأنبياء ، والأولياء ، والعلماء فى أصل الفضل، وإن كان يتفاوت فى الدرجات تفاوتا عظيما بحسب اختلاف درجاتهم عند الله عز وجل، والله تعالى أعلم(المدخل،لابن الحاج ،ج ا ص۲۵۵ الیٰ ۲۵۶، فصل التوسل بالنبى صلى الله عليه وسلم)

[1] (وسئل) - رضى الله عنه -عن زيارة قبور الأولياء فى زمن معين مع الرحلة إليها هل يجوز مع أنه يجتمع عند تلك القبور مفاسد كثيرة كاختلاط النساء بالرجال وإسراج السرج الكثيرة وغير ذلك؟

(فأجاب) بقوله زيارة قبور الأولياء قربة مستحبة وكذا الرحلة إليها وقول الشيخ أبى محمد لا تستحب الرحلة إلا لزيارته -صلى الله عليه وسلم -رده الغزالى بأنه قاس ذلك على منع الرحلة لغير المساجد الثلاثة مع وضوح الفرق فإن ما عدا تلك المساجد الثلاثة مستوية فى الفضل فلا فائدة فى الرحلة إليها وأما الأولياء فإنهم متفاوتون فى القرب من الله تعالى ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم فكان للرحلة إليهم فائدة أى فائدة فمن ثم سنت الرحلة إليهم للرجال فقط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبور پر ان کے لئے دعاء کرنا درود وسلام کی شکل میں ہوتا ہے، اور دیگر مسلمانوں کی قبور پر ان کے لئے دعاء کرنا سلام کے ساتھ ساتھ استغفار کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر درود وسلام اور دعاء کے وقت کیفیت

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے صلاۃ وسلام پڑھنے کے وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبلہ کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے اور باقی ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک روضۂ اطہر کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس کے بعد اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت تمام فقہائے کرام کے نزدیک قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہونا بیان فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بقصد ذلک وانعقد نذرها كما بسطت الكلام على ذلک فى شرح العباب بما لا مزيد على حسنه وتحريره وما أشار إليه السائل من تلک البدع أو المحرمات فالقربات لا تترک لمثل ذلک بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع بل وإزالتها إن أمكنه(الفتاوى الفقهية الكبرى،لمحمد بن على بن حجر الهيتمى ،ج ۲ ص ۲۴، كتاب الصلاة، باب الجنائز)

[1] ويستحب أيضا زيارة قبور أهل البقيع وشهداء أحد؛ للدعاء لهم والاستغفار؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم كان يقصد ذلک مع أن هذا مشروع لجميع موتى المسلمين كما يستحب السلام عليهم والدعاء لهم والاستغفار .وزيارة القبور بهذا القصد مستحبة وسواء فى ذلک قبور الأنبياء والصالحين وغيرهم وكان عبد الله بن عمر إذا دخل المسجد يقول :السلام عليک يا رسول الله السلام عليک يا أبا بكر السلام عليک يا أبت ثم ينصرف.

وأما زيارة قبور الأنبياء والصالحين لأجل طلب الحاجات منهم أو دعائهم والإقسام بهم على الله أو ظن أن الدعاء أو الصلاة عند قبورهم أفضل منه فى المساجد والبيوت فهذا ضلال وشرک وبدعة باتفاق أئمة المسلمين ولم يكن أحد من الصحابة يفعل ذلک ولا كانوا إذا سلموا على النبى صلى الله عليه وسلم يقفون يدعون لأنفسهم ولهذا كره ذلک مالک وغيره من العلماء وقالوا إنه من البدع التى لم يفعلها السلف واتفق العلماء الأربعة وغيرهم من السلف على أنه إذا أراد أن يدعو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام کی عبارات ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہائے کرام روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے صلاۃ وسلام کے وقت روضۂ اطہر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ [1]

اور علامہ ابنِ ہمام نے صلاۃ وسلام کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی امام ابوحنیفہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يستقبل القبلة ولا يستقبل قبر النبى صلى الله عليه وسلم وأما إذا سلم عليه فأكثرهم قالوا :يستقبل القبر قاله مالك والشافعى وأحمد وقال أبو حنيفة :بل يستقبل القبلة أيضا ويكون القبر عن يساره وقيل :بل يستدبر القبلة (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية ، ج۲۷ ص ۴۷۰، ۴۷۱، التفسير، سورة الاخلاص، حكم زيارة القبور الانبياء والصالحين)

فالزيارة الشرعية "مقصودها السلام على الميت والدعاء له سواء كان نبيا أو غير نبى .ولهذا كان الصحابة إذا زاروا النبى صلى الله عليه وسلم يسلمون عليه ويدعون له ثم ينصرفون ولم يكن أحد منهم يقف عند قبره ليدعو لنفسه؛ ولهذا كره مالك وغيره ذلك وقالوا :إنه من البدع المحدثة . ولهذا قال الفقهاء :إذا سلم المسلم عليه وأراد الدعاء لنفسه لا يستقبل القبر بل يستقبل القبلة وتنازعوا وقت السلام عليه :هل يستقبل القبلة أو يستقبل القبر؟ فقال أبو حنيفة :يستقبل القبلة وقال مالك والشافعى وأحمد :يستقبل القبر(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۲۷ص ۳۰، ۳۱، الفقه، الزيارة،فصل فى زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم ومدى صحتها)

[1] والجمهور على أن زائر قبر النبى صلى الله عليه وسلم يستدبر القبلة ويستقبل القبر الشريف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۷۶، مادة " استقبال")

ثم يأتى القبر الشريف فيستقبل جداره ويستدبر القبلة على نحو أربعة أذرع من السارية التى عند رأس القبر فى زاوية جداره (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷ص ۱۹۹، مادة " مسجد")

يستحب لمن دخل المسجد النبوى أن يقول الذكر الوارد فى ذلك عند دخول المساجد، فيقدم رجله اليمنى ويقول :بسم الله اللهم صل على محمد، رب اغفر لى ذنوبى وافتح لى أبواب رحمتك.

وعند الخروج يقدم رجله اليسرى ويقول ذلك، ولكن بلفظ :(وافتح لى أبواب فضلك) ، ويصلى عند الدخول ركعتين تحية المسجد والمسجد النبوى وغيره من المساجد فى ذلك سواء إلا المسجد الحرام فإن تحيته الطواف.

ثم يقصد الحجرة الشريفة التى فيها قبر النبى صلى الله عليه وسلم فيستقبل القبر ويستدبر القبلة، ويدعو بالدعاء الوارد فى ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷ص ۲۵۰، مادة " مسجد")

وفى الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضى عياض :قال مالك فى رواية ابن وهب :إذا سلم على النبى صلى الله عليه وسلم ودعا يقف ووجهه إلى القبر الشريف لا إلى القبلة ويدنو ويسلم ولا يمس القبر بيده (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳ص ۳۱۲، مادة " وضع اليد")

طرف منسوب روایت کی تردید کی ہے اور قبر کی طرف رخ کرنے کو ترجیح دی ہے۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام کی تائید بعض آثار سے بھی ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] ثم يأتى القبر الشريف فيستقبل جداره ويستدبر القبلة على نحو أربعة أذرع من السارية التى عند رأس القبر فى زاوية جداره.

وما عن أبى الليث أنه يقف مستقبل القبلة مردود بما روى أبو حنيفة -رضى الله عنه -فى مسنده عن ابن عمر -رضى الله عنهما -قال :من السنة أن تأتى قبر النبى -صلى الله عليه وسلم -من قبل القبلة وتجعل ظهرك إلى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول :السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته، إلا أن يحمل على نوع ما من استقبال القبلة، وذلك أنه -عليه الصلاة والسلام -فى القبر الشريف المكرم على شقه الأيمن مستقبل القبلة .وقالوا فى زيارة القبور مطلقا : الأولى أن يأتى الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل رأسه فإنه أتعب لبصر الميت، بخلاف الأول لأنه يكون مقابلا بصره لأن بصره ناظر إلى جهة قدميه إذا كان على جنبه فعلى هذا تكون القبلة عن يسار الواقف من جهة قدميه -عليه الصلاة والسلام -بخلاف ما إذا كان من جهة وجهه الكريم، فإذا أكثر الاستقبال إليه -عليه الصلاة والسلام -لا كل الاستقبال بكون استدباره القبلة أكثر من أخذه إلى جهتها فيصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال.

وينبغى أن يكون وقوف الزائر على ما ذكرنا، بخلاف تمام استدبار القبلة واستقباله -صلى الله عليه وسلم -فإنه يكون البصر ناظرا إلى جنب الواقف، وعلى ما ذكرنا يكون الواقف مستقبلا وجهه -عليه الصلاة والسلام -وبصره فيكون أولى(فتح القدير، ج٣ص ١٨٠، ١٨١، كتاب الحج، مسائل منثورة)

ثم يتوجه إلى قبره الشريف صلى الله عليه وسلم فيقف بعيداً عنه بمقدار أربعة أذرع، بغاية الأدب، مستدبر القبلة، محاذياً لرأس النبى صلى الله عليه وسلم، ملاحظاً فى قلبه منزلة من هو بحضرته وسماعه لكلامه، فعن أبى هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(ما من أحد يُسلم علىّ إلا ردَّ الله علىَّ روحى حتى أردَّ عليه السلام (فقه العبادات على المذهب الحنفى، ج ١، ص ٢٠٨، كتاب الحج، الباب التاسع، فصل فى زيارة النبى صلى الله عليه وسلم)

فيتوجه إلى القبر الشريف فيقف عند رأسه مستقبل القبلة ويدنو منه قدر ثلاثة أذرع، أو أربعة ولا يدنو منه أكثر من ذلك ولا يضع يده على جدار التربة الشريفة فهو أهيب وأعظم للحرمة ويقف (مجمع الانهر، ج ١ ص ٣١٣، كتاب الحج، مسائل منثورة فى كتاب الحج)

[2] حدثنا عبد الله بن منيب بن عبد الله بن أبى أمامة، عن أبيه، قال " :رأيت أنس بن مالك أتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فوقف فرفع يديه حتى ظننت أنه افتتح الصلاة فسلم على النبى صلى الله عليه وسلم ثم انصرف "(شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٣٨٦٧، كتاب المناسك، باب فضل الحج والعمرة)

عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال " :من السنة أن تأتى قبر النبى صلى الله عليه وسلم من قبل القبلة، وتجعل ظهرك إلى القبلة، وتستقبل القبر لوجهك، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ کی کتب میں صلاۃ وسلام سے فارغ ہوکر عام دعاء کرنے کے لئے قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا ذکر نہیں ملتا، بلکہ بعض حنفیہ نے صلاۃ وسلام کے ساتھ ساتھ دعاء کے وقت بھی روضۂ اطہر کی طرف رُخ کرنے کا ذکر کیا ہے، کیونکہ پیچھے ذکرشدہ کئی احادیث میں میت کے لئے دعاء کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے بھی دعاء کا ذکر ملتا ہے، اور میت پر سلام کے بعد دعاء کے لئے رُخ بدلنے کا ذکر نہیں ملتا، جیسا کہ شروع میں ذکر گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقول :السلام عليک أيها النبی ورحمة الله وبركاته (مسند ابی حنيفة رواية الحصكفی، رقم الحديث ٣٧، كتاب الحج)

أخبرنا مالک، أخبرنا عبد الله بن دينار، أن ابن عمر كان إذا أراد سفرا، أو قدم من سفر جاء قبر النبی صلى الله عليه وسلم، فصلى عليه، ودعا ثم انصرف .

قال محمد :هكذا ينبغی أن يفعله إذا قدم المدينة يأتی قبر النبی صلى الله عليه وسلم(موطأ امام محمد ، رقم الحديث ٩٤٨، باب :قبر النبی صلى الله عليه وسلم، وما يستحب من ذلک)

عن نافع ، عن ابن عمر ، أنه كان إذا أراد أن يخرج دخل المسجد فصلى ، ثم أتى قبر النبی صلى الله عليه وسلم ، فقال :السلام عليک يا رسول الله السلام عليک يا أبا بكر السلام عليک يا أبتاه ، ثم يكون وجهه وكان إذا قدم من سفر أتى المسجد ففعل ذلک قبل أن يدخل منزله(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ١١٩١٥، كتاب الجنائز،باب من كان يأتی قبر النبی صلى الله عليه وسلم فيسلم)

عن عبد العزيز بن أبی رواد، قال :سمعت نافعا، يقول :كان عبد الله "إذا قدم المدينة أتى قبر النبی صلى الله عليه وسلم فاستقبل وجهه وصلى عليه ودعا له، ثم أقبل على أبی بكر فاستقبل وجهه فصلى عليه ودعا له، ثم أقبل على عمر فاستقبل وجهه وصلى عليه ودعا له،ويقول :يا أبتاه يا أبتاه يا أبتاه رواه حماد بن زيد، عن أيوب، مثله(حلية الاولياء لابی نعيم، ج ا ص ٣٠٨،تحت ترجمة عبدالله بن عمر بن الخطاب، مواظبته على قيام الليل)

[1] ثم انهض متوجها إلى القبر الشريف فتقف بمقدار أربعة أذرع بعيدا عن المقصورة الشريفة بغاية الأدب مستدبرا القبلة محاذيا لرأس النبی صلى الله عليه وسلم، ووجهه الأكرم ملاحظا نظره السعيد إليک وسماعه كلامک ورده عليک سلامک وتأمينه على دعائک (مراقی الفلاح، ج ا، ص ٢٨٣، كتاب الحج، فصل فی زيارة النبی صلى الله عليه وسلم على سبيل الاختصار تبعا لما قال فی الاختيار)

قوله" :ثم تنهض "أی تقوم بالأدب والمراد أنه لا يتراخی وإن كان بالتأنی والتمهل قوله" :مستدبر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم حنفیہ کے نزدیک روضۂ اطہر پر صلاۃ وسلام اور عام دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے میں بھی کوئی گناہ کی بات نہیں۔

چنانچہ ''المھند علی المفند'' میں چھٹے سوال کے جواب میں ہے کہ:

''اس سے ظاہر ہوگیا کہ جائز دونوں صورتیں ہیں، مگر اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے، اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے، اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے، اور یہی حکم دعاء مانگنے کا ہے'' (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین، ص۲۲۳و۲۲۴، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کی کتبِ فقہ میں روضۂ اطہر پر صلاۃ وسلام کے وقت قبر مبارک کی طرف رُخ کرنے اور بعد میں اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم مذکور ہے۔

یہ تقسیم بھی غیر معقول نہیں اور حنفیہ کی دونوں قسم کی روایتوں کو اس تقسیم کے مطابق منطبق کرنا بھی ممکن ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القبلة "أی كما هو السنة فی زيارة الأموات (حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، ج ا، ص۷۴۷، كتاب الحج، فصل زيارة النبی صلى الله عليه وسلم)

ثم يأتی القبر الكريم فيستدير القبلة، ويستقبل جدار القبر الشريف، مقترباً منه، مستحضراً فی قلبه منزلة من هو بحضرته، ثم يسلم ملتزماً الأدب الظاهری والباطنی، ثم يصلّی على النبی صلى اللّٰه عليه وسلم (فقه العبادات على المذهب المالكی، ج ا، ص۳۷۳، كتاب الحج، الباب الرابع: مندوبات الحج)

[1] (مسألة): وأما الدعاء عند القبر فقد قال مالك فی المبسوط لا أرى أن يقف الرجل عند قبر النبی -صلى الله عليه وسلم- يدعو ولكن يسلم ثم يمضی وروى عنه ابن وهب فی غير المبسوط أنه يدعو مستقبل القبر ولا يدعو وهو مستقبل القبلة وظهره إلى القبر (المنتقى شرح الموطإ، للقرطبی الباجی الأندلسی، ج ا، ص ۲۹۶، ما جاء فی الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم)

ثم أتى القبر الشريف فقال السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا أبا بكر السلام عليك يا أبتاه ثم يرجع إلى موقفه الأول قبالة وجهه صلى الله عليه وسلم ويتوسل به فی حق نفسه وليستشفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس سلسلہ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعاء کرنے سے مختلف ہے۔

کیونکہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر صلاۃ وسلام پڑھنا درحقیقت ان حضرات کے لئے ایک معزز ومکرم دعاء ہے، روضۂ اطہر پر حاضر ہونے والے کے لئے بھی اس کو مقرر کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بـه إلى ربـه ثم يستقبل القبلة ويدعو لنفسه ولمن شاء من المسلمين (حواشي الشرواني على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج۴، ص۱۴۵، فصل فى أركان النسكين وبيان وجوه أدائهما وما يتعلق به)

ثم يأتى القبر الشريف فيقف قبالة وجهه صلى الله عليه وسلم مستدبر القبلة ويستقبل جدار الحجرة والمسمار الفضة فى الرخامة الحمراء فيسلم عليه فيقول :السلام عليك يا رسول الله كان ابن عمر رضى الله عنه لا يزيد على ذلك وإن زاد فحسن ولا يرفع صوته ثم يستقبل القبلة والحجرة عن يساره قريبا لئلا يستدبر قبره صلى الله عليه وسلم ويدعو (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۹۶، كتاب الحج و شروطه، فصل إذا فرغ من الحج)

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر سلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر منقول ہے، جیسا کہ پیچھے حواشی میں یہ روایت گزری، اور یہ بات واضح ہے کہ ہاتھ دعاء کے لئے اٹھائے جاتے ہیں۔

ومعنى الصلاة عليه الدعاء له إلا أنه يخص بلفظ الصلاة دون الدعاء لقول الله عز وجل (لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا) فتقول اللهم صل على محمد ولا تقل اللهم ارحم محمدا أو اغفر لمحمد وارض عن محمد ولا اللهم صل على فلان وتقول اللهم ارحم فلانا ولا تصل على غيره إلا معه(الذخيرة،للقرافى ،ج۱۳ ،ص۲۹۴، كتاب الجامع، الجنس الاول العقيدة)

والصلاة فى اللغة :الدعاء ، قال الله تعالى " :وصل عليهم "أى ادع لهم، وفى الشريعة اسم لأفعال مخصوصة من قيام وركوع وسجود وقعود ودعاء وثناء .وقيل فى قوله تعالى "إن الله وملائكته يصلون على النبى "الآية إن الصلاة من الله فى هذه الآية الرحمة ومن الملائكة الاستغفار، ومن المؤمنين :الدعاء (تفسير البغوى ،ج ۱ ص ۸۵،تحت رقم الآية ۲ من سورة البقرة)

قوله عز وجل هو الذى يصلى عليكم وملائكته فإن الصلاة من الله هى الرحمة ومن العباد الدعاء (أحكام القرآن للجصاص، ج۵ ص ۲۳۱، تحت رقم الآية ۴۳ من سورة الاحزاب)

الصلاة من الله هى الرحمة ومن العباد الدعاء وقد تقدم ذكره (أحكام القرآن للجصاص، ج۵ص ۲۴۳، تحت رقم الآية ۵۶ من سورة الاحزاب)

واولى الأقوال ما تقدم عن أبى العالية ان معنى صلاة الله على نبيه ثناؤه عليه وتعظيمه وصلاة الملائكة وغيرهم عليه طلب ذلك له من الله تعالى والمراد طلب الزيادة لا طلب أصل الصلاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور دوسرے فوت شدہ مومنوں کی قبر پر صلاۃ وسلام کے بجائے ان کے لئے مغفرت اور سلامتی کی دعاء مقرر کی گئی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقيل صلاة الله على خلقه تكون خاصة وتكون عامة فصلاته على انبيائه هى ما تقدم من الثناء والتعظيم وصلاته على غيرهم الرحمة فهى التى وسعت كل شىء ونقل عياض عن بكر القشيرى قال الصلاة على النبى صلى الله عليه و سلم من الله تشريف وزيادة تكرمة وعلى من دون النبى رحمة وبهذا التقرير يظهر الفرق بين النبى صلى الله عليه و سلم وبين سائر المؤمنين حيث قال الله تعالى ان الله وملائكته يصلون على النبى وقال قبل ذلك فى السورة المذكورة هو الذى يصلى عليكم وملائكته ومن المعلوم ان القدر الذى يليق بالنبى صلى الله عليه و سلم من ذلك ارفع مما يليق بغيره والإجماع منعقد على ان فى هذه الآية من تعظيم النبى صلى الله عليه و سلم والتنويه به ما ليس فى غيرها وقال الحليمى فى الشعب معنى الصلاة على النبى صلى الله عليه و سلم تعظيمه فمعنى قولنا اللهم صل على محمد عظم محمدا والمراد تعظيمه فى الدنيا بإعلاء ذكره وإظهار دينه وابقاء شريعته وفى الآخرة باجزال مثوبته وتشفيعه فى أمته وابداء فضيلته بالمقام المحمود وعلى هذا فالمراد بقوله تعالى صلوا عليه ادعوا ربكم بالصلاة عليه انتهى ولا يعكر عليه عطف آله وأزواجه وذريته عليه فإنه لا يمتنع ان يدعى لهم بالتعظيم إذ تعظيم كل أحد بحسب ما يليق به وما تقدم عن أبى العالية أظهر فإنه يحصل به استعمال لفظ الصلاة بالنسبة إلى الله والى ملائكته والى المؤمنين المأمورين بذلك بمعنى واحد ويؤيده انه لا خلاف فى جواز الترحم على غير الأنبياء واختلف فى جواز الصلاة على غير الأنبياء ولو كان معنى قولنا اللهم صل على محمد اللهم ارحم محمدا أو ترحم على محمد لجاز لغير الأنبياء وكذا لو كانت بمعنى البركة وكذا الرحمة لسقط الوجوب فى التشهد عند من يوجبه بقول المصلى فى التشهد السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته ويمكن الانفصال بان ذلك وقع بطريق التعبد فلا بد من الإتيان به ولو سبق الإتيان بما يدل عليه قوله على محمد وعلى ال محمد كذا وقع فى الموضعين فى قوله صل وفى قوله وبارك ولكن وقع فى الثانى وبارك على آل إبراهيم ووقع عند البيهقى من وجه اخر عن ادم شيخ البخارى فيه على إبراهيم ولم يقل على ال إبراهيم وأخذ البيضاوى من هذا ان ذكر الآل فى رواية الأصل مقحم كقوله على آل أبى أوفى قلت والحق ان ذكر محمد وإبراهيم وذكر ال محمد وآل إبراهيم ثابت فى أصل الخبر وإنما حفظ بعض الرواة ما لم يحفظ الاخر وسأبين من ساقه تاما بعد قليل (فتح البارى، ج ١١ ص ١٥٦، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه و سلم)

وفى معنى السلام عليك ثلاثة أوجه .

أحدها: السلامة من النقائص والآفات لك ومعك أى مصاحبة وملازمة فيكون السلام مصدرا بمعنى السلامة كاللذاذ واللذاذة والملام والملامة ولما فى السلام من الثناء عدى بعلى لا لإعتبار معنى القضاء أى قضى الله تعالى عليك السلام كما قيل لأن القضاء كالدعاء لا يتعدى بعلى للنفع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قبر پر اپنے یا صاحبِ قبر کے علاوہ دوسرے مومنوں کے لئے دعاء کرنے کا عمل اس سے مختلف ہے۔

اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد (جوکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص دعاء ہے) اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعاء کرتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو مستحب قرار دیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اپنے لئے دعاء کرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے علاوہ دوسری قبروں پر بھی (خواہ وہ صُلحاء واولیاء کی ہوں) بدرجہ اولیٰ قبلہ کی طرف رُخ کرکے، دعاء کرنا ہی مستحب ہو، تاکہ اہلِ قبر سے دعاء کرنے اور ان سے استمداد کا شبہ پیدا نہ ہو، اور جو ایسا کرتے ہیں، ان کے طرزِ عمل کی ظاہری مشابہت سے حفاظت ہو، جہاں تک صاحبِ قبر کے لئے دعاء کے وقت اپنے چہرہ کے رُخ کا تعلق ہے، تو اس میں دونوں قول ہیں، کما مر۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا لتضمنه معنى الولاية والإستيلاء لبعده فى هذا الوجه.

ثانيها: السلام مداوم على حفظك ورعايتك ومتول له وكفيل به ويكون السلام هنا أسم الله تعالى ومعناه على ما اختاره إبن فورك وغيره من عدة أقوال ذو السلامة من كل آفة ونقيصة ذاتا وصفة وفعلا وقيل :إذا أريد بالسلام ما هو من أسمائه تعالى فالمراد لا خلوت من الخير والبركة وسلمت من كل مكروه لأن اسم الله تعالى إذا ذكر على شىء أفاده ذلك وقيل :الكلام على هذا التقدير على حذف المضاف أى حفظ الله تعالى عليك والمراد الدعاء بالحفظ .

وثالثها :الإنقياد عليك على أن السلام من المسالمة وعدم المخالفة والمراد الدعاء بأن يصير الله تعالى العباد منقادين مذعنين له عليه الصلاة و السلام ولشريعته وتعديته بعلى قيل :لما فيه من الإقبال فإن من إنقاد لشخص وأذعن له فقد أقبل عليه.

والأرجح عندى هو الوجه الأول وقيل :معنى سلموا تسليما إنقادوا لأوامره إنقيادا وهو غير بعيد إلا أن ظواهر الأخبار والآثار تقتضى المعنى السابق وكأنه لذلك ذهب إليه الأكثرون والجملة صيغة خبر معناها الدعاء بالسلامة وطلبها منه تعالى لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم(روح المعانى للألوسى، ج ١١ ص ٢٥٥، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

والسلام :مصدر بمعنى السلام .أى :السلامة من النقائص والآفات ملازمة لك . والتعبير بالجملة الاسمية فى صدر الآية ، للإشعار بوجوب المداومة والاستمرار على ذلك(التفسير الوسيط،لمحمد سيد طنطاوى، ج ١١ ص ٢٤٢، ٢٤٣، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء سے متعلق بعض اردو فتاویٰ

چونکہ بعض لوگ واقعی خود صاحبِ قبر سے دعاء کرتے ہیں، اس لئے اس کے شبہ ومشابہت سے بچنے کے لئے (بالخصوص جبکہ کسی بزرگ یا ولی کی قبر ہو) بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کرنا یا دعاء کے وقت قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کے بجائے قبلہ کی طرف رُخ کر لینا زیادہ مناسب ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند اردو فتاویٰ سے عبارات نقل کی جاتی ہیں۔

امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

سوال: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا درست ہے یا نہ؟

الجواب: فی ردالمحتار: آداب زیارۃ القبور، ثم یدعوا قائما طویلا۔

اس سے دعاء کا جائز ہونا ثابت ہوا، اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آدابِ دعاء سے ہے، پس یہ بھی درست ہوا (امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۵۰۰، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

اس فتوے میں قبر یا قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی کوئی قید نہیں، بلکہ مطلق اور عام ہے۔

اور احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

سوال: میت کو ثواب پہنچانے کے لئے قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے، کما ورد فی حدیث مسلم، البتہ بزرگوں کے مزار پر ہاتھ نہ اٹھائے، تا کہ اہلِ قبر سے مانگنے کا ایہام نہ ہو (احسن الفتاویٰ، ج ۴ ص ۲۲۵، باب الجنائز، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع ششم ۱۴۱۴ھ)

معلوم ہوا کہ قبور پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے، البتہ بزرگوں کے مزار پر اہلِ قبر سے

مانگنے کے شبہ یا مشابہت سے بچنے کے لئے بعض علماء کی رائے ہاتھ نہ اٹھانے کی ہے۔
اور کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے، یا قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ لے (کفایت المفتی، جلد چہارم، صفحہ ۱۹۴، ۱۹۵، کتاب الجنائز، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: جولائی 2001ء)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہلِ علم دعاء میں ہاتھ اٹھانے کو مباح قرار دینے کے ساتھ ہاتھ نہ اٹھانے یا قبلہ کی طرف رُخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعاء کو بہتر (نہ کہ ضروری) قرار دیتے ہیں۔
اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

قبرستان میں کھڑے ہو کر اہلِ قبور کے لئے دعاء کرنا شرعاً ثابت ہے، اور پھر دعاء میں ہاتھ اٹھانا تو آدابِ دعاء میں سے ہے، لہٰذا قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے، بدعت کہنا درست نہیں (فتاویٰ حقانیہ، ج ۳ ص ۴۶۱، کتاب الجنائز، مسائل شتّٰی، مطبوعہ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، طبع بار اول ۱۴۲۲ھ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا بدعت نہیں ہے۔
مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر اصحابِ قبور کی مغفرت وغیرہ کی دعاء واستغفار کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، اور عام حالات میں بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف کر لیا جائے، خواہ اس طرف اتفاق سے کوئی قبر واقع ہو، یا جس کے لئے دعاء کی جارہی ہے، اسی کی قبر واقع ہو، یا نہ ہو۔
اور کئی فقہائے کرام کے نزدیک قبلہ کے بجائے اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کر کے دعاء کرنا بھی نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔
اور بعض حضرات اصحابِ قبور سے مانگنے کے شبہ یا ایسا کرنے والوں کی مشابہت سے بچنے

کے لئے بالکل ہاتھ نہ اٹھانے کو بہتر وافضل قرار دیتے ہیں۔ [1]

اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان حضرات کے درمیان یہ اختلاف فی نفسہٖ جواز وعدمِ جواز کا نہیں، بلکہ افضل اور غیر افضل اور سنتِ مستحبہ وغیر مستحبہ کا ہے، پس اگر کوئی شخص ان میں سے ایک قول پر عمل کرے، اور دوسرا شخص دوسرے قول پر عمل کرے، تو ان کے لئے گنجائش پائی جاتی ہے، اور کسی کو دوسرے پر نکیر کرنے کا حق نہیں ہے، جب تک کہ کوئی دوسری خرابی اور منکر شامل نہ ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ

ملحوظ رہے کہ موجودہ دور کے بعض حضرات فی نفسہٖ قبلہ کی طرف رُخ کیے بغیر قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں، خواہ وہ دعاء میت کے لئے استغفار کی شکل میں کیوں نہ ہو، اور عقیدہ بھی درست ہو، اور کوئی خرابی بھی لازم نہ آتی ہو، اور وہ اس سلسلہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور دعاء نماز بلکہ عبادت کا مغز ہے، لہٰذا قبر کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنا بھی بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

---

[1] اوراس قسم کے امور میں جب فاعل کی طرف سے مشابہت کا قصد نہ ہو، تو اس میں گناہ نہیں ہوتا، البتہ اجتناب افضل ہوتا ہے، فقہائے کرام نے ایسے افعال میں تشبہ کے متعلق ''لابأس بہ'' فرمایا ہے کہ جن میں تشبہ کا قصد نہ ہو، اور یہاں دعاء میں ہاتھ اٹھاتے وقت قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے میں ابتداءً تشبہ ہے ہی نہیں۔

والتشبه فی غير المذموم وفيما لم يقصد به التشبه لا بأس به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۲، ص۷، مادة ''تشبه'')

التشبه بهم لا يكره فی كل شیء، بل فی المذموم وفيما يقصد به التشبه، كما فی البحر (الدر المختار مع رد المحتار، ج۱، ص ۶۲۴، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

وإنما الحرام التشبه بهم فيما كان مذموما وما يقصد به التشبه قاله قاضيخان فی شرح الجامع الصغير فعلی هذا لو لم يقصد التشبه لم يكره عندهما كما فی البحر (حاشية الطحطاوی، علی مراقی الفلاح، ج۱، ص ۳۳۶، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة)

الحرام هو التشبه فيما كان مذموما وفيما يقصد به التشبيه كذا ذكره قاضی خان فی شرح الجامع الصغير فعلی هذا لو لم يقصد التشبه لا يكره عندهما (البحر الرائق، ج۲، ص ۱۱، كتاب الصلاة)

لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نماز کا درجہ اس دعاء سے مختلف ہے، کیونکہ نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا پایا جاتا ہے، اور اس کی دیگر ہیئات بھی تعبّدی ہیں، جبکہ دعاء اگرچہ عبادت ہے، لیکن ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے وقت کسی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنا اس درجہ کی تعبّدی چیز نہیں، کیونکہ دعاء ذکر کی ایک قسم ہے، اور قرآن مجید میں کھڑے، بیٹھے اور مختلف پہلوؤں کی حالت میں ذکر کرنے کا حکم آیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مقامات ومواقع پر مسنون دعائیں ثابت ہیں، جن پر امت کو عمل کرنا بھی باعثِ برکت ہے، اور ان تمام مقامات ومواقع پر نہ تو قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ ہوا کرتا، اور نہ قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی ضرورت سمجھی جاتی، جبکہ نماز پڑھنے میں اس طرح کی گنجائش اور توسع نہیں پایا جاتا۔

اسی طرح مجامع اور حلقوں میں ہاتھ اٹھا کر کی جانے والی دعاؤں اور دیگر مختلف مواقع کی دعاؤں میں حسبِ سہولت بلاتکلف جس طرح سے کوئی کھڑا یا بیٹھا ہو، رُخ کر کے دعاء کرنے کا بلانکیر معمول علماء وصلحاء اور عوام میں جاری ہے، یہاں تک کہ کوئی سائل و بھکاری بھی دوسرے سے سوال کرنے اور بھیک مانگنے آئے، اور وہ دوسرے کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے ہاتھ اٹھائے، اس کے متعلق بھی یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس دوسرے شخص سے دعاء کر رہا ہے، بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے اللہ سے دعاء کر رہا ہے، جبکہ نماز پڑھنے میں اس طرح قبلہ کے بجائے کسی اور طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کا نہ تو معمول ہے، اور نہ اس کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔[1]

---

[1] وفيه دلالة على أن المستحب في حال السلام على الميت أن يكون وجهه لوجه الميت، وأن يستمر كذلك في الدعاء أيضا، وعليه عمل عامة المسلمين خلافا لما قاله ابن حجر: من أن السنة عندنا أنه حالة الدعاء يستقبل القبلة، كما علم من أحاديث أخر في مطلق الدعاء، اهـ وفيه أن كثيرا من مواضع الدعاء وقع استقباله -صلى الله عليه وسلم- لغير القبلة منها ما نحن فيه، ومنها حالة الطواف والسعي، ودخول المسجد، وخروجه، وحال الأكل والشرب، وعيادة المريض، وأمثال ذلك، فيتعين أن يقتصر الاستقبال وعدمه على المورد إن وجد وإلا فخير المجالس ما استقبل القبلة كما ورد به الخبر (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۲۵۷، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

اس کے علاوہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کے بارے میں اصولی بات یہ ہے کہ اس کا قبلہ آسمان ہوتا ہے، کیونکہ احادیث میں اللہ سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی حصے سے دعاء مانگنے کا حکم ہے، جن کا رُخ آسمان کی طرف ہوتا ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے وقت چہرہ کے رُخ والی جہت اصل قبلہ شمار نہیں ہوتی، بلکہ آسمان کی جہت اصل قبلہ شمار ہوتی ہے۔

محدثین اور فقہائے کرام نے بھی دعاء کا قبلہ آسمان کو اور نماز کا قبلہ کعبہ کو قرار دیا ہے، جس سے دونوں میں فرق بالکل واضح ہے۔ [2]

---

[1] عن سلمان، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن ربكم تبارك وتعالى حيي كريم، يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه، أن يردهما صفرا (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ١٤٨٨)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن فى المتابعات (حاشية سنن ابی داؤد)

عن مالك بن يسار السكوني ثم العوفي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ١٤٨٦)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية ابی داؤد)

عن أنس بن مالك، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان إذا دعا جعل ظاهر كفيه مما يلي وجهه، وباطنهما، مما يلي الأرض " (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٢٣٩)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها، وامسحوا بها وجوهكم (مستدرك حاكم، رقم الحديث ١٩٦٨)

[2] السماء قبلة الدعاء كما أن الكعبة قبلة الصلاة (فتح الباری شرح صحيح البخاری لابنِ حجر، ج٢ص٢٣٣، قوله باب رفع البصر إلى السماء فى الصلاة)

(وعن عمر -رضي الله عنه -قال :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا رفع يديه فى الدعاء) قيل :حكمة الرفع إلى السماء أنها قبلة الدعاء، ومهبط الرزق، والوحي، والرحمة، والبركة (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٤ ص١٥٣٣، كتاب الدعوات)

السماء قبلة الدعاء للداعين والكعبة قبلة المصلين (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٧٧٣٥)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک غیرُ اللہ سے مانگنے کے شبہ یا مشابہت کا تعلق ہے، تو اس بارے میں پہلے ہی ذکر کیا جاچکا ہے، اور عام مومنوں کی قبور پر اور بطورِ خاص تدفین کے بعد عموماً اس طرح کا شبہ نہیں پایا جاتا، برخلاف صلحاء واولیاء کی قبور کے کہ ان میں اس شبہ یا مشابہت کا اندیشہ ہے، لیکن بایں ہمہ جب تک کوئی اور منکر شامل نہ ہو، اور داعی کا عقیدہ صحیح ہو، تو اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، ورنہ تو اس کا خطرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر دوسری قبور کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو بطورِ خاص عبادت گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، مگر اس کے باوجود بعض فقہاء بالخصوص بہت سے مشائخِ حنفیہ روضۂ اطہر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے صلاۃ وسلام کے ساتھ ساتھ دعاء کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

جبکہ بعض حضرات قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنے کو افضل یا سنتِ مستحبہ قرار دیتے ہیں، لیکن روضۂ اطہر کی طرف رُخ کر کے دعاء کرنے کو فی نفسہ ناجائز یہ بھی قرار نہیں دیتے، جب تک کوئی منکر شامل نہ ہو۔[1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ليس في الدعاء استقبال، وإنما السماء قبلة الدعاء ، والكعبة قبلة الصلاة (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لابن الملقن، ج۸ص ۲۴۱ ، كتاب الاستسقاء، باب تحويل الرداء في الاستسقاء)

السماء قبلة الدعاء ؛ كما أن الكعبة قبلة الصلاة .وقد رفع رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ وجهه ويديه إلى السماء عند الدعاء (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الصلاة، باب النهي عن رفع الرأس قبل الإمام ، وعن رفع البصر إلى السماء في الصلاة ، والأمر بالسكون فيها)

[1] جیسا کہ ''المهند علی المفند'' کے حوالہ سے گزر چکا ہے، جس پر متعدد حنفی مشائخِ دیوبند کے تصدیقی دستخط ہیں۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ مومن کو دفن کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ اور اس کے علاوہ عام حالات میں قبر پر حاضر ہونے والے کو صاحبِ قبر یا قبرستان والوں کے ساتھ ساتھ اپنے لئے مغفرت، سلامتی، رحمت وغیرہ کی دعاء کرنے کا متعدد احادیث میں ذکر آیا ہے، اور بعض صحیح ومعتبر احادیث میں اس موقع پر دعاء کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر آیا ہے، بغیر اس قید کے کہ دعاء کے وقت اپنے چہرہ کا رُخ قبر ومیت کی طرف ہو، یا قبلہ کی طرف، البتہ ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر کی طرف اور دوسری حدیث میں قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کر کے دعاء کرنا مروی ہے۔

اور یہ دعاء فی نفسہٖ اپنے چہرہ کا رُخ قبر کی طرف کر کے کرنا جائز ہے، بدعت یا ممنوع نہیں، البتہ افضل ومستحب طریقہ کون سا ہے؟ اس میں فقہائے کرام کے دونوں قول ہیں، قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا بھی اور میت وقبر کی طرف رُخ کرنے کا بھی۔

لہٰذا عمل کے اعتبار سے گنجائش دونوں کی طرف پائی جاتی ہے، اور فی نفسہٖ دونوں میں سے کوئی ایک طریقہ بھی باعثِ نکیر اور قابلِ ملامت نہیں، اہل علم حضرات اپنے ذوقِ اجتہاد کے پیشِ نظر کسی ایک طریقہ کو دوسرے پر استحبابی درجہ کی ترجیح دے سکتے ہیں۔

بلکہ بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ دعاء میں ہاتھ اٹھانا فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں ہے، کوئی اس کے مطابق عمل کرے، یا کسی خرابی سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کرے، یا دوسرے طریقہ پر استحبابی درجہ کی ترجیح دے، تو بھی

حرج نہیں۔

اور صُلحاء واولیاء کی قبور پر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت مناسب یہی ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ کرکے ہاتھ اٹھائے جائیں، بطورِ خاص جب صاحبِ قبر کے بجائے اپنی حاجات کی اللہ سے دعاء کرنی ہو، تو اس وقت قبر کے بجائے قبلہ کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرنے کا بطور خاص اہتمام کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، اور کوئی اس طرح کے موقع پر دعاء میں ہاتھ بالکل نہ اٹھائے، تو متعدد علماء کے نزدیک یہ بھی انسب طریقہ ہے۔

اور اگر کوئی محقق عالمِ دین کسی منکر وخرابی کے شامل ہونے کی وجہ سے ہاتھ اٹھانے یا قبر کی طرف اپنے چہرہ کا رُخ کرکے ہاتھ اٹھانے سے منع کرے، تو یہ اس کا منع کرنا اس منکر وخرابی کے پائے جانے کی وجہ سے ہوگا، اور کوئی عام حکم نہ ہوگا، اور یہ مطلب نہ ہوگا کہ فی نفسہ اس موقع پر ہاتھ اٹھانا یا کسی طرف رُخ کرنا ہی بذاتِ خود گناہ یا منع ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

16/صفر المظفر/1436ھ 09/دسمبر/2014ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

رائے گرامی

مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کا علمی و تحقیقی مجلّہ ''قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم'' نظر نواز ہوا، از اول تا آخر استفادہ کی غرض سے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ تعالیٰ اپنے موضوع پر ایک مکمل رسالہ ہے۔

قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ فقہی دلائل سے بھی مبرہن ہے، بندہ کو خود اس مسئلے میں خلجان تھا، اور جواز یا عدمِ جواز کا کوئی پہلو متعین اور یقینی درجے میں واضح نہ تھا، اس رسالہ کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کے حکمِ شرعی پر شرح صدر حاصل ہوا، فالحمد للہ علی ذلک۔

نیز اس رسالہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ قبر پر جا کر تلاوت واستغفار، دعائے مغفرت ودعاء برائے ایصالِ ثواب کے اپنے مخصوص فوائد وبرکات ہیں، اور مرحوم اعزہ واقرباء کی انسیت کا سبب نیز ان سے تعلق کی نشانی ہے۔

غرضیکہ رسالہ کے مطالعہ سے بندہ کی متعدد غلط فہمیاں دور ہوئیں، اللہ تعالیٰ مصنفِ جلیل کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اور ان کی علمی وتحقیقی کاوِشوں کو شرفِ قبول عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط

محمد یونس

۲۰/ صفر المظفر / ۱۴۳۶ھ 13 / دسمبر/ 2014ء یوم السبت

دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ

نبی ﷺ کی مماثلت پر شیطان کے قادر نہ ہونے کی احادیث

نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کا حکم کب ہوگا؟

نبی ﷺ کا خواب میں کوئی حکم دینا یا ممانعت فرمانا

نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کنندہ کا درجہ ومقام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

دورِ حاضر میں جہاں اور بہت سے مفاسد ومنکرات اور فتنے پیدا ہورہے ہیں، ان میں ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کو بنیاد بنا کر بہت سی ایسی چیزوں کا حکم صادر اور ان کی تبلیغ شروع کردیتے ہیں، جو شرعی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہوتیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مبارک عنوان ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں، اس کے نتیجہ میں مختلف قسم کے نظریاتی وعملی مفاسد ومنکرات لازم آتے ہیں۔

چنانچہ بعض لوگ خواب میں زیارتِ نبوی کے عنوان سے شریعت کے صریح احکام کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، حالانکہ خواب میں زیارتِ نبوی، جہاں مومن کے لیے فی الجملہ سعادت کی چیز ہے، وہاں اس کا معاملہ بڑا نازک بھی ہے، جس میں غلطی کا ارتکاب سخت نقصان دہ ہے۔

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کے حکم اور درجہ کی تحقیق کے لیے بندہ نے ایک مفصل مضمون تحریر کیا، جو علمی وتحقیقی سلسلہ میں شائع کیا جارہا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

یکم/محرم الحرام/1438ھ 03/اکتوبر/2016ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواب میں زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

صحیح احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا ذکر ملتا ہے، ایک مسلمان کے لیے اپنے نبی کی خواب میں زیارت ہونا، فی الجملہ سعادت کی بات ہے، لیکن بہت سے لوگ اس مسئلہ سے ناواقفیت یا غلط فہمیوں کی وجہ سے مختلف قسم کی بے اعتدالیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لئے صحیح احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیل تحریر کی جاتی ہے۔

نبی ﷺ کی مماثلت پر شیطان قادر نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَّآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لاَ یَتَخَیَّلُ بِیْ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے ہی دیکھا (نہ کہ کسی اور کو) کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا،

---

[1] رقم الحدیث ۶۹۹۴، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام.

[2] رقم الحدیث ۲۲۶۶ "۱۰" کتاب الرؤیا، باب قول النبی علیہ الصلاۃ والسلام من رآنی فی المنام فقد رآنی.

تو اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری مماثلت (ومشابہت) اختیار نہیں کر سکتا (مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری مماثلت (ومشابہت) اختیار نہیں کر سکتا (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بھی انہی الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ [2]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي الْمَنَامِ، فَقَدْ رَآنِيْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَنْبَغِيْ لَهٗ أَنْ يَّتَمَثَّلَ بِمَثَلِيْ (مسند احمد) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا،

---

[1] رقم الحديث ٢٢٧٦، ابواب الرؤيا، باب ما جاء في قول النبي صلى الله عليه وسلم: من رآني في المنام فقد رآني.

قال الترمذي: وفي الباب عن أبي هريرة، وأبي قتادة، وابن عباس، وأبي سعيد، وجابر، وأنس، وأبي مالك الأشجعي، عن أبيه، وأبي بكرة، وأبي جحيفة :هذا حديث حسن صحيح.

[2] عن أبي سعيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال :من رآني في المنام، فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثلبي (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٩٠٣)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من رآني في المنام، فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل بي (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٩٠٥)

[3] رقم الحديث ٣٥٥٩.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الأحوص -وهو عوف بن مالك بن نضلة الأشجعي -فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

تو اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ میرے ساتھ مماثلت (ومشابہت) اختیار کرے (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِيْ، إِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَّتَمَثَّلَ فِيْ صُوْرَتِيْ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ میری صورت کے مثل صورت اختیار کرے (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِيْ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَّتَشَبَّهَ بِيْ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ میرے ساتھ مشابہت اختیار کرے (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ:

مَنْ رَّآنِيْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِيْ (بخاری) [3]

ترجمہ: جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا، تو اس نے حق (وسچ کو) دیکھا (یعنی

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۶۸ ''۱۲'' کتاب الرؤیا، باب قول النبی علیہ الصلاۃ والسلام من رآنی فی المنام فقد رآنی.

[2] رقم الحدیث ۲۲۶۸ ''۱۳'' کتاب الرؤیا، باب قول النبی علیہ الصلاۃ والسلام من رآنی فی المنام فقد رآنی.

[3] رقم الحدیث ۶۹۹۷، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام.

مجھے ہی دیکھا) کیونکہ شیطان میرے مثل نہیں بن سکتا (بخاری)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي الْمَنَامِ، فَكَأَنَّمَا رَآنِيْ فِي الْيَقَظَةِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّتَمَثَّلَ بِيْ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا، تو گویا کہ اس نے مجھے بیداری کی حالت میں دیکھا (یعنی اس نے مجھے ہی دیکھا، کسی اور کو نہیں دیکھا) کیونکہ شیطان کو اس بات کی طاقت نہیں کہ وہ میری مماثلت (ومشابہت) اختیار کرے (ابن ماجہ)

حضرت ابو مالک اشجعی اپنے والد حضرت طارق بن اشیم اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَّآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۸۸۰) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے ہی دیکھا (مسند احمد)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَرَاءٰى بِيْ (بخاری) [3]

ترجمہ: اور شیطان اپنے آپ کو مجھ جیسا (بن کر) نہیں دکھا سکتا (بخاری)

[1] رقم الحديث ۳۹۰۴، ابواب تعبير الرؤيا، باب رؤية النبى – صلى الله عليه وسلم – فى المنام.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] رقم الحديث ۶۹۹۵، كتاب التعبير، باب من رأى النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام.

حضرت یزید فارسی جو کہ تابعی ہیں، ان سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَكَانَ يَزِيْدُ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّتَشَبَّهَ بِيْ، فَمَنْ رَآنِيْ فِي النَّوْمِ، فَقَدْ رَآنِيْ، فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ رَأَيْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، رَأَيْتُ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهٗ وَلَحْمُهٗ، أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، حَسَنُ الْمَضْحَكِ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ، جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهٗ، مِنْ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ، حَتّٰى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهٗ، قَالَ: عَوْفٌ لَا أَدْرِيْ مَا كَانَ مَعَ هٰذَا مِنَ النَّعْتِ، قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهٗ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا (راوی کہتے ہیں) اور یزید (فارسی) قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے (یزید فارسی کہتے ہیں) میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، تو

---

[1] رقم الحدیث ۳۳۴۱۰، المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللّٰہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، الشمائل المحمدیة للترمذی، رقم الحدیث ۴۱۲.

قال الهیثمی:

رواه احمد ورجاله رجال ثقات (مجمع الزوائد ج۸ص ۲۷۲، تحت رقم الحدیث ۱۴۰۱۹، باب صفته صلی الله علیه وسلم)

وقال الالبانی:

أخرجه أحمد ۱/ ۳۶۱ والترمذی فی "الشمائل ۳۴۷" "مختصر الشمائل "بقلمی، وإسناده جید فی المتابعات (سلسلة الأحادیث الصحیحة وشیء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحدیث ۲۷۲۹)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میری مشابہت اختیار کرنے کی قدرت نہیں، پس جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے مجھے ہی دیکھا، پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اُس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو، جنہیں آپ نے خواب میں دیکھا؟ یزید فارسی کہتے ہیں میں نے کہا کہ بے شک! میں نے ایک شخص کو دو آدمیوں کے درمیان دیکھا، جس کا جسم اور گوشت سفیدی کی طرف مائل تھا، ہنس مکھ چہرہ تھا، سرمئی آنکھیں تھی، خوبصورت گول چہرہ تھا، ان کی ڈاڑھی نے دونوں رخساروں کو اور ٹھوڑی کو بھر رکھا تھا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ڈاڑھی آپ کے سینے کو بھرے ہوئے ہو، حضرت عوف (راوی) کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ اس کے ساتھ اور کون سی صفت بیان کی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ انہیں (یعنی نبی علیہ السلام کو) جاگنے کی حالت میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ مبارک کا نقشہ نہیں بیان کر سکتے تھے (یعنی ہو بہو ایسے ہی تھے، جیسے آپ نے خواب میں دیکھا) (مسند احمد، ابن ابی شیبہ)

حضرت عاصم بن کلیب سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیُ أَبِیُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَّآنِیُ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِیُ قَالَ أَبِیُ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ فَشَبَّهْتُهُ بِهٖ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] رقم الحديث ٨١٨٦، كتاب تعبير الرؤيا، مسند اسحاق بن راهويه، رقم الحديث ٢٦١.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذا السياقة.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

ترجمہ: مجھ سے میرے والد (حضرت کلیب) نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری مماثلت (ومشابہت) اختیار نہیں کرسکتا، میرے والد کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی، اور میں نے کہا کہ میں نے (خواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، پھر میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا) اُن کے مشابہ ہونا (اور خواب میں ان کی طرح دیکھنا) بیان کیا، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت حسن بن علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے (حاکم، مسند اسحاق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کی صورت میں آپ کو دیکھنے کی فضیلت اور شیطان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اختیار نہ کرسکنے کا ذکر اتنی کثرت کے ساتھ احادیث میں ہے کہ جن کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ وہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ [1]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے، تو خواب میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی اور شخصیت نہیں ہوتی، کیونکہ شیطان رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت ومماثلت اختیار کرکے خواب میں کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔

لہٰذا جب کسی کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئیں، تو اسے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ

---

[1] (من رآنی فی المنام فقد رآنی)وفی روایة فقد رآی الحق فإن الشیطان لا یتمثل بی، -أورده فیها فی کتاب الأدب أیضاً من حدیث أنس وأبی مسعود وأبی قتادة وأبی هریرة وجابروابن مسعود وابن عباس وأبی جحیفة وأبی مالک الأشجعی وأبی سعید وابن عمرو وأبی بکرة ومالک بن عبد الله الخثعمی وطارق بن أشیع الأشجعی أربعة عشر نفساً.

(قلت) ورد أیضاً من حدیث البراء وعمران بن حصین وابن عمر وحذیفة وصرح المناوی أیضاً بتواتره(نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی، تحت رقم الحدیث ۲۷۵، ج۱، ص۲۱۸)

اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آ کر شیطان نے دھوکہ دیا اور تلبیس کی ہے۔ [1]

نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کا حکم کب ہوگا؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا حکم لگانے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ خواب میں نظر آنے والا منظر اور صورت وشکل اسی حلیہ وصورت وشکل کے مطابق ہو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معروف حلیہ مبارکہ احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے (خواہ وہ حلیہ آپ کی جوانی مبارک کا ہو، یا اس کے بعد کا یا وفات کے وقت کا) یا کسی دوسری شکل میں نظر آنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہوگا؟

تو اس سلسلہ میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے۔

امام ابنِ سیرین اور بعض دیگر اہلِ علم حضرات فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا حکم جس میں شیطان کی تلبیس نہیں ہوسکتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف صورت اور حلیہ مبارکہ کے ساتھ خاص ہے، کسی اور شکل وحلیہ میں (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف شکل وحلیہ سے مختلف ہو) نظر آنے کی صورت میں شیطان کی تلبیس کا امکان موجود ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> إِذَا رَآهُ فِيْ صُوْرَتِهٖ (بخاری) [2]
>
> ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا حکم اس وقت ہے) جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صورت میں دیکھے (بخاری)

---

[1] مطابقته للترجمة من حيث إنه يوضحها أن رؤية النبى فى المنام صحيحة لا تنكر وليست بأضغاث أحلام ولا من تشبيهات الشيطان يؤيده قوله فقد رأى الحق أى :الرؤيا الصحيحة (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج ۲۴ ص ۱۴۰، كتاب التعبير، باب من رأى النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام)

[2] رقم الحديث ۶۹۹۳، كتاب التعبير، باب من رأى النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام.

ان اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھنے کی صورت میں اس کے حقیقت کے مطابق ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ شیطان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ومشابہت اختیار کرنے کی قدرت نہیں۔

اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کو میرے علاوہ کسی اور کی صورت ومشابہت اختیار کرنے کی قدرت نہیں، نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے سے حلیہ معلوم کر کے اس کی تصدیق فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ وصورت اختیار کرنے کی تو قدرت نہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ وصورت کے علاوہ کسی دوسری صورت وحلیہ کو اختیار کر کے خواب میں آ کر دیکھنے والے کے سامنے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے طور پر نعوذ باللہ پیش نے کی قدرت حاصل ہے[1]

پس ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بات ممکن ہے کہ کسی کے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شکل میں آ کر شیطان اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے سونے والے کو دھوکہ دہی میں مبتلا کرے، جیسا کہ جاگنے کی حالت میں جھوٹے نبوت کے دعویدار اپنے آپ کو نبی ظاہر کرتے ہیں۔

اس لئے جب تک خواب میں نظر آنے والی صورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف شکل وصورت اور حلیہ مبارکہ کے مطابق نہ ہو، اس وقت تک یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، بلکہ اس میں شیطان کی تلبیس اور خیالات کی ملاوٹ ممکن ہے۔[2]

---

[1] اور بعض حضرات نے دیگر انبیائے کرام اور ملائکہ کی صورت ومشابہت کے بھی شیطان کے اختیار میں نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔

[2] ذهب محمد بن سيرين والامام البخارى والقاضى عياض وجماعة من العلماء ان هذا الحديث محله اذا رأى احد النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام بصورته وحليته المعروفة، ومعنى الحديث ان من رأى النبى صلى الله عليه وسلم بصفته المعروفة فان رؤياه صحيحة لا اثر للشيطان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام نووی رحمہ اللہ اور بہت سے دیگر اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فیھا(تکملة فتح الملھم، ج۴ص ۴۵۱، کتاب الرؤیا،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رانی)

معنى الحديث" :من رآني على صورتي التي خلقت عليها، فقد رآني، إذ لا يتمثل الشيطان بي"، إذ لم يقل :من رأى أنه رآني، فقد رآني، وإنما قال :من رآني فقد رآني .وأنى لهذا الرائي الذي رأى أنه رآه على صورته أنه رآه عليها وإن ظن أنه رآه؟ ما لم يعلم أن تلك الصورة صورته بعينها، هذا ما لا طريق لأحد إلى معرفته.

فهذا ما نقل ابن رشد، وحاصله يرجع إلى أن المرئي قد يكون غير النبي صلى الله عليه وسلم، وإن اعتقد الرائي أنه هو.

والتأويل الثاني :يقوله علماء التعبير :إن الشيطان قد يأتي النائم في صورة ما من معارف الرائي وغيرهم، فيشير له إلى رجل ويقول :هذا فلان النبي، أو هذا الملك الفلاني، أو من أشبه هؤلاء ممن لا يتمثل الشيطان به، فيوقع اللبس على الرائي بذلك، وله علامة عندهم .وإذا كان كذلك أمكن أن يكلمه ذلك المشار إليه بالأمر والنهي غير الموافقين للشرع، فيظن الرائي أنه من قبل النبي صلى الله عليه وسلم، ولا يكون كذلك، فلا يوثق بما يقول له أو يأمر أو ينهى.

وما أحرى هذا الضرب أن يكون الأمر أو النهي فيه مخالفا، كما أن الأول حقيق بأن يكون فيه موافقا، وعند ذلك لا يبقى في المسألة إشكال .نعم لا يحكم بمجرد الرؤيا حتى يعرضها على العلم؛ لإمكان اختلاط أحد القسمين بالآخر .وعلى الجملة فلا يستدل بالرؤيا في الأحكام إلا ضعيف المنة،نعم يأتي العلماء بالمرائي تأنيسا وبشارة ونذارة خاصة، بحيث لا يقطعون بمقتضاها حكما، ولا يبنون عليها أصلا، وهو الاعتدال في أخذها، حسبما فهم من الشرع فيها، والله أعلم(الاعْتِصَام،للشاطبي، ج ۱ ص۳۳۵،۳۳۶،،الباب الرابع في مأخذ أهل البدع في الاستدلال،فصل وأضعف هؤلاء احتجاجا :قوم استندوا في أخذ الأعمال إلى المنامات)

ثم اختلفوا فقال جماعة ان محمل هذه الاحاديث ان يراه في صورته الخاصة وحليته المخصوصة التي كانت له صلى الله عليه وسلم ثم ان بعضا من هذه الجماعة وسعوا الامر وقالوا يراه بصورة وشكل كان صلى الله عليه وسلم عليه في وقت مامن مدة عمره سواء كان في الشباب او الكهولة وفي آخر عمره.

وبعضهم ضيقوا رحمة الله الواسعة وقالوا اريد ان يراه على صورة كان في آخر عمره عليها التي قبض عليها حتى اعتبروا عدد الشعرات البيض التي كانت في لحيته ورأسه صلى الله عليه وسلم التي لم تبلغ عشرين شعرة وعن حماد بن زيد قال كان محمد يعني ابن سيرين اذا قص عليه رجل انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم قال صف لي الذي رائية فان وصف له صفة لايعرفها قال لم تره وسنده صحيح ، وقد اخرج الحاكم من طريق عاصم بن كليب حدثني ابي قال قلت لابن عباس رايت النبي صلى الله عليه وسلم في امنام قال صفه لي ، قال فذكرت الحسن بن علي رضي الله عنهما فشبهته به قال قد رايته وسنده جيد.

ولكن يعارضه مااخرجه ابن ابي عاصم من وجه آخر ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خواب میں دیکھنے کا حکم لگانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خواب میں نظر آنے والا منظر اور صورت وشکل اسی حلیہ وصورت وشکل کے مطابق ہو، جو حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، بلکہ اگر کسی اور حلیہ میں بھی نظر آئیں، اور خواب والے کا دل اس بات کی گواہی دے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تو تب بھی یہ خواب میں نظر آنے والی ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شمار ہوگی، اور شیطانی تصرفات سے پاک ہوگی۔

البتہ اتنا فرق ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معروف ومشہور حلیہ میں نظر آئیں، تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں کامل وحقیقی رؤیت کہلائے گی، اور کسی تعبیر وتاویل کی ضرورت نہ ہوگی، اور اگر اپنے معروف حلیہ کے علاوہ کسی اور حلیہ میں نظر آئیں تو اس کا درجہ پہلی قسم کے خواب سے کم تر ہوگا، جس کی تعبیر وتاویل کی ضرورت ہوگی، اور خواب کی تعبیر وتاویل سے اس کے نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معروف حلیہ کے خلاف نظر آنے کی وجہ خواب دیکھنے والے کے اپنے ایمان اور عمل کے کمزور ہونے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رانى فى المنام فقد رانى فانى ارى فى كل صوره ، فى سنده ابن التوامة وهو ضعيف لاختلاطه ،وهو من روايته من سمع منه بعد الاختلاط (التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح، ج٥ ص ٧٤، ٧٥، كتاب الرؤيا، مطبوعة:المكتبة العثمانية، لاهور، باكستان)

قوله "فأن الشيطان لا يتمثل فى صورتى "أى لا يتصور بصورتى واختلف فى معنى الصورة فقيل أى فى صفتى وهو صفة الهداية وقيل هى على حقيقته وهى التخطيط المعلوم المشاهد له صلى الله عليه وسلم وهذا ظاهر وعن هذا وضعوه لرؤيته صلى الله عليه وسلم ميزانا وقالوا رؤيته صلى الله عليه وسلم هى أن يراه الرائى بصورة شبيهة لصورته الثابتة حليتها بالنقل الصحيح حتى لو رآه فى صورة مخالفة لصورته التى كان عليها فى الحس لم يكن رآه صلى الله عليه وسلم مثل أن يراه طويلا أو قصيرا جدا أو يراه أشعر أو شيخا أو شديد السمرة ونحو ذلک .

ويقال خص الله تعالى النبى صلى الله عليه وسلم بأن رؤية الناس إياه صحيحة وكلها صدق ومنع الشيطان أن يتصور فى خلقته لئلا يكذب على لسانه فى النوم كما خرق الله تعالى العادة للأنبياء عليهم الصلاة والسلام بالمعجزة وكما استحال أن يتصور الشيطان فى صورته فى اليقظة.

وقال محى السنة رؤيا النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام حق ولا يتمثل الشيطان به،وكذلک جميع الأنبياء والملائكة عليهم الصلاة والسلام ولا يتمثل بهم (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢ ص ١٥٥، ١٥٦ ، باب إثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم)

علامت ہوگی۔

لیکن بہرحال دونوں قسم کے خواب شیطانی تصرفات سے پاک ہوں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱؎

۱؎ وذهب جماعة من العلماء الى انه لايشترط لكون الرؤيا صحيحة ان يراه الرائى فى صورته المعروفه، بل المراد ان من وقع فى قلبه عند الرؤيا ان المرئى هو النبى صلى الله عليه وسلم ، سواء كانت صورته المرئية مخالفة لصورته وهيئته المعروفة، فان رؤياه صحيحة خالية عن تصرف الشيطان (تكملة فتح الملهم، ج۴ص ۴۵۱، كتاب الرؤيا،باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من رآنى فى المنام فقد رانى)

وذهب جماعة الى ان رؤيته صلى الله عليه وسلم بحليته المخصوصة وصفاته المعلومة رؤية لذاته الكريمة وادراک لحقيقه الشريفة وعلى غير تلک الصفات ادراک مثال وكلاهما رؤيا حق ليس من اضغاث احلام ولامجال للشيطان فى تمثله بصورته لكن الاول حق وحقيقة وتحقيق والثانية حق وتمثل وتاويل ولايحتاج الاول الى التعبير لعدم تصوير المتخيلة وتلبيسه والثانية يحتاج اليه كما حققنا فى تحقيق الرؤيا فمعنى قوله صلى الله عليه وسلم فقد رانى او فق راى الحق انه على كل صورة رأى فهو الحق ومن الحق وليس بباطل ومن الشيطان .

وقال الشيخ محى الدين النووى ان هذا القول ايضا ضعيف والصحيح انه راه حقيقة سواء كانت على صفة المعروفة او غيره ، والاختلاف فى الصفات لايوجب الاختلاف فى الذات كاختلاف الزمان والمكان ،فالمرئى فى كل صورة هو الذات والصفة لباس الذات سواء كان فى اليقظه او فى المنام .

واقول هذا هو الحق نعم رويته بالصفة المعروفة اتم واكمل لدلالته على صقالة مرآة الرائى وسلامة دينه وكمال ايمانه وبغيرها لخلل فى ذات الرائى ونقصان فى مرآته كما سنحققه فى توضيح ماحققه الغزالى (التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح، ج۵ص ۷۵، كتاب الرؤيا، مطبوعة:المكتبة العثمانية، لاهور، باكستان)

فان قيل: فما الحكم فيما اذا رآه صلى الله عليه وسلم جمع كثير فى وقت واحد على صفات مختلفة كان يراه بعضهم ويراه آجزشابا ويرواه آخر ضاحكا وآخر باكيا وآخر قصيرا وغير ذلک؟

فالجواب: ان هذه الاختلافات كلها راجعة الى الرائين لا الى المرئى صلى الله عليه وسلم ومثاله المرايا الكثيرة المختلفة الاشكال والمقادير اذا قابلت وجه انسان يرى وجهه فى المرآة الكبيرة كبيرا وفى الصغيرة صغيرا، وفى المعوجة معوجا، وفى الطويلة طويلا، وفى المقعرة مقعرا، الى غير ذلک ،فالاختلافات فى ذلک راجعة الى اختلاف اشكال المرائى لا اله وجه المرائى ، وكذلک الرؤن للنبى صلى الله عليه وسلم احوالهم بالنسبة اليه مختلفة بحسب استقامتهم على شريعته واعوجاجهم ، فعلم ان جميع ما يرى من النقص فى صورة النبى صلى الله عليه وسلم فهو راجع الى الرائى (ايضا ص ۱۷۸)

قال القاضى: يحتمل معنى قوله :(فقد رآنى) و(فقد رأى الحق ، فإن الشيطان لايتمثل بى) إذا رؤى على الصفة التى كان عليها فى حياته لا على صفة مضادة لحاله ، فإن رؤى على غيرها كانت رؤيا تأويل لا رؤيا حقيقة ، فإن نحن الرؤيا مايخرج على وجهه ، ومنها مايحتاج إلى تأويل وعبارة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی ﷺ کا خواب میں کوئی حکم دینا یا ممانعت فرمانا

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے خواب میں نظر آ کر کسی چیز کا حکم فرمائیں یا کسی چیز سے منع فرمائیں، تو اس کو حجت نہیں سمجھا جائے گا، بطور خاص جو بات شریعت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال بعضهم :خص الله نبيه بعموم صدق رؤياه كلها ، ومنع الشيطان أن يتمثل فى صورته ؛ لئلا يتذرع بالكذب على لسانه فى النوم ، ولما خرق الله العادة للأنبياء دليلاً على صحة حالهم فى اليقظة ، واستحالة تصور الشيطان على صورته فى اليقظة ولا على صفة مضادة لحاله ؛ إذ لو كان ذلک لدخل اللبس بين الحق والباطل ، ولم يوثق بما جاء من جهه النبوة مخافة هذا التصور ، فحمى الله حماها لذلک من الشيطان وتصوره ونزغه وإلقائه وكيده على الأنبياء ، وكذلک حمى رؤياهم أنفسهم ورؤيا غير النبى للنبى عن تمثيل الشيطان بذلک لتصح رؤياه فى الوجهين ، ويكون طريقاً إلى علم صحيح لا ريب فيه (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض، ج۷ص ۲۱۹، كتاب الرويا باب قول النبى صلى الله عليه وسلم من رآنى فى المنام فقد رانى)

وأما قوله فكأنما رآنى فهو تشبيه ومعناه أنه لو رآه فى اليقظة لطابق ما رآه فى المنام فيكون الأول حقا وحقيقة والثانى حقا وتمثيلا قال وهذا كله إذا رآه على صورته المعروفة فإن رآه على خلاف صفته فهى أمثال فإن رآه مقبلا عليه مثلا فهو خير للرائى وفيه وعلى العكس فبالعكس وقال النووى قال عياض يحتمل أن يكون المراد بقوله فقد رآنى أو فقد رأى الحق أن من رآه على صورته فى حياته كانت رؤياه حقا ومن رآه على غير صورته كانت رؤيا تأويل وتعقبه فقال هذا ضعيف بل الصحيح أنه يراه حقيقة سواء كانت على صفته المعروفة أو غيرها انتهى ولم يظهر لى من كلام القاضى ما ينافى ذلک بل ظاهر قوله أنه يراه حقيقة فى الحالين لكن فى الأولى تكون الرؤيا مما لا يحتاج إلى تعبير والثانية مما يحتاج إلى التعبير قال القرطبى اختلف فى معنى الحديث فقال قوم هو على ظاهره فمن رآه فى النوم رأى حقيقته كمن رآه فى اليقظة سواء قال وهذا قول يدرک فساده بأوائل العقول ويلزم عليه أن لا يراه أحد إلا على صورته التى مات عليها وأن لا يراه رائيان فى آن واحد فى مكانين وأن يحيا الآن ويخرج من قبره ويمشى فى الأسواق ويخاطب الناس ويخاطبوه ويلزم من ذلک أن يخلو قبره من جسده فلا يبقى من قبره فيه شيء فيزار مجرد القبر ويسلم على غائب لأنه جائز أن يرى فى الليل والنهار مع اتصال الأوقات على حقيقته فى غير قبره وهذه جهالات لا يلتزم بها من له أدنى مسكة من عقل.

وقالت طائفة معناه أن من رآه رآه على صورته التى كان عليها ويلزم منه أن من رآه على غير صفته أن تكون رؤياه من الأضغاث ومن المعلوم أنه يرى فى النوم على حالة تخالف حالته فى الدنيا من الأحوال اللائقة به وتقع تلک الرؤيا حقا كما لو رؤى ملأ دارا بجسمه مثلا فإنه يدل على امتلاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاف معلوم ہو، اس کو ہر گز قابلِ عمل نہیں سمجھا جائے گا، اور خواب کے مقابلہ میں شریعت کے حکم کو ہی حجت اور قابلِ عمل قرار دیا جائے گا، اور اس خواب کی تعبیر و تاویل کی جائے گی، جو کہ ظاہر کے خلاف بھی ہوسکتی ہے، یا اس کو خواب دیکھنے والے کی بھول یا غلط فہمی وغیرہ پر محمول کیا جائے گا۔

البتہ اگر کوئی بات خلافِ شریعت نہ ہو، اور اس سے بڑھ کر موافقِ شریعت ہو، تو اس کو شرعی حدود و قیود کی پاسداری کرتے ہوئے مستحسن اور اچھا قرار دیا جائے گا۔

لیکن بہر حال خواب میں دیکھی جانے والی چیز پر عمل کرنا واجب نہیں، بلکہ عمل کرنا اسی چیز پر واجب ہے، جس پر شریعت نے عمل کرنے کو واجب قرار دیا ہو۔ [1]

صحیح بخاری کی عربی شرح ''فیض الباری'' میں اس مسئلہ پر عمدہ کلام کیا گیا ہے، وہ کلام ترجمہ سمیت ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

واعلم أنهٗ اختلف فی رؤیته صلی اللہ علیه وسلم ومراد الحدیث.
فقال بعضهم: إنه مخصوص بما إذا رآه فی حلیته المبارکة، واعتبر هؤلاء أطوار الحلیة ولم یجوزوا المخالفة ولو بشعرة، فإن کان رآه فی حلیة صباه ینبغی أن تطابق بما کانت حلیته فیه، وکذا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تلک الدار بالخیر ولو تمکن الشیطان من التمثیل بشیء مما کان علیه أو ینسب إلیه لعارض عموم قوله فإن الشیطان لا یتمثل بی فالأولی أن تنزه رؤیاه وکذا رؤیا شیء منه أو مما ینسب إلیه عن ذلک فهو أبلغ فی الحرمة وألیق بالعصمة کما عصم من الشیطان فی یقظته قال والصحیح فی تأویل هذا الحدیث أن مقصوده أن رؤیته فی کل حالة لیست باطلة ولا أضغاثا بل هی حق فی نفسها ولو رؤی علی غیر صورته فتصور تلک الصورة لیس من الشیطان بل هو من قبل اللہ وقال وهذا قول القاضی أبی بکر بن الطیب وغیره ویؤیده قوله فقد رأی الحق أی رأی الحق الذی قصد إعلام الرائی به فإن کانت علی ظاهرها وإلا سعی فی تأویلها ولا یهمل أمرها لأنها إما بشری بخیر أو إنذار من شر إما لیخیف الرائی وإما لینزجر عنه وإما لینبه علی حکم یقع له فی دینه أو دنیاه (فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۲ ص ۳۸۴،قوله باب من رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی المنام)

[1] فان قلت: فهل یجب علی الرائی العمل بما یسمعه من هذه الصورة؟ فالجواب لایجب علی احد العمل بمثل ذلک لعدم العصمة ولخوف تطرق الخلل الی الشرع الظاهر لاسیما ان خالف نصا صریحا ، کذا فی الیواقیت والجواهر (التعلیق الصبیح ،ج۵ص ۷۹، کتاب الرؤیا)

فى حلية الشباب والشيخوخة .ونقل البخارى عن ابن سيرين فى كتاب الرؤيا أنه كان يسأل الرائى عن حليته التى رآه فيها، فهذا دليل على اعتباره أطوار الحلية، وهذه الجماعة قليلة .

وعممها بعضهم وقالوا: إن المرئى هو النبى صلى الله عليه وسلم فى أى حلية كان إذا كان عنده أنه رآه، ولم يعتبروا المطابقة بين الحلية المرئية والحلية التى هى حليته.

ولما ضيق الأولون فى رؤيته وقيدوها بتقييدات وسعوا فى اعتبار أقواله الحلمية.

بخلاف الجمهور فإنهم إذا وسعوا فى أمر الرؤية ضيقوا فى اعتبار تلك الأقوال.

ولكنها تُعرضُ على الشريعة عند جميعهم، فإن وافقت قُبلتِ وإلا لا......

لأن ما أخبر النبى صلى الله عليه وسلّم به هو فى رؤيته، ولم يخبرنا بأنه يقول له ويكلمه أيضاً، فما ثبتَ عنه يقظةً لا يُترك بما رئى مناماً.

وأيضاً النائم ليس على يقينٍ من كلامه ولا من كلام تلك الصورة المُرتبة، وليست تلك صورةٌ بصرية، بل رؤيا حُلمية، وأكثر الناس لا يعرفون حقيقتها، فلذا لا يجبُ الأخذ بها .ولكن إذا لم تخالف حكماً ظاهراً من الشرع حَسُن العملُ بها أدباً مع صورته صلى الله عليه وسلّم أو مِثالها .ولا ندَّعى أنه قاله صلى الله عليه وسلّم فى الواقع، ولا أنه خاطبه، ولا أنه انتقل من مكانه، ولا أنه أحاط علمه الشريف بذلك البتة، وإنما الله أراه إياهُ لحكمةٍ علمها .وراجع له شرح منهاج السنة للسبكى.

وفيه حكاية ذكرها الشيخ عبد الحق رحمه الله تعالى :أن رجلاً

رأى النبى صلى الله عليه وسلّم فى المنام يقول :اشرب الخمر، وكان الشيخ على المتقى حياً إذ ذاكَ وهو حنفى، شيخ لمحمد طاهر صاحب مجمع البحار، وهو أيضاً حنفى كما صرح به هو بنفسه فى رسالة خطية، وسها مولانا عبد الحى رحمه الله تعالى حيث عده من الشافعية ومن مصنفات شيخه كنز العمال رتب فيه كتاب السيوطى رحمه الله تعالى جمع الجوامع -فأجابه :أن النبى صلى الله عليه وسلّم إنما قال :لا تشرب الخمر، ولكن الشيطان لَبَّس عليك، والنوم وقت اختلال الحواس .فإذا أمكن فى اليقظة أن يسمعَ رجلٌ بخلاف ما قاله القائل لعلة فى الخارج أو من جهته، ففى النوم أولى .والدليل عليه أنك تشرب الخمر، فأقر به، وقال :نعم إنى أشرب الخمر.

وعندى أنه قال له :اشرب الخمر تعريضاً على حاله القبيح، ويفهم هذا المعنى من لهجة المتكلم وكيفية تكلمه، فاللفظ الواحد قد يكون لمعناه، وقد يكون للتعريض .ثم التعريض قد يكون قولياً وقد يكون فعلياً، يُعرف ذلك بالقرائن.

وقالت هذه الطائفة :إن الحلية تُنبىء عن حال الرائى، فإن كان حاله حسناً يراه فى حالة حسنة، وإلا ففى غير ذلك.

وفيه أيضاً حكاية أن رجلاً رآه صلى الله عليه وسلّم وعلى رأسه القَلنسوة الإنكليزية، فاستوحش منه، وكتب إلى مولانا الكنكوهى رحمه الله تعالى، فكتب إليه أنه إشارة إلى غلبة النصرانية على دينه (فيض البارى شرح البخارى للكشميرى، ج ا ص ٢٩٠، ٢٩١، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے اور اس حدیث کی مراد میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مخصوص حلیۂ مبارکہ میں دیکھے، اوران حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ادوار کے حلیہ کا اعتبار کیا ہے، اوراس کی مخالفت کو جائز قرار نہیں دیا، اگرچہ ایک بال کے برابر ہی کیوں نہ ہو، پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن کے حلیہ میں دیکھا ہو، تو ضروری ہے کہ یہ اس کے مطابق ہو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن میں حلیہ تھا، اوراسی طریقہ سے جوانی اور بڑھاپے کے حلیہ میں دیکھنے کا بھی حکم ہے، اور بخاری نے ابنِ سیرین سے کتاب الرؤیا میں روایت کیا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والے سے اس حلیہ کا سوال کرتے تھے، جس حلیہ میں اس نے دیکھا ہے، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مختلف ادوار کے حلیہ کا اعتبار کیا جائے گا، اور یہ قول رکھنے والے حضرات تھوڑے ہیں۔

اور بعض حضرات نے اس کو عام قرار دیا، اورانہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حلیہ میں بھی دیکھے، تو جب اس کا دل یہ گواہی دے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت ہی کہلائے گی، اوران حضرات نے خواب میں دیکھے جانے والے حلیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل حلیہ میں مطابقت وموافقت کا اعتبار نہیں کیا، اور جب پہلے حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بارے میں مختلف قیودات لگادیں، تو انہوں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں وسعت اختیار کی۔

برخلاف اکثر حضرات کے کہ انہوں نے جب خواب میں دیکھے جانے کے حلیہ میں

وسعت اختیار کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اعتبار کرنے میں تنگی پیدا کردی۔

لیکن اس پر مذکورہ سب حضرات کا اتفاق ہے کہ خواب کو شریعت پر پیش کیا جائے گا، پس اگر وہ خواب شریعت کے موافق ہو، تو قبول کرلیا جائے گا، ورنہ قبول نہیں کیا جائے گا...... کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی خبر دی، وہ خواب میں دی ہے، اور ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یہ بات فرمارہے ہیں، یا اس سے کلام فرمارہے ہیں، پس جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاگنے کی حالت میں ثابت ہو، اس کی خواب میں دیکھے جانے والی چیز کی وجہ سے مخالفت نہیں کی جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سونے والے کو نہ تو اپنی بات کا یقین ہوتا، اور نہ دیکھے جانے والی صورت کی بات کا یقین ہوتا، کیونکہ یہ جاگنے کی حالت میں آنکھوں سے دیکھے جانے والی کیفیت تو ہے نہیں، بلکہ خواب میں دیکھے جانے والی کیفیت ہے، اور اکثر لوگ خواب کی حقیقت کو جانتے نہیں ہیں، پس اس وجہ سے خواب میں دیکھی ہوئی بات پر عمل کرنا واجب نہیں، لیکن جب وہ شریعت کے ظاہری حکم کے خلاف نہ ہو، تو اس پر عمل کرنا بہتر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک یا اس کی شباہت کا ادب کرتے ہوئے، مگر اسی کے ساتھ ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعتاً وہ بات فرمائی ہے، اور نہ یہ دعویٰ کرسکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے خطاب فرمایا ہے (یعنی اس سے مخاطب ہوئے ہیں) اور نہ ہی یہ دعویٰ کرسکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے منتقل ہوکر، خواب والی جگہ تشریف لے گئے ہیں، اور نہ ہی یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نے اس شخص کی پوری حالت کا احاطہ کررکھا ہے، بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ اللہ نے اس شخص کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی حکمت سے کرادی ہے، اور اس

حکمت کا صحیح علم اللہ ہی کے پاس ہے، جس کی تفصیل کے لیے علامہ سبکی کی ''منہاج السنۃ'' کی شرح دیکھنی چاہئے۔

جس میں ایک واقعہ یہ بھی ہے، جس کو شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ:

''اشرب الخمر ''(تم شراب پیو)

اوراس وقت شیخ علی متقی حیات تھے، جو کہ حنفی ہیں، محمد طاہر صاحبِ ''مجمع البحار'' کے شیخ ہیں، اور یہ بھی حنفی ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے رسالہ میں خود وضاحت کی ہے، اور مولانا عبدالحئ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس سلسلہ میں چوک ہوگئی ہے کہ انہوں نے ان کو شافعیہ میں شمار کردیا ہے، ان کے شیخ کی تصنیفات میں سے ''کنز العمّال'' بھی ہے، جس میں سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''جمع الجوامع'' کو شامل کیا ہے۔

پس شیخ علی متقی نے مذکورہ خواب کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا ہے کہ:

''لاتشرب الخمر ''(تم شراب مت پیو)

لیکن شیطان نے تمہارے اوپر تلبیس کردی، اور نیند کا وقت حواس کے مختل ہونے کا وقت ہوتا ہے، پس جب جاگتے ہوئے یہ بات ممکن ہے کہ آدمی کو کسی کی بات سننے میں غلط فہمی ہوجائے، چاہے خارجی وجہ سے (مثلاً اس تک آواز صحیح نہ پہنچے یا درمیان میں کوئی شور حائل ہوجائے) یا سننے والے کی اپنی وجہ سے (مثلاً اس کی قوتِ سماعت میں کمزوری ہو) پس نیند میں بدرجہ اولیٰ اس طرح کی غلط فہمی کا امکان ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ بے شک تو شراب پیتا ہے، پس اس نے شراب پینے کا اقرار کیا۔

اور میرے نزدیک اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بری حالت پر تعریض کرتے ہوئے (بطور ڈانٹ یا تنبیہ کے) فرمایا کہ "تو شراب پی لے" اور یہ مطلب کلام کرنے والے کے لہجہ اور اس کے کلام کی کیفیت سے سمجھے جاسکتے ہیں، کیونکہ ایک لفظ کبھی اپنے معنیٰ میں ہوتا ہے، اور کبھی تعریض کے معنیٰ میں ہوتا ہے، اور تعریض کبھی قولی ہوتی ہے اور کبھی فعلی ہوتی ہے، جو قرائن سے پہچانی جاتی ہے۔

اور ان حضرات نے (جو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں وسعت کے قائل ہیں) یہ بھی فرمایا کہ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ، خواب دیکھنے والے کی حالت کی خبر دیتا ہے، اگر اس کی عملی حالت اچھی ہو، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی حالت میں دیکھتا ہے، ورنہ اس کے خلاف دیکھتا ہے۔

اور ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی ٹوپی (یعنی ہیٹ وغیرہ) میں دیکھا، اس خواب سے اس کو وحشت ہوئی، اور اس نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ خواب لکھ کر بھیجا، تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ جواب تحریر کیا کہ اس میں اشارہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کے دین پر نصرانیت (یعنی عیسائیت وانگریزیت) کا غلبہ ہے (فیض الباری)

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت اور خواب میں کسی چیز کا حکم فرمانے کا حوالہ دے کر بعض چیزوں کی تشہیر و تبلیغ کرتے ہیں، ان کو حجت نہیں سمجھنا چاہئے، بطورِ خاص جو بات شریعت کے خلاف بھی ہو، اس کو ہرگز حجت اور قابلِ عمل قرار نہیں دینا چاہئے، اور ضرورت ہو تو اس میں کوئی تاویل کرنی چاہئے، اور ایسے حالات میں شریعت کے بیان کردہ حکم کی طرف ہی متوجہ ہونا چاہئے۔ [1]

---

[1] المبحث الثانی: اذا رأی احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، رأہ یخبر او یامر بشیئ او ینھی عن شیئ، ھل یکون ذلک حجۃ شرعیۃ؟ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی علیہ السلام کی خواب میں زیارت کنندہ کا درجہ ومقام

آخر میں عرض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنے سے کوئی شخص صحابیت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا، اور نہ ہی محض خواب میں زیارت کرنے سے بزرگی کا درجہ پالیتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واجمع العلماء على انه ليس بحجة فى الدين، نعم ! ان كان ذلك القول لايصادم حكما من الاحكام الشرعية ، يستحسن العمل به ادبا مع صورته صلى الله عليه وسلم او مثالها، وقد يستشكل هذا بان المرئى ان كان هو النبى صلى الله عليه وسلم، ينبغى ان يكون فيما يقوله فى المنام حجة ، والجواب ان عدم حجية الرؤيا ظاهر على قوم من يقصر حكم حديث الباب على من رآه عليه السلام بصفته المعروفة ، لانه لايكمن لاحد اليوم ان يجزم بانه رآه صلى الله عليه وسلم بحليته الحقيقة ، ومتى كانت هناك شبهة فى رؤية النبى صلى الله عليه وسلم حقيقة، فلاسبيل الى القول بحجية الرؤيا، لان العلم لايحصل بالشبهة ، واما على قول من لايقصر حكم حديث الباب على رؤيته صلى الله عليه وسلم بصفاته الحقيقية ، فعدم حجية الرؤيا مبنى على ان النبى صلى الله عليه وسلم انما اخبر فى حديث الباب بان مايراه النائم من صورة النبى صلى الله عليه وسلم ، فانه رؤيا صحيحة لاتصرف فيها للشيطان ، ولم يخبرنا فى هذا الحديث بان ما تتكلم به تلك الصورة المرئية هو كلام صحيح تجوز نسبته الى رسول الله صلى الله عليه سلم ، ولايلزم ذلك بمجرد كون الرؤيا صحيحة ، لانه ليس معنى صحة الرؤيا ان يكون عين المرئى او المسموع واقعافى نفس الامر، بل معناه ان لها تعبيرا، والرؤيا صادقة بالنسبة الى ذلك التعبير، لابالنسبة الى ظاهر المرئى او المسموع، ثم من المعروف ان تعبير الرؤيا ليس له قواعد منضبطة ، وانما هو مبنى على ذوق المعبر ، ولذلك تختلف فى تاويلها اقوال المعبرين، ومن هذه الجهة وقع الشك فى تعبيرها الصحيح.

ثم ان رؤية النبى صلى الله عليه وسلم فى المنام وان لم يكن فيها مدخل للشيطان، ولكن ربما تؤثر فيها متخيلة الرائى، وهذا هو السر فى رؤيته صلى الله عليه وسلم على غير هيئته المعروفة ، فمن الممكن جدا ان يقع فى خيال الرائى كلام لم يتكلم به رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ومن المحتمل ايضا ان يكون الرائى قد نسى مارآه فى المنام، وحيل اليه بعد الاستيقاظ مالم يقع فى المنام اصلا، ومع وجود هذه الشبهات المتنوعة لايترک بالرؤيا تلك الاحكام الشرعية التى توارثناها عن رسول اللہ صلى الله عليه وسلم فى حالة اليقظة، ولاشک ان متى تعارضت الرؤيا واليقظة، فالترجيح لماثبت فى عالم اليقظة، لا لمارؤى فى المنام..........

وعلى كل ،فالرؤية فى المنام تتطرق اليها احتمالات كثيرة ، وفيها مجال لالتباس الامر من جهات شتى، فقد يلتبس الامر على الرائى بتخيله، وقد ينسىٰ حقيقة مارآه ، وقد يكون تعبير الرؤيا غير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہے، جبکہ اس کے اعمال میں کوتاہی وخرابی ہو، فرائض وواجباتِ شرعیہ میں بے پرواہ اور ناجائز محرماتِ شرعیہ میں مبتلا ہو۔

اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا ہونا ہر حال میں مقبول ہونے کا باعث نہیں، کیونکہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کافر وفاسق کو بھی کسی حکمت کی وجہ سے ہوسکتی ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیویہ میں آپ کی زیارت کافروں اور منافقوں نے بھی کی، مگر کفر کی حالت میں زیارت کرنے کی وجہ سے وہ مقبول نہیں کہلائے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مارآه فی الظاهر ، ومع وجود هذه الشبهات لایمکن ان یکون فیها حجة خلاف ماثبت من الشریعة فی عالم الیقظة،والله اعلم(تکملة فتح الملهم، ج۴ص ۴۵۲، ۴۵۳، کتاب الرؤیا،،باب قول النبی صلی الله علیه وسلم من رآنی فی المنام فقد رانی)

>فائدة <سئل شیخ الاسلام زکریا عن رجل زعم أنه رأى النبی صلی الله علیه وسلم بقول له مر أمتی بصیام ثلاثة أیام وأن یعیدوا بعدها ویخطبوا فهل یجب الصوم أو یندب أو یجوز أو یحرم؟ وهل یکره أن یقول أحد للناس أمرکم النبی علیه الصلاة والسلام بصیام أیام لأنه کذب علیه ومستنده الرؤیا التی سمعها من غیر رائیها أو منه؟ وهل یمتنع أن یتسمی إبلیس باسم النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم ویقول للنائم إنه النبی علیه الصلاة والسلام ویأمره بطاعة لیتوصل بذلک إلی معصیة کما یمتنع علیه التشکل فی صورته الشریفة أم لا وبه تتمیز الرؤیة له صلی الله علیه وآله وسلم الصادقة من الکاذبة؟ وهل یثبت شیء من أحکام الشرع بالرؤیة فی النوم؟ وهل المرئی ذاته صلی الله علیه وسلم أو روحه أو مثل ذلک؟ أجاب لا یجب علی أحد الصوم ولا غیره من الأحکام بما ذکر ولا مندوب بل قد یکره أو یحرم لکن إن غلب علی الظن صدق الرؤیة فله العمل بما دلت علیه ما لم یکن فیه تغییر حکم شرعی ولا یثبت بها شیء من الأحکام لعدم ضبط الرؤیة لا للشک فی الرؤیة ویحرم علی الشحص أن یقول أمرکم النبی صلی الله علیه وسلم بکذا فیما ذکر بل یأتی بما یدل علی مستنده من الرؤیة إذ لا یمتنع عقلا أن یتسمی إبلیس باسم النبی صلی الله علیه وسلم لیقول للنائم إنه النبی ویأمره بالطاعة والرؤیة الصادقة هی الخالصة من الأضغاث والأضغاث أنواع : الأول تلاعب الشیطان لیحزن الرائی کأنه یری أنه قطع رأسه الثانی أن یری أن بعض الأنبیاء یأمره بمحرم أو محال .الثالث ما تتحدث به النفس فی الیقظة تمنیا فیراه کما هو فی المنام ورؤیة المصطفی صلی الله علیه وسلم بصفته المعلومة إدراک لذاته ورؤیته بغیر صفته إدراک لمثاله فالأولی لا تحتاج إلی تعبیر والثانیة تحتاج إلیه ویحمل علی هذا قول النووی :الصحیح أنه یراه حقیقة سواء کانت صفته المعروفة أو غیرها وللعلماء فی ذلک کلام کثیر لیس هذا محل ذکره وفیما ذکرته کفایة اه بنصه(فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۸۶۹۰)

اور صحابیت کے شرف سے مستفید نہیں ہوئے۔

خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا درجہ حقیقی رؤیت (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات میں آپ کو جاگتے ہوئے دیکھنے) سے کم ہے، نہ کہ زیادہ، اسی وجہ سے کوئی شخص خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وجہ سے صحابیت یا بزرگی کا شرف حاصل نہیں کر پاتا، اور اس کے اعمال اچھے و مبارک ہوں، دین پر وہ صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو، تو ایسے خواب مبشرات کے قبیل سے ہوتے ہیں، جو آدمی کے سعادت مند ہونے کی علامت ہے، اور من جانب اللہ اس کے لیے بشارت در حقیقت اعمال میں مزید رغبتیں اور ذوق و شوق بڑھانے کے لیے ہوتے ہیں، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔ [1]

کیونکہ ان باتوں کے نہ سمجھنے یا غلط سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ کئی قسم کی غلطیوں کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، خود گمراہ ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی گمراہی کا باعث بنتے ہیں، اور خواب کی بنیاد پر شریعت کے کئی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ فقط

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ

محمد رضوان

مؤرخہ ۲/ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ، 9/ستمبر 2013 بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[1] ولایلزم من ذلک ان یکون ھؤلاء من الصحابة لان شرط الصحبة ان یراہ وھو فی عالم الدنیا وذلک قبل وفاته ، واما رؤیته بعد وفاته وھو فی عالم البرزخ فلا تثبت بھا الصحبة (التعلیق الصبیح ،ج۵ ص۷۷، کتاب الرؤیا)

المبحث الثالث: من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ھل تثبت له صحبة؟ وقد اجاب عنه العینی فی عمدة القاری ۲ : ۱۵۶ ،بانه لاتثبت به صحبة لان الصحابی من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حالة الاسلام رؤیة معھودة جاریة علی العادة، او رآہ فی حیاته فی الدنیا، ولاعبرة بمن رآہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته ، لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم محبر عن اللہ فی الدنیا، لافی القبر (تکملة فتح الملھم، ج۴ص ۴۵۳، کتاب الرؤیا، ،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

محفلِ حُسنِ قرائت

کا حکم

قرآن مجید کی دوسروں کے سامنے تلاوت اور دوسرے سے قرآن مجید کی سماعت کا حکم

قرآن مجید کا ''ذکر وتذکیر'' ہونے اور عام ذکر اور قرآن مجید کے جہر اور سماعت میں فرق

تلاوتِ قرآن کے درمیان آلۂ موسیقی اور طرزِ موسیقی سے بچنے کا حکم

محفل حسنِ قرائت کے جواز وعدمِ جواز سے متعلق اقوال

موجودہ دور میں محفلِ حسنِ قرائت میں پیدا شدہ متعدد منکرات

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (من جانبِ مؤلف)	656
محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم	657
سوال	//
جواب	//
قرآن مجید کی دوسروں کے سامنے تلاوت کا حکم	658
صحابۂ کرام کا مجلس میں قرآن مجید کی سماعت کرنا	661
حسنِ صوت والے قاری سے تلاوت سننے کا حکم	662
قرآن مجید کا ''ذکر وتذکیر'' ہونا	664
عام ذکر اور قرآن مجید کے جہر میں فرق	672
عام ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کی سماعت میں فرق	675
تلاوتِ قرآن میں آلۂ موسیقی اور طرزِ موسیقی سے بچنے کا حکم	683
محفل حسنِ قرائت کے جواز وعدمِ جواز سے متعلق اقوال	687
اس سلسلہ میں راجح قول	690
موجودہ دور میں محفلِ حسنِ قرائت میں پیدا شدہ متعدد منکرات	694
خلاصہ	698

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت دونوں عبادت کے کام ہیں، اور سعادت کے اعمال ہیں، نصوص میں امر کے صیغے سے دونوں کا حکم آیا ہے، اور ترغیب و مدح کے ساتھ بھی دونوں کا ذکر نصوص میں موقع بموقع آیا ہے، لیکن موجودہ دور میں قرآن مجید کی تلاوت و سماعت میں افراط و تفریط دیکھنے میں آتی ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی آج کل محفلِ حسنِ قرائت کا انعقاد ہے، جس میں عموماً متعدد منکرات اور مفاسد پائے جاتے ہیں، اور محفلِ حسنِ قرائت کے انعقاد کے جواز و عدمِ جواز اور اس کی شرائط کے متعلق اہلِ عصر علماء کی آراء مختلف ہیں۔

کتنا اچھا ہو کہ مروجہ محافلِ حسنِ قرائت و تلاوت و سماعت کے منصوص درجے کو پورا کرنے والی بنیں، اور منکرات سے خالی ہو کر عامۃُ المسلمین کے لیے تذکر و رجوع الی القرآن کا باعث بنیں۔

''**الدین نصیحۃ**'' کے تحت اسی غرض سے بندہ نے اس سلسلہ میں ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے، تاکہ محافلِ حسنِ قرائت کے باب میں مسلمانوں کی صلاحیتیں اور وسائل ٹھکانے لگیں، اور عنداللہ یہ سرگرمیاں ماجور و مقبول بنیں۔

یہ مضمون پہلے بندہ کی تالیف ''قرائت، سماع اور موسیقی کا حکم'' میں بھی شائع ہو چکا ہے، اب نظرِ ثانی اور کچھ شبہات کے جوابات کے اضافہ کے بعد اس کو علمی و تحقیقی رسائل کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ فقط۔

محمد رضوان 29/ ذوالحجہ/ 1437ھ 02/ اکتوبر/ 2016ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

سوال

آج کل متعدد مقامات پر محفلِ حسنِ قرائت منعقد کی جاتی ہے، جس میں مختلف قرّاء حضرات دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی قرائت کرتے ہیں، اور سامعین ان کی قرائت کو سنتے ہیں، اس سلسلہ میں سوال یہ ہے کہ شرعی وفقہی اعتبار سے محفلِ حسنِ قرائت کا منعقد کرنا کیسا ہے؟ بعض اہلِ علم حضرات اس سے منع کرتے ہیں، جب کہ بعض اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں شرعی تحقیق مطلوب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

قرآن کریم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کو، نبوت کے ایک اہم مقصد میں سے ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور بھیج دیجئے ان میں رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرے ان پر آپ کی آیات، اور تعلیم دے ان کو کتاب کی، اور حکمت کی، اور تزکیہ کرے ان کا، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

قرآن مجید کی دوسروں کے سامنے تلاوت کا حکم

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی آیات میں آیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو دوسروں کے سامنے تلاوت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اہم مقاصد میں سے ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ جائز اور باعثِ ثواب بلکہ سنت عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْکَ وَعَلَيْکَ أُنْزِلَ؟ قَالَ :فَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى بَلَغْتُ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا) قَالَ: أَمْسِکْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سنایئے، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوسرے سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی اور جس وقت اس آیت پر پہنچا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری)

---

[1] رقم الحديث ۴۵۸۳، كتاب تفسير القرآن، باب فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بک على هؤلاء شهيدا.

عمدۃُ القاری شرح بخاری میں مذکورہ حدیث کی شرح میں ہے کہ:

إِنَّـهُ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ أَنْ يَّسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْ غَيْرِهٖ لِيَكُوْنَ عَـرْضُ الْقُرْآنِ سُنَّةً، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ لِأَجْلِ تَدَبُّرِهٖ وَزِيَادَةِ تفَهُّمِهٖ، لِأَنَّ الْـمُسْتَـمِـعَ أَقْـوٰى عَـلٰـى ذٰلِكَ وَأَنْشَـطُ مِنَ الْقَارِئِ لِاِشْتِغَالِهٖ بِالْقِرَاءَ ةِ (عمدة القارى شرح صحيح البخارى) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا کہ قرآن کو دوسرے سے سنیں، تاکہ قرآن کا (دوسرے پر) پیش کرنا (یعنی دوسرے کو سنانا) سنت ہوجائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قرآن میں غور وفکر اور زیادتِی فہم کی خاطر دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند کیا ہو، کیونکہ اس مقصد میں قرآن مجید کو سننے والا، پڑھنے والے کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور زیادہ نشاط والا ہوتا ہے، کیونکہ پڑھنے والا تو قرائت میں مشغول ہوتا ہے (عمدۃُ القاری)

مشکاۃ کی شرح، مرقاۃ میں ہے کہ:

(أَنْ أَسْـمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ) جَمْعًا بَيْنَ الْفَضِيْلَتَيْنِ حَتّٰى قِيْلَ إِنَّ الْإِسْتِمَاعَ أَفْـضَـلُ، وَلٰـــكِـنْ يُـحْـمَـلُ عَـلٰى أَنَّـهُ إِذَا كَانَ لِلتَّعْلِيْمِ عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْـمَـلِ، وَبِهٰـذَا أَخَـذَ الْـخَـلَفُ مِـنَ الْـقُـرَّاءِ وَالْـمُحَدِّثِيْنَ حَيْـثُ يَسْتَـمِـعُوْنَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيْثَ مِنَ التَّلَامِذَةِ وَالطَّالِبِيْنَ، وَهٰذَا أَقْرَبُ إِلَـى الضَّبْطِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى فَهْمِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ، وَالْأَوَّلُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا فِيْ مَـرْتَبَةِ الْأَعْـلٰـى فَـكَانُوْا يُدْرِكُوْنَ بِالسِّمَاعِ الْحَظَّ الْأَوْفَرَ وَالنَّصِيْبَ الْأَعْلٰى (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۹۸، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ) مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا

[1] ج۲۰، ص۵۶، کتاب فضائل القرآن، باب من أحب أن يسمع القرآن من غيره.

معلوم ہوتا ہے، اس میں دو فضیلتوں کو جمع کرنا ہے (یعنی سننا اور تدبر کرنا) یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ قرآن کا سننا افضل ہے، لیکن یہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ یہ سننا کامل فنی طریقہ پر تعلیم کے لئے ہو، چنانچہ بعد والوں نے ماہرِ فن، باکمال استادوں قراء ومحدثین سے (قرآن اور حدیث) اسی طرح اخذ کر کے مہارت کے ساتھ سیکھا ہے کہ یہ اساتذہ (سنا کر یا پڑھ کر تعلیم دینے کے بجائے) ان تلامذہ سے سننے (اور روک ٹوک کرتے) تھے، اور یہ وجہ (استماع کی فضیلت کی) متاخرین کی حالت کے زیادہ مناسب ہے (کیونکہ وہ عجمی لوگ تھے، ان کو استادوں کو سنانے کی زیادہ ضرورت تھی، تاکہ استاد ساتھ ہی ساتھ ان کی کجی خامی دور کرتا رہے، بنسبت اس کے کہ استاد پڑھنے پر اکتفاء کرے) ورنہ متقدمین کے ہاں (تو استماع کی فضیلت کی وجہ اور تھی، اور وہ یہ کہ) استماع تذکیر وتدبر اور حظ ولطف حسبِ ذوق زیادہ حاصل ہونے کی وجہ سے تھا (مرقاۃ)

ریاض الصالحین کی شرح دلیل الفالحین میں ہے کہ:

قَالَ: إِنِّيْ أَحَبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ لِكَوْنِهٖ أَبْلَغَ مِنَ التَّفْهِيْمِ وَالتَّدْبِيْرِ لِأَنَّ الْقَلْبَ حِيْنَئِذٍ يَخْلُصُ لِتَعَلُّقِ الْمَعَانِيْ وَالْقَارِئُ مَشْغُوْلٌ بِضَبْطِ الْأَلْفَاظِ وَأَدَائِهَا حَقَّهَا وِلِأَنَّهٗ اِعْتَادَ سِمَاعَهٗ مِنْ جِبْرِيْلَ وَالْعَادَةُ مَحْبُوْبَةٌ بِالطَّبْعِ، وَلِهٰذَا كَانَ عَرْضُ الْقُرْآنِ عَلَى الْغَيْرِ سُنَّةً. قَالُوْا :وَمِنْ فَوَائِدِ هٰذَا الْحَدِيْثِ التَّنْبِيْهُ عَلٰى أَنَّ الْفَاضِلَ لَا يَأْنَفُ مِنَ الْأَخْذِ عَنِ الْمَفْضُوْلِ (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين لمحمد على بن محمد بن علان البكرى، ج۴ص ۱۳۶۱، تحت رقم الحديث ۱۴۴۶ ،باب فضل البكاء من خشية الله تعالى)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم

ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے سے قرآن سننا، سمجھنے اور تدبر کرنے میں زیادہ پہنچ رکھتا ہے، کیونکہ سنتے وقت دل معانی کے ساتھ خالص ہوکر متعلق رہتا ہے، جبکہ قرائت کرنے والا الفاظ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ضبط کرنے میں مشغول ہوتا ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن مجید سننے کی عادت تھی، اور عادت، طبیعت کو محبوب ہوا کرتی ہے، اور اسی وجہ سے قرآن کا دوسرے پر پیش کرنا سنت ہے، اور اہلِ علم نے فرمایا کہ اس حدیث سے جو فوائد معلوم ہوتے ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ فضیلت والا شخص اپنے سے کم درجہ کے شخص سے لینے (اور قرآن سننے و سیکھنے) کو معیوب نہ سمجھے (دلیل الفالحین)

صحابۂ کرام کا مجلس میں قرآن مجید کی سماعت کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوْا كَانَ حَدِيْثُهُمُ يَعْنِي الْفِقْهَ إِلَّا أَنْ يَّقْرَأَ رَجُلٌ سُوْرَةً أَوْ يَأْمُرَ رَجُلًا بِقِرَاءَةِ سُوْرَةٍ (مستدرک حاكم، رقم الحديث ٣٢٢، كتاب العلم،المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٣٢٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام جب کوئی مجلس قائم فرماتے تھے، تو اُن کی گفتگو فقہ کے متعلق ہوتی تھی، مگر یہ کہ کوئی ایک آدمی (قرآن مجید کی) کوئی سورت قرأت کرتا (اور دوسرے قرأت کو سنتے) یا وہ کسی آدمی کو کسی سورت کی

---

[1] قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد موقوف عن أبي سعيد.

وقال الذهبي في التلخيص:

على شرط مسلم.

قرأت کا حکم فرماتے (تاکہ دوسرے سنیں) (حاکم، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے منعقد ہوتی تھیں، پھر بعض اوقات کوئی ایک قرآن مجید کی قرائت کرتا، اور دوسرے اس کی قرائت کو خاموشی سے سنتے تھے، اوراس سے تذکیر حاصل کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تھے، تو وہ یا تو فقہ و دین کے متعلق مذاکرہ فرماتے تھے، یا کوئی ایک قرآن مجید پڑھتا، اور باقی سنتے تھے، جس سے قرآن مجید دوسرے سے سننے کا جواز بلکہ مستحب ہونا معلوم ہوا۔

حسنِ صوت والے قاری سے تلاوت سننے کا حکم

حضرت ابومشجعہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتَ لِحُسْنِ صَوْتِهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ (مستخرج ابی عوانة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کواس کی اچھی آواز کی وجہ سے مہاجرین اور انصار (صحابۂ کرام) کے (امامت ونماز پڑھانے وغیرہ کے لئے) آگے کرتے (ابوعوانہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی آواز والے قاری سے اس سے افضل بزرگوں کی امامت کرانا اور قرآن سنوانا جائز ہے۔

ایک کے قرآن مجید پڑھنے اور باقی کے خاموشی سے سننے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک حیثیت سے وعظ وتذکیر میں داخل ہے، اسی وجہ سے جب قرآن مجید پڑھا جائے، تو اسے خاموشی کے ساتھ سننے کا حکم ہے۔

---

[1] رقم الحديث ٣٩٢٦، كتاب الحج، باب بيان نزول الملائكة لقراءة سورة البقرة ودنوها من القارء، وفضل البيت الذى تقرأ فيه سورة البقرة على غيره.

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ اعراف)

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

اَللّٰهُ سُبْحَانَهٗ شَرَعَ لِلْاُمَّةِ مَا أَغْنَاهُمْ بِهٖ عَمَّا لَمْ يَشْرَعْهُ حَيْثُ أَكْمَلَ الدِّيْنَ وَأَتَمَّ عَلَيْهِمُ النِّعْمَةَ وَرَضِيَ لَهُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا وَهُوَ سِمَاعُ الْقُرْآنِ الَّذِيْ شَرَعَهٗ لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ عِمَادُ دِيْنِهِمْ وَفِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ مُجْتَمِعِيْنَ وَمُنْفَرِدِيْنَ حَتّٰى كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ إِذَا اجْتَمَعُوْا أَمَرُوْا وَاحِدًا مِّنْهُمْ اَنْ يَّقْرَأَ وَالْبَاقُوْنَ يَسْمَعُوْنَ (الاستقامة، لا بن تيمية، ج ا، ص ۳۰۲، فصل يتعلق بالسماع قال أبو القاسم القشيرى فى باب السماع قال الله)

ترجمہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کے لئے ایسی چیزیں مشروع کر دی ہیں کہ جو اُن کو، ان چیزوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، جو غیر شرعی ہیں، کیونکہ دین کامل کر دیا گیا ہے، اور ان پر نعمت کو مکمل کر دیا گیا ہے، اور اللہ، ان کے لئے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو چکا ہے، اور وہ قرآن کا سماع ہے، جوامت کے لئے نماز میں مقرر کیا گیا ہے، جو کہ دین کا ستون ہے، اور نماز کے علاوہ میں بھی مقرر کیا گیا ہے، جمع ہو کر اور تنہائی کی حالت میں دونوں طرح، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جب جمع ہوتے تھے، تو وہ اپنے میں سے ایک کو قرائت کا حکم دیتے تھے، اور باقی سنتے تھے (الاستقامہ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سماعت انفراداً واجتماعاً جائز ہے۔

قرآن مجید کا ''ذکر وتذکیر'' ہونا

چونکہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کو ''ذکر'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید کی دوسری حیثیت وعظ وتذکیر کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کے لئے ''ذکر'' کا لفظ وعظ وتذکیر کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ [1]

---

[1] إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(سورة الحجر، رقم الآية ٩)
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورة النحل، رقم الآية ٤٤)
وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ(سورة يٰسٓ، رقم الآية ٦٩)
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ(سورة الزمر، رقم الآية ٢٣)
وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ .
وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (سورة القلم، رقم الآيات ٥١، ٥٢)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آيت ١٧)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آيت ٢٢)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آيت ٣٢)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ(سورة القمر آيت ٤٠)
وقال تعالىٰ:قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا (سورة الفرقان آيت ١٨)
(قَالُواْ سبحانك) تنزيهاً لك عما لا يليق بك (مَا كَانَ يَنبَغِي) يستقيم (لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ) أي غيرك (مِنْ أَوْلِيَآءَ) مفعول أول لنتخذ و من زائدة لتأكيد النفي ، وما قبله الثاني فكيف نأمر بعبادتنا؟ (ولكن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ) من قبلهم بإطالة العمر وسعة الرزق (حتى نَسُواْ الذكر) تركوا الموعظة والإيمان بالقرآن (وَكَانُواْ قَوْماً بُوراً) هلكى (تفسير الجلالين ، تحت آيت ١٨ من سورة الفرقان)
وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (سورة ص آيت ١)
(والقرء ان ذِى الذكر) أي البيان أو الشرف ، وجواب هذا القسم محذوف أي ما الأمر كما قال كفار مكة من تعدّد الآلهة (تفسير الجلالين ، تحت آيت ١ من سوة ص)
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ (سورة الزمر آيت ٢١)
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورة ق آيت ٣٧)

بلکہ قرآن مجید اور اس کی آیات کو صراحت کے ساتھ ''تذکرہ'' اور ''تذکیر'' اور ''مَوْعِظَة'' بھی قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ. إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۲،۳)

ترجمہ: نہیں نازل کیا ہم نے آپ پر قرآن، تاکہ آپ مشقت میں پڑ جائیں، مگر نصیحت کے واسطے اس کے لئے جو ڈرتا ہے (سورہ طٰہٰ)

سورہ حاقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سورة الحاقة، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ حاقہ)

سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (سورة عبس، رقم الآيات ۱۱)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بلاشبہ یہ (قرآن) نصیحت ہے (سورہ عبس)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۳۸)

ترجمہ: یہ (قرآن) بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ آلِ عمران)

سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (سورة هود، رقم الآية ۱۲۰)

ترجمہ: اور آ گیا تمہارے پاس اس (قرآن) میں حق اور نصیحت اور عبرت مومنوں کے لئے (سورہ ہود)

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَـآأَيُّهَـا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورة يونس، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور شفاء ان (بیماریوں) کے لئے جو سینوں میں ہیں، اور ہدایت اور رحمت مومنین کے لئے (سورہ یونس)

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَـدْ أَنْـزَلْـنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَّمَثَـلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورة النور، رقم الآية ۳۴)

ترجمہ: اور یقیناً بلاشبہ نازل کر دیں، ہم نے تمہاری طرف روشن آیات اور مثَل (نمونے) ان لوگوں کی جو گزر چکے تم سے پہلے، اور نصیحت متقیوں کے لئے (سورہ نور)

اس طرح کی آیات سے قرآن اور اس کی سورتوں اور آیات کا مخلوق کے لئے وعظ و نصیحت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] إنهـا أى السـورة أو آيات القرآن تذكرة أى موعظة وتبصرة للخلق (فمن شاء ذكره) أى اتعظ بالقرآن (تفسير القرطبى، سورة عبس، تحت رقم الآية ۱۱)

يا أيها الناس قد جاء تكم موعظة من ربكم يعنى القران على لسان محمد صلى الله عليه وسلم -فانها موعظة يعنى تنبيه وتذكير يدعو الى كل مرغوب ويزجر عن كل مرهوب -وذلك بالأوامر والنواهى فان الأمر من الحكيم العليم الجواد يقتضى حسن المأمور به.فيكون مرغوبا ويترتب عليه اجر مرغوب والنهى يقتضى قبحه فهو مرهوب يترتب عليه اجر مرهوب وشفاء اى دواء موجب للشفاء لما فى الصدور اى فى صدوركم من الأمراض القلبية يعنى العقائد الفاسدة وتعلقات القلوب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا (سورۃ الکھف، رقم الآیۃ ۵۷)

ترجمہ: اور کون ہوگا زیادہ ظالم اس سے، جسے تذکیر (یعنی نصیحت) کی جائے، اس کے رب کی آیات کے ذریعہ، پھر وہ اعراض کرے ان سے (سورہ کہف)

سورہ سجدہ میں بھی اسی طرح کا ارشاد ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے، اور دوسری حیثیت ''تذکرہ'' اور ''تذکیر'' یا ''وعظ ونصیحت'' کی ہے۔ [2]

اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک صفت سراپا باعثِ ہدایت ہونا ہے، قرآن مجید میں جابجا اس صفت کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ . هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ کوئی شک نہیں اس میں، ہدایت ہے متقیوں کے لئے (سورہ بقرہ)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بما سوى الله تعالى(التفسير المظهرى، ج۵، ص۳۵، سورة يونس)

قوله تعالى :(يا أيها الناس) يعنى قريشا .(قد جاء تكم موعظة) أى وعظ .(من ربكم) يعنى القرآن، فيه مواعظ وحكم .(وشفاء لما فى الصدور) أى من الشک والنفاق والخلاف، والشقاق .(وهدى) أى ورشدا لمن اتبعه .(ورحمة) أى نعمة .(للمؤمنين) خصهم لأنهم المنتفعون بالإيمان، والكل صفات القرآن، والعطف لتأكيد المدح(تفسير القرطبى، ج۸، ص۳۵۳، سورة يونس)

[1] وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا(سورة السجدة، رقم الآية ۲۲)

[2] الموعظة هى النصح والتذكير بالعواقب، والأمر بالطاعة .قال الخليل :هى التذكير بالخير فيما يرق له القلب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۷۶، مادة " خطبة")

والاسم :الموعظة، وهى ما يوعظ به من قول أو فعل، والواعظ من ينصح ويذكر ويأمر بالمعروف وينهى عن المنكر.

وفى الاصطلاح هو التذكير بالخير فيما يرق له القلب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۴، ص۸۰، مادة " وعظ ")

اور سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ آیَاتُ الْقُرْآنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ. هُدًی وَّبُشْریٰ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ النمل، رقم الآیات ۱ تا ۳)

ترجمہ: یہ آیات ہیں قرآن اور واضح کتاب کی، جو ہدایت ہے، اور خوشخبری ہے مؤمنوں کے لئے (سورہ نمل)

سورہ نمل میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدیٰ فَإِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (سورۃ النمل، رقم الآیۃ ۹۲)

ترجمہ: اور یہ بھی (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، پس جو ہدایت حاصل کرے گا، تو بس وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنے فائدہ کے لئے، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، تو آپ فرما دیجئے کہ بس میں تو ڈرانے والوں میں سے ہوں (سورہ نمل)

قرآن مجید عربی زبان میں ہونے کے باوجود سب لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان رکھتا ہے، خواہ کوئی عربی دان نہ ہو، یہ قرآن مجید اور اللہ کے کلام کی ایسی صفت ہے، جو کسی اور کلام کو حاصل نہیں۔

چنانچہ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَکَذٰلِکَ أَوْحَیْنَا إِلَیْکَ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُریٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ

(سورۃ الشوری، رقم الآیۃ ۷)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف عربی قرآن کی تا کہ ڈرائیں آپ مکہ والوں کو اور ان کو جو مکہ کے ارد گرد ہیں اور ڈرائیں آپ جمع ہونے (یعنی

قیامت) کے دن سے بھی، کوئی شک نہیں اس (قیامت کے دن) میں ایک فریق جنت میں اور ایک فریق جہنم میں ہوگا (سورہ شوریٰ)

قرآن مجید کے نازل ہونے کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی تھی، اور مکہ مکرمہ تمام آبادیوں کی ماں ہے، اور اسی کے نیچے سے تمام زمین کو وسیع کر کے پھیلایا گیا ہے، اور یہ زمین کے وسط میں واقع ہے، اور دنیا کی تمام آبادیاں اس کے اردگرد ہیں، اس لئے اس کو اُمُّ القریٰ کہا جاتا ہے۔

مکہ کے اردگرد سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک دنیا کے تمام علاقے اور خطے ہیں، جن میں عرب وعجم سب شامل ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید، عرب وعجم سب کے لئے وعظ ونصیحت کا سامان رکھتا ہے۔ [1]

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید، اللہ کی ذات وصفات، اللہ کے رسولوں، جنت وجہنم اور دنیا وآخرت وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی ترتیب بھی معجزانہ ہے، جس کے الفاظ سننے سے ہی ان چیزوں پر ایمان کے حصول اور اس کی ترغیب وترہیب پیدا ہوتی ہے، خواہ کسی کے غیر عربی یعنی عجمی ہونے کی وجہ سے اس کے مکمل مضامین سمجھ نہ آئیں۔

---

[1] أم القرى يعنى مكة سميت بها لان الأرض دحيت من تحتها فهى كالاصل لجميع الأرض او لانها قبلة اهل القرى وموضع حجهم ومرجع لاهل جميع الأرض والمضاف محذوف يعنى لتنذر اهل أم القرى ومن حولها الى الشرق والغرب وأطراف الأرض (التفسير المظهرى، ج٣ص٢٦٧، سورة الانعام، رقم الآية ٩٢)

(وكذلك) مثل ذلك الإيحاء (أوحينا إليك قرآنا عربيا لتنذر) تخوف (أم القرى ومن حولها) أى أهل مكة وسائر الناس (وتنذر) الناس (يوم الجمع) يوم القيامة تجمع فيه الخلائق (لا ريب) شك (فيه فريق) منهم (فى الجنة وفريق فى السعير) النار (تفسير الجلالين، سورة الشورى، رقم الآية ٧)

لتنذر أم القرى وهى مكة ومن حولها أى من سائر البلاد شرقا وغربا (تفسير ابنِ كثير، ج٧ص١٧٥، سورة الشورى، رقم الآية ٧)

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عربی وعجمی دونوں قسم کے حضرات تھے، جوکہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے تھے، اوراس سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ [1]

اسی وجہ سے قرآن مجید کے ذریعہ سے اللہ کا خوف اور خشیت پیدا ہوتی ہے، اوراس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا مَـا أُنْـزِلَـتْ سُـوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ . وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ(سورة التوبة، رقم الآيات،۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ: اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت، تو ان (لوگوں) میں سے بعض لوگ (یعنی منافق مذاق کے طور پر) یہ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے، تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے، تو ان کی پہلی ناپاکی میں اور ناپاکی زیادہ ہوجاتی ہے (سورہ توبہ)

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

---

[1] عن جابر بن عبد الله، قال :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نقرأ القرآن وفينا الأعرابى والأعجمى، فقال :اقرء وا فكل حسن وسيجىء أقوام يقيمونه كما يقام القدح يتعجلونه ولا يتأجلونه(سنن أبى داود، رقم الحديث ۸۳۰،باب ما يجزء الأمىَّ والأعجمىَّ من القراءة)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابى داوٗد)

(عن جابر قال :خرج علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ونحن نقرأ القرآن وفينا) ، أى: معشر القراء (الأعرابى) ، أى :البدوى (والعجمى) وفى نسخة والأعجمى، أى :غير العربى من الفارسى، والرومى، والحبشى كسلمان وصهيب وبلال قاله الطيبى(مرقاة المفاتيح،ج۴،ص ۱۵۰۴، كتاب فضائل القرآن)

آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورة الأنفال، رقم الآيات ۲ الیٰ ۴)

ترجمہ: بس مومن تو وہی ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا، ڈر جائیں ان کے دل، اور جب تلاوت کی جائیں ان پر اللہ کی آیتیں، زیادہ ہو جائے ان کا ایمان، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، جو قائم کرتے ہیں نماز کو، اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہی مومن ہیں برحق، ان کے لئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے، اور رزق ہے عزت والا (سورہ انفال)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (سورة الزمر، رقم الآية ۲۳)

ترجمہ: اللہ ہی نے نازل کیا ہے بہترین کلام یعنی کتاب جو باہم ملتی جلتی ہے، دہرائی جاتی ہے (یعنی اُس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور بعض جگہ مکرر ہیں) کانپ جاتی ہیں اس سے کھالیں اُن لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے، ہدایت دیتا ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے، اور جس کو گمراہ کر دے اللہ، تو نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا (سورہ زمر)

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' سے زائد ''تذکیر'' اور وعظ و نصیحت کی بھی ہے۔

عام ذکر اور قرآن مجید کے جہر میں فرق

اسی لئے قرآن مجید کو عام ذکر کے مقابلہ میں جہراً پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

قُلْتُ لَا شَکَّ اَنَّ فِی الْجَهْرِ بِالْقُرْآنِ أَحَادِيْثٌ كَثِيْرَةٌ وَالْآثَارُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى لٰكِنْ فِيْمَنْ لَا يَخَافُ رِيَاءً وَلَا إِعْجَابًا وَلَا غَيْرَهُمَا مِنَ الْقَبَائِحِ وَلَا يُؤْذِیْ جَمَاعَةً يَلْبِسُ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتُهُمْ وَيَخْلُطُهَا عَلَيْهِمْ فَمَنْ خَافَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِکَ فَلَا يَجُوْزُ لَهُ الْجَهْرُ وَاِنْ لَّمْ يَخَفْ اِسْتَحَبَّ الْجَهْرُ فَاِنْ كَانَتِ الْقِرَاءَةُ فِیْ جَمَاعَةٍ مُجْتَمِعِيْنَ مُسْتَمِعِيْنَ تَأَكَّدَ اِسْتِحْبَابُ الْجَهْرِ لٰكِنْ لَا يَجُوْزُ كَمَالُ الْجَهْرِ وَاَنْ يَّجْهَدَ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ فِی الْجَهْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ رَوٰى مُحَمَّدٌ فِیْ مُوَطَّاهُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِیْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فِی الصَّلَاةِ وَاِنَّهٗ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِیْ جُهَيْمٍ فَقَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَهْرُ بِالْقُرْآنِ فِی الصَّلَاةِ فِيْمَا يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ حَسَنٌ مَا لَمْ يَجْهَدِ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ ،وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. [1]

فَاِنْ قِيْلَ اَلْجَهْرُ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بِدْعَةٌ وَالسُّنَّةُ فِيْهِمَا الْإِخْفَاءُ كَمَا مَرَّ الْمَسْأَلَةُ فِیْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً فَمَا وَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ مَعَ اَنَّ الْقِرَاءَةَ اَيْضًا ذِكْرٌ .

---

[1] أی :لم يتحمل على نفسه جهرا ومشقة بالجهر المفرط لقوله تعالى :(ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا)(التعليق الممجد، حاشية مؤطا امام محمد، تحت حديث رقم ۱۳۵ ،باب الجهر فی القراءة فی الصلاة وما يستحب من ذلک)

قُلْنَا: اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوْجِبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمُهٗ مُعْجِزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَ تُهٗ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِیْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طُرْدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانَ وَإِسْمَاعُهٗ غَيْرَهٗ عِبَادَةٌ اُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ بِخِلَافِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ فَإِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الدُّعَاءِ اَلْإِجَابَةُ وَمِنَ الذِّكْرِ اَلنِّسْيَانُ عَمَّا يَشْغُلُهٗ مِنَ الْعَزِيْزِ الْمَنَّانِ حَتّٰى يَسْقُطَ عَنْ بَصِيْرَتِهٖ نَفْسُ الذِّكْرِ بَلِ الذَّاكِرُ اَيْضًا وَلَا يَبْقٰى فِیْ بَصِيْرَتِهٖ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (التفسير المظهری، ج۳ص ۴۵۴،تحت آیت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں کثرت سے احادیث اور صحابہ اور تابعین کے اتنے آثار ہیں، کہ جو شمار سے زیادہ ہیں، لیکن اس شخص کے حق میں کہ جس کو ریا کاری اور عُجب وخود پسندی وغیرہ جیسے قبائح (اور برائیوں کے لازم آنے) کا خوف نہ ہو، اور نہ دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچے کہ ان پر ان کی نماز میں التباس اور اختلاط پیدا ہوجائے، پس جو شخص ان میں سے کسی چیز کا خوف رکھتا ہے، تو اس کے لئے جہر جائز نہیں، اور اگر خوف نہیں رکھتا، تو جہر مستحب ہے، پھر اگر قرآن مجید کی قرأت چند ایسے لوگوں میں ہو، جو سب اکٹھے ہوں، اور قرآن مجید کو سن رہے ہوں، تو اس میں جہر کے مستحب ہونے کی تاکید ہوگی، لیکن جہر کی انتہاء جائز نہ ہوگی، اور نہ ہی یہ چیز جائز ہے کہ آدمی جہر کرنے میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ'' اور امام محمد نے مؤطا میں امام مالک سے اور

انہوں نے اپنے چچا ابوسہیل سے، اورانہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز میں جہری قرأت فرماتے تھے، اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرأت دارِ ابی جہیم کے پاس سنتے تھے، پھر امام محمد نے فرمایا کہ نماز میں قرآن کو جہراً پڑھنا اُن نمازوں میں بہتر ہے، جن میں قرآن مجید کو جہراً پڑھا جاتا ہے، جب تک کہ آدمی اپنے ساتھ مجاہدہ (یعنی مشقت وغلو) نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ذکر اور دعاء تو جہراً کرنا بدعت ہے، اور ان کو خفیہ کرنا سنت ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً'' کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ [1]

تو پھر ذکر اور قرآن مجید کی قرأت میں کیا فرق ہوا (کہ اس میں جہر کو بدعت کے بجائے مستحب قرار دیا گیا ہے) جب کہ قرأت بھی ذکر ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لاتا ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (سورة التوبة آيت ٦)

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے،

---

[1] جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ثم اجمع العلماء على ان الذكر سرا هو الأفضل والجهر بالذكر بدعة الا فى مواضع مخصوصة مسّت الحاجة فيها الى الجهر به كالاذان والاقامة وتكبيرات التشريق وتكبيرات الانتقال فى الصلاة للامام والتسبيح للمقتدى إذا ناب نائبة والتلبية فى الحج ونحو ذلك (التفسير المظهرى، ج٣ص ٣٦١، تحت آيت ٥٥ من سورة الاعراف)

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے“ [1]

اور کلامُ اللہ کی، زبان سے قرأت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اور اس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکر اور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) کیونکہ دعاء سے مقصود قبولیت اور ذکر سے مقصود ان چیزوں کو بھلا دینا ہے، جو اسے اللہ عزیز منان سے غافل کردیں، یہاں تک کہ اس کی خود ذکر بلکہ ذکر کرنے والے سے بھی توجہ ہٹ کر اس کی توجہ میں صرف اور صرف اللہ واحد، قھّار ہی باقی رہ جائے (لہٰذا اس کے لئے نہ دوسرے کو سنانے کی ضرورت ہے، اور نہ مجمع کی) (تفسیر مظہری)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید دوسرے کو سنانے کے لئے جہراً پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی تذکیر وتبلیغ میں داخل ہے، اور اس کی حیثیت دوسرے اذکار کی طرح نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی سماعت کا حکم ہے، اور قرآن مجید کی تلاوت کی طرح اس کی سماعت بھی مقصود ومطلوب ہے، جیسا کہ تراویح میں قرآن مجید کا پڑھنا اور سننا دونوں مقصود ہیں۔

عام ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کی سماعت میں فرق

لیکن قرآن مجید کی طرح دوسرے اذکار کی سماعت کا حکم نہیں، بلکہ ان میں اصل مقصود ان کا کرنا ہے۔

علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَالْمَقْصُوْدُ أَنَّ سِمَاعَ خَاصَّةِ الْخَاصَّةِ الْمُقَرَّبِيْنَ هُوَ سِمَاعُ الْقُرْآنِ

[1] مشرکین کو پناہ دینے کی غایت کلامُ اللہ کی سماعت کو قرار دیا گیا ہے۔

بِـالِاعْتِبَارَاتِ الثَّـلَاثَةِ: إِدْرَاكًا وَفَهْمًا، وَتَدَبُّرًا، وَإِجَابَةً. وَكُلُّ سِمَاعٍ فِـي الْـقُـرْآنِ مَـدَحَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ وَأَثْنٰى عَلَيْهِمْ، وَأَمَرَ بِهٖ أَوْلِيَاءَهٗ فَهُوَ هٰذَا السِّمَاعُ.

وَهُـوَ سِـمَاعُ الْآيَاتِ، لَا سِمَاعُ الْأَبْيَاتِ، وَسِمَاعُ الْقُرْآنِ، لَا سِمَاعُ مَـزَامِيْـرِ الشَّيْـطَـانِ، وَسَـمَاعُ كَلَامِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ لَا سِمَاعُ قَـصَـائِـدِ الشُّعَرَاءِ، وَسِمَاعُ الْمَرَاشِدِ، لَا سِمَاعُ الْقَصَائِدِ، وَسِمَاعُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، لَا سِمَاعُ الْمُغَنِّيْنَ وَالْمُطْرِبِيْنَ.

فَهٰـذَا السِّـمَاعُ حَادٍ يَحْدُوَ الْقُلُوْبَ إِلٰى جِوَارِ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ، وَسَائِقٌ يَسُـوْقُ الْأَرْوَاحَ إِلٰـى دِيَارِ الْأَفْرَاحِ، وَمُحَرِّكٌ يُثِيْرُ سَاكِنَ الْعَزَمَاتِ إِلٰى أَعْلَى الْمَقَامَاتِ وَأَرْفَعِ الدَّرَجَاتِ، وَمُنَادٍ يُنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ، وَدَلِيْلٌ يَسِيْـرُ بِـالـرَّكْـبِ فِيْ طَـرِيْقِ الْجِنَانِ، وَدَاعٍ يَدْعُو الْقُلُوْبَ بِالْمَسَاءِ وَالـصَّبَـاحِ، مِـنْ قِبَـلِ فَـالِقِ الْإِصْبَـاحِ حَيَّ عَلَى الْفَـلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَـلَاحِ.

فَـلَـمْ يُـعْـدَمْ مَـنِ اخْتَارَ هٰذَا السَّمَاعَ إِرْشَادًا لِحُجَّةٍ، وَتَبْصِرَةً لِعِبْرَةٍ، وَتَـذْكِرَةً لِـمَـعْـرِفَةٍ، وَفِـكْـرَةً فِيْ آيَةٍ، وَدَلَالَةً عَلٰى رُشْدٍ، وَرَدًّا عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَإِرْشَادًا مِنْ غَيٍّ، وَبَصِيْرَةً مِنْ عَمًى، وَأَمْرًا بِمَصْلِحَةٍ، وَنَهْيًا عَـنْ مَـضَرَّةٍ وَمَفْسَدَةٍ، وَهِدَايَةً إِلٰى نُوْرٍ، وَإِخْرَاجًا مِنْ ظُلْمَةٍ، وَزَجْرًا عَـنْ هَوًى، وَحَثًّا عَلٰى تُقًى، وَجَلَاءً ا لِبَصِيْرَةٍ، وَحَيَاةً لِقَلْبٍ، وَغِذَاءً ا وَدَوَاءً ا وَشِفَاءً ا، وَعِصْمَةً وَنَجَاةً، وَكَشْفَ شُبْهَةٍ، وَإِيضَاحَ بُرْهَانٍ، وَتَحْقِيْقَ حَقٍّ، وَإِبْطَالَ بَاطِلٍ (مدارج السالكين لابن القيم، ج ۱، ص ۴۸۳، فصل السماع الذی یمدحه الله)

ترجمہ: مقصود یہ ہے کہ خاصُ الخاص مقربین کا سماع وہ قرآن ہی کا سماع ہے، تینوں جہات سے، سمجھ اور فہم کے اعتبار سے، اور غور وفکر کے اعتبار سے، اور قبولیت کے اعتبار سے، اور ہر وہ سماع جو قرآن میں (وارِد ہوا) ہے، اللہ نے ایسے سماع کرنے والوں کی تعریف بیان کی ہے، اور ان کی خوبی بیان کی ہے، اور اپنے ولیوں کو اس کا حکم دیا ہے، پس وہ یہی سماع ہے۔

اور یہ آیات کا سماع ہے، نہ کہ اشعار کا سماع، اور قرآن کا سماع ہے، نہ کہ شیطانی باجوں کا سماع، اور آسمان اور زمین کے رب کے کلام کا سماع ہے، نہ کہ شاعروں کے قصیدوں کا سماع، اور ہدایت والی چیزوں کا سماع ہے، نہ کہ قصیدوں کا سماع، اور انبیاء اور رسولوں کا سماع ہے، نہ کہ گویّوں اور قوّالوں کا سماع۔

پس یہ سماع ایسی ''حدی'' ہے، جو دلوں کو علامُ الغیوب کی جوارِ رحمت کی طرف دوڑاتی ہے، اور ایسا ہانکنے والا ہے، جو روحوں کو خوشی والے گھر کی طرف لے کر چلتا ہے، اور ایسا محرک ہے، جو ٹھہرے ہوئے ارادوں کو اعلیٰ مقامات کی طرف اور بلند درجات کی طرف آمادہ کرتا ہے، اور ایسا منادی ہے، جو ایمان کی نداء دیتا ہے، اور ایسی دلیل ہے، جو سوار کو جنت کے راستوں پر چلاتی ہے، اور ایسا داعی ہے، جو دلوں کو صبح اور شام دعوت دیتا ہے، صبح کو پیدا کرنے والے کی جانب سے کہ آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف۔

پس جو اس سماع کو اختیار کرے گا، وہ دلیل کی ہدایت سے محروم نہیں رہے گا، اور عبرت حاصل کرنے کے لیے بصیرت سے محروم نہیں ہوگا، اور معرفت حاصل کرنے کے لئے تذکرہ سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور نشانی میں غور کرنے سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور ہدایت کی دلیل سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور گمراہی سے واپس لوٹنے سے اور سرکشی سے ہدایت پانے سے اور اندھے پن سے دیکھنے سے اور

مصلحت کے حکم سے اور مضرّت اور مفسدہ کے رکنے سے، اور نور کی ہدایت سے، اور ظلمت سے نکلنے سے، اور خواہش کی تنگی سے، اور تقویٰ پر اُبھارنے سے، اور بصیرت کی روشنی سے، اور دل کی حیات سے، اور غذا اور دوا اور شفا سے، اور حفاظت اور نجات سے، اور شبہ کے دور ہونے سے، اور برھان کے واضح ہونے سے، اور حق کی تحقیق سے، اور باطل کے بطلان سے بھی محروم نہیں ہوگا (مدارج السالکین)

نصابُ الاحتساب میں ہے کہ:

إِنْ كَانَ السَّمَاعُ سِمَاعَ الْقُرْآنِ أَوِ الْمَوْعِظَةِ يَجُوْزُ وَيُسْتَحَبُّ وَإِنْ كَانَ سِمَاعَ الْغِنَاءِ فَهُوَ حَرَامٌ لِأَنَّ التَّغَنِّيَ وَاسْتِمَاعَ الْغِنَاءِ حَرَامٌ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ وَبَالَغُوْا فِيْهِ (نصاب الاحتساب ، لعمر بن محمد بن عوض السنامي الحنفي ، ج ۱ ، ص ۱۲۳ ، الباب السادس في الاحتساب على الفقراء)

ترجمہ: اگر سماع، قرآن کا سماع ہو، یا وعظ کا سماع ہو، تو جائز بلکہ مستحب ہے، اور اگر گانے کا سماع ہو، تو وہ حرام ہے، اس لئے کہ گانے کو گانا اور گانے کو سننا حرام ہے، جس پر علماء کا اجماع ہے، اور اس پر انہوں نے بہت مبالغہ کیا ہے (نصاب الاحتساب)

تاتارخانیہ اور ردُّ المحتار میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [1]

امام نووی فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ أَنَّ جَمَاعَاتٍ مِّنَ السَّلَفِ كَانُوْا يَطْلُبُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ الْقِرَاءَةِ بِالْأَصْوَاتِ الْحَسَنَةِ أَنْ يَّقْرَؤُوْا وَهُمْ يَسْتَمِعُوْنَ وَهٰذَا مُتَّفَقٌ عَلٰى اِسْتِحْبَابِهٖ وَهُوَ عَادَةُ الْأَخْيَارِ وَالْمُتَعَبِّدِيْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

---

[1] قلت :وفي التتارخانية عن العيون إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز، وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء (رد المحتار على الدر المختار، ج٦، ص ٣٤٩، كتاب الحظر والإباحة)

وَهِيَ سُنَّةٌ ثَابِتَةٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.......... وَقَدْ اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ أَنْ يَّسْتَفْتِحَ مَجْلِسَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيَخْتِمَ بِقِرَاءَةِ قَارِءٍ حَسَنِ الصَّوْتِ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ إِنَّهُ يَنْبَغِيْ لِلْقَارِءِ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ اَنْ يَّقْرَأَ مَا يَلِيْقُ بِالْمَجْلِسِ وَيُنَاسِبُهُ وَأَنْ تَكُوْنَ قِرَاءَتُهُ فِيْ آيَاتِ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ وَالْمَوَاعِظِ وَالتَّزْهِيْدِ فِى الدُّنْيَا وَالتَّرْغِيْبِ فِى الْآخِرَةِ وَالتَّأْهِيْبِ لَهَا وَقَصْرِ الْأَمَلِ وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ (التبيان فی آداب حملة القرآن) [1]

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیئے کہ سلف کی جماعت کے لوگ قرّاء حضرات سے اچھی آواز کے ساتھ قرائت کرایا کرتے تھے، اور وہ قرآن کی قرائت کو سنا کرتے تھے، اور اس کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے، اور یہ نیک اور عبادت گزار لوگوں اور اللہ کے صالح بندوں کی عادت ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنت ہے.......... اور علماء نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مجلس کی ابتداء اور اس کا اختتام اچھی آواز والے قاری کی قرائت پر ہونا چاہیئے، جو بھی قرآن کی قرائت بآسانی کی جاسکے، البتہ ان مواقع پر قاری کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسی قرائت کرے، جو اس مجلس کی شان اور حالات کے مناسب ہو، اور یہ کہ اس کی قرائت امید اور خوف اور مواعظ اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت اور اس کے ڈر اور امیدوں کے کم کرنے اور اچھے اخلاق کے مضامین پر مشتمل ہو (تبیان)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ تَقَدَّمَ فِيْ بَابِ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ نَقْلُ الْإِجْمَاعِ عَلٰى

---

[1] ص ۱۱۳، ۱۱۴، الباب السادس فی آداب القرآن، فصل فی استحباب تحسین الصوت بالقراءة.

اسْتِحْبَابِ سِمَاعِ الْقُرْآنِ مِنْ ذِی الصَّوْتِ الْحَسَنِ وَأَخْرَجَ بْنُ أَبِیْ دَاوُدَ مِنْ طَرِیْقِ بْنِ أَبِیْ مُسْجِعَةَ قَالَ کَانَ عُمَرُ یُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتِ لِحُسْنِ صَوْتِهٖ بَیْنَ یَدَیِ الْقَوْمِ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص۹۲، کتاب فضائل القرآن، قوله باب الترجیع)

ترجمہ: اور ''مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ'' کے باب میں گزر چکا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز والے قاری سے سننے کے مستحب ہونے پر اجماع ہے، اور ابنِ ابی داؤد نے، ابنِ ابی مسجعہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو، اس کی اچھی آواز کی وجہ سے لوگوں کے سامنے (قرائت کے لئے) پیش کیا کرتے تھے (فتح الباری)

علامہ ابنِ بطال فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا فَضْلُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ عَلٰی غَیْرِهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، لِلْقُرْبِ مِنْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ وَالتَّکْبِیْرِ عِنْدَ تَکْبِیْرِهٖ وَالتَّأْمِیْنِ عِنْدَ فِرَاغِهٖ مِنْ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ (شرح صحیح البخاری لابن بطال) [1]

ترجمہ: پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت کی وجہ ''واللہ اعلم'' یہ ہے کہ امام کے قریب ہونے کی وجہ سے امام کی قرائت کی سماعت ہوتی ہے، جب کہ امام جہری قرائت کرے، اور امام کی تکبیر کے وقت میں تکبیر ہوتی ہے، اور امام کے سورہ فاتحہ سے فراغت کے وقت آمین ہوتی ہے (ابن بطال)

تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

عِنْدَ اِسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ وَتِلَاوَتِهٖ تَتَنَزَّلُ الْبَرَکَاتُ الْاَصْلِیَّةُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِالتَّجَلِّیَاتِ الذَّاتِیَةِ وَالصِّفَاتِ الْحَقِیْقِیَّةِ (التفسیر المظهری، ج۸، ص۲۰۹، سورة الزمر)

---

[1] ج۲، ص۳۴۶، کتاب الاذان، باب الصف الأول.

ترجمہ: قرآن سننے اور اس کی تلاوت کے وقت حقیقی برکات نازل ہوتی ہیں، جو تجلیاتِ ذاتی اور صفاتِ حقیقی سے تعلق رکھتی ہیں (تفسیر مظہری)

اس قسم کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری سے قرآن مجید کی قرائت کا سننا شرعاً مطلوب و محمود ہے۔ [1]

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی سماعت، شعر اور گانے کی سماعت کا عمدہ متبادل ہے، اور جو شخص قرآن سننے کا عادی ہو، اس کو شعر وگانے سننے کی ترغیب نہیں ہوتی، اسی طرح جو شخص شعر اور گانے سننے کا عادی ہو جاتا ہے، اس کو قرآن کی سماعت کی رغبت نہیں رہتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] الإقراء لغة :الحمل على القراء ة، يقال :أقرأ غيره يقرئه إقراء .وأقرأه القرآن فهو مقرء، وإذا قرأ الرجل القرآن أو الحديث على الشيخ يقول :أقرأني فلان، أي حملني على أن أقرأ عليه.
ولا يخرج استعمال الفقهاء له عن المعنى اللغوى .(الحمل على القراء ة) سواء أكان ذلک بقصد الاستماع والذكر، أم كان بقصد التعليم والحفظ .
الألفاظ ذات الصلة:
أ -القراء ة والتلاوة :القراء ة والتلاوة بمعنى واحد، تقول :فلان يتلو كتاب الله :أي يقرؤه ويتكلم به، قال الليث :تلا يتلو تلاوة يعني :قرأ، والغالب في التلاوة أنها تكون للقرآن، وجعله بعضهم أعم من تلاوة القرآن وغيره.
ب -المدارسة:المدارسة هي :أن يقرأ الشخص على غيره، ويقرأ غيره عليه .
ج -الإدارة:الإدارة هي :أن يقرأ بعض الجماعة قطعة، ثم يقرأ غيرهم ما بعدها، وهكذا.
الحكم الإجمالي :الإقراء بقصد الذكر واستماع القرآن -وخاصة ممن كان صوته حسنا -أمر مستحب .فعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال :قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم :اقرأ علي القرآن، فقلت :يا رسول الله أقرأ عليک، وعليک أنزل؟ قال :إني أحب أن أسمعه من غيري، قال :فقرأت عليه سورة النساء حتى جئت إلى هذه الآية :(فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بک على هؤلاء شهيدا) قال :حسبک الآن، فالتفت إليه فإذا عيناه تذرفان . وفي ذلک تفصيل : (ر :استماع -قرآن).
والإقراء بقصد التعليم والحفظ، ومنه قوله تعالى :(سنقرئک فلا تنسى) . فهو يعتبر في الجملة من فروض الكفاية .جاء في منح الجليل :من فروض الكفاية القيام بعلوم الشرع ممن هو أهل له، غير ما يجب عينا، وهو ما يحتاجه الشخص في نفسه، ثم قال :والمراد بالقيام بها حفظها وإقراؤها وقراء تها وتحقيقها.
ويتعلق بذلک أحكام مختلفة كأخذ الأجرة على ذلک(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص ۴۵، مادة " إقراء")

فَالْعَبْدُ إِذَا أَخَذَ مِنْ غَيْرِ الْأَعْمَالِ الْمَشْرُوْعَةِ بَعْضَ حَاجَتِهٖ قَلَّتْ رَغْبَتُهٗ فِي الْمَشْرُوْعِ وَانْتِفَاعُهٗ بِهٖ بِقَدْرِ مَا اعْتَاضَ مِنْ غَيْرِهٖ بِخِلَافِ مَنْ صَرَفَ نُهْمَتَهٗ وَهِمَّتَهٗ إِلَى الْمَشْرُوْعِ فَإِنَّهٗ تَعْظُمُ مَحَبَّتُهٗ لَهٗ وَمَنْفَعَتُهٗ بِهٖ وَيَتِمُّ دِيْنُهٗ بِهٖ وَيَكْمُلُ إِسْلَامُهٗ .

وَلِهٰذَا تَجِدُ مَنْ أَكْثَرَ مِنْ سِمَاعِ الْقَصَائِدِ لِطَلَبِ صَلَاحِ قَلْبِهٖ تَنْقُصُ رَغْبَتُهٗ فِيْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ حَتّٰى رُبَمَا يَكْرَهُهٗ (اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، لابن تيمية، ج ۱، ص ۵۴۳، القسم الثانی، فصل فی الاعیاد)

ترجمہ: پس بندہ جب اپنی کسی حاجت میں غیر شرعی اعمال کو اختیار کرتا ہے، تو شرعی اعمال میں اس کی رغبت کم ہوجاتی ہے، اوراس سے نفع اٹھانا بھی کم ہوجاتا ہے، جتنا بھی وہ غیر شرعی کام کو اختیار کرتا ہے (اسی نسبت سے اس میں شرعی اعمال کی رغبت میں کمی واقع ہوتی ہے) اوراس کے برخلاف جو شخص اپنی توجہ اور ہمت کو شرعی کام میں خرچ کرتا ہے، تو اس کام سے اس کی محبت بڑھ جاتی ہے، اوراس سے فائدہ اٹھانے کی مقدار میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، اوراس کے ذریعہ سے اس کا دین پورا اور اسلام مکمل ہوتا ہے۔

اوراسی وجہ سے جو لوگ اپنے دل کی اصلاح کی غرض سے قصائد اور اشعار سنتے ہیں، ان میں سے اکثر کو آپ اس حال میں پائیں گے کہ ان کے قرآن سننے کی رغبت کم ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات قرآن کے سننے سے (ان کو) ناگواری ہونے لگتی ہے (اقتضاء)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اَلْقَلْبُ إِذَا تَعَوَّدَ سِمَاعَ الْقَصَائِدِ وَالْأَبْيَاتِ وَالْتَذَّ بِهَا حَصَلَ لَهٗ نُفُوْرٌ عَنْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ وَالْآيَاتِ فَيَسْتَغْنِيْ بِسِمَاعِ الشَّيْطَانِ عَنْ سِمَاعِ

الرَّحْمٰنِ (مجموع الفتاوی، لابن تیمیة) [1]

ترجمہ: دل جب قصیدوں اور شعروں کے سننے کا عادی ہو جاتا ہے، اور ان سے لذت محسوس کرتا ہے، تو اسے قرآن اور اس کی آیات کے سننے سے ناگواری ہونے لگتی ہے، پھر وہ رحمٰن کے سماع (یعنی قرآن کے سماع) سے بے نیاز ہو کر شیطان کے سماع کا دلدادہ ہو جاتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی دوسرے سے سماعت باعثِ فضیلت عمل ہے۔

تلاوتِ قرآن میں آلۂ موسیقی اور طرزِ موسیقی سے بچنے کا حکم

لیکن یہ شرط ہے کہ اس موقع پر کوئی آلۂ موسیقی استعمال نہ کیا جائے، اور قرآن مجید کی قرائت موسیقی کے طرز پر نہ ہو، بلکہ تجوید کے اصولوں کا لحاظ کر کے ہو، جو کہ مقصود ہے، پھر اوپر سے قاری کی آواز اور لہجہ کا اچھا ہونا بھی محمود ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ قاری اخلاص کے ساتھ قرائت کرے، نام آوری یا مال طلبی پیشِ نظر نہ ہو۔

حضرت عابس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيْهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٦٠٤٠) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے

---

[1] ج ١١، ص ٥٣٢، فصل فی قوله صلی الله علیه وسلم "المرء مع من احب"

[2] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی نوجوان نسل سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، لوگ ان کو آگے کریں گے (فوقیت وترجیح دیں گے) یہ ان کے لیے گائیں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

وَأَمَّا التَّغَنِّيُ بِحَيْثُ يُخِلُّ بِالْحُرُوْفِ زِيَادَةً وَنُقُصَانًا فَهُوَ حَرَامٌ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِءُ وَيَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ وَيَجِبُ إِنْكَارُهُ فَإِنَّهُ مِنْ أَسْوَإِ الْبِدَعِ وَأَفْحَشِ الْإِبْدَاعِ (مرقاۃ المفاتیح، ج۴، ص ۱۵۰۱، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اورقرآن کو اس طرح گا کر پڑھنا جو قرآن کے حروف میں خلل پیدا کردے، خواہ حروف زیادہ کرکے یا کم کرکے، تو یہ حرام ہے، اس طرح سے قرائت کرنے والا فاسق (اور گناہ گار) ہے، اوراس کی قرائت کو سننے والا بھی گناہ گار ہے، جس پر نکیر واجب ہے، کیونکہ یہ بدعتوں میں بری ترین اورفاحش ترین بدعت ہے (مرقاۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ)فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ:فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ:مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟

فَقَالَ: اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ) آیت تلاوت فرمائی کہ ''فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ'' (یعنی پھر ایسے بُرے پیروکار آئیں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے بُرے پیروکار آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے بُرے پیروکار لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ منافق تو (اللہ کے نزدیک) کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے قرآن کے الفاظ کی تلاوت کرے) اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور مومن اس پر (اخلاص کے ساتھ) ایمان لاتا ہے (حاکم)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ

---

[1] رقم الحديث ٣٤١٦، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، ج٢ ص٤٠٦، مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٤٠.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح رواته حجازيون وشاميون أثبات ولم يخرجاه .

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الارنؤط:

إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

وَسَلُوا بِهِ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّتَعَلَّمَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يَتَعَلَّمُهُ ثَلاثَةٌ: رَجُلٌ يُبَاهِيْ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَقْرَأُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیہقی) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو، اور اس کے ذریعہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے کہ کچھ لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کریں، جس کے ذریعہ سے دنیا (یعنی پیسہ اور مال) کا سوال کریں، پس قرآن کی تعلیم تین قسم کے لوگ حاصل کرتے ہیں، ایک آدمی تو اس کے ذریعہ سے تکبر (یعنی بڑائی، شہرت اور نام آوری کو اختیار) کرتا ہے، اور ایک آدمی اس کے ذریعہ سے (مال) کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور ایک آدمی اللہ عزوجل کی رضا کے لئے قرائت کرتا ہے (بیہقی)

اور یہ بھی شرط ہے کہ قرآن کی قرائت کے وقت ادب واحترام کا لحاظ ہو، اور کوئی غیر شرعی حرکت نہ ہو، مثلاً چیخنا، چلانا وغیرہ۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۸۹، فصل فی ترک قراءة القرآن فی المساجد والاسواق لیعطی ولیستأکل به.

قال الالبانی:

وهذا سند ضعيف، من أجل ابن لهيعة، فإنه سيىء الحفظ، لكنه لم يتفرد به كما يأتى فالحديث جيد .وأبو الهيثم اسمه سليمان بن عمرو العتوارى المصرى(سلسلة الأحاديث الصحيحة،رقم الحديث۲۵۸)

[2] والألحان تكره فى الشعر فكيف فى القرآن .فمن قصد إلى سماع القرآن بالصوت الحسن والقراءة المجودة فهو حسن(المقدمات الممهدات،لابى الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبى، ج۳،ص ۴۶۳،فصل فى قراءة القرآن بالألحان)

وأما سماع القرآن بالحون المرجعة كترجيع الغناء فمن أقبح ما يسمع وأبشع ما يسمع لا سيما إذا كان يؤدى لتغيير نظم القرآن أو تضييع حروفه وإبدال بعضها أو إسقاطه أو يكون على هيئة تنفى الخشوع أو تدعو لنقيصة فإن ذلک كله ممنوع(شرح زروق على متن الرسالة لابن أبى زيد القيروانى،لشهاب الدين البرنسى الفاسى، ج۲،ص ۱۰۳۱ ،باب جمل من الفرائض ومن السنن الواجبة والرغائب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محفلِ حسنِ قرائت کے جواز و عدمِ جواز سے متعلق اقوال

بعض اہلِ علم حضرات نے لوگوں میں قرآن مجید کی تجوید کا شوق پیدا کرنے یا قرآن مجید کی عملی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو تجوید کی تعلیم دینے کی غرض سے محافلِ قرائت منعقد کرنے کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کوئی اور دوسری خرابی اس میں شامل نہ ہو۔

چنانچہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ سے مقابلہ حسنِ قرائت کے بارے میں یہ سوال کیا گیا، جس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ:

لوگوں میں تجویدِ قرآن کا شوق پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے۔

مگر مروجہ محافل میں عموماً درجِ ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

(۱)......مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط۔

(۲)......تصاویر کی لعنت۔

(۳)......خلافِ شرع دعوتیں۔

ان حالات میں احتراز لازم ہے (احسن الفتاویٰ جلد ۸ صفحہ ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ)

اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وغیرہ زید مجدہم کی تصدیق سے جامعہ دارُ العلوم کراچی سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس میں مذکور ہے کہ:

محافلِ حسنِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، اس میں قرآن پاک کی عملی تبلیغ اور سامعین کا فائدہ ہے، البتہ چند باتوں کو ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔

(۱)......تلاوتِ کلام اللہ میں تجوید کے قواعد کی مکمل رعایت رکھی جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه، وما يفعله الذين يدعون الوجد والمحبة لا أصل له، ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب، كذا فى السراجية (الفتاوى الهندية، ج۵، ص ۳۱۹، كتاب الكراهية، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

(۲)......قرآنِ پاک کے آداب کا قاری وسامعین کو خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۳)......مسجد میں محفل ہونے کی صورت میں مسجد کا ادب ملحوظ رکھا جائے۔

(۴)......پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہو۔

(۵)......ان مجالس میں مردوخواتین کا اختلاط نہ ہو۔

(۶)......لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا بقدرِ ضرورت استعمال ہو، اس سے اہلِ محلّہ کو اذیت نہ پہنچے کہ کسی کی عبادت یا آرام میں خلل ہو۔

(۷)......ان محافل سے مقصود، اللہ عزوجل کی رضا اور دین کی طرف رغبت دلانا ہو، نہ کہ ریا، نمود ونمائش اور دیگر زیبائش وآرائش کے لئے روشنی اور فضول خرچی نہ ہو۔

(۸)......قاری کی نیت صاف ہو، ریاء، سمعہ داد لینا یا تلاوت کا عوض مطلوب نہ ہو۔

(۹)......عوامی گزرگاہوں یا ایسی جگہوں پر محفل منعقد نہ کی جائے، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔

(۱۰)......مجلسِ قرائت میں تالیاں نہ بجائیں۔

(۱۱)......تلاوت پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں، البتہ کسی دینی مصلحت سے کسی قاری صاحب کو دُور سے بلایا جائے، تو آمدورفت اور خوردونوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں (ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم، کراچی، شوال ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۵۸۔ فتویٰ نمبر ۶۲۷/۴۱)

معلوم ہوا کہ مفاسد ومنکرات سے بچتے ہوئے اور شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے، محفلِ حسنِ قرائت منعقد کرنا جائز ہے، اور محفل کے انعقاد بلکہ خود محافلِ حسنِ قرائت کے نام میں تداعی کا پایا جانا بھی ظاہر ہے، یہی وجہ ہے کہ مذکورہ فتاویٰ میں دیگر شرائط کا تو ذکر ہے، مگر عدمِ تداعی کی شرط کا ذکر نہیں۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے دوسری خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے محفلِ قرائت کے منعقد کرنے کو ہی ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک مستحب عمل

کے لئے تداعی پائی جاتی ہے۔ ؎

؎ چنانچہ مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہٗ (لاہور) فرماتے ہیں کہ:
محفلِ قرائت کی مروّجہ صورت کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں اور دیگر مفاسد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کے عدمِ جواز کی اصل دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک مستحب کام کے لئے تداعی ہوتی ہے جو بذاتِ خود صحیح نہیں............

قرآن پڑھنے اور سننے کی دو صورتیں ہیں:
(۱)......تبلیغ کی، جیسا کہ قرآن پاک کے درس یا تجوید وغیرہ کی تعلیم میں ہوتی ہے کہ پڑھ کے بھی دکھایا جاتا ہے اور مشق بھی کرائی جاتی ہے۔
(۲)......ذکر کی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کو سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں (محافل قرائت ص۲۰)
اس صورت کو تعلیم پر محمول کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ ان دو میں سے پہلی صورت کی شرعی حیثیت واجب کی ہے، جبکہ دوسری صورت کی حیثیت مستحب کی ہے۔ ہماری بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک کی جو تلاوت دوسرے کے سامنے کی جائے اس کو یہ سمجھنا کہ وہ لامحالہ تبلیغ و تعلیم ہے، درست نہیں۔
اب ہم کہتے ہیں کہ محفلِ قرائت میں قرآن پاک پڑھنے اور سننے کی صورت تعلیم و تبلیغ کی نہیں بلکہ ذکر کی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو مشاہدہ بتاتا ہے کہ محفل میں اکثر تعداد اُن علماء، قراء اور طلبہ کی ہوتی ہے جو قرآن پاک کو صحیح طریقے سے پڑھنے کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ دوسرے عوام بھی ہوں تو اُن کے پیشِ نظر حسنِ صوت اور حسنِ لہجہ ہوتا ہے، اس پر محفل میں پڑھنے والے اگر یہ کہیں کہ ہم تو تعلیم و تبلیغ کی نیت سے پڑھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ بھی اپنی قرائت کو بہتر بنانے کی نیت سے سنتے ہوں گے۔
اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں قرآن پاک اور اُس کی تجوید کی تعلیم کے طریقے متعین اور معروف ہیں۔ محفلِ قرائت میں تعلیم کا تصور سرے سے معروف نہیں، لہٰذا یک طرفہ نیت سے محفل کی شرعی حیثیت نہیں بدلے گی (فقہی مضامین صفحہ۱۲۰، تا۱۲۱، ملخصاً، مطبوعہ: نشریاتِ اسلام، کراچی، تاریخ اشاعت: ۲۰۰۶ء)
ہمیں اس فائدے سے انکار نہیں، لیکن جب ہمیں مروّجہ محفلِ قرائت کی شرعی حیثیت معلوم ہوگئی کہ ناجائز ہے تو اس فائدے کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز کو ذریعہ بنانا درست نہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے میلاد النبی کے سلسلہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں تحریر فرمایا کہ:
''فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے''
ورنہ تو محفلِ میلاد جو تداعی کر کے منعقد کی گئی ہو اُس میں بھی یہ فائدہ ہے کہ اُس کے ذریعہ سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت معلوم کرنے کا شوق دلایا جا سکتا ہے (ایضاً صفحہ۱۲۲)
صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے فارغ اوقات مسجد میں گزارتے تھے اور اس طرح مختلف حلقے خود بخود لگ جاتے تھے
﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں راجح قول

مگر اس سلسلے میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت وعظ ونصیحت اور تذکیر وتبلیغ کی ہے، جو عام ذکر سے زائد صفت ہے، لہٰذا قرآن کی تلاوت اور اس کی سماعت کو عام ذکر پر قیاس کر کے حسنِ قرائت کے لئے تداعی کو ناجائز قرار دینا بظاہر راجح معلوم نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں ہمارے نزدیک ''دارالعلوم کراچی'' کا مذکورہ فتویٰ راجح ہے، جس میں شرائط کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت مستقل عبادت ہے، جس کے لئے تداعی مشروع ہے، برخلاف دیگر عام سنن ونوافل کے کہ ان میں حنفیہ کے نزدیک تداعی مشروع نہیں، اور تداعی کی کراہت کو حنفیہ نے خود نوافل پر قیاس کیا ہے۔ فافترقا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور کسی بھی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ذکر اور بصورتِ ذکر تلاوت کے لئے تداعی کی گئی ہو (ایضاً صفحہ ۱۲۳)

متبادل طریقے

(۱)...... مسجد کے امام وخطیب اگر خود اچھے قاری ہوں تو وہ کبھی کبھی نماز کے علاوہ بھی نماز سے متصل بعد لوگوں کو ایک دو رکوع اچھے انداز سے پڑھ کر سنا دیں۔

(۲)...... کبھی کوئی مہمان قاری آئے ہوں تو اُن سے پڑھوالیں۔

(۳)...... جن قاری صاحبان کے نزدیک اس طرح سے تبلیغ کی ضرورت ہے وہ وقتاً فوقتاً دوسری مساجد میں جا کر کسی تشہیر کے بغیر نماز کے بعد موجود لوگوں کو قرآن پاک سنائیں (فقہی مضامین صفحہ ۱۲۳، ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' اپریل ۲۰۰۶، صفحہ ۳۴)

[1] البتہ جب مقصود قرآن مجید کی تلاوت ہو، نہ کہ سماعت، تو بذاتِ خود تلاوت کے لئے تداعی واجتماع حنفی فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ وبدعت ہے، کیونکہ اس وقت اس کی حیثیت ذکرِ محض کی ہے نہ کہ تذکیر کی۔

چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

قراءة الكافرون إلى الآخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة، ولا عن التابعين -رضي الله تعالى عنهم-، كذا في المحيط(الفتاویٰ الهندية، ج۵ص ۳۱۷، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ اس کے تفصیلی دلائل پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں، اور صاحبِ مظہری کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ:

اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوْجِبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمُهُ مُعْجِزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَ تُهُ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِىْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طَرْدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانِ وَإِسْمَاعُهُ غَيْرَهُ عِبَادَةٌ أُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ بِخِلَافِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ (التفسير المظهرى، ج۳ص ۴۵۴،تحت آيت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

ترجمہ: قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أما الحفاظ يجتمعون للقراء ة يقرء ون معا للثواب فليس من فعلهم ولا بمروى عنهم (المدخل لابن الحاج ، ج ا ص ۹۴،فصل فى العالم و كيفية نيته)

اور المحیطُ البرہانی میں ہے کہ:

قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافتةً أو جهراً مع الجمع مكروهة، وكذلك قراء ة الكافرون مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة، وعن التابعين رضوان الله عليهم أجمعين (المحيط البرهانى، ج۵ص ۳۱۲، كتاب الاستحسان والكراهية ،الفصل الرابع فى الصلاة، والتسبيح، وقراء ة القرآن، والذكر الخ، دار الكتب العلمية، بيروت)

اور امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے کہ:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے، ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (امداد الفتاویٰ، ج ا صفحہ ۵۳۹، ۵۴۰، باب الجنائز، وجلد ۴ صفحہ ۶۰۵ و ۶۰۶)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجالس کا حکم'' اور ''مجالسِ ذکر واحادیثِ ذکر''

حاصل ہوتی ہے، اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کرلاتا ہے، اوراسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ(سورة التوبة آيت ٦)

''اوراگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے''

اور کلام اللہ کی، زبان سے قرائت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اوراس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکراور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) (تفسیر مظہری)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے ذریعہ تذکیر، معنیٰ ومفہوم جاننے پر موقوف نہیں، قرآنی الفاظ میں انجذابِ قلوب کی تاثیر پائی جاتی ہے، اس لیے اس کا سماع، عام ذکر کے سماع کی طرح نہیں کہ اس کو عام ذکر کے سماع کا حکم دیا جائے۔

رہا یہ شبہ کہ محفلِ حسنِ قرائت میں وعظ وتذکیر کی طرف توجہ مقصود نہیں ہوتی، صرف الفاظ کی طرف توجہ ہوتی ہے، اور قرآن کے بعض الفاظ مقطعات ومتشابہات میں بھی داخل ہیں، جن کے معنیٰ معلوم نہیں، نیز بعض احادیث میں تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے والے کو تدبر نہ کرنے والا قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی جلدی قرائت کرنے والا وعظ وتذکیر کو مقصود نہیں بناتا، جس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی توجہ الفاظ کی طرف نہیں ہوتی؟

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو تمام سامعین پر یہ حکم لگانا مشکل ہے، دوسرے اگر کسی سامع کی توجہ الفاظ کی طرف ہو، تب بھی اس کا حکم تبدیل نہیں ہوگا، کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا

کہ قرآن کے الفاظ معجزانہ ہیں، ان کے ذریعہ سے وعظ وتذکیر ہوتی ہے، جیسا کہ خوش الحان مقرر اور واعظ کا بیان سننے والے شخص کی توجہ اگر اس مقرر کے الفاظ یا خوش الحانی کی طرف ہو، تو اس سے بیان اور وعظ کا حکم تبدیل نہ ہوگا، اور محض اس وجہ سے اس کے لیے تداعی کو ناجائز نہ کہا جائے گا، تیسرے قرائتِ قرآن میں تغنی کے بغیر حسنِ صوت مطلوب ومحمود ہے، تو جو قرائت مذکورہ طریقہ پر حسنِ صوت کے ساتھ ہوگی، اس کی سماعت بھی مطلوب ومحمود اور وعظ وتذکیر کے لیے زیادہ مؤثر ہوگی، اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جبکہ سامع حسنِ صوت کی طرف متوجہ ہو، چوتھے مذکورہ صورت میں قرآن کے الفاظ حسنِ صوت ہی کے ساتھ جاری وساری ہیں، لہٰذا حسنِ صوت سے محظوظ ہونا قرآنی الفاظ کے تابع ہوگا، اور حسنِ صوت کے بغیر بھی جب قرآنی الفاظ وعظ وتذکیر کا ذریعہ ہیں، تو محمود ومطلوب حسنِ صوت کے ساتھ ہونے سے ان الفاظ کی وہ تاثیر ختم نہ ہوگی، بلکہ اضافہ ہی ہوگا، جیسا کہ گزرا۔

اور اگر قرائت میں حسنِ صوت کی ایسی شکلیں اور طریقے اختیار کیے جائیں، جو شرعی اصولوں اور قرائت کے قواعد کے تناظر میں مذموم ہوں، تو وہ ہماری بحث سے خارج ہے، خواہ اس حسنِ صوت کی طرف سامع کی توجہ بھی نہ ہو، بلکہ کوئی سامع بھی موجود نہ ہو۔

اور جب معنیٰ سمجھے بغیر قرآن کے الفاظِ محض کا تذکیر ہونا معلوم ہوگیا، تو اسی سے متشابہات کا جواب بھی ہوگیا، کیونکہ ان کے معانی کا معلوم ہونا بھی مذکورہ مقصود میں مُخل نہیں، خاص طور پر جبکہ قرآن مجید میں مذکور مقطعات ومتشابہات کی مقدار بہت کم ہے، جو اصل مقصود میں مُخل نہیں، اور ہماری مبحوث فیہ صورت میں صرف مقطعات ومتشابہات کی قرائت پر اکتفاء نہیں کیا جاتا۔

جہاں تک تین دن سے کم میں قرآن مجید کی قرائت کی صورت میں قرآن کو نہ سمجھنے کے شبہ کا تعلق ہے، تو ظاہر بات ہے کہ ہمارے زیرِ بحث وہ قرائتِ قرآن نہیں، جس میں تین دن سے کم کے اندر قرآن کو ختم کیا جاتا ہے، اور نہ ہی ایسی قرائت ہے، جو ترتیل سے خارج اور اتنی تیز ہو کہ اس کے الفاظ بھی سمجھ میں نہ آئیں، کیونکہ ہمارے نزدیک اس طرح کی قرائت بذاتِ خود ممنوع ہے، خواہ کوئی سامع بھی نہ ہو۔

لہٰذا تجوید کے ساتھ اور حسنِ صوت یعنی اچھی اور خوبصورت وعمدہ آواز والے قاری یا قراء سے قرائت کی سماعت کی غرض سے فی نفسہٖ مجلس کا انعقاد جائز ہونا چاہئے، جبکہ دوسری کوئی خرابی اور منکر شامل نہ ہو، قطع نظر اس سے کہ موجودہ دور میں محافلِ حسنِ قرائت میں منکرات وخرابیاں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

موجودہ دور میں محفلِ حسنِ قرائت میں پیدا شدہ متعدد منکرات

ملحوظ رہے کہ آج کل متعدد محافلِ حسنِ قرائت میں جو قراءِ کرام قرائت کرتے ہیں ان میں مشہور ومقبول قاری وہ سمجھے جاتے ہیں جو آواز میں خوب بناوٹ اور تکلف پیدا کرتے ہیں، دور سے قرائت سننے والوں کو الفاظ کم سمجھ آتے ہیں اور آواز کا اتار چڑھاؤ زیادہ سمجھ آتا ہے، بعض اوقات داد وصول کرنے اور عوام میں اپنی شہرت بڑھانے کے لئے آواز ایسی بنائی جاتی ہے اور ایسی کھینچ تان اور اتار چڑھاؤ آواز میں پیدا کیا جاتا ہے کہ تجوید کے قواعد کی بھی واضح خلاف ورزی ہوجاتی ہے اور گانے کا انداز پیدا ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں تجوید اور مخارج کے ساتھ قرائت کا تو سامعین کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خود تجوید اور قرائت کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے، البتہ ساری توجہ آواز اور لہجہ کی طرف ہوتی ہے، آواز اور لہجہ پر ہی شاباش دی جاتی ہے۔ اوپر سے سانس کے لمبا ہونے کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کی فضیلت کا شرعی اصولوں سے ثبوت نہیں ملتا۔

نیز متعدد مقامات پر محفل حسنِ قرائت کے دوران ایسے اسپیکر استعمال کئے جاتے ہیں جن میں ایک خاص قسم کی دھن اور طرز ہوتی ہے، بولنے والے کی آواز سامعین تک بازگشت (اعادہ وتکرار) کے ساتھ پہنچتی ہے، ان اسپیکروں میں آواز کے اُتار چڑھاؤ کے اعتبار سے مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے اسپیکر ہوتے ہیں، اس کو ''ایکو سسٹم'' کہا جاتا ہے، یہ آلہ بنیادی طور پر گانے کے لئے وضع ہوا ہے۔

کیونکہ یہ اسپیکر دراصل اس انداز کے بنائے گئے ہیں جو انداز موسیقی کا ہوتا ہے، ان میں آواز گم ہوکر اور اس طرح سے ٹکرا کر سنائی دیتی ہے، جیسے کسی ڈھول یا آلۂ موسیقی کا طرز ہو، جبکہ بعض جگہ یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ قاری کی قرائت کے ساتھ دوسرے مخصوص اسپیکر کے ذریعہ سے متعین حضرات مختلف قسم کی دَف کے انداز میں درمیان میں وقتاً فوقتاً آوازیں نکالتے ہیں، جس سے سامعین کو خاص حظ اور لُطف محسوس ہوتا ہے، یہ آوازیں بھی مخصوص اسپیکروں کے ذریعے سامعین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

اس طرح موسیقی کے انداز میں قرائت کرنا اور سننا جائز نہیں۔

اسی طرح محفلِ حسنِ قرائت میں جس قاری کا قرائت سے مقصود پیسہ حاصل کرنا یا شہرت اور ریا کاری ہو، یہ بھی جائز نہیں۔

جس کے متعلق بے شمار احادیث میں مذمت وممانعت آئی ہے۔ [1]

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ’’قرآنِ پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی بشارت ہے، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو، خوف وخشیت طاری ہو، ہیبتِ الٰہی سے کانپتے ہوئے اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں، صحابۂ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے۔

---

[1] آج کل متعدد محافلِ حسنِ قرائت کے لئے جو مشہور قرّاء دور دراز سے مدعو کئے جاتے ہیں، وہ بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں، اور ان کی وضع قطع بھی اسلامی نہیں ہوتی، اور وہ فرض نمازوں تک کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، اس طرح کے قرّاء پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور ان کی تعظیم وتکریم کرکے عوام کے سامنے پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ محمد رضوان

پیسہ کمانا یا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو، اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے، خواہ وہ اہلِ قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو، یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو، یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو، یا اپنی تعریف وشہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے، یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز وزیر وبم کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ اس پر سخت وعید ہے'' (فتاویٰ محمودیہ، جلد۳ صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۳، کتاب العلم، باب ما یتعلق بالقرآن الکریم)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ سے سوال کیا گیا کہ:

آج کل کراچی میں محافلِ قرائت ہو رہی ہیں، جن میں بیرون ملک سے قاری صاحبان آتے ہیں اور کلام پاک سناتے ہیں، اس پر زید اس طرح تبصرہ کرتا ہے ''یہ جو آج کل کراچی میں قرائت کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں، ان کی شکل بالکل مشاعروں کی طرح ہوتی ہے، جس طرح ایک شاعر اپنا کلام سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتا ہے پھر دوسرا آتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ چلتا ہے، جس شاعر کے کلام پر داد زیادہ ملتی ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، اور جس کلام پر واہ واہ نہیں ہوتی وہ منہ لٹکائے چلا جاتا ہے اور بہت دلگیر ہوتا ہے'' کیا قرآن پاک جو اللہ کا کلام ہے وہ اس حد تک نعوذ باللہ اتار دیا جائے کہ لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور مائک پر آ کر گلے بازیاں کریں اور وہ قاری جس کی آواز اچھی ہو اس پر لوگ جھومنے لگیں اور جو سادہ پڑھے اس پر لوگ منہ بسورتے ہیں اور اس پر توجہ نہ دیں، کیا یہ قرآن کی بے حرمتی نہیں ہے؟ اگر ایسا شوق ہے تو جمعہ کے دن مساجد میں کسی

قاری کو موقعہ دیا جائے اور لوگ سنیں، اس طرح قرآن کا احترام اور قاری کا احترام باقی رہے گا، مگر اس قسم کے مقابلوں میں لوگ مسلمان ہونے کی حیثیت سے براہ راست قرآن کو تو کچھ نہیں کہتے، مگر ان کے تاثرات سے قرآن کی عظمت کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ایک مسلمان کے احساسِ قلب کے لئے تکلیف دہ ہے۔

اس قسم کے تبصرہ پر مجلس میں بہت سے لوگ بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس رائے کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ سب جہالت ہے، اس سے محفلِ قرائت کی مخالفت ہوتی ہے وغیرہ۔ شرعی حکم کیا ہے؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس کا سننا کارِ ثواب ہے، البتہ اس میں صرف قاری کی خوش الحانی پر نگاہ رکھنا درست نہیں، اور نہ ایک سانس میں کئی آیتیں پڑھنے کو وجہ ٔ افضلیت قرار دینا درست ہے، اصل نظر قرآن کے مضامین پر ہونی چاہیے، اور جو نہ سمجھ سکیں وہ اس بات کی طرف نظر کریں کہ قرآن کریم کا صحیح تلفظ کس طرح ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴-۱۲-۱۳۸۷ھ

اور مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

بلاشبہ داد لینے اور تعریف کرانے کے لئے تلاوت کرنا سخت منع ہے، اس نیت سے تلاوت کرنے والوں اور داد دینے والوں کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کے قلوب فتنے میں پڑے ہوں گے۔

فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: سَيَجِئُ اَقْوَامٌ يُقِيْمُوْنَهٗ كَمَا يُقَامُ الْقَدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهٗ وَلَايَتَأَجَّلُوْنَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَسَيَجِيْءُ بَعْدِيْ قَوْمٌ يُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ ، لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُوْنَةٌ قُلُوْبُهُمْ ، وَقُلُوْبُ الَّذِيْنَ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ" (رواه البيهقى فى شعب الايمان) مشكوٰة ص ۱۹۱

(طبع قديمى كتب خانه)

اور قرآن شریف کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنانا ہی بے ادبی ہے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے، سب اپنی اپنی نیت کا جائزہ لیں۔

کتبہ العبدالحقیر ۔محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفی عنہ۔۱۴۔۱۲۔۱۳۸۷ھ

(فتاویٰ عثمانی ،جلد ا صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲، کتاب العلم والتاریخ والطب)

آج کل اکثر و بیشتر خوش الحانی اور ایک سانس میں کئی کئی آیتیں پڑھنے پر ان محافلِ حُسنِ قرائت میں، حُسنِ قرائت کا مدار رکھا جاتا ہے، اور عموماً قرّاء حضرات کا داد لینا و تعریف حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے اور موسیقی کے انداز اور آلہ کو واسطہ بنا کر قرآن کو لہجوں اور آوازوں کی نمائش کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ایک محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جو تجوید کے اصولوں کے عین مطابق قرائت کریں، مگر ان کی آواز اور لہجہ خوبصورت و دلکش نہ ہو اور دوسری محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جن کی آواز اور لہجہ تو خوبصورت ہو مگر تجوید کے قواعد کی رعایت نہ کریں، تو دوسری قسم کی محفل کی طرف رجوع و رغبت عام لوگوں کی زیادہ ہوگی، بنسبت پہلی محفل کے، جو ظاہر ہے کہ بے اعتدالی ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہر قسم کے مفاسد و منکرات سے بچتے ہوئے، اور مخصوص شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے (جن کا ذکر پہلے گزرا) محفلِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، مگر آج کل کی عام محفلِ قرائت میں متعدد مفاسد و منکرات پیدا ہو گئے ہیں، جن سے بچنا اور ان خرابیوں کو دور کرنا، محفلِ قرائت منعقد کرنے سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ نیکی برباد، گناہ لازم آنے کا اندیشہ ہے۔فقط۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان 24/ ذوالقعدۃ/ 1436ھ 09/ ستمبر/ 2015ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان